تاریخِ اُندلس

مولانا ریاست علی ندوی

تاریخ اُندلس

اندلس کا تاریخی جغرافیہ اس کی مختصر قدیم تاریخ اور طارق بن زیاد کی فتح اُندلس ۲۱۷ء سے لے کر عبدالرحمٰن الاوسط بن حکم (۸۳۲ھ ۲۵۸ء) تک اسلامی دور کی مفصل سیاسی وتمدنی تاریخ قلم بند کی گئی ہے

مولانا ریاست علی ندوی

مکی دارالکتب

32۔میکلیگن روڈ، چوک اے جی آفس لاہور

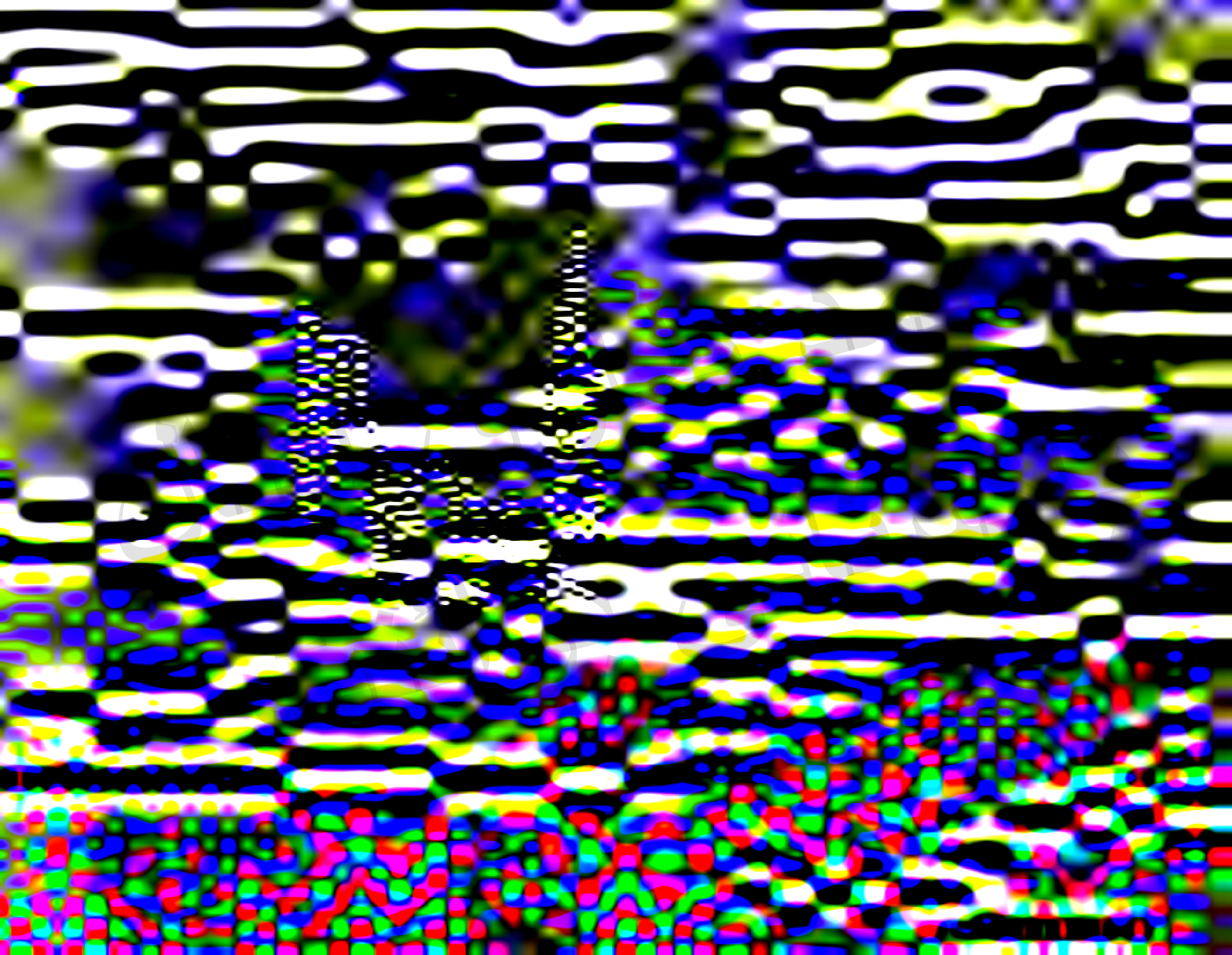
☎:042-7239138

E-Mail: makkidarulkutab @ hotmail.com

تاریخ اندلس	:	مولانا ریاست علی ندوی
اشاعت	:	جنوری 2003ء
مطبع	:	حاجی حنیف اینڈ سنز لاہور
کمپوزنگ	:	اے۔اے کمپوزنگ سنٹر
برائے	:	مکی دارالکتب لاہور
قیمت	:	200/=

اہتمام: محمد عباس شاد رابطہ: Ph:7239138

E-mail: makkidarulkutab@hotmail.com



دیباچہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

''مسلمانوں نے یورپ کے دو خطوں پر حکومت کی اور اسلامی تمدن ابتداء ان ہی دونوں راستوں سے یورپ میں داخل ہوا۔ یہ دونوں ممالک اسپین اور سسلی یعنی اُندلس اور صقلیہ ہیں جنہیں عرب مؤرخین اپنی اصطلاح میں ''دو سگی بہنوں'' سے تعبیر کرتے ہیں''۔ (دیباچہ تاریخ صقلیہ جلد اوّل)

سسلی کی اسلامی تاریخ کی ترتیب کی خدمت اسی خطا کار قلم سے دو جلدوں میں اتمام کو پہنچی ہے۔ یہ حسن اتفاق ہے کہ اسپین کی سرگزشت کو اُردو میں منتقل کرنے کی خدمت بھی اسی کے سپرد ہوئی' اور اس کی جلد اوّل اب ناظرین کی نگاہوں کے سامنے ہے۔ اُندلس کی تاریخ پر اُردو زبان میں بعض قابل قدر کتابیں پہلے بھی شائع ہو چکی ہیں لیکن وہ سب کی سب غیر زبانوں سے اُردو میں منتقل کی گئی ہیں۔ ایک طرف اسکاٹ کی اخبار الا ندلس (مترجمہ منشی خلیل الرحمٰن مرحوم)' ڈوزی کی عبرت نامہ اُندلس (مترجمہ مولوی عنایت اللہ صاحب بی اے (مرحوم) اور لین پول کی تاریخ اسپین (مترجمہ مولوی سید عبدالغنی وارثی مرحوم) یورپی زبان سے منتقل کی گئیں تو دوسری طرف ابن القوطیہ کی تاریخ افتتاح الا ندلس اور اخبار مجموعہ فی فتح الا ندلس اور غرناطہ کے ترجمے عربی زبان سے کیے گئے۔

ان میں سے مؤخر الذکر عرب مؤرخین کی کتابوں میں سے پہلی دو کتابوں کا تعلق اُندلس کے محض ابتدائی دور سے ہے اور مؤخر الذکر کتاب کا تعلق خاص طور پر سلطنت غرناطہ سے ہے۔ ظاہر ہے کہ اُندلس کی مکمل تاریخ کے لئے یہ کتابیں تشنہ اور نامکمل ہیں اور دوسری تاریخ چار جلدوں میں بہ ترتیب ذیل اتمام کو پہنچ گئی۔

جلد اوّل میں اُندلس کے طبعی و تاریخی جغرافیہ کے بعد اس کی قدیم تاریخ کو روشناس کیا گیا ہے۔ پھر اُندلس پر مسلمانوں کے ابتدائی حملوں کے اسباب دکھائے گئے ہیں۔ اس کے بعد فاتح اُندلس سے لے کر عہد بعہد کے ان ولاۃ کا ذکر آیا ہے جو مرکزی حکومت کی طرف سے یہاں حکمرانی کرتے رہے۔ پھر وہ دور آیا ہے جب اُندلس میں امویوں کی آزاد سلطنت قائم ہوئی اور ملک کے اقتدار اعلیٰ کی زمام اسی ملک میں آ گئی۔ یہ پہلی جلد سویں

کے چوتھے حکمران عبدالرحمٰن اوسط (تا 238ھ 852ء) کے دور پر تمام ہوئی ہے۔

جلد دوم امیر محمد (238ھ 273ھ) کے دور سے لے کر حکم ثانی کے زمانہ (350ھ 366ھ) تک مشتمل ہے۔

جلد سوم ہشام ثانی کے دور (366ھ 399ھ) سے شروع ہوتی ہے اور امویوں کے آخری تاجدار ہشام ثالث (418ھ 422ھ) کے زمانہ پر ختم ہوئی ہے اور اسی میں المنصور عامری اور اس کے خاندان کی تفصیلی سرگزشت بھی آ جاتی ہے جو ایک خاص زمانہ تک اُندلس کی سلطنت کے اقتدار اعلیٰ پر قابض رہا۔ اس جلد کا خاتمہ دولت امویہ پر ایک نظر کے عنوان پر کیا گیا ہے جس میں اس عہد پر مختلف نقطہ نظر سے تفصیلی نگاہ ڈالی گئی ہے۔

جلد چہارم اس سلسلہ کی وہ آخری کڑی ہے جو تیار ہو سکی ہے۔ اس میں ملوک طوائف کی سلطنتوں کا ذکر علیحدہ علیحدہ کیا گیا ہے اور آخر میں اُندلس سے اسلامی سلطنت کے خاتمہ کو دکھایا گیا ہے۔ اس چوتھی جلد کے چند آخری صفحات کی تسوید کا کام باقی رہ گیا ہے۔ جو انشاءاللہ اس کی اشاعت کے وقت بآسانی پورا کر لیا جائے گا۔

راقم سطور نے سسلی کی تاریخ کی ترتیب دو جلدوں میں رزمیہ و بزمیہ حیثیت سے رکھی تھی لیکن اُندلس کی تاریخ کی ترتیب دوسرے انداز پر رکھی گئی ہے اس میں ہر حکمران کے دور کے سیاسی حالات کے خاتمہ کے بعد اس عہد کے نظام حکومت' علوم وفنون' تعمیرات اور دوسری تمدنی و معاشرتی ترقیوں کا اجمالی جائزہ بھی لیا گیا ہے۔ اس طرح رزم و بزم دونوں کی داستان ایک ساتھ تیار ہوتی چلی گئی ہے۔ ارادہ تھا کہ ان جلدوں کے خاتمہ کے بعد ایک جلد رجال اُندلس کے لئے وقف ہو گی جو اس سلسلہ کی پانچویں کڑی ہوتی۔ اس کا مواد بہت کچھ اکٹھا کر لیا تھا مختلف تعلیقات بھی قلم بند کی گئی تھیں لیکن افسوس ہے کہ اس کو ترتیب دینے کا موقع ہاتھ نہ آسکا اور راقم سطور صوبہ بہار کے شعبہ تعلیم سے وابستہ ہو کر پٹنہ چلا آیا اور یہاں اپنے فرائض مفوضہ میں مصروف ہے اگر زمانہ نے مساعدت کی تو شاید کبھی اس خدمت کے انجام دینے کا موقع ہاتھ آ سکے۔

سردست ان چار جلدوں کے شائع ہونے کا مرحلہ سامنے ہے۔ افسوس ہے کہ ان جلدوں کی تسوید کے بعد ان پر نظر ثانی کرنے کا موقع نہ مل سکا تھا۔ صرف پہلی جلد پر نگاہ ڈال کر اس کو طبع کے حوالہ کر سکا تھا۔ باقی جلدیں اپنے ساتھ لیتا آیا تھا کہ یہاں سے اس

خدمت کو انجام دے سکوں گا مگر یہاں کی مصروفیتیں دوسرے انداز کی ہیں اس لئے باوجودیکہ ایک سال کی مدت گزر چکی ہے۔ تاریخ اُندلس کی جلدوں کو نظر ثانی کے لئے ہاتھ لگانے کی نوبت نہ آ سکی۔ دراصل یہ کام اعظم گڑھ سے جس کے کتب خانہ میں یہ جلدیں تیار ہوئی ہیں باہر رہ کر صحیح طور پر انجام بھی نہیں پا سکتا۔ اس لئے ارادہ ہے کہ ان شاءاللہ ایک دو سال گرمیوں کی چھٹیوں میں (جو مسلسل تقریباً تین مہینوں کی ہوتی ہیں) وہیں بیٹھ کر ان جلدوں کو دیکھتا جاؤں گا اور کارکنان دارالمصنفین کے حوالہ کرتا جاؤں گا اور وہ اپنی سہولتوں کے لحاظ سے جب بھی چاہیں گے شائع کر سکیں گے۔

اعظم گڑھ سے روانگی کے وقت تک زیر نظر جلد کے صرف چند ابتدائی فرمے چھپ سکے تھے۔ پوری کتاب راقم سطور کی عدم موجودگی میں چھاپی گئی ہے اور ان سطروں کی تسوید کے وقت تک مطبوعہ فرموں کی کتابت و طباعت کی صحت کا جائزہ لینے کا موقع بھی نہ مل سکا ہے۔ لیکن کتاب کے سرورق میں کتاب کا تعارف جن لفظوں میں کرایا گیا ہے ان کی تین سطروں میں دو تصحیحوں کی ضرورت ہے۔ ایک تو 206ھ 852ء تک کے بجائے 238ھ 852ء تک ہونا چاہئے تھا' اسی طرح ''مفصل سیاسی تاریخ'' کے بجائے ''مفصل سیاسی و تمدنی تاریخ'' کے الفاظ لکھنے کی ضرورت تھی۔

کتاب کے مآخذ کی مفصل فہرست انشاءاللہ آخری جلد میں منسلک ہو سکے گی۔ اس سلسلہ میں مجھے اپنے لائق دوست ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ صاحب' ایم اے' پی ایچ ڈی' پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور کا شکر گزار ہونا ہے کہ ان کی عنایت فرمائی سے ہمیں کیمبرج میڈیول ہسٹری کی جلد سوم پنجاب یونیورسٹی لائبریری سے مستعار حاصل ہوئی جس میں ''مغربی خلافت'' کے عنوان سے اموی سلاطین اُندلس پر ایک قابل قدر باب ہے اور جس سے اس کتاب میں دولت امویہ اُندلس پر ایک نظر کے باب میں خاص طور پر فائدہ اٹھایا گیا ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

سید ریاست علی ندوی

مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ 6

26 دسمبر 1950ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جغرافیہ اُندلس

(اُندلس)

اندلس جنوب مغربی یورپ کے آخری سرے کا وہ جزیرہ نما ہے جس میں آج کل اسپین اور پرتگال کے نام سے دو جداگانہ ملک جداگانہ سلطنتوں کے ساتھ واقع ہیں۔

ملک کا نام اور وجہ تسمیہ:

اُندلس کو سب سے پہلے یونانیوں نے آئبیر یا Iberive کے نام سے پکارا جو ایک یونانی گروہ ایبری Iberi کی طرف منسوب ہے۔ پھر رومانیوں نے اس کو ہسپانیہ Hispania کہا اس لئے کہ یہ رومی سلطنت سے جانب مغرب کا ملک Hisperie تھا۔ اور عرب مؤرخین کی توجیہ کے مطابق یہ ''اشبانیا'' کہا گیا جو رومی حکمران اشبان بن طیطش کی طرف منسوب ہے۔ یہ نام ابتداء صرف خطہ اشبیلیہ کا تھا جو ''اشبان'' اور ''ایلیا'' (بیت المقدس) سے مرکب ہے لیکن عرب مؤرخین کی اس توجیہ کو دور حاضر کے محققین نے قبول نہیں کیا ہے۔

اس کے بعد جب عرب اس ملک میں داخل ہوئے تو انہوں نے اس کو ''ہسپانیہ'' یا ''اشبانیہ'' کے بجائے اُندلس سے موسوم کیا اور اپنے مذاق کے مطابق حضرت نوح علیہ السلام کے اخلاف میں سے اُندلس بن طوبال بن یافث کی طرف اس کی نسبت دی۔

مگر دور حاضر کے محققین نے عرب مؤرخین کی اس توجیہ کو بھی قبول نہیں کیا ہے اور لفظ ''اُندلس'' کی اصل جرمن قوم کے نام ''واندلس'' vandals یا ''واندال'' vandal کو قرار دیا ہے۔ جرمن قوم یہاں صرف 421ء سے 429ء تک حکمران رہی۔ بایں ہمہ فاتح قوم کے نام پر ایک خطہ کا نام واندلیسیہ vandalicia ہو گیا اور اسی ''واندلیسیہ'' سے اسم اُندلس عالم وجود میں آیا۔

دور حاضر کے مؤرخین کی اس تحقیق کا سراغ بعض عرب مؤرخین کے بیانوں میں بھی ملتا ہے کہ ''اُندلس'' کی اصل ''فندلش'' یا قندلس ہے جو اربا یوں (امیریون) کے بعد اُندلس کے حکمران ہوئے اور اسی فندلش یا قندلس سے اس مقام کا نام ''اُندلس'' قرار پایا۔1

اُندلس کا تلفظ واملا:

عرب اس کو عموماً ''اُندلس'' اور کبھی ''اُندلس'' کہتے تھے۔ یہ اگرچہ عجمی لفظ ہے لیکن عربی مخارج سے قریب ہونے کے سبب سے اس کو عربی مخارج میں قبول کر کے اس پر عربی قاعدے کے مطابق الف لام داخل کرتے ہیں اور بلا عذر تنوین بھی دیتے ہیں۔ اس طور پر انہوں نے اس کو گویا ایک خالص عرب لفظ تسلیم کر لیا تھا۔2

اُندلس کا مفہوم وسعت ملک کے اعتبار سے:

عربوں نے اسپین کے جنوبی حصہ کو جسے غالباً واندلیسیہ کہا جاتا تھا پہلے فتح کیا تھا۔ اس لئے انہوں نے اسی واندلیسیہ کو اپنی زبان میں اُندلس کہا پھر جیسے جیسے فتوحات کا دائرہ وسیع ہوتا گیا ملک کے اس نام کا اطلاق بھی آگے بڑھتا گیا۔ یہاں تک کہ پورے اسپین و پرتگال پر اس لفظ کا اطلاق ہوا۔ پھر آگے بڑھ کر جنوبی فرانس کے دو بڑے علاقے ''نربونین سس'' ''narbonensis'' اور اکوتانیا ''aquitania'' بھی ملک اُندلس کے حدود میں داخل ہو گئے۔ چنانچہ عرب جغرافیہ نویسوں نے اُندلس کے جو حدود اربعہ بیان کئے ہیں اور اس کے انتہائی گوشے 'اضلاع' دریا' اور پہاڑ دکھائے ہیں۔ اس لحاظ سے اسپین' پرتگال اور جنوبی فرانس کے وہ علاقے اُندلس کے مفہوم اور وسعت ملک میں داخل ہیں اور اس وسیع ملک کے مختلف خطوں کے قدیم ناموں کو اپنے تلفظ واملا میں ادا کیا ہے جیسے گالیکیا galicia کو ''جلیقیہ'' استوریاس asturias کو ''اشتوراس'' لی اون ''leoh'' کو لیون'' یا ''لیونش'' نوارا ''navarra'' کو ''نبرہ'' کسٹیل ''castile'' کو ''قشتالیہ'' یا ''قشتالہ'' کاتالونیہ ''catalonia'' کو ''قیطلونیہ'' بسکے Catalinia'' کو بشکنش یا بشکونش'' یا فرانسیسی علاقہ نربونین سس کے پایہ تخت ''ناربون narbonne کو نربونہ یا اربونہ کہا ہے مگر جغرافی اعتبار سے یہ سب عربی جغرافیہ نویسوں کے نزدیک اُندلس میں داخل تھے۔3

حوالہ جات وحواشی

(1) صبح الاعشیٰ ج5 ص237 نفح الطیب ج1 ص63 ابن خلدون ج2 ص235 وحواشی دائرۃ المعارف الاسلامیہ ترجمہ عربی انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ج1 ص35-36

(2) معجم البلدان ج1 ص347۔

(3) اُندلس کا تاریخ جغرافیہ ص3 ان اوراق میں اُندلس کے جغرافی معلومات اسی ماخذ سے ملخصاً اور اجمالاً نئی ترتیب کے ساتھ لئے گئے ہیں۔ اس کو جغرافیہ کی قدیم وجدید تصنیفات سے مرتب کیا گیا ہے۔ نیز اگر کسی موقع پر کسی اور ماخذ سے کچھ اخذ کیا گیا ہے تو اس کا انفرادی حوالہ درج کر دیا گیا ہے۔

جغرافیہ طبعی

اُندلس کی شکل نقشوں میں:

یونانی جغرافیہ نویس استرابو نے اس ملک کی شکل مستطیل لکھی ہے۔ بطلیموس نے اس کو بے قاعدہ مثلث بتایا ہے۔ موجودہ زمانہ میں اس کو ایک بے قاعدہ ذواربعۃ الاضلاع دکھایا گیا ہے۔ عربوں نے بطلیموسی نقشہ کے مطابق اس کو بے قاعدہ مثلث سمجھا اور اس کے تین ارکان واضلاع بیان کئے اور ان رادیوں کو ملانے سے جو ضلع بنتے ہیں ان کی تعریف ساحل کے شہروں اور مقاموں کا نام لے کر کی ہے

حدود اربعہ:

جیسا کہ معلوم ہے اُندلس جزیرہ نما ہے جسے بقول شریف ادریسی عربوں نے اختصار کی وجہ سے شبہ الجزیرہ کے بجائے صرف جزیرہ کہا۔ اس کی تین سمتوں میں تین سمندر ہیں۔ مشرق میں بحر روم ہے جسے بحر متوسط، بحر شام، بحر مشرق بھی کہتے ہیں۔ مغرب کی طرف اوقیانوس (اٹلانٹک) ہے جسے بحر محیط، بحر ظلمات، بحر مظلم اور بحر اعظم بھی کہتے ہیں اور جنوب میں آبنائے جبرالٹر ہے جس کو عرب بحر زقاق سے موسوم کرتے تھے۔ آبنائے جبرالٹر اُندلس کے جنوبی گوشہ اور افریقہ کے شمالی گوشہ میں ہے۔ یہی آبنائے یورپ کو افریقہ سے جدا کرتی ہے۔ دوسری طرف اُندلس کی شمالی قدرتی سرحد جبل البرانس یعنی کوہ پائیرنیس pyrenees ہے اور اُندلس کا یہی شمال مشرق حصہ خشکی سے ملا ہوا ہے پھر وسعت ملک کے لحاظ سے جنوبی فرانس کا وہ علاقہ جس میں ناربون اور اکاتانیا واقع ہیں، اس کی سرحد میں داخل ہیں پھر ادھر شمال مغربی گوشہ کی سرحد پر خلیج بسکے واقع ہے۔

طول وعرض:

اُندلس موجودہ نقشوں میں شمالاً وجنوباً 36 درجہ۔ دقیقہ اور 43 درجے 45 دقیقہ کے درمیان اور شرقاً غرباً 3 درجہ، 20 دقیقہ کے درمیان واقع ہے۔ اس طول وعرض میں جنوبی

فرانس کا وہ علاقہ جو اُندلس میں سمجھا گیا' داخل نہیں ہے۔

مساحت:

عرب جغرافیہ نویسوں میں سے ادریسی نے اس کا طول گیارہ سو میل اور عرض چھ سو میل لکھا ہے۔ موجودہ پیائش کے لحاظ سے مشرق سے مغرب کی جانب زیادہ سے زیادہ طول چھ سو پینتیس میل اور شمال سے جنوب میں زیادہ سے زیادہ طول پانچ سو دس میل ہے۔ لیکن اس پیائش میں فرانس کا کوئی علاقہ داخل نہیں ہے۔

اُندلس کی زمین:

اُندلس کی زمین سمندر کی سطح سے تقریباً دو ہزار فٹ بلند ہے۔ یہ بلندی مشرق سے مغرب کی طرف کم ہوتی گئی ہے' یہاں تک کہ بحرمحیط کی سطح آ جاتی ہے۔

اُندلس کے پہاڑ:

اُندلس کی اس مرتفع زمین میں پہاڑوں کے چھ چھوٹے اور بڑے سلسلے مشرق سے مغرب کی سمت میں پھیلے ہوئے ہیں۔

(1) جبل البرانس PYRENEES

شمال میں پہاڑوں کا ایک طویل سلسلہ ہے جو جلیقیہ تک چلا گیا ہے۔ اس پہاڑی سلسلہ کے کئی ٹکڑوں کے کئی نام ہیں کہیں جبل البرتات ...... monte depuertas کہیں جبل الابواب' کہیں جبل الفاصل یا جبل الحاجز لکھا گیا ہے۔ پہاڑی کا یہی سلسلہ اُندلس کو افرنجہ یعنی فرانس کے ان علاقوں سے جدا کرتا ہے جو معناً اُندلس میں داخل تھے۔ اس پہاڑی سلسلہ میں چند درے ہیں جن میں سے چار دروں (1) برت اشمرہ (2) برت جافہ (3) برت شاذر (4) برت بیونہ کے نام عرب جغرافیہ نویسوں نے لکھے ہیں۔ انہی دروں سے عربی فوجیں ادھر سے ادھر گزرا کرتی تھیں۔

(2) الشارات SIERRAS:

یہ جبل البرانس سے جنوب میں موجودہ صوبہ سرقسطہ کے جنوب مشرقی حصہ سے شروع ہو کر پرتگال کے شہر قلمریہ calmbra کے قریب تک چلا گیا ہے۔

(3) جبال طلیطلہ:

الشارات کے جنوب میں ہے اس کے ایک ٹکڑے کا نام شارات وادی اللبب sierrade juadalupe بھی ہے۔

(4) شارات مورینہ sierra morena

جبال طلیطلہ کے جنوب میں اُندلس کے وسطی ارض مرتفع کے بالکل جنوبی سرے پر ہے۔ عربی جغرافیہ نویس اس کو جبال قرطبہ بھی لکھتے ہیں کہ اسی کی شاخ شہر قرطبہ تک آئی ہے۔ اسی پہاڑ سے نہریں کاٹ کر قرطبہ میں شیریں پانی لایا گیا تھا۔ اس سلسلہ کا مشرقی دامن جنوب میں بڑھ کر جبل شقورہ Sierra de Segure کہا جاتا تھا جس سے وادی شقورہ اور وادی الکبیر نکلے ہیں۔

(5) جبل الثلج یا جبل الشلیر Mons Solorius

اُندلس کے جنوب مشرقی گوشہ میں واقع ہے۔ اس کی چوٹی اُندلس میں سب سے اونچی 11664 فٹ ہے اور ایک عرب فرماں روا مولیٰ علی ابوالحسن کے نام پر سیرو دی مولا ہانس Cerro de Mulahsun مشہور ہے۔

(6) البشارات Alpuxarras:

ایک چھوٹا سا سلسلہ کوہ صوبہ غرناطہ میں جبل الثلج کے جنوب میں ساحل کے قریب شرقاً غرباً پھیلا ہوا ہے۔ یہ چھ سلسلے مشرق سے مغرب کی طرف پھیل کر کہیں شمال اور کہیں جنوب کی طرف کچھ جھکے ہوئے ہیں۔ ان کے علاوہ چند پہاڑیاں مشرقی و مغربی اُندلس میں شمال سے جنوب کی طرف بھی پھیلی ہوئی ہیں۔ ان میں سے شنت مریہ نبورزین Sierra de albarrcin' دروقہ Daraca کو تکہ ہیں۔ اسی طرح جبل قاعون' جبل الفور اور جبل منیف ہیں۔ پھر چند چھوٹی پہاڑیاں اپنے شہروں کے ناموں سے جابجا پھیلی ہوئی ہیں جن کا نقشہ دیکھ کر پتہ چلایا جا سکتا ہے اور عہد اسلامی میں وہ مختلف ناموں جبل ابن حفصون' جبل عاصم و جبل سلیمان وغیرہ سے موسوم تھیں۔

اُندلس کا ایک اور پہاڑی سلسلہ بھی لائق ذکر ہے جو جبل طارق کے نام پر موسوم ہے اور جنوبی اُندلس کے صوبہ قادس کے جنوب مشرق میں ایک جزیرہ نما کی شکل میں ہے۔ شمالاً

وجنوباً تین میل طویل اور شرقاً غرباً ایک میل عریض ہے۔ اس کی سب سے بلند چوٹی 1439 فٹ ہے۔ اس کے مغربی جانب ایک خلیج ہے، جس کو خلیج جبرالٹر کہتے ہیں۔ جبل طارق کے آمنے سامنے 25 میل پر شہر ستبہ آباد ہے جبل طارق پر بعد میں اسلامی دور میں قلعے تعمیر ہوئے۔

اُندلس کے دریا:

اُندلس کے ان ہی پہاڑوں سے جو دریا نکلے ہیں ان میں سے بعض بحر روم میں بعض بحر محیط میں اور بعض آبنائے جبرالٹر میں سمندر سے جا ملے ہیں۔ بحر محیط میں گرنے والے تمام دریا حسب ذیل ہیں۔

-1	وادی النساء	The Gaudamesi
-2	وادی آرو	The Guadiaro
-3	وادی القرشی	The Guadalariar
-4	وادی بلش	Rio Velez
	نہر المریہ	Rio Almeria
-6	وادی شقورہ	Segura
-7	وادی شقر	The Jucar
-8	وادی الابیض	The Guadalaviar
-9	وادی ابرو	The Ebro
-10	وادی زیتون	

بحر محیط اور آبنائے جبرالٹر میں گرنے والے حسب ذیل دریا ہیں:

-1	برباط	The Barbete
-2	وادی لکہ یا وادی لطہ	The Guadalete
-3	وادی الکبیر	The Guadale
-4	وادی آنہ	The Guadiana
-5	تاجہ	The Tagus
-6	نہر مندیق	The Mendego
-7	دریائے دویرہ	The Douro

-8	وادی مینہ	The Minho
-9	وادی یلہ	The Ulla

ان کے علاوہ اور بہت سے چھوٹے چھوٹے دریا ہیں جو کسی نہ کسی بڑے دریا میں مل گئے ہیں۔

زراعت، نباتات، معدنیات، حیوانات:

اُندلس ایک زرعی ملک تھا۔ خصوصاً مسلمانوں نے یہاں کی زراعت کو بھی ترقی دی جس کا تذکرہ کسی اور جگہ آئے گا۔ زراعت کے لئے اس ملک میں دو قسم کی زمینیں تھیں ایک وہ جہاں دریاؤں اور نہروں سے آبپاشی کا سامان تھا۔ دوسرے کنوؤں سے رہٹ چلا کر پانی پہنچاتے تھے۔ جن قطعات میں آبپاشی کا سامان تھا وہاں ہر قسم کا اناج پیدا ہوتا تھا۔ گیہوں، زیتون، جو، چنا، مکئی، رائی، جوار وغیرہ ہوتی تھی۔ میوؤں میں سنترے، لیمو، انجیر، بادام، انار، کیلا، سیب، اخروٹ، بلوط، کھجور، آڑو، شفتالو، نیشکر وغیرہ کی پیداوار تھی۔ اسی طرح بہت سی خوشبودار جڑیں، چھالیں، اور پھول پیدا کیے جاتے تھے جن میں سنبل الطیب، لونگ، صندل، عود، زعفران، دارچینی، محلب، ادرک، زنجبیل وغیرہ تھیں۔ ان میں بیشتر چیزیں مسلمان اپنے دور میں اُندلس لائے۔

اسی طرح کہربا، عنبر، قرمز یہاں سے حاصل کیا جاتا تھا۔ سونا، چاندی، قلعی، پارا یہاں سے نکالا جاتا تھا۔ پھر دوسرے قیمتی نگینے راج، طفل، موتی، مونگا، عمارت کے قیمتی پتھر حاصل کیے جاتے تھے۔ ان نباتات ومعدنیات کے علاوہ یہاں کے حیوانات بھی قابل ذکر ہیں۔ یہاں درندہ جانور کم دکھائی دیتے تھے۔ چوپایوں میں ہرن، بزکوہی، گورخر، گیدڑ، خچر اور مضبوط وقد آور گھوڑے ہوتے تھے۔ اسی طرح نرم بالوں والے جانور سمور، وبر، قنسلیہ وغیرہ ہیں جن کے نرم بال اور کھالیں پوستین کے کام آتی تھیں۔ پرندوں کی بھی کثرت تھی اور شکار کا رواج تھا۔ بحری حیوانات میں ہر قسم کی مچھلیاں ہوتی تھیں۔

مسلمانوں نے اپنے زمانہ میں اُندلس کے ان قدرتی ذرائع سے پورا فائدہ اٹھایا۔ نسلوں کو بڑھایا، مختلف نباتات وحیوانات میں انواع واقسام کے اضافے کیے اور صنعت وحرفت وتجارت کی داغ بیل ڈال کر اُندلس کو کمال ترقی پر پہنچایا جس کا تذکرہ تفصیل سے کسی اور جگہ آئے گا۔

جغرافیہ تاریخی

(اُندلس کے باشندے)

قدیم زمانہ سے ای بیری، کلت، فنیقی، یونانی، رومانی، شیوانی، الانی، واندال، فرینک اور قوطی (گاتھ) قوموں نے اس ملک میں وقتاً فوقتاً اپنی آبادیاں قائم کیں جن میں سے فنیقیوں کے سوا سب کی سب مشرقی اور وسطی یورپ کی قومیں تھیں جو مختلف زمانوں میں اُندلس میں آئیں اور یہاں بود و باش اختیار کر لی۔

قوطیوں (گاتھ) کا قافلہ بحر اسود کے شمالی ساحل کے قریب دریائے نیپر کے نواح سے اٹھا تھا اور یونان، اٹلی اور فرانس سے گزرتا ہوا 414ء میں اُندلس میں داخل ہوا۔ 419ء میں انہوں نے شیوانی اور الانی کی حکومتوں کو ختم کر کے اپنی حکومت قائم کی اور اسپین سے لے کر فرانس میں دریائے لوائر Loir تک حکمران بن گئے۔ قوطیوں پر واندال نے آ کر حملہ کیا اور ایک حصہ ملک میں اپنی چند روزہ حکومت قائم لیکن بیس برس کا زمانہ بھی گزرنے نہ پایا تھا کہ قوطیوں نے انہیں افریقہ کی طرف چلے جانے پر مجبور کر دیا۔ قوطیوں نے اُندلس میں تقریباً تین سو برس حکومت کی اور انہی کے زمانہ حکومت میں مسلمانوں نے 92ھ میں اُندلس میں قدم رکھا اور ان کی حکومت کا خاتمہ کر کے اپنی حکومت قائم کی۔

اُندلس میں قوطیوں کے داخلہ کے بعد ایک نئی قوم کی تخلیق ہوئی جو اسپینی قوم کہی گئی۔ اس میں سب قوموں کی اصل یا مخلوط نسل اور قوطی قومیں داخل تھیں خصوصاً مسلمانوں کے مقابلہ میں ان کی نسلی تقسیم ختم ہو چکی تھی اب وہ صرف ایک قوم تھی جس کا امتیازی وصف عیسائی مذہب کی حلقہ بگوشی تھی۔

یہود:

مسلمانوں کے داخلہ کے وقت اُندلس یہودیوں کے وجود سے بھی خالی نہ تھا۔

لیکن انہیں حکمران قوم کی حیثیت حاصل نہ تھی۔ تاہم اپنی دولت و ثروت کے اعتبار سے وہ لوگ اس ملک میں اپنا نمایاں اثر و نفوذ رکھتے تھے۔

مذہب:

اسپین میں مسلمانوں کے داخلہ سے پہلے تین مذاہب عیسائیت، بت پرستی اور یہودیت قائم تھے۔

گاتھوں کا عیسائیت قبول کرنا:

گاتھ میں عیسائیت کی تبلیغ چوتھی صدی عیسوی میں ہوئی ان میں اور رومیوں میں جب پہلی آویزش ہوئی اس وقت گاتھ مذہباً بت پرست تھے۔ چوتھی صدی میں گاتھک زبان میں بائبل کا ترجمہ کیا گیا اور اس صدی کے ختم ہونے سے پہلے یہ پوری قوم مسیحیت قبول کر چکی تھی۔

فرنیک میں عیسائیت کی تبلیغ:

جرمن قوم فرنیک سے بھی اسپین اور فرانس میں مسلمانوں کو سابقہ پڑا۔ فرنیک 510ء میں پیرس کو دارالسلطنت بنا کر فرانس کے حکمران بن چکے تھے۔ ان میں عیسائیت کی تبلیغ ایک خاص تقریب سے عمل میں آئی۔ آئی کلووس کی ملکہ جو برگنڈی کی شہزادی تھی، مذہباً عیسائی تھی۔ ایک لڑائی میں اس نے اپنی ملکہ کی ترغیب سے جنگ میں فتح پانے پر عیسائیت قبول کر لینے کی منت مانی۔ اتفاق کی بات اس کو کامیابی حاصل ہوئی۔ چنانچہ 496ء میں کلووس عیسائی کلیسا میں داخل ہو گیا۔ پھر پوری قوم نے اس کی تقلید میں عیسائیت قبول کر لی۔

جنوبی فرانس کے باشندوں کا مذہب:

جنوبی فرانس کے علاقہ ایکوٹین، برگنڈی وغیرہ میں سلطنت روما کے اثر سے عیسائیت پھیل چکی تھی۔ اگرچہ یہ لوگ کبھی کبھی بت پرستی کی طرف بھی عود کر جاتے تھے۔ نیز یہاں کی آبادی کا ایک حصہ اپنی بت پرستی پر پہلے سے قائم رہا۔

مسلمانوں کے داخلہ کے وقت مذاہب:

اس لیے جب مسلمانوں کے قدم اس جزیرہ نما میں پہنچے تو صرف دو مذاہب عیسائیت اور یہودیت قائم تھے۔ البتہ جنوبی فرانس میں بت پرستی کا رواج بھی تھا اور اسپین

ہے۔ چاہتا ہوں کہ تمہاری جاگیروں میں سے ایک جاگیر لوں اور اس کو آباد کروں۔ تمہارا حق تمہیں دوں اپنا حق خود لوں اور زندگی گزار دوں۔ ارطباس نے جواب میں عرض کیا کہ بخدا جو موضع بھی ہوگا وہ تمام و کمال آپ کی خدمت میں نذر ہوگا۔ وہ حق کاشتکاری پر نہ ہوگا کہ میرا حق بھی اس سے متعلق رہے۔ پھر ایک آباد موضع کا ہبہ نامہ مع مویشیوں کے لکھ دیا اور وہ موضع میموں کے خاندان میں وراثۃً آتا رہا۔

شامی عربوں میں جمیل نام کا ایک جاہل سردار تھا۔ اس کو ارطباس کے اس حسن اخلاق پر تعجب آیا۔ اس نے گستاخی سے کہا ہم آپ کے پاس آتے ہیں مگر آپ اس سے زیادہ ہماری عزت نہیں کرتے کہ ہمیں کرسیوں پر بیٹھنے کی عزت دے دیں اور یہ سائل آپ کے پاس آیا اور آپ اس سے ایسے حسن اخلاق سے پیش آئے۔ ارطباس نے کہا: ''تم ادب شناس نہیں ہو تمہارا احترام دنیاوی حیثیت سے اس لیے کرتا ہوں کہ تم طبقہ حکمران میں سے ہو۔ لیکن میموں کی عزت اس لیے کی کہ اللہ کی مخلوق اس کی عزت کرتی ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جو خلق میں عزت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے خدا اس کی عزت کرتا ہے۔

پھر ان سرداروں نے جب اس کے سامنے اپنا دست سوال دراز کیا تو اس نے کہا'' تم اہل دنیا ہو۔ تھوڑے پر راضی نہیں ہو سکتے۔ تمہارے لیے دس دس موضعے نذر ہیں اس طرح اس نے صرف ایک مجلس میں کمال سیر چشمی سے سو موضعات ان سرداروں میں بانٹ دیئے۔

ارطباس آگے چل کر شاہی عتاب میں آ گیا تھا۔ عبدالرحمٰن الداخل سے اس کے تعلقات خوشگوار نہ ہو سکے تھے۔ شاید اس کا سبب عبدالرحمٰن اور سارہ کے دیرینہ تعلقات ہوں۔ ظاہر ہے کہ سارہ اور ارطباس کے تعلقات اس خاندانی نزع کی وجہ سے اچھے نہ رہ گئے تھے۔ اور سارہ کی آمد و رفت جو شاہی محل میں تھی اس کے اثر سے ارطباس سے بدگمانی پیدا ہونے کے امکانات موجود تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ عبدالرحمٰن کسی فوجی مہم سے لوٹ کر واپس آ رہا تھا کہ اس نے ارطباس کے خیمہ کے گرد قیمتی تحائف کا انبار لگا ہوا دیکھا۔ عبدالرحمٰن یہ دیکھ کر ضبط نہ کر سکا اور اس کی جاگیروں کے ضبط کرنے کا حکم دے دیا۔ اس ضبطی کے حکم کے بعد اس کی غیرت نے تقاضا نہ کیا کہ وہ عبدالرحمٰن کے سامنے سر جھکائے۔ چنانچہ خاموشی سے بھتیجوں کے یہاں چلا گیا اور انہی کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگا۔

کچھ دنوں کے بعد وہ قرطبہ آیا اور قصر شاہی میں عبدالرحمٰن سے ملنے کے لیے

حاضر ہوا اگرچہ اس زمانہ میں بھی شاہی عتاب میں تھا۔ مگر اس نے اپنی شاہانہ خودداری برقرار رکھی ابن حاجب کو بلا کر طنزیہ پیغام بھیجا کہ ''میں امیر المومنین سے ملنا چاہتا ہوں تاکہ ان سے رخصت ہو لوں'' عبدالرحمٰن نے دربار میں بلا بھیجا۔ اب ارطباس کی ذاتی ریاست تو باقی نہ تھی کہ وہ شاہانہ کروفر سے رہتا اس کی ہیئت کذائی سے بدحالی ٹیک رہی تھی۔ عبدالرحمٰن نے اس کو اس حال میں دیکھ کر پوچھا: ''ارطباس! اس حال میں کیسے پہنچے؟ ارطباس کو موقع ملا اس نے برجستہ کہا'' آپ ہی نے تو مجھے اس حال میں پہنچایا ہے۔ آپ میرے اور میری جاگیروں کے درمیان حائل ہو گئے اور وہ معاہدے جن کو آپ کے آباؤ اجداد نے کیا تھا میرے کسی جرم کے پاداش کے بغیر توڑ ڈالے۔ عبدالرحمٰن نے بات بدل کر طنزیہ لہجہ میں کہا ''تم تو اس وقت مجھ سے رخصت ہونے کے لیے آئے ہو؟ میں سمجھتا ہوں کہ تم کو روم جانا ہے''؟ ارطباس نے کہا ''نہیں تو مجھ کو تو خبر ملی کہ آپ شام کا قصد رکھتے ہیں''۔ عبدالرحمٰن نے کہا'' مجھے یہاں کون چھوڑ سکتا ہے کہ میں واپس جاؤں وہاں سے میں بزور شمشیر نکالا جا چکا ہوں''۔ ارطباس نے جواب دیا'' تو پھر اس مقام پر جہاں کہ آپ اس وقت موجود ہیں کیا آپ چاہتے ہیں کہ اس کو اپنے بعد اپنی اولاد کے لیے بھی چھوڑ جائیں یا اسی طرح اس کو واپس لے لیا جائے' جیسے کہ آپ نے اس کو لیا ہے'' عبدالرحمٰن نے کہا'' نہیں واللہ میرا اس کے سوا کوئی قصد نہیں کہ میں اس کو اپنے اور اپنی اولاد کے لیے مستحکم کر جاؤں'' یہ سن کر ارطباس نے صفائی سے کہا۔ ''تو پھر اپنے طرز عمل کا جائزہ لیجیے'' اور اس کے بعد ایسے مختلف واقعات اور خیالات سے اس کے سامنے بیان کئے جو اس زمانہ میں عبدالرحمٰن اور اس کے طرز حکومت کے متعلق لوگوں میں پھیل رہے تھے۔ عبدالرحمٰن کو ارطباس کی اس گفتگو سے مسرت ہوئی اس کا شکریہ ادا کیا اور بیس جاگیروں کو واپس کرنے کا حکم دیا اور نئے سرے سے خلعت سے سرفراز کیا۔ اس کے بعد اس کو اندلس کے عیسائیوں کے عہدہ قماست پر سرفراز کر دیا۔ اس طرح اندلس کے دور اسلامی میں حکومت کی طرف سے سب سے پہلا قومس وہی نامزد کیا گیا۔

افسوس ہے کہ تیسرے بھائی رملہ یا وقلہ یا اس کی اولاد کے حالات روشنی میں نہ آ سکے۔

حوالہ جات وحواشی

(1) مقری نے ابن بشکوال کی رویت کے مطابق طارق کے باپ کا نام عمر لکھا ہے مگر مشہور طارق بن زیاد ہے۔ اسی کو مقری نے بھی اختیار کیا ہے۔ بعض لوگوں نے اس کے موسیٰ کے آزاد کردہ غلام ہونے سے بھی انکار کیا اور اس کو افریقی ہونے کے بجائے فارسی الاصل یعنی ہمدانی لکھا ہے۔ بعض روایتیں اس کے قبیلہ صدف سے ہونے کی بھی ہیں۔ خصوصاً طارق کی جو اولاد اُندلس میں آباد تھی، اپنے خاندان کے موسیٰ کے موالی ہونے سے قطعی انکار کرتی تھی مگر مشہور روایت وہی ہے جو متن میں درج کی گئی۔

(2) مسٹر ہنری ایڈورڈ ہالس اسٹوری آف دی نیشن سیریز ج 36 ص 17، 18 نے ان بربروں کی اصلی قوم ونڈال بتایا ہے جنہوں نے رومیوں سے اسپین کو فتح کیا تھا اور پھر جنہیں گاتھوں نے اُندلس سے نکال دیا تھا اور وہ افریقہ چلے گئے تھے۔ اور پھر طارق کو بھی ونڈال ہی میں سے بتایا ہے ونڈال کا خون ان سب میں موجود تھا۔ موصوف کے نقطہ نظر سے ان لوگوں نے اب اسلام قبول کر لیا تھا اور گاتھوں نے تین سو برس پہلے ان کے ساتھ جو سلوک کیا تھا انہیں اس کا بدلہ لینے کا موقع ہاتھ آیا تھا لیکن یہ افسانہ ہی افسانہ ہے جو صرف اس لیے گڑھا گیا کہ کسی غیر یورپی قوم کے فاتح یورپ ہونے کے واقعہ کو کم کر کے دکھایا جائے۔ ورنہ افریقہ کے بربر وہاں کے قدیم باشندے ہیں اور نسلی حیثیت سے بڑے بڑے مشہور قبیلوں میں تقسیم ہیں۔ ابن خلدون نے تفصیل سے ان کے قبائلی حالات لکھے ہیں اور دور کا شبہ بھی نہیں کیا جاسکتا کہ یہ اس ونڈال قوم سے ہیں جو تین سو برس پہلے مٹھی بھر تعداد میں اُندلس سے ہجرت کر کے افریقہ آئی تھی۔

(3) اسلامی لشکر کی تعداد میں مؤرخین میں اختلاف ہے ابن اثیر اور مقری نے سات ہزار فوج لکھی ہے پھر پانچ ہزار کمک کا اور تذکرہ کیا ہے۔ ابن خلدون نے تین سو عرب اور دس ہزار بربر لکھا ہے اور ابن بشکوال نے مجموعی تعداد 1188 لکھی ہے (مقری) اس طرح یہ تعداد 10300 سے 12 ہزار کے اندر ہوتی ہے۔ یہی پوری جمعیت ہے جو فاتح اُندلس بنی اور سب سے پہلے ایک لاکھ فوج کے مقابل میں صف آرا ہوئی۔

(4) مقری ج 1، ص 121۔

(5) یہ تقریر نفح الطیب ج 1 ص 112 اور کتاب الامامۃ والسیاسہ ج 2 ص 60 سے ماخوذ

ہے۔ دونوں سے تقریر کے جستہ جستہ فقرے نقل کئے گئے ہیں۔ اس ترجمہ میں اصل تسلسل اور ترتیب کو قائم رکھ کر ان فقروں کو اکٹھا کر دیا گیا ہے۔

(6) عام عرب ومغربی مؤرخین کے بیانوں کے برخلاف ایک روایت میں طارق کے ہاتھوں اس کے قتل کیے جانے اور اس کے سر کو موسیٰ کے پاس بھیجنے کا ذکر آیا ہے۔ لیکن یہ روایت عرب اور مغربی مؤرخین کے متفقہ بیانوں سے منفرد ہے۔

(7) اُندلس پر طارق کے حملہ کی تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو ابن اثیر ج 4 ص 444، 445۔ طبری حوادث 92ھ ابن خلدون ج 4 ص 117، ابن خلکان ج 3 ص 18 تا 27۔ نفح الطیب ج 1 ص 106 تا 108، 112، 113 افتتاح الاندلس ابن القوطیہ ص 3 تا 9 مجموعہ اخبار اُندلس ص 5 تا 9۔ اخبار الاندلس اسکاٹ (مترجمہ خلیل الرحمٰن) ج 1 ص 209 تا 224۔ مورس ان اسپین لین پول، اسٹوری آف دی نیشنس سیریز، ج 6، ص 6 تا 22، اسپین ہنری ایڈورڈ ڈیٹیز اسٹوری آف دی نیشنس سیریز ج 36، ص 17 تا 19۔

(8) نفح الطیب ج 1 ص 122 ابن اثیر ج 4 ص 445۔

(9) مجموعہ اخبار اُندلس ص 9۔

(10) محصورین کلیسا کے آخری انجام کے متعلق مسلمان وعیسائی مؤرخین کے بیانوں میں اختلاف ہے۔ مقری کا بیان ہے کہ کلیسا کے محصورین آخر دم تک قلعہ بند رہے اور جل کر خاکستر ہوگئے۔ اس سبب سے عیسائیوں میں اس کلیسا کا بڑا احترام قائم ہوگیا۔ اور ''کنیسہ سوختہ'' کے لقب سے یاد کیا جاتا رہا۔ دوسری طرف لین پول اور اسکاٹ لکھتے ہیں کہ ان محصورین نے اطاعت قبول کر لی تھی اور معاہدہ کے مطابق کچھ لوگ آزاد کر دیئے گئے اور کچھ غلام بنا لیے گئے۔ ہم نے عیسائی مؤرخوں کے بیان کو اس لیے قبول کیا کہ اگر وہ واقعہ ہوتا جو مبالغہ سے عرب مؤرخین تک پہنچا تو عیسائی مؤرخین اس کو اور زیادہ بڑھا چڑھا کر لکھتے اس لیے وہی روایت صحیح ہے جو ان کے ذرائع سے ان تک پہنچی اور ان کی تاریخوں میں درج ہے۔

(11) نفح الطیب ج 1 ص 112، 113۔ ابن اثیر ج 4 ص 442۔ مجموعہ اخبار اُندلس ص 11,10، 24۔ افتتاح الاندلس ص 10,9 لین پول ص 24، اسکاٹ ج 1 ص 228۔

(12) ایک روایت کے مطابق مرسیہ اور یولہ کی فتح 4 رجب 94ھ مطابق 11 اپریل 713ء کو موسیٰ کے ورود اُندلس کے بعد ہوئی (مجموعہ اخبار اُندلس ص 24)

(13) شاہان اسپین کے تاجوں کے متعلق مولوی عنایت اللہ صاحب نے اُندلس کے تاریخی جغرافیہ میں بعض نئی معلومات کو یک جا کر دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:-

''اسی شہر طلیطلہ کی ایک وسیع عمارت میں جو غالباً کلیسا سے متعلق ہوگی طارق بن زیاد کو ایک سو ستر تاج (عربوں کے بیان میں ستائیس اور چوبیس درج ہے) طلیطلہ کے بادشاہوں کے ملے تھے۔ اسی غایت سے عربی مؤرخوں نے اس عمارت کا نام بیت الملوک بیان کیا ہے۔ ڈون پاسکل نے اپنے ترجمہ نفح الطیب کے ضمیمہ میں کتاب الامامہ والسیاسہ کی ایک عبارت ترجمہ کی ہے جس میں قوطی بادشاہوں کے تاجوں کا ذکر ہے...... برنرڈ اور ایلن ویشا اپنی کتاب ''عرب اسپین'' (ص 387 تا 389) میں لکھتے ہیں کہ 1851ء سے پہلے قوطی بادشاہوں کے تاجوں کے متعلق یہ بیان یورپ والوں کو عربوں کی ایک گڑھت معلوم ہوتی تھی لیکن جب صوبہ طلیطلہ کے ایک چھوٹے سے شہر کے قریب ایک مقام سے چند تاج اور کلیسائی اشیاء برآمد ہوئیں تو یقین ہو گیا کہ عربوں نے ان بادشاہی تاجوں کے حال میں سچ کے سوا جو کچھ لکھا ہے وہ بہت قلیل ہے۔

1858ء میں صوبہ طلیطلہ کے ایک چھوٹے سے شہر گوادامور کے قریب ایک ندی گوارازر میں سخت طغیانی آئی۔ پانی اتر گیا تو اس ندی کے کنارے ایک پرانے قوطی گرجا کے کھنڈر میں ایک جگہ مٹی میں کچھ چیزیں جھمکتی نظر آئیں۔ سب سے پہلے ایک غریب کسان کی بیوی کی نظر ان پر پڑی اور اس نے اور اس کے خاوند نے ان قیمتی چیزوں کو وہاں سے نکال لیا۔ ان کو کیا معلوم کہ یہ خزانہ وہ ہے جو بارہ سو برس سے زمین میں دبا پڑا تھا۔ مدرسہ کے معلم نے ان میں کی ایک چیز کسان یا اس کی بیوی کے ہاتھ میں دیکھ لی۔ اس نے حکام کو اطلاع کی اور جو چیزیں سنار کی بھٹی کے حوالہ نہیں ہوئی تھیں وہ بچ گئیں۔ اگر یہ اتفاق پیش نہ آتا تو ساتویں صدی عیسوی کے کلیسائی زیورات کے ایک پورے مجموعے سے دنیا محروم ہو جاتی۔

یہ تمام قیمتی اشیا آج کل مجریط Madri اور کلونی Cluny کے عجائب خانوں میں رکھی ہیں۔ ان تاجوں پر ایک قوطی بادشاہ کے نام جواہرات کے جڑاؤ حروف میں لکھے ہوئے تھے۔ ان تاجوں کے ساتھ صلیب بھی تھی جس پر نام کندہ تھا۔ ان کے علاوہ اور کلیسائی اشیاء تھیں جن پر ان کے ہدیہ کرنے والوں کے نام مٹ گئے تھے۔ تھیوڈوسیس کے سونے کے تاج پر ایک عبارت اس مضمون کی کندہ تھی کہ ''اسٹیفانو تھیوڈوسیس آیا یہ نذرانہ پیش کرتا ہے'' بادشاہوں کے تاجوں پر صرف ان کے نام اور ''پیش کش شاہی'' کے الفاظ نقش تھے۔ اس سے ظاہر ہے کہ عربی مؤرخین کا یہ بیان کہ نذرانے کے

تاجوں پر قوطی بادشاہوں کے نام کندہ تھے بالکل درست ہے اور اس پر کچھ تعجب نہ کرنا چاہئے کہ عرب جو لاطینی زبان نہ جانتے تھے انہوں نے ایسی کندہ عبارتوں کی طرف نسبتاً جو کسی قدر بڑی تھیں یہ سمجھا کہ جس شخص کا تاج ہے اس پر نام کے علاوہ اس کے خاندانی حالات بھی درج ہیں۔ یہ ضرور ہے کہ یہ تاج وہ نہ تھے جو قوطی بادشاہ اپنی زندگی میں پہنتے تھے۔ بلکہ یہ تاج وہ تھے جن کو بادشاہ اپنے زمانہ حکومت ہی میں کلیسا کو پیش کرتے تھے۔ ہر پابند مذہب قوطی بادشاہ دو تاج بنوایا کرتا تھا۔ ایک وہ خود پہنتا تھا دوسرا کلیسا کو نذر کرتا تھا یہ دستور ایسا تھا جس سے اس امر کی تصریح آسانی سے ہو جاتی ہے کہ اس قسم کی قیمتی چیزیں مسلمانوں کو فتح اُندلس کے وقت بہ کثرت کیسے مل سکیں۔ برنرڈ اور میں ایسہ کا خیال ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امامیہ یا میہ کا شہر جہاں طارق کو کلیسائی زیورات ملے تھے اسی چھوٹے شہر گوامور کے قریب ہوگا''۔ (تاریخی جغرافیہ ملخصاً ص 302 تا 303)

(14) نفح الطیب ج 1 ص 112' 113' ابن اثیر ج 4 ص 446' مجموعہ اخبار اُندلس ص 10،11' 240 ابن قوطیہ ص 9،10 لین پول ص 24' اسکاٹ ج 1 ص 228' ایڈورڈ ڈیٹیز ص 21' ڈوزی ج 1 ص 352۔

(15) نفح الطیب ج 1 ص 124 ابن اثیر ج 4 ص 445' 446۔ کتاب الامۃ والسیا ج 2 ص 86 کتاب الامامۃ میں بعض بیانات دیگر مؤرخین کے بیانوں سے مختلف ہیں ان کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ لین پول اسٹوری ج 1 ص 24 اخبار الاندلس ج 1 ص 228 تا 234 مجموعہ اخبار الاندلس ص 10،11،240' ابن القوطیہ ص 1097 ڈوزی ج 1 ص 352 ایڈورڈ ڈیٹیز اسٹوری ج 36 ص 21' شہاب الدین فاری (ذکر مغیلی اور اُندلس کا تاریخی جغرافیہ ص 466) اُندلس کا تاریخ جغرافیہ ذکر اسٹورقہ' امار یہ' مدینۃ المائدۃ' وادی الحجارۃ' طلیطلہ) فتح طلیطلہ کے بعد سے آخر تک کی فتوحات وادی الحجارۃ' مدینۃ المایدہ وغیرہ کے ذکر میں عرب اور مغربی مؤرخین کے بیانات گنجلک ہیں۔ مؤلف تاریخی جغرافیہ نے سب کو سامنے رکھ کر تطبیق دی ہے' نتیجے اخذ کئے ہیں' ہم نے ان کے اتباع پر اعتماد کر کے متن میں مختلف مقاموں پر ان کو اخذ کیا ہے۔

(16) ابن القوطیہ ص 2 تا 5 نفح الطیب ج 1 ص 124' 135۔

(17) ڈوزی نے اس کو اوپاس کے ام سے یاد کیا ہے اور اس کا بیان جیسا کہ گزرا تھا کہ اس کو طلیطلہ کا حاکم بنایا گیا (ج 1 ص 353)۔

(18) افتتاح الاندلس ابن القوطیہ ص 26 تا 40

موسیٰ بن نصیرؒ فاتح اُندلس

93ھ 712ء۔95ھ 714ء

موسیٰ بن نصیر بن عبدالرحمٰن بن زید لخمی تابعین میں سے تھے۔ حضرت تمیمؓ داری سے حدیثیں روایت کیں۔ خانوادہ امویہ سے ان کا دیرینہ تعلق تھا۔ ان کے والد نصیر بن عبدالرحمٰن لخمی، کہا جاتا ہے کہ بنوامیہ کے موالی میں سے تھے۔ ایک روایت کے مطابق وہ عربی النسل تھے اور بنولخم سے تعلق رکھتے تھے۔ اس نسبت سے لخمی کہلائے اور یہی روایت زیادہ قرین قیاس ہے۔ دوسری روایت یہ ہے کہ نصیر خلافت صدیقی میں شام میں جبل جلیل میں گرفتار کیے گئے اور بنوامیہ ہی نے ان کو آزاد کیا۔ وہ حضرت امیر معاویہؓ کے دامن سے وابستہ تھے اور ان کے نزدیک منزلت رکھتے تھے۔ بایں ہمہ جب حضرت امیر معاویہؓ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جنگ کے لیے نکلے تو نصیر اس فوج میں شریک نہیں ہوئے۔ امیر معاویہؓ نے اپنے احسانات یاد دلا کر وجہ پوچھی تو جواب دیا کہ ''میرے لیے یہ ممکن نہ ہو سکا کہ آپ کا شکر گزار ہونے کے لیے اس سے کفران کروں جس کی شکر گزاری زیادہ بہتر ہے۔'' حضرت امیر معاویہؓ نے پوچھا ''وہ کون ہے؟'' نصیر نے جواب میں۔ ''اللہ عزوجل''۔

موسیٰ کی ولادت شام ہی میں اس کے ایک قریہ کفرمری میں عہد فاروقی میں 19ھ میں ہوئی اور وہیں نشوونما پائی ان کی سیاسی زندگی کی ابتدا خلیفہ عبدالملک بن مروان کے دور سے شروع ہوئی۔ اس نے ان کو بصرہ کے خراج کی تحصیل وصول کا افسر اعلیٰ مقرر کیا۔ پھر وہ 89ھ میں افریقہ ومغرب کے والی بنائے گئے اور اپنی اور اپنے لڑکوں عبداللہ و عبدالعزیز کی سرکردگی میں افریقہ ومغرب ادنیٰ ومغرب اقصیٰ کے بہت بڑے علاقہ کو زیر نگیں کیا یہاں تک کہ بربروں نے ان کی پوری اطاعت قبول کرلی۔ انہوں نے ملک کے مختلف حصوں پر اپنے ولاۃ نامزد کردیئے۔ چنانچہ اسی سلسلہ میں طارق کو طنجہ کا والی مقرر کیا اور جب اُندلس کی مہم درپیش ہوئی تو اس کی سرکردگی میں بربروں کا لشکر بھیجا جس نے اُندلس میں اپنی پیش قدمیاں جاری رکھیں۔ لیکن جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا۔ اُندلس میں طارق کی

پیش قدمیاں کا جاری رہنا موسیٰ بن نصیر کے منشاء کے مطابق نہ تھا۔ مگر طارق نے صریح عدول حکمی کر کے اُندلس کے آخری شمالی اور شمال مغربی علاقوں تک تاخت کی اور کسی جگہ سوائے استجہ کے بقیۃ السیف سپاہیوں اور صوبہ مرسیہ میں تھیوڈومر کے کسی منظم جماعت نے اس کا مقابلہ نہیں کیا۔ اس لیے واقعۃً طارق سے کوئی غلطی سرزد نہیں ہوئی تھی تاہم وہ اصولاً اپنے افسر کے حکم کی نافرمانی کا مرتکب ہو چکا تھا۔

موسیٰ بن نصیر نے اس کی اس آئینی خطا کاری کو معاف نہیں کیا۔ انہوں نے طارق کے ہاتھوں سے اُندلس کی امارت کی باگ چھیننے اور اس کو اس کی نافرمانی کی سزا دینے کے لیے خود اُندلس کے سفر کا قصد کیا۔ چنانچہ انہوں نے اُندلس میں اپنی فوجی مہم لے جانے کے لیے اٹھارہ ہزار فوج اکٹھی کی جس میں عرب و بربر قبائل کے مختلف ممتاز قائدین بھی تھے۔ انہوں نے افریقہ میں اپنے لڑکے عبداللہ کو اپنا قائم مقام بنایا اور خود فوج لے کر وہ اُندلس کے لیے روانہ ہوگئے اور اُندلس میں جزیرہ خضراء کے پاس ایک پہاڑی پر ماہ رمضان 93ء مطابق ماہ جون 712ء میں لنگر انداز ہوئے۔ یہ پہاڑی جبل موسیٰ کے نام سے موسوم کی گئی۔ یہاں سے وہ جزیرہ خضراء میں آئے۔ کاونٹ جولین موسیٰ کے ہمراہ اور ان کے خاص مشیروں میں سے تھا۔

مسلمانوں نے میدان گوڈالیٹ میں بارہ ہزار فوج سے ایک لاکھ فوج کو شکست دی تھی۔ موسیٰ کے ساتھ مزید اٹھارہ ہزار آزمودہ کار سپاہی آئے تھے۔ ان سپاہیوں کو اپنا جوہر دکھانے کے لیے کسی نئے میدان کی تلاش تھی۔ موسیٰ کا حوصلہ بھی بلند تھا اس کی بڑی تمنا تھی کہ وہ اپنی فتوحات کو اس طرح وسعت دیں کہ وہ اُندلس سے قسطنطنیہ ہو کر ارض شام میں داخل ہو سکیں۔ اور دارالخلافت دمشق کو اُندلس سے خشکی کے راستہ سے ملا دیں۔ اس لیے وہ اسپین کے عیسائیوں کو آسان شرطوں پر مطیع کر کے یہاں امن وامان قائم کرنا اور انہیں اپنا ہم نوا بنا کر اسلامی فتوحات کے دائرہ کو آگے اس طرح بڑھانا چاہتے تھے کہ مفتوحہ ممالک میں جابجا اسلامی آبادیاں بھی قائم ہو جائیں اور اُندلس سے دمشق تک کا علاقہ سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی بن جائے۔ یہ ظاہر ہے کہ اس اہم تجویز کو عملی شکل میں لانے کے لیے خلیفہ وقت کی منظوری ضروری تھی۔ چنانچہ انہوں ے اپنی مفصل تجویز دارالخلافت دمشق بھیج دی تھی اور جواب کا انتظار کرتے رہے۔

لیکن ان دنوں موسیٰ ایک قسم کی ذہنی کشمکش میں مبتلا تھے ایک طرف وہ طارق سے خوش نہ تھے۔ اولاً اس کی عدول حکمی کے سبب سے دوسرے اس نے فتوحات اور مال غنیمت کے حاصل کرنے میں جو طرز عمل اختیار کیا تھا وہ موسیٰ کی اس اسکیم کے مخالف تھا جس کے مطابق وہ پیش قدمی کرنا چاہتے تھے۔ دوسری طرف وہ دارالخلافت کی منظوری کے بغیر خود اپنی پیش قدمی کا سلسلہ بھی جاری نہ رکھ سکتے تھے۔ اس لیے ان دنوں وہ ایک انتظار کی حالت میں تھے اور طارق سے بددل ہونے کے سبب وہ اس سے ملنا بھی پسند نہ کرتے تھے۔

اس لیے انہوں نے طلیطلہ جانا پسند نہیں کیا اور انتظار کی گھڑیوں کو مغربی اُندلس میں گزارنا چاہا۔ خصوصاً اس لیے کہ اس علاقہ میں ابھی فوجی مہموں کے لیے وسیع میدان موجود تھا۔ چنانچہ انہوں نے کاونٹ جولین کے مشورہ سے طارق کے مفتوحہ ومقبوضہ علاقوں کو چھوڑ کر غیر مفتوح حصوں کا رخ کیا۔ اس سلسلہ میں جنوبی اُندلس کے چند شہروں کی باری پہلے آئی جو طارق کے زیر نگیں ہو چکے تھے مگر اس کے پیٹھ پھیرتے ہی سرکشی اختیار کر چکے تھے۔

شذونہ پر مستقل قبضہ:

چنانچہ موسیٰ سب سے پہلے شذونہ پہنچے اور یہ شہر مستقل طور پر اسلامی قبضہ میں آ گیا۔

فتح قرمونہ:

اس کے بعد قرمونہ کی باری آئی یہاں عیسائیوں نے بڑی طاقت جمع کر لی تھی۔ کاونٹ جولین کی مدد سے یہ مہم بھی زیادہ کشت وخون کے بغیر آسانی سے فتح ہو گئی۔ اس نے اپنے چند ساتھیوں کو مصیبت زدہ شکل میں شہر میں پناہ گزین ہونے کے لیے بھیجا۔ شہر کے عیسائیوں نے فریب میں آ کر انہیں جگہ دے دی۔ رات کو انہوں نے شہر کے پھاٹک کھول دیئے اور دروازہ کھلتے ہی مسلمان ریلا کر کے شہر میں داخل ہو گئے۔

فتح اشبیلیہ:

اس کے بعد موسیٰ نے مشہور شہر اشبیلیہ کی طرف رخ کیا۔ یہ گاتھ سے پہلے اُندلس کا پایہ تخت رہ چکا تھا۔ مستحکم قلعہ بندیوں سے محفوظ تھا۔ اس زمانہ میں بھی اس کی شاندار

عمارتوں میں امراء وعمائد سکونت پذیر تھے۔ اور یہاں کے کلیسا کو اُندلس میں مرکزی عظمت حاصل تھی۔ یہاں کے باشندوں نے طارق سے جزیہ کی شرط پر رستگاری حاصل کی تھی۔ مگر عملاً اطاعت قبول نہیں کی تھی۔ موسیٰ کے پہنچتے ہی اہل شہر محصور ہو گئے۔ چند مہینے محاصرہ جاری رہا۔ آخر شہر والوں نے سپر ڈال دی۔ شہر کی دولت واملاک مسلمانوں کے قبضہ میں آئی۔ عمائد ورؤساء ترک سکونت کر کے باجہ چلے گئے اور موسیٰ نے مسلمانوں اور یہودیوں کو یہاں آباد کر دیا۔

فتح مارده:

اس کے بعد موسیٰ نے اپنی تجویز کے مطابق اُندلس کے غیر مفتوحہ علاقہ اُندلس کے مشہور شہر مارده کا رخ کیا۔ شہر والوں نے جم کر محاصرہ کا مقابلہ کیا۔ طویل مدت یہاں بھی گزر گئی۔ آخر موسیٰ نے شہر کے قریب عقب میں ایک پہاڑی میں کمین گاہ تیار کرائی اور فوج کو اس میں چھپا دیا۔ صبح ہوئی تو شہری فوج معمول کے مطابق شہر سے نکل کر صف آرا ہوئی۔ اسلامی لشکر سے مقابلہ ہو رہا تھا کہ پیچھے کمین گاہ سے چھپے ہوئے سپاہی نکل پڑے اور عقب سے حملہ کیا۔ اس لڑائی میں شہری فوج کی قوت کمزور ہوئی۔ اس کے بعد موسیٰ نے لکڑی کا دبابہ (ٹینک) بنوایا۔ چند آدمی اس میں بیٹھ کر فصیل کی دیوار میں نقب زنی کر رہے تھے کہ محصورین بڑی تعداد میں نرغہ کر کے نکل پڑے یہ حملہ ایسا اچانک تھا کہ بہت سے مسلمان شہید ہو گئے۔ یہ لڑائی ایک برج کے پاس ہو رہی تھی۔ مسلمانوں میں اس کا نام برج الشہداء پڑ گیا۔ مسلمانوں نے اس جانی نقصان کے اٹھانے کے باوجود محاصرہ نہیں اٹھایا۔ آخر شہر والوں نے صلح کا پیغام دیا اور اسلامی لشکر 94ھ میں عید کے دن (30 جون 713ء) شہر میں داخل ہوا۔ صلح کی شرطوں کے مطابق لڑائی میں مرنے والوں اور جلیقیہ بھاگ جانے والے عیسائیوں اور کلیسا کا سارا مال ومتاع مسلمانوں کے قبضہ میں آیا۔ باقی دوسرے لوگوں کی دولت واملاک سے کوئی تعرض نہیں کیا گیا۔

اشبیلیہ کی بغاوت:

موسیٰ کو مارده میں اشبیلیہ کے گرد ونواح کے دو شہروں لبلہ اور باجہ کے باشندوں کے متعلق اطلاع ملی کہ وہ جمع ہو کر اشبیلیہ آئے اور یہاں کے عیسائیوں کی مدد سے اشبیلیہ

میں آباد ہونے والے مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے اور اسی مسلمان شہید ہو گئے اور جو یہودی یہاں مسلمانوں کے ساتھ آباد کئے گئے تھے انہوں نے مسلمانوں کی کوئی مدد نہیں کی۔ یہ اُندلس میں اپنی نوعیت کا پہلا واقعہ تھا۔ موسیٰ نے اپنے لڑکے عبدالعزیز کی سرکردگی میں ایک لشکر بھیجا۔ اس نے یہاں کے مجرم عیسائیوں کو پوری سزا دی۔ ان کی ملکیتیں ضبط کر لیں اور مسلمانوں کی بڑی جمعیت کے ساتھ وہ خود مقیم ہو گیا اور اپنی سکونت کے لیے یہاں کے ایک قدیم محل کو منتخب کیا۔

فتح لبلہ وباجہ:

اس کے بعد لبلہ، پھر باجہ پر فوج کشی کی گئی اور ان دونوں شہروں کو زیر نگیں کر لیا گیا۔ یہاں کے امراء وعمائد بھی نکال دیئے گئے اور ان کے قصور ومحلات مسلمانوں کے قبضہ میں دے دیئے گئے۔ نیز ماردہ کے گردونواح میں فروج کے دستے بھیجے گئے اور یہ پورا علاقہ مطیع ہو گیا۔

موسیٰ اور طارق کی ملاقات:

ابھی تک موسیٰ اور طارق ایک دوسرے سے نہیں ملے تھے۔ موسیٰ نے ماردہ سے طلیطلہ کی جانب ماہ شوال 94ھ کے خاتمہ پر رخ کیا۔ طارق نے طلیطلہ سے نکل کر طلبیرہ میں اس کا استقبال کیا۔ موسیٰ طارق کو دیکھتے ہی اس پر برس پڑا۔ کہا جاتا ہے کہ نافرمانی کی پاداش میں اس کو کوڑے بھی لگائے گئے۔

بہرحال اُندلس میں ان دنوں کی یہ پہلی ملاقات ناخوشگوار رہی۔ تاہم موسیٰ نے زجر وتوبیخ کر کے معاملہ کو ختم کر دیا۔ اس کو اپنے منصب پر قائم رکھا اور اُندلس کے ہراول دستوں کا قائد بنا دیا۔ اس طرح وہ اپنے عہدہ سپہ سالاری پر مامور رہا۔ 2ے

نئی مہموں کا آغاز:

موسیٰ نے مال غنیمت کا جائزہ لینے کے بعد نئی مہموں کا آغاز کیا۔ طارق مقدمۃ الجیش کا افسر بنایا گیا تھا وہ متعین مقامات پر فوج لے کر جاتا تھا۔ موسیٰ پورا اسلامی لشکر اس کے پیچھے پیچھے لے کر جاتا اور نئے نئے مقامات ، اسلامی فتوحات کے دائرہ میں داخل ہوتے جاتے۔ ان مہموں میں اسلامی لشکر کا رخ اُندلس کے شمالی حصہ کی طرف تھا۔ اس وقت

تک دارالخلافت سے موسیٰ کی اس تجویز کی منظوری نہیں آئی تھی۔ تاہم اس نے ان مہموں میں اس تجویز کو اپنی نگاہ میں رکھا وہ اُندلس سے مشرق کی طرف (موجودہ نقشہ کے مطابق) یورپ کے جنوبی ساحلی مقامات اُندلس، فرانس، اطالیہ، یوگوسلاویہ اور بلغاریہ سے گزر کر قسطنطنیہ میں داخل ہو۔ پھر یہاں سے اناطولیہ کو طے کر کے شام میں آ جائے چنانچہ مقری لکھتا ہے:-

''اور اس نے یہ قصد کیا کہ قسطنطنیہ کی طرف سے مشرق میں آئے اور دروب شام اور دروب اُندلس کی طرف بڑھے اور ان دونوں دروب کے درمیان جو عجمی نصرانی قومیں ہیں ان میں گھس کر ان سے جہاد کرے اور ان کو شکار بنائے یہاں تک کہ دارالخلافت سے مل جائے''۔

ایک دوسری جگہ ہے:-

''اور وہ یہ امید رکھتا تھا کہ فرنگیوں کے جو شہر باقی رہ گئے ہیں ان کو چیر کر ارض کبیرہ میں گھس جائے۔ یہاں تک کہ شام تک لوگوں سے مل جائے۔ اس کا قصد یہ تھا کہ اس سرزمین میں اس نے چیر کر جو شگاف پیدا کر دیا ہے اس کو ایک وسیع راستہ بنا دے جس پر اہل اُندلس مشرق کی طرف آمد ورفت کرنے میں خشکی میں چل سکیں اور سمندر میں ہو کر نہ گزریں۔

موسیٰ نے یہ مہم اپنے اسی مطمح نظر کے مطابق شروع کی تھی۔ اس لیے وہ ان مفتوحہ علاقوں کے باشندوں سے غیر معمولی نرمی اور حسن سلوک سے پیش آنا چاہتا تھا تاکہ رعایا کے دلوں میں مسلمانوں سے نفرت پیدا نہ ہو اور حسن معاملت سے ان اایسا اعتماد حاصل ہو کہ ان کے لیے اسلامی قبضہ واقتدار بار نہ ہو جائے۔ ان مفتوحہ ممالک میں امن وامان قائم رہے اور اسپین سے شام تک کے علاقہ کے ایک سلسلہ میں منسلک ہو جانے سے غیر معمولی تمدنی، اقتصادی اور رفاہی فوائد حاصل ہو سکیں۔ چنانچہ اس نے مہم کے روانہ ہونے سے پہلے فوج کو جن چند امور کی تلقین خاص طور پر کی، اور ان کے خلاف ورزی کی جرم کی سنگین سزا مقرر کی وہ حسب ذیل ہے:-

1- ملک کو تاخت وتاراج نہ کیا جائے۔

2- حملے فوجی طریقہ کے مطابق صرف ملک گیری کے لیے ہوں۔

3- رعایا کے مذہبی جذبات کا پورا احترام کیا جائے۔

4- لوٹ مار اور جور و ظلم کے طریقوں سے باز رہا جائے۔

5- مسلمان سپاہیوں کو عدول حکمی کی صورت میں موت کی سزا دی جائے۔

شمالی اُندلس پر کامل اقتدار:

ان ہی احکام کے ساتھ اسلامی لشکر نے مزید فتوحات کے لیے طلیطلہ سے باہر قدم نکالے اور کم از کم اُندلس کی سرزمین میں غیر معمولی آسانی سے انہیں فتوحات حاصل ہوتی گئیں۔ان مہموں میں طارق مقدمۃ الجیش کے طور پر آگے آگے اور موسیٰ قلب فوج کو ساتھ لیے پیچھے پیچھے رہتے تھے۔شمالی اُندلس میں کسی جگہ کسی منظم جماعت نے کوئی قابل ذکر مقابلہ نہیں کیا یہاں تک کہ اس صوبہ کے صدر مقام سرقسطہ تک آسانی سے پہنچ گئے۔اور شہر کا محاصرہ کر کے اس کو فتح کر لیا۔اس شہر کا فتح ہونا تھا کہ گویا پورا شمالی اُندلس زیر اقتدار آ گیا۔ یہاں سے گرد و نواح کے ملحق قلعوں پر فوجی دستے بھیجے گئے۔اور ان کے دروازے کھلتے گئے۔پھر آس پاس کے شہروں اور چھوٹی بڑی آبادیوں کی طرف فوج کشی کی گئی اور جہاں جہاں مسلمان گئے وہ مقامات فتح ہوتے گئے بلکہ زیادہ موقعوں پر موسیٰ کی فوج کی ضرورت نہیں پڑی' طارق اپنے مختصر دستہ ہی سے ان مقامات کو زیرنگیں کرتا گیا اور بعض مقاموں کے باشندے خود دوڑ کر آئے اور امان طلب کر کے واپس گئے۔ان مقاموں پر معقول شرطوں پر انہیں امان دی گئی۔طارق جہاں جہاں جو شرطیں منظور کرتا تھا موسیٰ وہاں پہنچ کر ان کی تصدیق کر دیتا تھا۔اسی طریقہ سے شمال مشرقی اُندلس کا یہ پورا علاقہ زیرنگیں ہو گیا۔

اس کے بعد اس صوبہ میں اسلامی حکومت کی تاسیس عمل میں آئی۔سرقسطہ (Saracossa) اس صوبہ کا دارالحکومت قرار دیا گیا۔افریقی مسلمان یہاں آباد کئے گئے اور عبداللہ بن حنش یہاں کا پہلا گورنر بنایا گیا۔زمانہ فتح سے حکومت امویہ کے قیام تک چھیالیس برس تک مختلف ولاۃ یہاں وقتاً فوقتاً بھیجے گئے۔ولاۃ والی اُندلس کے ماتحت ہوتے تھے لیکن ہر زمانہ میں مختلف صوبوں کے والیوں میں یہاں کے والی کو امتیازی حیثیت حاصل رہی۔

شمال مشرقی اُندلس پر اقتدار:

اس کے بعد اُندلس کے شمال مشرقی حصہ کی طرف مہم بھیجی گئی۔چنانچہ اس علاقہ

کے مشہور ساحلی شہر برشلونہ' نشریدرا برادر جرندہ اسلامی اقتدار میں داخل ہوئے۔ان مقامات میں بھی اسی زمانہ میں یا آگے چل کر مسلمانوں نے اقامت اختیار کی اور ابتداء یہ علاقہ بھی والی سرقسطہ کی نگرانی میں رکھا گیا اور جب تک ان شہروں پر قبضہ رہا۔ یہ صوبہ سرقسطہ کے حدود میں داخل رہا۔[3]

جنوبی فرانس کے چند شہروں پر قبضہ:

اُندلس کے شمالی مشرقی حصہ کے زیرنگیں ہو جانے کے بعد فوجی مہموں کے لیے قدرۃً فرانس کے حدود پر نگاہ اٹھی۔ چنانچہ موسیٰ نے جنوبی فرانس کی طرف اپنی فوجی پیش قدمی جاری کی' اس سلسلہ میں سب سے پہلا حملہ جنوبی فرانس کے مشہور ساحلی شہر اربونہ (ناربون) پر کیا گیا اور وہ زیر اقتدار آیا۔ پھر اس شہر کو فوجی چھاؤنی بنا کر فرانس کے مختلف شہروں پر تاخت کی گئی۔ چنانچہ اس تاخت میں جنوب مشرقی فرانس کے مشہور شہر حصن لوذون پہنچے۔ پھر یہاں سے ادینون کا رخ کیا لیکن مسلمان ابھی اثنائے راہ میں تھے کہ عیسائیوں کے ایک عظیم الشان لشکر کے اجتماع کی خبر ملی۔ مگر انہوں نے اپنی پیش قدمی جاری رکھی' اور ادینون میں داخل ہو گئے۔ اس طرح جنوب مشرقی فرانس کے تین اہم شہر اربونہ' لوذون اور ادینون مسلمانوں کے قبضہ میں آ گئے۔

پپین آف ہرسٹل اور اسلامی لشکر میں مقابلہ:

مسلمانوں کے فرانس کی حدود میں داخل ہو جانے سے یہاں کے عیسائی حکمرانوں میں ہلچل مچ گئی۔ اس زمانہ میں فرانس میں نوابوں (کاؤنٹس) اور فوجی افسروں کی چھوٹی چھوٹی خودمختار ریاستیں قائم تھیں۔ ان میں سے پپین آف ہیرسٹل Pepin of Herstal 49ھ 669ء۔ 96ھ 714ء امتیاز حاصل کر کے مرکزی فرانس کے تخت پر قابض ہو چکا تھا اور وہی فرانس کے فرماں روا خاندان کارالکین Caralingion کا بانی تھا۔ اس کو عرب مؤرخین "قارلہ" کے لقب سے یاد کرتے ہیں[4]۔

قارلہ یعنی پپین آف ہیرسٹل نے فرانس کو مسلمانوں کے سیلاب کی زد سے محفوظ رکھنے کے لیے عظیم الشان لشکر کے ساتھ فوج کشی کی۔ ادینون کی قلعہ بندی ایسی نہ تھی کہ وہاں بیٹھ کر مسلمان اس کا مقابلہ کر سکتے۔ اس لیے وہ اربونہ کی قلعہ بندی سے فائدہ اٹھانے

کے لیے اسی سمت لوٹ آئے۔ یہاں پہنچے تو پیپن کے لشکر کو شہر کا محاصرہ کیے ہوئے پایا۔ اس لیے ادینون سے واپس آنے والے اسلامی لشکر کے لیے شہر میں داخل ہونے کا راستہ بند ہو چکا تھا مسلمانوں نے اربونہ کے سامنے ایک پہاڑی کے دامن میں اپنے مورچے جما لیے۔ پیپن دفعۃً حملہ آور ہوا اس وقت طارق اور موسیٰ کی فوجیں ایک دوسرے سے علیحدہ تھیں۔ پہاڑی پر مسلمانوں کا جنگی موقع بھی اچھا نہ تھا۔ ہر طرف سے نرغہ میں آ گئے۔ اور بہت سے مسلمان شہید ہو گئے۔ آخر بڑی قربانیوں کے بعد لڑتے بھڑتے کسی طرح شہر میں داخل ہونے میں کامیاب ہو سکے' پیپن نے بڑی سختی سے ناربون کا محاصرہ کر لیا۔ مسلمان بھی ناربون میں جم کر محاصرہ کو توڑنے کی کوششیں کرتے رہے اور کبھی کبھی شہر سے نکل کر عیسائیوں پر حملہ آور ہو کر انہیں تہ تیغ کرتے رہے۔ جب محاصرہ طول پکڑ گیا تو پیپن کو مسلمانوں کی کمک پہنچنے کا اندیشہ ہوا اس لیے وہ محاصرہ اٹھا کر واپس چلا گیا5۔

عیسائی حکمرانوں کی مجلس مشاورت:

پیپن نے واپس جا کر یورپ پر اسلامی حملہ اور اس سے آئندہ ہونے والے حالات پر غور کرنے کے لیے یورپ کے حکمرانوں کا ایک اجتماع اپنی سرکردگی میں کیا۔ یورپ کے حکمرانوں کو اگر عربوں کے یورپ پر حملہ آور ہونے کا کوئی خطرہ تھا تو وہ اس کو مغرب کے بجائے مشرق کی سمت سے سمجھتے تھے۔ لیکن ان چند ہزار بے سروسامان سپاہیوں کا مغرب کے دور دراز راستہ سے قلب یورپ میں سیلاب کی مانند گھستے چلے جانا عیسائی حکمرانوں کو محو حیرت بنائے ہوئے تھا۔ لیکن انہوں نے اس مجلس مشاورت میں کسی اعلیٰ پیمانہ پر مدافعانہ مزاحمت نہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ کیونکہ ان کے خیال میں مسلمان جس عزم و حوصلہ اور جوش و خروش سے بڑھ رہے تھے ان کا مقابلہ کر کے ان کی راہ روکنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ اس لیے انہیں اسی حال پر چھوڑ دینے کا فیصلہ کیا گیا' خصوصاً اس لیے کہ ان کے خیال میں جب ان کے دامن مال غنیمت سے بھر جائیں گے اور دولت و ثروت کا نشہ چڑھے گا تو ان میں ایک دوسرے پر مسابقت کرنے کا جذبہ پیدا ہو گا اور اس باہمی آویزش سے سلطنت کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے۔ اس وقت ان میں سے ایک ایک سلطنت کو ختم کرنا آسان ہو گا اور رفتہ رفتہ عیسائی دنیا خصوصاً یورپ کی سرزمین سے ان کے نام و نشان کو مٹا دینا آسان ہو گا۔

سلاطین یورپ نے اس مجلس مشاورت میں یورپ میں مسلمانوں کے بڑھتے ہوئے اثر و اقتدار کے متعلق یہ بنیادی فیصلہ کیا اور اسی حکمت عملی کے بموجب ان کی آئندہ کارروائیاں جاری رہیں۔ چنانچہ اس فیصلہ کے بعد پیپن آف ہرسٹل نے مسلمانوں پر عیسائی سلطنتوں کے متحدہ جارحانہ حملہ کا ارادہ ترک کر دیا اور صرف اپنی حدود حکومت میں دریائے رون کے کنارے کنارے مستحکم فوجی چوکیاں تعمیر کر لیں' یعنی دوسرے لفظوں میں اس نے مسلمانوں کے مفتوحہ علاقہ کو ان کی حکومت کے حدود میں تسلیم کر لیا۔ آگے چل کر ایسے حالات پیش آئے کہ پیپن نے سرحد کی تعین کے لیے جو فوجی چوکیاں تعمیر کیں وہی سرزمین فرانس میں مسلمانوں کا آخری مستقر قرار پایا اور مسلمانوں کو اس سے آگے بڑھنے کی ضرورت پیش نہیں آئی کیونکہ دار الخلافت سے موسیٰ کی تجویز کی منظوری حاصل نہیں ہو سکی۔

موسیٰ کی تجویز کے مسترد ہونے کی ایک بڑی وجہ اربونہ میں مسلمانوں کی ناکامی بھی تھی۔ یہاں مسلمانوں کے شہید ہونے اور غیر معمولی مصائب اٹھانے کی تفصیلات دار الخلافت میں پہنچیں اس لیے خلیفہ ولید نے اُندلس کی سفارت کے لیے مغیث کو منتخب کیا جو فتح قرطبہ کی مہم انجام دے کر اُندلس سے دمشق چلا گیا تھا۔6 اور اُس کو ہدایت کی کہ وہ موسیٰ کو اپنی تجویز پر عمل کرنے سے باز رکھے اور نہ صرف یہ کہ وہ اپنی مزید پیش قدمیوں کو روک دے بلکہ اُندلس کی حکومت کا انتظام کر کے وہ بلا تاخیر دمشق چلا آئے۔ خلیفہ کو یہ بھی شبہ ہوا کہ شاید موسیٰ اُس فرمان کی تعمیل میں لیت و لعل سے کام لے اس لیے اس نے قاصد کو درپردہ ہدایت کر دی کہ اگر موسیٰ کی طرف سے کوئی تذبذب ظاہر ہو تو وہ عام سپاہیوں کو پیش قدمی کرنے سے روک دے اور اپنی حدود میں واپس چلے آنے کی تلقین کرے۔

چنانچہ مغیث اُندلس واپس آیا لیکن ابھی موسیٰ سے اس کی ملاقات بھی نہ ہونے پائی تھی کہ فرانس کے میدان میں مسلمانوں کو عربی زبان میں ایک حیرت میں ڈالنے والا کتبہ نصب کیا ہوا دکھائی دیا جس میں حسب ذیل عبارت کندہ تھی

''بنو اسماعیل! یہ تمہاری آخری سرحد ہے۔ اس سے آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرنا7''۔

یہ کتبہ ضعیف الاعتقاد بربری قبائل کے ارادوں کو متزلزل کر دینے میں کامیاب

ہوا۔ موسیٰ نے حالات کا اندازہ لگا کر اسی مقام کو اپنی پیش قدمی کی آخری سرحد قرار دیا اور اسلامی لشکر کا رخ اُندلس کے غیر مفتوحہ علاقہ صوبہ جلیقیہ کی طرف پھیر دیا۔

فتح جلیقیہ کا انتظار:

موسیٰ کی پیش قدمی جلیقیہ کی سمت جاری تھی کہ اثنائے راہ میں خلیفہ ولید کا قاصد مغیث اس سے آ کر ملا۔ موسیٰ نے اس کو نشیب وفراز سمجھا کر آمادہ کر لیا کہ وہ کچھ دنوں کے لیے ٹھہر کر جلیقیہ کی مہم کے خاتمہ کا انتظار کرے۔

ایک باغی عیسائی قائد کی گرفتاری:

اسی اثناء میں غرناطہ کے علاقہ میں کسی عیسائی قائد کے سر اٹھانے کی اطلاع ملی۔ موسیٰ نے اپنے لڑکے عبدالاعلیٰ کو اس کے سر کرنے کے لیے بھیجا۔ اس نے اس کو شکست دی اور گرفتار کر کے اپنے ساتھ لایا۔

اُندلس کے شمال مغربی حصوں پر فوج کشی:

اب موسیٰ کی یہ مہم شمالی اُندلس کے اس آخری نقطہ پر تھی جہاں خلیج بسکے شرقاً غرباً پھیلی ہوئی ہے۔ موسیٰ فرانس سے بخط مستقیم مغرب میں چلے تھے۔ پہلے انہیں سرزمین بشکنس ملی۔ یہاں سے وہ صوبہ استوراس پہنچے۔ پھر صوبہ جلیقیہ میں داخل ہوئے اور شہر لک میں قیام کر کے مختلف سمتوں میں فوجی دستے بھیجے اور وہ جہاں جہاں پہنچے وہاں انہیں کامیابی حاصل ہوتی گئی۔ چنانچہ مفتوح مقامات میں سے لک کے شمال میں خلیج بسکے کے کنارے صخرہ بلائی اور اس سے جنوبی گوشہ پر پرتگال کے مشہور شہر بیز دیا باز و کو عرب مؤرخین نے مفتوح مقامات میں دکھایا ہے۔ ان کے علاوہ اور بہت سے شہروں پر حملے کئے گئے لیکن ان کے ناموں کی تصریح نہیں کی گئی ہے۔ صرف اجمالاً یہ کہا گیا ہے کہ موسیٰ کا یہ لشکر جہاں جہاں پہنچا' عیسائیوں نے اطاعت قبول کی۔ جن شہروں کو عیسائیوں نے خالی کر دیا وہاں عرب و بربر آباد کئے گئے اور بے شمار مال غنیمت حاصل ہوا۔ شہروں کے باشندوں نے جزیہ کی ادائیگی پر صلح کر لی اور اس طرح اُندلس کے شمال مغربی علاقہ کا ایک بڑا حصہ زیر نگیں ہوا اور وہاں مسلمانوں کے اثرات قائم ہو گئے۔

دربار خلافت سے ایک دوسرے قاصد کا ورود:

لیکن ابھی اس علاقہ میں اسلامی فتوحات کی تکمیل نہ ہونے پائی تھی کہ دربار خلافت سے ایک دوسرا قاصد ابونصر اُندلس آیا اور موسیٰ سے ملنے کے لیے لک پہنچا۔ اتفاق سے اس وقت موسیٰ ایک خچر پر سوار تھے۔ ابونصر نے آ کر خچر کی لگام پکڑ لی اور فوری واپسی کا فرمان پیش کیا۔ اب تاخیر کا کوئی موقع باقی نہیں رہا تھا۔ موسیٰ نے لشکر کو واپسی کا حکم دیا اور شمال مغربی اُندلس کی مہم کو ناتمام چھوڑ کر دمشق جانے کے لیے جنوب کی سمت روانہ ہو گئے۔

ادھر طارق شمال مشرقی علاقہ کی مہم پر بھیجا گیا تھا وہ اس علاقہ کو فتح کر کے واپس آ رہا تھا کہ ادھر موسیٰ پہاڑی سلسلہ کے ایک درے سے گزرا اور یہیں طارق کا لشکر اس سے آ ملا اور اس درہ کا نام فج موسیٰ قرار پایا جس کے متعلق گمان ہے کہ وہ کوہ وادی رملہ میں واقع ہے۔ پھر موسیٰ اور طارق دونوں مل کر جنوبی اُندلس کی سمت روانہ ہو گئے۔

موسیٰ اُندلس کو فتح کو مکمل کر لینے کی بڑی تمنا رکھتے تھے۔ اس لیے انہیں اس کے ناتمام چھوڑنے پر سخت قلق ہوا۔ خلیفہ ولید کو موسیٰ کی اس تجویز سے گر اتفاق نہ تھا تو کم از کم اس کو اتنا موقع تو دینا تھا کہ اُندلس کے چپہ چپہ پر وہ اسلامی پرچم لہرا دے کہ اس زمانہ میں پورے ملک کو زیر نگیں کر لینے کے جیسے مواقع حاصل تھے وہ بعد میں موجود نہ رہے۔ چنانچہ آگے چل کر اُندلس کے عیسائیوں نے اپنی قوت فراہم کر لی اور متحدہ اور اجتماعی طاقت بنا کر اسلامی حکومت کے مقابلہ کے لیے تیار ہو گئے اور اُندلس میں عیسائیوں اور مسلمانوں کی متوازی حکومتیں قائم رہیں۔ ان دونوں حکومتوں کی قوتیں گھٹتی بڑھتی رہیں بالآخر چند صدیوں کے بعد عیسائی حکومت اسلامی حکومت کے ختم کرنے میں کامیاب ہو گئی۔ اگر اس زمانہ میں جب کہ اُندلس کے عیسائیوں کی اجتماعی طاقت کا شیرازہ بکھر چکا تھا' اُندلس کے گوشہ گوشہ پر قبضہ کر لیا جاتا تو شاید اُندلس کی آئندہ تاریخ کسی دوسرے طور پر لکھی جاتی۔

لیکن اسپین دمشق سے اس قدر بے تعلق اور دور دراز تھا کہ خلیفہ ولید کو یہاں کے حالات کا صحیح اندازہ نہ ہو سکا۔ نیز قائدین لشکر کی باہمی مسابقت اور ایک دوسرے کے خلاف ریشہ دوانیوں سے بھی اُندلس کی فتح کی تکمیل نہ ہو سکے۔ لیکن اس ناکامی کی ساری ذمہ داری یہاں کے جنرلوں طارق و موسیٰ کے بجائے مرکزی حکومت دمشق پر عائد ہوتی ہے۔ اگر طارق موسیٰ کی غیر دانشمندانہ مداخلت سے آزاد رہتا اور موسیٰ کو ولید کے احکام کی پابندی نہ

ہوتی تو نہ صرف اُندلس کی تاریخ کچھ اور ہوتی بلکہ یورپ کی سلطنتوں کا نقشہ کچھ اور ہی دکھائی دیتا۔

بہر حال موسیٰ طلیطلہ واپس آئے۔ یہاں مال غنیمت کا انبار یک جا کیا پھر یہاں سے سب لوگ اشبیلیہ روانہ ہوئے اور واپسی کے انتظام میں مصروف ہو گئے۔

اُندلس کا پہلا اسلامی دارالسلطنت:

موسیٰ کا بڑا لڑکا عبدالعزیز صوبہ اشبیلیہ کا حکمران تھا۔ اشبیلیہ سمندر کے قریب کے شہروں میں زیادہ قلعہ بند تھا۔ یہاں سے افریقہ سے رسل و رسائل کی آسانیاں بھی حاصل تھیں۔ اس لیے اس کو اُندلس کا دارالسلطنت قرار دیا گیا۔ موسیٰ کی معیت میں طارق بھی دمشق واپس جانے کا قصد کر چکا تھا۔ اس لیے موسیٰ نے اُندلس کی ولایت پر اپنے بڑے لڑکے عبدالعزیز کو مامور کیا اور اب وہی اُندلس میں سیاہ و سپید کا مالک تھا۔

اُندلس میں موسیٰ اور طارق کی مدت قیام:

موسیٰ اور طارق ماہ ذی الحجہ 95ھ میں اُندلس سے روانہ ہوئے۔ اُندلس میں طارق کا قیام تین سال چار مہینے اور موسیٰ کا دو سال چار مہینے رہا۔ اس تھوڑی مدت میں یہاں ایک وسیع رقبہ میں اسلامی حکومت قائم ہو گئی جس کے لیے امراء وقتاً فوقتاً کبھی افریقہ اور کبھی دارالخلافت دمشق سے نامزد ہو کر آتے اور کبھی ضرورت کے لحاظ سے یہیں منتخب کر لیے جاتے اور ان کی امارت کی تصدیق افریقہ یا دمشق سے آ جاتی۔ چالیس، بیالیس برس تک یہاں یہی سلسلہ جاری رہا۔ یہاں کے امراء حکومت افریقہ و خلافت دمشق کی نگرانی میں یہاں کی حکومت کا نظم و نسق سنبھالتے رہے، ملک کی فلاح و ترقی میں مصروف رہے اور فتوحات کا دائرہ وسیع کرتے رہے۔

کاؤنٹ جولین کی خدمات کا صلہ:

موسیٰ نے اپنی روانگی سے پہلے کاؤنٹ جولین کے خدمات کے صلہ میں اس کو صوبہ سبتہ اور اس کے آس پاس کے علاقہ کا حکمران بنا دیا۔ وہ عیسائی مذہب پر قائم رہا اور اسلامی حکومت کی نگرانی میں حکمرانی کرتا رہا۔ بعض عیسائی مؤرخین نے کاؤنٹ جولین پر عیسائیت سے غداری کرنے اور اس کے صلہ میں اس حکومت کے حاصل کرنے کا الزام لگایا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کی خدمات سے مسلمانوں کو جو کچھ فائدہ پہنچایا اس سے

اُندلس پر حملہ آور ہونے کی جو ترغیب دی وہ نہ تو مسلمانوں کو فائدہ پہنچانے کی غرض سے تھی اور نہ اس میں اس کی طمع یا ذاتی نفع اندوزی کا جذبہ شامل تھا۔ بلکہ اس نے تو اپنی اس آتش انتقام کو ٹھنڈا کیا تھا جو راڈرک کی انسانیت سوز حرکت سے اس کے دل میں بھڑک اٹھی تھی۔ ورنہ جہاں تک عیسائیت کی فلاح اور اُندلس کی عیسائی سلطنت کی خیر خواہی کا تعلق تھا وہ اس کا بہتر ثبوت اس وقت دے چکا تھا جب اس نے پچھلے موقعوں پر اسلامی حملوں کی مدافعت کی تھی۔ اور جس وقت عقبہ نے اُندلس پر حملہ کا قصد کیا تھا۔ اس وقت اس کو اس سے باز رکھ کر بربر قبائل کی طرف پیش قدمی کا مشورہ دے دیا تھا۔ لیکن راڈرک کے برسر حکومت آ جانے اور شاہی محل میں مذکورہ بالا واقعہ کے پیش آ جانے سے وہ ایسے سخت مقام پر اتر آیا اور مسلمانوں کی شجاعت و بسالت سے اس میں اس کو پوری کامیابی حاصل ہوئی۔ بایں ہمہ اس کے توسط سے مسلمانوں کو جو فائدہ پہنچا انہوں نے اس کا صلہ اس کو دیا۔ وہ اپنی زندگی بھر سبتہ کا حکمران رہا۔ اس کے مرنے کے بعد اس کی اولاد نسلاً بعد نسل اس صوبہ کی حکمران رہی اور وہ لوگ بھی اپنے آبائی دین مسیحیت پر قائم رہے۔ یہاں تک کہ کاؤنٹ جولین کے پوتوں یا پڑپوتوں نے خود سے اسلام قبول کیا۔ چنانچہ ابوسلیمان ایوب چوتھی صدی ہجری میں اس خاندان کے ذی علم فقیہ گزرے ہیں۔ اصول فقہ میں ان کا پایہ بلند تھا۔

مال غنیمت:

دربار خلافت سے موسیٰ کی طلبی کا ایک بڑا سبب یہ بھی تھا کہ یہاں کے مال غنیمت کو دمشق منگایا جائے کیونکہ یہاں کے مال غنیمت کے متعلق دمشق میں مختلف افواہیں پہنچی تھیں جن کی وجہ سے خلیفہ ولید نے موسیٰ کو اصرار سے دمشق طلب کیا۔

یہاں دولت و ثروت کا جو انبار مسلمانوں کے ہاتھ آیا تھا اس کی مثال اس سے پہلے کہیں اور دکھائی نہیں دی تھی۔ مال غنیمت شرعی حکم کے بموجب لڑنے والے مسلمان سپاہیوں اور حکومت وقت میں بحصہ رسدی تقسیم ہوتا تھا۔ اس اصول کے مطابق عام ناخواندہ سپاہیوں کو جو دولت و ثروت ہاتھ لگی تھی اس سے اُندلس کے عام شہری و دیہی مسلمان باشندے معاشی حیثیت سے نہایت فارغ البال ہو گئے۔ بلکہ انہوں نے اپنی اسی دولت کے حصہ سے اُندلس کے یہودیوں کو بھی مالا مال کر دیا۔ انہوں نے کلیسا کے قیمتی ظروف و زیورات یہودیوں کے ہاتھ فروخت کئے۔ جس سے یہود ایسے مرفہ الحال ہوئے کہ وہ

بقول بعض عیسائی مؤرخین اپنی اسی دولت وثروت کے اثر سے یورپ کے سیاسی و مالی معاملات پر اپنا اثر واقتدار قائم رکھنے میں کامیاب ہوگئے جن کے مٹانے کی کوششیں آج تک جاری ہیں۔

دوسری طرف مال غنیمت کا وہ حصہ جو حکومت کے حصہ میں آیا موسیٰ کے ساتھ دمشق لے جایا گیا۔ مؤرخین کا بیان ہے کہ اس کی قیمت کا اندازہ لگانا اور اس کی نوعیت کی تفصیل بتانا دشوار ہے۔ بااین ہمہ یہ معلوم ہوسکا ہے کہ جنگی قیدی جو غلام اور باندیاں بنا کر لے جائے گئے بیس ہزار تھے، جن میں ہزاروں بے ماں باپ کی کنواری لڑکیاں بھی تھیں زرو جواہرات وسامان تعیش کی کثرت اتنی تھی کہ عرب مؤرخین نے ان کی قیمت کا بھی اندازہ لگانے سے انکار کر دیا۔ صرف طلیطلہ اور اس کے گردونواح سے ستر طلائی مرصع بجواہر تاج اور زرو جواہر سے مرصع ایک ہزار شمشیریں ملی تھیں۔ اسی طرح یاقوت، موتی، سونے کے ڈلے اور چاندی کی اینٹوں کا تو کوئی شمار ہی نہ تھا۔ ظروف وسامان تعیش میں ایسے بے شمار نوادر تھے جو اپنی صنعت کے لحاظ سے اس زمانے کے تمدن کا اعلیٰ نمونہ تھے۔ ایک وسیع مرصع فرش اپنی مندرت میں اپنی آپ مثال تھا۔ اس کا تانابانا چاندی اور سونے کے تاروں کا تھا اور زبرجد، یاقوت اور دوسرے قیمتی جواہرات سے اس پر گلکاریاں کی گئی تھیں۔ اسی طرح اس زمردین مائدہ سلیمانی کی قیمت کا اندازہ بھی نہیں لگایا جاسکتا جس کا تفصیلی ذکر اوپر گزر چکا ہے۔
اور جیسا کہ اوپر کہا گیا یہ میز حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف منسوب تھی لیکن محققین کا بیان ہے کہ اسپین کے سلاطین بڑے مذہبی عیسائی تھے۔ وہ مرنے کے وقت اپنے زروجواہر کلیسا پر وقف کر جاتے تھے اور ان جواہرات سے کوئی نہ کوئی استعمال کی چیز تیار کی جاتی تھی۔ یہ میز ابتداء کسی فرماں روا کی طرف سے بنائی گئی۔ پھر ہر نیا آنے والا فرماں روا اس میں اپنے عہد حکومت میں کوئی نہ کوئی اضافہ کرتا گیا اور قیمتی جواہرات اس میں بڑھتے گئے۔ یہاں تک کہ رفتہ رفتہ یہ اتنی قیمتی ہوگئی کہ اس کی قیمت کا اندازہ لگانا بھی امکان میں نہیں رہا۔
اس میں خاص سونے کے تین سو پینسٹھ ٹھوس پائے تھے۔ میز کی پٹیاں اور اوپر کا تختہ خالص زبرجد کا تھا اور اس میں موتی، یاقوت اور زمرد کے الگ الگ تین حلقے بنائے گئے تھے۔ یہ میز طلیطلہ کے کلیسا کی قربان گاہ پر رکھی ہوئی تھی۔ بڑی تقریبوں اور تہواروں کے موقعوں پر اس پر انجیل کو رکھ کر تلاوت کرتے تھے۔ مسلمانوں کے قبضہ میں آنے کے بعد

ایک زمانہ دراز تک اس میز کا چرچا لوگوں کی زبانوں پر باقی رہا۔ اسی طرح طلیطلہ کے غنائم میں زبور کا ایک نادر الوجود نسخہ بھی ذکر کے قابل ہے۔ یہ سونے کے ورقوں پر یاقوت کے پانی سے لکھا گیا تھا۔ ابن عذاری کا بیان ہے کہ یہ روشنائی ایسے طریقہ سے بنائی گئی تھی کہ اب اس کا تیار کرنا ممکن نہیں ہے۔ نیز اکسیر کیمیا سے بھری ہوئی ایک بڑی دیگ بھی ملی تھی۔

فتح اُندلس پر قیروان میں جشن مسرت:

یہ مال غنیمت اُندلس سے جہازوں پر لاد کر طنجہ لایا گیا۔ پھر ذی الحجہ کی آخری تاریخوں میں قیروان پہنچا۔ موسیٰ اپنی جمعیت کے ساتھ شہر سے باہر قصر الماس میں فروکش ہوئے اور اسی قصر میں جشن مسرت منایا۔ افریقہ کے اعیان وامراء اور ممتاز عہدہ دار اس میں شرکت کے لیے بلائے گئے۔ موسیٰ کا لڑکا مروان مغرب اقصیٰ کا والی تھا۔ وہ بھی آکر شریک ہوا۔ موسیٰ نے اس مجلس میں تحدیث نعمت کے طور پر ایک تقریر کی، جس میں انہوں نے کہا:

''آج خداوند تعالیٰ کی تین بڑی نعمتیں حاصل ہیں۔ ایک امیر المومنین کا مکتوب گرامی ہے جس میں میری خدمات کی تحسین کر کے میرا شکریہ ادا کیا گیا ہے۔ دوسرے میرے بیٹے عبدالعزیز کا تازہ خط ہے جس میں ان مزید فتوحات کا ذکر ہے جو اُندلس میں اس نے حاصل کیں۔ ان دونوں نعمتوں پر خداوند تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں۔''

یہ سن کر حاضرین مجلس نے کھڑے ہو کر موسیٰ کی خدمت میں مبارک باد پیش کی۔
موسیٰ نے سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے کہا:

''اور تیسری نعمت کو میں تمہیں ابھی دکھاتا ہوں''۔

یہ کہہ کر کھڑے ہوئے اور پردہ اٹھانے کا حکم دیا۔ پردہ کا اٹھنا تھا کہ پیکران حسن و جمال کا ایک جھرمٹ دکھائی دیا۔ جو بیش قیمت لباسوں میں ملبوس اور زیورات و جواہرات سے آراستہ و پیراستہ پرا جمائے سامنے کھڑا تھا۔ اس نظارے سے لوگوں کی نگاہیں خیرہ ہوگئیں۔ لیث بن سعد کا قول ہے کہ:

''موسیٰ بن نصیر کو قیدیوں کی جتنی تعداد حاصل ہوئی اس کی نظیر اسلام میں کہیں نہیں ملتی''۔

پھر موسیٰ نے افریقہ سے روانہ ہونے سے پہلے یہاں کے امراء و شرفاء کے

درمیان ہدایہ وتحائف تقسیم کیے۔

روانگی دمشق:

اس کے بعد یہ قافلہ خشکی کی راہ سے مصر ہوکر دمشق کے لیے روانہ ہوا۔ مال غنیمت ایک سو چودہ بیلوں اور ایک سو تیس عجلہ پر لادا گیا۔ موسیٰ کا گزر جس راہ سے ہوتا لوگ عقیدت وتعظیم کے لیے اپنی آنکھیں بچھاتے اور موسیٰ بھی جا بجا اپنی فیاضی سے لوگوں کو انعام واکرام وعطایا سے سرفراز کرتے جاتے۔ موسیٰ کی معیت میں عرب و بربر کے ممتاز شرفاء وعمائد' عیاض ابن عقبہ' عبدالجبار بن ابی سلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوث' مغیرہ بن ابی بردہ' زرعہ بن ابی مدرک' سلیمان بن نجد اور بربر قبائل بنو کیسلہ و بنو قصدر کے ممتاز قائدین اور جزائر بحر روم' مغرب اقصیٰ اور اُندلس کے مختلف خود مختار حکمران شریک سفر تھے۔

موسیٰ مصر میں پہنچ کر سب سے پہلے مسجد میں داخل ہوئے اور دوگانہ شکر ادا کیا۔ پھر منیۃ عمرو بن مردان میں فروکش ہوئے اور اشراف مصر کے درمیان بخشش اور عطایا تقسیم کیے۔

مصر سے روانہ ہوکر فسلطین پہنچے۔ یہاں آل روح بن زنباع کے مہمان ہوئے اور پھر یہاں سے دمشق روانہ ہوگئے۔ 8

موسیٰ کے لیے ایک نئی کشمکش:

ادھر دارالخلافت دمشق میں ایک نئی صورت حال پیدا ہوگئی تھی۔ خلیفہ ولید بن عبدالملک بستر مرگ پر لیٹا تھا اور سلیمان بن عبدالملک سریر آرائے سلطنت ہونے کی تیاریاں کر رہا تھا۔ سلیمان نے ایک تیز رو قاصد موسیٰ کے پاس بھیجا کہ وہ اپنے سفر کی رفتار کو سست کر دے۔ خلیفہ ولید ایسے مرض میں مبتلا ہے جس سے جانبر نہ ہو سکے گا۔ اس لیے وہ سلیمان کی تخت نشینی کے بعد دمشق میں داخل ہو۔ دوسری طرف خود خلیفہ ولید کا پیغام موسیٰ کو ملا کہ وہ سفر کی منزلیں عجلت سے طے کرے کہ امیر المومنین کی زیارت سے محروم نہ رہ جائے۔

ورود دمشق اور موسیٰ کا استقبال:

موسیٰ کو ان دونوں پیاموں میں سے کسی ایک پر بالقصد عمل کرنا بڑا دشوار تھا۔

انہوں نے نہ بالقصد عجلت کرنے اور نہ عمداً تاخیر کرنے کا فیصلہ کیا بلکہ اپنے سفر کی وہی رفتار قائم رکھی جس سے وہ آ رہے تھے۔ تاہم ان کی دلی تمنا تھی کہ وہ اپنے آقائے ولی نعمت کی زیارت سے محروم نہ رہ جائیں اور ان کی خدمات کے ثمرات اس کی نگاہوں سے گزر سکیں۔ چنانچہ وہ ولید کی زندگی ہی میں دمشق میں داخل ہوگئے اور ولید نے بڑے تزک واحتشام سے ان کا خیر مقدم کیا۔ اُندلس کے وہ غنائم جن کے خیرہ کن نظارے سے سلیمان اپنے دربار کی رونق بڑھانا چاہتا تھا۔ ولید ہی کے سامنے پیش کیے گئے اس نے ان غنائم کے متعلق اپنے منشاء کے مطابق احکام صادر کیے اور جس طور پر تقسیم کرنا چاہا تقسیم کر دیا۔

چنانچہ اُندلس کی اس بے کراں دولت کی نمائش دمشق کی جامع مسجد میں کی گئی۔ موسیٰ نے اس کی نمائش کا خاص اہتمام کیا تھا۔ انہوں نے قیدیوں میں سے تیس نوجوانوں کو شاہی حلوں سے آراستہ کر کے ان کے سروں پر شاہی تاج رکھے۔ اس طرح بربری قبائل کے امراء جزائر بحر روم کے حکمرانوں کے لڑکوں اور دوسرے ممتاز مغربیوں کو مرصع لباس پہنائے اور ان لوگوں کو جواہرات' یاقوت' زبرجد' موتی' زردوزی کے ملبوسات مرصع زیورات' زرنگار فرش اور تاریخی مائدہ سلیمانی کو لے کر جلوس کی شکل میں ولید کے محل کے سامنے کھڑا کر دیا۔ پھر خود موسیٰ زرق برق لباسوں میں ملبوس تاج پوش نوجوانوں کے جلو میں مسجد میں داخل ہوئے۔ خلیفہ ولید فطرت مسرت سے اپنی شدید علالت کے باوجود موسیٰ کے استقبال کے لیے جامع مسجد میں چلا آیا تھا۔ ولید خطبہ کے لیے منبر پر بیٹھ چکا تھا کہ موسیٰ اپنی جماعت کے ساتھ مسجد میں داخل ہوئے۔ حاضرین مسجد اس نظارہ کو دیکھ کر حیرت میں ڈوب گئے۔ موسیٰ کی تحسین وآفرین سے مسجد کی فضا گونج اٹھی۔ موسیٰ خلیفہ کے سامنے آئے اور سلام کیا اور وہ تیس نوجوان جو سلاطین وقت کی ہیئت کذائی میں تھے ولید کے منبر کے دائیں بائیں ادب سے سر جھکائے کھڑے ہوگئے۔ یہ منظر ایسا دلکش تھا کہ مسلمانوں کی عظمت و شان کی ایک یادگار بن گیا۔ ولید حمد وثنا کے بعد فتح وکامرانی پر اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت کے حاصل ہونے پر شکر بجالایا۔ پھر اس نے وفور جوش ومسرت میں ایسی تقریر کی جو اس سے پہلے بھی اس کی زبان سے سنی نہیں گئی تھی۔ جمعہ کا یہ خطبہ اتنا طویل ہوگیا کہ ڈر پیدا ہوگیا کہ کہیں نماز کا وقت نہ فوت ہو جائے۔ جمعہ کی نماز کے بعد موسیٰ کو اپنے سامنے بلا کر بٹھایا اور تین تین مرتبہ شاہانہ خلعت سے سرفراز کیا۔

اس کے بعد غنائم کا انبار ولید کے قدموں پر رکھا گیا۔ اہل دمشق اس نظارہ سے محو حیرت تھے۔ زرنگار فرش اور مائدہ سلیمانی کو ادھیڑ کر لعل و جواہر اکٹھے کیے گئے۔ مختلف نوعیت کا سامان جب علیحدہ علیحدہ ہو گیا تو اس کی تقسیم کی باری آئی۔ ولید نے اس کا بڑا حصہ بیت اللہ پر وقف کیا۔ پھر اپنی مرضی سے جیسے جیسے جس کو دینا چاہا دے دیا۔ اس موقع پر بھی ولید نے موسیٰ کی غیر معمولی قدر افزائی کی۔ ان کو پچاس ہزار اشرفیاں انعام میں دیں اور خلعت سے دوبارہ سرفراز کیا۔ ان کے لڑکوں کے وظیفے مقرر کیے۔ اسی طرح ان کے پانچ سو موالی کے وظائف علیحدہ مقرر کیے۔ اس کے بعد موسیٰ نے ان بربر، رومی، اسپینی قائدین اور حکمران خاندان کے افراد کو ولید کی خدمت میں پیش کیا۔ ولید نے ان کے مراتب کے لحاظ سے ان کی قدر و منزلت کی خلعتوں سے نوازا، انعامات دیئے اور مستقل وظائف جاری کر دیئے۔ ان مراسم کے بعد یہ مجلس برخاست ہوگئی۔

یہ مجلس گویا موسیٰ ہی کی قدر افزائی کے لیے منعقد ہوئی تھی۔ کسی سلطان وقت کے دربار میں کسی ممتاز سے ممتاز رکن حکومت کی جو بڑی سے بڑی قدر افزائی ہو سکتی تھی وہ اس مجلس میں موسیٰ کی کی گئی۔

خلیفہ سلیمان کی برہمی:

لیکن اسی پر موسیٰ کے عروج و ترقی کا خاتمہ بھی ہو گیا۔ موسیٰ کو دمشق آئے ہوئے چالیس دن گزرے تھے کہ اس کے ولی نعمت خلیفہ ولید کا سانحہ ارتحال پیش آیا۔ موسیٰ کے سر سے ولید کی سرپرستی کا سایہ اٹھنا تھا کہ اس کی تباہی و بربادی اور ادبار و تنزل کے دن شروع ہو گئے۔ ولید کا جانشین اس کا بھائی سلیمان بن عبدالملک ہوا۔ وہ موسیٰ سے خار کھائے بیٹھا تھا۔ جس وقت سلیمان کا قاصد موسیٰ کے پاس سے مایوس کن جواب لے کر لوٹا تھا سلیمان نے اسی وقت موسیٰ کو سنگین سے سنگین سزا دینے کی قسم کھالی تھی۔ پھر ولید نے مسجد جامع دمشق میں موسیٰ کی جس طرح قدر افزائی کی اور جس طور پر مال غنیمت تقسیم کیا سلیمان کی برہمی کے لیے یہ بھی کچھ کم نہ تھا۔ چنانچہ اس نے تخت خلافت پر بیٹھنے کے بعد موسیٰ کو دربار میں طلب کیا۔ اور سر دربار ان دونوں میں بڑی تلخ گفتگو ہوئی۔ سلیمان نے برہمی سے خطاب کیا کہ:

''تمہیں مجھ پر جرأت ہوگئی۔ تم میرے حکم کی خلاف ورزی سے باز نہ آئے۔ خدا کی قسم تمہاری تعداد کم کر دوں گا۔ جمعیت بکھیر دوں گا اور تمہاری

ساری دولت و املاک کو برباد کر دوں گا''۔

موسیٰ اپنے عہد کے محترم شیوخ میں سے تھے۔ وہ دلائل کے ساتھ عذرخواہ ہوئے کہ:

''امیر المومنین! میری خطا سوا اس کے کوئی اور نہیں کہ آپ کے پیشرو خلیفہ کے حکم کی تعمیل کی...... باقی رہا مجھے ذلیل و رسوا کرنا، جمعیت کو تباہ و برباد کرنا، دولت کا چھین لیا جانا تو یہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور اسی کی طرف لوٹتا ہے۔ وہی ہے جس نے مجھ پر اپنی نعمتوں کا احسان فرمایا۔ میں اسی سے استعانت کرتا ہوں اور امیر المومنین کے عتاب سے بچنے کے لیے اس کی پناہ ڈھونڈتا ہوں''۔

ظاہر ہے کہ موسیٰ کا یہ جواب سلیمان کے غصہ کو فرو کرنے کے بجائے بڑھانے والا تھا۔ اس کے بعد ایک دوسری تیز و تند گفتگو ان دونوں میں ہوئی۔ سلیمان نے افریقہ، مغرب و اندلس کے نظم و نسق کے متعلق موسیٰ سے دریافت کیا تو انہوں نے جواب میں کہا کہ ان کا ایک لڑکا عبداللہ شمالی افریقہ کا والی ہے۔ دوسرا مروان طنجہ و مغرب اقصیٰ کا۔ اور تیسرا عبدالعزیز اندلس کی ولایت پر مامور ہے۔'' اس پر سلیمان نے طنز سے کہا'' اب تو تم بہت معزز ہو گئے'' موسیٰ کو یہ طنز بھی ناگوار گزری۔ اسی انداز میں انہوں نے جواب دیا۔ ان ہی لڑکوں نے ان مقامات کو اپنی قوت و بازو سے زیر نگیں کیا ہے یہ کچھ کم باعث اعزاز نہیں۔ پھر امیر المومنین مجھ سے زیادہ کون معزز ہے''۔ سلیمان اس جواب سے برافروختہ ہوا اور غضب آلود لہجہ میں پوچھا۔

''اور نہ امیر المومنین تم سے زیادہ معزز ہیں؟''

اب موسیٰ کو ہوش آیا۔ انہوں نے عاجزی سے کہا۔

''امیر المومنین کی وہ شان ہے جس سے بلند کوئی دوسری شان نہیں۔ ارکان حکومت کی سب شانیں خواہ کتنی بھی بلند ہو جائیں، امیر المومنین کی شان سے پست ہیں کہ ہر ایک کو بلند سے بلند شان امیر المومنین ہی کے توسط اور فرمان خلافت سے حاصل ہو سکتی ہے''۔

لیکن اس عاجزانہ جواب سے سلیمان کا دل نرم نہیں ہوا۔ اس نے فرط غضب میں موسیٰ کو چلچلاتی دھوپ میں کھڑا کر دیا۔ ان کے جسم کا بال بال عرق آلود ہو گیا۔ جب تپش

برداشت نہ کر سکے تو بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ یہ تھا اس جلیل القدر قائد اسلام کا حشر جس نے افریقہ سے فرانس کی سرحد تک کے علاقہ کو اسلام کے زیر نگیں کر دیا تھا اور ایسے کارنامے انجام دیئے تھے جو اسلام کی تاریخ میں کبھی فراموش نہ ہوں گے۔

حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز اس مجلس میں تشریف فرما تھے۔ وہ موسیٰ کی جلالت قدر سے آگاہ تھے۔ سلیمان کی غضب آلود نگاہیں اب تک ان سے چار نہیں ہوئی تھیں۔ وہ کرب اور بے چینی میں مبتلا رہے۔ فرماتے ہیں: ''مجھ پر اس سے زیادہ سخت دن کوئی نہیں گزرا اور نہ اس سے زیادہ کرب میں نے کسی دن اٹھایا'' جب سلیمان ان کی طرف متوجہ ہوا تو انہیں لب کشائی کی جرأت ہوئی۔ سفارش پیش کی۔ سلیمان کا غصہ کچھ ٹھنڈا ہو چکا تھا۔ ضمانت پر رہا کرنا چاہا۔ یزید بن مہلب نے ان کی ضمانت قبول کر لی اور موسیٰ کو اسی وقت تمام ولایتوں سے معزولی کا فرمان سنا دیا گیا۔

موسیٰ کی زندگی کی تباہی و بربادی:

موسیٰ کی قسمت انہیں تنزل کی طرف تیزی سے لیے جا رہی تھی۔ اس غریب آفت زدہ کو اب کوئی نہیں بچا سکتا تھا۔ وہ جاہ و حشم میں ممتاز ترین امرائے دولت میں سے تھے۔ سلیمان کے دور خلافت میں ان کی دولت وحشمت کا باقی رہنا اب ناممکنات میں سے تھا اور نہ اب افریقہ سے اسپین تک کا علاقہ ان کے خاندان کے زیر حکومت رہ سکتا تھا۔ چنانچہ موسیٰ پر خیانت کا فرضی الزام لگا کر مقدمہ چلایا گیا۔ موسیٰ مجرم قرار پائے اور تین لاکھ دینار ان پر جرمانہ کیا گیا۔ موسیٰ نے اپنی ساری املاک کو جدا کر کے ایک لاکھ دینار ادا کئے اور نوبت یہاں تک آئی کہ بقیہ رقم کے لیے بنونجم اور دمشق کے دوسرے معززین کے سامنے دست سوال پھیلا دیا۔ لیکن پھر سلیمان نے یزید بن مہلب کی سفارش سے باقی ماندہ جرمانہ معاف کر دیا۔

اب وہ ایک ستم زدہ مفلس شہری تھے۔ خدم و حشم اور موالی سب رخصت ہو چکے تھے۔ صرف ایک غلام نے اپنے آقا کا ساتھ نہ چھوڑا۔ موسیٰ کی زندگی کے جو چند دن باقی رہ گئے تھے ان میں وہ ان کے ساتھ رہا۔

سلیمان نے موسیٰ سے انتقام لینے کے بعد ان کے صاحبزادوں کو بھی تمام ولایتوں سے معزول کر دیا۔ اور اُندلس کے والی عبدالعزیز بن موسیٰ کا حادثہ قتل پیش آیا۔

جس کی تفصیل آگے آئے گی۔

وفات:

موسیٰ 97ھ میں حج کا فریضہ ادا کرنے جا رہے تھے کہ ''اثنائے راہ میں وادی القریٰ میں بیمار پڑے۔ سلیمان بھی اپنے خدم و حشم کے ساتھ حج کے لیے دمشق سے نکلا تھا۔ بلکہ کہا جاتا ہے کہ موسیٰ بھی اسی قافلہ کے ساتھ تھے۔ انہوں نے قافلہ والوں کو سنا کر اپنی وفات سے ایک دن پہلے کہا'' کل ایک ایسا شخص اس دنیائے کوچ کرے گا جس کا نام اور کارنامہ مشرق و مغرب میں گونج رہا ہے۔'' یہ سلیمان کی عقل کے لیے موسیٰ کا آخری معنی خیز جواب تھا۔

چنانچہ یہ بیماری مرض الموت ثابت ہوئی۔ دوسرے دن اٹھہتر برس کی عمر میں ماہ ذی الحجہ 97ھ میں انہوں نے اس دنیا کو الوداع کہا۔

موسیٰ اکابر صحابہؓ کی صحبت کا فیض اٹھائے ہوئے تھے۔ زہد و ورع اور فضل و کمال سے متصف تھے۔ حدیث کی روایت کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ بلاشبہ آج بھی ان کے کارناموں کو مشرق و مغرب کی تاریخ کے صفحات میں نمایاں امتیاز حاصل ہے۔

خلیفہ سلیمان کے ہاتھوں موسیٰ کے ساتھ طارق کی زندگی کی گمنامی:

موسیٰ کے عتاب میں آ جانے کے بعد اُندلس کی ولایت کے لیے سلیمان کی توجہ طارق کی طرف مبذول ہوئی۔ سلیمان نے مغیث سے رائے لی۔ مغیث کو طارق سے جداگانہ شکر رنجی تھی۔ اس نے ذو معنی جملہ میں کہا'' طارق کو اُندلس میں ایسی مقبولیت حاصل ہے کہ اگر وہ قبلہ رخ کو چھوڑ کر کسی اور سمت کی طرف نماز پڑھنے کا حکم دے تو لوگ امتثال امر کے لیے تیار ہو جائیں گے''۔

سلیمان نے طارق کی محبوبیت کا حال سن کر اپنا خیال بدل دیا۔ پھر طارق کی پوری زندگی گمنامی میں گزر گئی۔ یہاں تک کہ اس کی وفات کا سال بھی مؤرخین کو معلوم نہ ہو سکا۔ طارق اگر چہ اُندلس میں دوبارہ نہیں آیا لیکن طارق اور مغیث دونوں کی اولادیں اُندلس میں پھلی پھولیں اور یہاں کے ذی حیثیت معززین میں شمار کی گئیں۔ [9]

حوالہ جات وحواشی

(1) ابن خلکان ج 3 ص 19' 20 تاریخ مغرب ابن عذاری (ترجمہ اردو ص 43 تا46)وفتوح البلدان بلاذری ص 247 نفخ الطیب ج 1 ص 132

(2) بعض عیسائی مؤرخین نے طارق کے قید کیے جانے اور پھر اس کے قتل کا ارادہ کرنے اور دارالخلافت سے اس کی رہائی کا پروانہ آ جانے کا تذکرہ کیا ہے مگر عربی تاریخوں سے اس کی تائید نہیں ہوتی بلکہ مقری نے ابن حیان کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ "پھر موسیٰ نے طارق سے صفائی کر لی اور اس سے اپنی خوشنودی ظاہر کی (نفخ الطیب ج 1 ص 128) ابن اثیر لکھتا ہے: "موسیٰ طارق کے پاس گئے۔ طارق نے ان کو راضی کیا۔ وہ راضی ہو گئے اور طارق کے عذر کو قبول کیا" (ابن اثیر ج 4 ص 456) اسی طرح بلاذری کا بھی یہی بیان ہے کہ طارق نے اس کو راضی کر لیا اور موسیٰ کی خوشنودی اس کو حاصل ہو گئی۔ (فتوح البلدان ص 230) اس کے باوجود ان دونوں قائدوں کے باہمی اختلاف کے افسانہ کو بڑی شہرت دی گئی ہے۔ اس سلسلہ میں ایک افسانہ بھی گڑھا گیا ہے کہ طارق کے شیشہ دل پر بال آ گیا تھا اس نے موسیٰ کو زک دینے کے لیے مائدہ سلیمانی کا ایک پایہ گم کر دیا۔ پھر دربار خلافت میں اس کی خیانت کی شہادت دی۔ مگر ابن خلدون اور دوسرے مؤرخین اس واقعہ کے ذکر سے خاموش ہیں۔ اس لیے یہ سراسر افسانہ ہی افسانہ معلوم ہوتا ہے۔

(3) اخبار مجموعہ نفخ الطیب ج 1 ص 108' 130' اخبار الاندلس ج 1 ص 241۔

(4) یورپین مؤرخین نے موسیٰ کے اس حملہ کا ذکر نہیں کیا ہے اس لیے "قارلہ" کی شخصیت مشہور رہی ہے ہمارے خیال میں "قارلہ" کو "کارلنگین" ہی کی تعریف سمجھنا قرین قیاس ہے۔ چنانچہ عرب مؤرخین اسی خاندان کے ایک دوسرے فرماں روا کو 185ھ 801ء میں زوال برشلونہ کے موقع پر اسی لقب "قارلہ" سے یاد کرتے ہیں۔ اس سے یہ سمجھا جاسکتا ہے کہ عربوں کے نزدیک اس خاندان کے فرماں رواں کا یہ خاندانی لقب تھا۔ پیپن آف ہیرسٹل اور اس کے خاندان کے حالات کے لیے ملاحظہ ہو" دی فرینک لیوس سرجنا سٹوری آف دی نیشن سیریز" ج 48 باب "دی میئرس آف دی پیلیس" ص 194 تا 206۔ انسائیکلو پیڈیا ج 11 ص 88 طبع یازدہم ذکر فرانس عنوان "پیپن آف ہرسٹل" و نیز ج 1 ص 381۔

(5) ابن اثیر ج 4 ص 447۔ ابن خلدون ج 4 ص 118۔ نفخ الطیب ج 1 ص 138 و کتاب الامامۃ والسیاسۃ وغیرہ۔ یورپی مؤرخین موسیٰ کے حدود فرانس میں داخل ہونے کو اس لیے تسلیم نہیں کرتے کہ قدیم عیسائی مؤرخین نے اس کا تذکرہ نہیں کیا ہے لیکن عرب مؤرخین مقری' ابن اثیر' ابن خلدون' ابن قتیبہ وغیرہ نے مذکورہ بالا واقعات کا تذکرہ تفصیل سے کیا ہے۔ اس لیے محض اس زمانہ کے عیسائی مؤرخین کا تذکرہ نہ کرنا عرب مؤرخین کے بیانوں کو قبول نہ کرنے کی کوئی معقول دلیل نہیں بن سکتا۔ خصوصاً اس لیے کہ اس زمانہ میں فرانس اور اس کے آس پاس میں جو چھوٹی چھوٹی خود مختار ریاستیں قائم تھیں۔ ان کے حالات بڑے دھندلکے میں ہیں۔ جزئیات کی تفصیل بہت کم ملتی ہے۔ اس کے برخلاف عرب مؤرخین نے اُندلس کے حملہ آور لشکر کی نقل وحرکت وجزئیات کو تفصیل کے ساتھ محفوظ رکھا ہے اور عرب مؤرخین کا موسیٰ کے مقابل عیسائی فرماں روا ملک "قارلہ" کا نام لینا اور اس زمانہ کے فرانس میں "کارلنگین" خاندان کے بانی پیپن آف ہیرسٹل کو جو عروج حاصل ہو رہا تھا اس کا مسلمانوں کے فرانس کے حدود میں داخل ہونے کے باوجود خاموش رہنا قرین قیاس نہیں سمجھا جاسکتا۔ اس لیے ہمارے خیال میں فرانس پر موسیٰ کا حملہ آور ہونا اور پیپن آف ہیرسٹل کا مدافعت کرنا دونوں تاریخی حقیقتیں ہیں۔

(6) نفخ الطیب ج 2 ص 55۔

(7) اس کتبہ کا تذکرہ مستند عرب مؤرخین نے کیا ہے جو ہمارے خیال میں دو میں سے کسی ایک کی سازش کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے یا تو شاہ فرانس نے سرحدی قلعوں کی تعمیر کے وقت مسلمانوں کے عزم کو متزلزل کرنے کے لیے کسی پادری سے اس کو تیار کرا کے نصب کرایا ہو یا خلیفہ ولید کے قاصد مغیث نے ولید کے خفیہ اشارہ کی تعمیل کے لئے یہ کارروائی کی ہو کہ قائد لشکر کی مرضی کے خلاف فوج کو واپس لے جانے کے لیے لشکر کی ضعیف الاعتقادی سے فائدہ اٹھایا جاسکے۔

(8) نفخ الطیب ج 1 ص 130 تا 145' ابن عذاری (ترجمہ اردو) ص 51 و ص 48-49 کتاب الامام والسیاسہ ج 2 ص 66۔

(9) نفخ الطیب ج 1 ص 8,10,128,129,130 تا 135۔ ج 2 ص 55,56 ابن اثیر ج 4 ص 223' 439 تا 449' ابن خلکان ج 3 ص 10۔ ترجمہ موسیٰ۔ شذرات الذہب ج 1 ص 112 حوادث 97ھ کتاب الامامۃ والسیاسہ ج 2 ص 64 تا 74 فتوح البلدان بلاذری ص 231' 74۔ اخبار مجموعہ فی فتح الاندلس از ص 15 تا 19۔ ابن خلدون ج 4 ص 118' دول

الاسلام ذہبی ج 1 ص 49۔ البیان المغرب ترجمہ اردو ص 53۔ اخبار الاندلس ج 1 ص 241۔

موسیٰ کے ورود اُندلس سے ان کی وفات تک کی سرگزشت میں غیر معمولی اختلافات ہیں۔ ان پر محققانہ نظر ڈالنے کی ضرورت ہے۔ ہم نے صحت سے جو کچھ قریب تر نظر آیا اسی پہلو کو مذکورہ بالا مآخذ میں اختلافات سے دامن بچا کر اختصار کے ساتھ اخذ کر لیا ہے کہ اس مختصر سلسلہ تاریخ اسلام میں نہ تفصیلات کی گنجائش تھی اور نہ اختلافات پر غائر نظر ڈالنے کا موقع حاصل تھا۔



عبدالعزیز بن موسیٰ والی اُندلس

95ھ 713ء۔ 97ھ 715ء

کشوری حکومت:

عبدالعزیز اُندلس کا وہ پہلا حکمران ہے جس نے یہاں کے اسلامی دور میں کشوری نظام حکومت کی بنیاد ڈالی۔ لڑائیوں کے ہیبت ناک اثرات کو دور کیا۔ ملک میں امن، سکون اور اطمینان کے لائق ماحول پیدا کیا۔ رعایا کی دل دہی کے وسائل اختیار کیے خصوصاً عیسائیوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آیا۔ حکومت کا نظم و نسق چلانے کے لیے مجلس شوریٰ بنائی۔ محاصل کی وصولی کے لیے محصل نامزد کیے۔ دیوانی اور فوج داری مقدموں کے لیے قاضی مقرر کیے۔ عیسائیوں کے مقدموں کو ان کے مذہب کے مطابق فیصل کرنے کا رواج دیا۔ کاشت کاروں کو زراعت کی ترغیب دی۔ زرخیزی و خوش حالی بڑھانے کے وسیلے اختیار کیے۔ ملک میں جا بجا فوجی چوکیاں اور قلعے تعمیر کرائے۔ ان انتظامات سے تجارتی کاروبار جاری ہوا اور تاجروں کے قافلے تجارت کا مال لے کر ایک شہر سے دوسرے شہر کو آنے جانے لگے۔

نیم خود مختار عیسائی سلطنت:

اس نے انتظام حکومت کے لیے مفتوحہ ملک کو الگ الگ صوبوں میں تقسیم کیا ان کے والی نامزد کیے اور شہروں کے عاملوں کو ان کی جگہ پر برقرار رکھا۔ صوبوں کے انتظام کے سلسلہ میں تھیوڈومر کا معاملہ بھی سامنے آیا۔ اس زمانہ میں وہ اُندلس کے عیسائیوں کا گویا مرکز اتحاد بن گیا تھا''۔ تدمیر'' کی فتح کے موقع پر اس نے آسان شرطوں پر اسلامی لشکر سے امان طلب کر لی تھی۔ نئے انتظام کے موقع پر نئے سرے سے اس کے معاملہ پر غور کیا گیا۔ عبدالعزیز نے فراخ دلی سے پچھلے معاہدہ کی پابندی کی اور اس موقع پر طرفین میں تحریری

معاہدہ عمل میں آیا جس کی رو سے صوبہ مرسیہ کو اسلامی حکومت کی سیادت میں رکھ کر اس کی حکمرانی میں دے دیا گیا۔1

فتوحات:

عبدالعزیز نے کشوری نظام کو قائم کرنے کے علاوہ اُندلس کے غیر مفتوحہ علاقوں میں فوجی پیش قدمیاں بھی جاری رکھیں۔ چنانچہ مختلف سمتوں میں فوجیں گئیں اور موجودہ پرتگال کا وسطی و جنوبی علاقہ لوسی ٹینیا اور شمالی و مشرقی علاقہ میں ارض بشکنس اور نیرہ (نوار) کے علاقے اسلامی حدودِ حکومت میں داخل ہوئے۔ نیز بعض شہروں میں بغاوتیں ہوئیں ان کو فرو کیا۔ پھر شمال مغرب میں اپنی جارحانہ پیش قدمیاں جاری رکھیں۔ کبھی گشتی دستوں کو بھیجتا اور کبھی خود فوج لے کر جاتا تھا۔ چنانچہ عرب مؤرخین لکھتے ہیں کہ:-

''اس کی حکومت کے دور میں اُندلس کے بہت سے شہر فتح ہوئے اور اس کی حسن تدبیر سے اُندلس میں اسلامی سطوت وعظمت کا سکہ جم گیا۔2

سلیمان بن عبدالملک کی سازش عبدالعزیز کے خلاف:

لیکن عبدالعزیز کو اُندلس پر حکمرانی کا زیادہ موقع نہ مل سکا کیوں کہ بدقسمتی سے وہ خلیفہ سلیمان کے معتوب جنرل موسیٰ کا لڑکا تھا۔ جیسا کہ گزر چکا ہے موسیٰ نے افریقہ، مغرب اور اُندلس کو اپنے تینوں بیٹوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ اب خلیفہ سلیمان موسیٰ کے لڑکوں کو ایسے خطوں پر حکمران نہیں دیکھ سکتا تھا۔ لیکن ایسے دور دراز ملکوں کے والیوں کو جو دسترس سے باہر ہوں بغیر کسی ظاہری سبب کے معزول کرنا بھی آسان نہ تھا۔ خصوصاً جب کہ موسیٰ سے سلیمان کے عناد کی خبر اسلامی دنیا میں پھیل چکی تھی۔ اس لیے اس نے افریقہ و اُندلس کے ممتاز سرداروں سے درپردہ سازش کی اور انہیں خفیہ سازشوں سے قتل کرانے کا فیصلہ کیا اور ہر جگہ اس کو اپنے مقصد میں کامیابی حاصل ہوئی۔ ان میں سے عبدالعزیز کے لیے اس نے پانچ عرب سرداروں سے ساز باز کی تھی جن میں سے حبیب بن ابی عبیدہ فہری اور زیاد بن نابغہ تمیمی کے نام معلوم ہیں۔

عبدالعزیز کے خلاف مسلمانانِ اُندلس میں اشتعال انگیزی:

ان عرب سرداروں کو عبدالعزیز کے خلاف مسلمانانِ اُندلس کو برانگیختہ کرنے کا ایک حیلہ ہاتھ آ گیا۔ اتفاق سے اسپین کے سابق شہنشاہ راڈرک کی ملکہ ایجیلونا عبدالعزیز

کے محل میں تھی۔ اس نے اسلامی حملہ کے وقت اپنی جان و مال کی بخشش کے بدلہ میں جزیہ ادا کرنے کی شرط پر صلح کر لی تھی اور اس کے اعزاز و اکرام اور دولت و ثروت کو زوال نہ آیا تھا۔ نیز وہ اپنی آئندہ زندگی کو خوشگوار بنانے کے لیے عیسائی مذہب پر قائم رہ کر عبدالعزیز امیر اُندلس کے عقد نکاح میں داخل ہوگئی تھی۔ اس کے بطن سے عبدالعزیز کا بچہ عاصم پیدا ہوا تھا اور عرب مؤرخین نے ایجیلونا کو ام عاصم کی کنیت سے یاد کیا ہے۔

ملکہ ایجیلونا میں شباب کی رعنائیاں تھیں۔ عبدالعزیز اس کے حسن و جمال پر فریفتہ تھا اور اشبیلیہ سے باہر کلیسائے ابینہ میں اس کے ساتھ سکونت پذیر تھا۔ مخالفین نے پہلے اُندلس میں ان دونوں کی محبت کی داستان کی خوب تشہیر کی۔ پھر دو واقعوں کو مبالغہ کے ساتھ بڑی شہرت دے کر عبدالعزیز کے عیسائی ہو جانے کی افواہ پھیلائی گئی۔

ایک واقعہ سادہ طور پر یوں بیان کیا جاتا ہے کہ ملکہ نے عبدالعزیز سے کہا کہ جب تک سلاطین کے سر پر تاج نہ ہو وہ بادشاہ معلوم نہیں ہوتے۔ میرے پاس جواہرات موجود ہیں تمہارے لیے ان جواہرات سے مرصع ایک طلائی تاج کیوں نہ تیار کردوں۔ عبدالعزیز نے جواب میں کہا کہ یہ اس کے مذہب میں روا نہیں ہے لیکن ایجیلونا اس پر حاوی ہو چکی تھی۔ اس نے اس کو خلوت میں بیٹھ کر تاج اپنے سامنے پہننے پر راضی کر لیا۔ چنانچہ اس نے ایک تاج بنا کر خود اپنے ہاتھوں سے اس کے سر پر رکھا اور وہ اس کو خوش کرنے کے لیے محل میں اس کے سامنے پہنا کرتا تھا۔

اتفاق کی بات ایک مرتبہ زیاد بن نابغہ تمیمی کی بیوی کسی تقریب سے محل میں گئی اس نے عبدالعزیز کے سر پر اس زرنگار تاج کو دیکھ لیا اور واپس آ کر نابغہ سے اس کا تذکرہ کیا۔ نابغہ نے اس کو مبالغہ کے ساتھ فوج کے افسروں میں مشہور کر دیا۔

دوسرا واقعہ یہ کہا جاتا ہے کہ ملکہ نے عبدالعزیز سے تعجب سے پوچھا کہ حکومت کے امراء و عہدہ دار دربار میں آتے ہیں تو شاہی آداب بجا نہیں لاتے۔ ہمارے یہاں جو لوگ دربار میں آتے تھے وہ رسم کے مطابق شاہ اُندلس کو سجدہ کرتے تھے۔ عبدالعزیز نے سمجھایا کہ اسلام میں خدا کے سوا کسی کو سجدہ کرنا جائز نہیں ہے۔ مگر یہ بات بھی اس کے دل میں نہ اتر سکی۔ عبدالعزیز وارفتہ تو تھا ہی، اس نے اس کی دل دہی کے لیے اس محل کے دروازہ کو اتنا چھوٹا کر دیا کہ لوگوں کو گردن جھکا کر داخل ہونا پڑتا تھا۔ اس طرح ایجیلونا کے دل کی کچھ آرزو پوری ہوگئی۔

حادثۂ قتل:

یہ روایتیں اپنی جگہ صحیح تھیں یا غلط لیکن بڑی تیزی سے فوج میں پھیلائی گئیں اور خصوصاً اس کے عیسائی ہو جانے کی عام شہرت ہوئی۔ چنانچہ فوج کے ایک خاص دستہ میں جس کا قائد دربار حکومت کے معتمدین میں سے تھا۔ عبدالعزیز کے خلاف سخت ہیجان پیدا ہوا اور ایک دن جب کہ وہ صبح کی نماز اس مسجد میں جس کو کلیسائے ربینہ کے پہلو میں اس نے تعمیر کرایا تھا' پڑھ رہا تھا سورہ فاتحہ ختم کر کے سورہ واقعہ کی قرأت شروع کی تھی کہ سازش کنندہ بیک وقت تلواریں سونت کر آگے بڑھے اور اس کے سر کو تن سے جدا کر دیا۔ یہ حادثہ ماہ رجب 97ھ مطابق مارچ 716ء میں پیش آیا۔

حبیب بن ابی عبیدہ نے اس کے سر کو سلیمان کے پاس دمشق بھیج دیا۔ سلیمان نے موسیٰ کو بلا بھیجا اور مقتول کے سر کو طشت میں رکھ کر اس کے سامنے پیش کیا۔ اس پر نظر پڑتے ہی موسیٰ کے دل و جگر پر ایک قیامت گزر گئی۔ اس نے اپنے آنسو ضبط کئے اور کہا:

''اس کو جام شہادت نوش کرنا مبارک ہو۔ خدا کی قسم یہ قائم اللیل و صائم النہار تھا''۔

ابن اثیر کہتا ہے:۔''عبدالعزیز کے قتل کے واقعہ کو سلیمان کی لغزشوں میں سے ایک لغزش شمار کیا جاتا ہے۔3

ایوب بن حبیب لخمی عارضی والی اُندلس:

امیر عبدالعزیز کے قتل کے بعد سے مشرق میں دولت بنوامیہ کے خاتمہ تک اُندلس کے ولاۃ کبھی دمشق سے نامزد ہو کر آتے کبھی افریقہ کا والی اپنی طرف سے نامزد کرتا اور کبھی اُندلس کے سرداران قبائل اپنی طرف سے منتخب کرتے اگر ان کی تصدیق افریقہ یا دمشق سے آ جاتی تو وہ اپنے منصب پر برقرار رہتے اور اگر کوئی دوسرا والی مقرر ہو کر آ جاتا تو یہ عارضی گورنر اپنے منصب سے سبکدوش ہو جاتا تھا۔ کبھی ایسا بھی ہوا کہ کسی مستولی نے حکومت کی عنان ہاتھ میں لے لی اور والی مجاز اور مستولی کے لشکروں میں جنگ آزمائی کے بعد کوئی فیصلہ کن صورت نکلی۔ چنانچہ ان ہی اصولوں کے بموجب عبدالعزیز کے قتل کے بعد اُندلس چند دنوں کے لیے کسی والی کے بغیر رہا۔ پھر مسلمانان اُندلس نے اتفاق رائے سے موسیٰ بن

نصیر کے بھانجے ایوب بن حبیب لخمی کو بماہ ذی الحجہ 97ھ مطابق اگست 716ء اُندلس کا حاکم بنا لیا4۔

جدید پایہ تخت قرطبہ:

ایوب بن حبیب بڑے دین دار اور صالحین میں شمار کئے جاتے تھے۔ ان کے عہد حکومت کا اہم واقعہ اُندلس کے پایہ تخت کا اشبیلیہ سے قرطبہ آنا ہے۔ ایوب ابن حبیب لخمی کو قرطبہ سے ایک خاص قسم کا دلی تعلق تھا۔ اس نے مناسب سمجھا کہ اُندلس کے پایہ تخت کو مستقل طور پر اشبیلیہ سے قرطبہ میں لے آئے۔ چنانچہ اس نے مسلمانان اُندلس کے مشورہ سے قرطبہ کو اُندلس کا پایہ تخت قرار دیا اور وہیں سکونت پذیر ہو گیا۔

حکومت کا نظم ونسق:

ایوب بن حبیب نے بڑی ہوش مندی سے حکومت کی عنان سنبھالی اور ملک پر اقتدار حاصل کرنے اور نظم ونسق قائم کرنے کے لیے سارے ملک کا دورہ کیا۔ جہاں جہاں بے عنوانیاں دیکھیں ان کی اصلاح کی ضرورت کے مطابق مختلف شہروں کے حاکموں میں رد و بدل کیا۔ کاشت کاروں کو زراعت کی ترغیب دی۔ مظلوموں کی دادرسی کی۔ شہروں کی فصیل درست کرائی۔ جہاں عیسائیوں کی تعداد زیادہ نظر آئی اور مصلحت کا تقاضا ہوا وہاں مسلمانوں اور یہودیوں کو بسایا اور عیسائی سلطنت کی سرحدوں پر قلعوں کو استحکام بخشا۔

جدید والی کا تقرر:

ایوب کو زمام حکومت سنبھالے ہوئے چھ مہینے گزرے تھے کہ دوسرا نامزد والی آ گیا۔ اگر ایوب بن حبیب برسر اقتدار رہ جاتے تو اُندلس کو غیر معمولی فائدہ پہنچتا۔ لیکن ارباب اقتدار موسیٰ بن نصیر کے عزیز اور لخمی خانوادہ کے کسی فرد کو اُندلس میں برسر اقتدار دیکھنا پسند نہ کر سکے۔ اس لیے دربار خلافت سے ان کی ولایت کی تصدیق نہ آ سکی اور عبداللہ بن زید نے جس کو خلیفہ سلیمان نے عبداللہ بن موسیٰ بن نصیر کے قتل کے بعد افریقہ کا والی بنایا تھا' اُندلس کی ولایت کے لیے حر بن عبداللہ ثقفی کو مامور کیا جس نے اُندلس کی حکومت کی زمام اپنے ہاتھوں میں لے لی5۔



حوالہ جات وحواشی

(1) سٹوری آف دی نیشن سیریز ج 36 ص 21 ''اسپین'' تالیف ایڈورڈ والس' اخبار اُندلس ج1 ص261' 262۔

(2) نفح الطیب مقری ج1 ص131' اخبار مجموعہ ص22' اخبار الاندلس ج1 ص162۔

(3) افتتاح الاندلس ابن القوطیہ ص11۔ مجموعہ اخبار اُندلس ص24' 30۔ نفح الطیب ج1 ص131۔ ابن غداری ترجمہ اردو ص54۔ ابن اثیر ج5 ص14۔ اخبار الاندلس ج1 ص262۔ مجموعہ اخبار اُندلس ص22۔ میں عبدالعزیز کے قتل کا ذمہ دار ان ہی عرب سرداروں کو قرار دیا گیا ہے اور سلیمان کے دامن کو اس سے محفوظ رکھا گیا ہے۔ چنانچہ روایت ہے کہ سلیمان نے قاتلوں کو گرفتار کرایا تھا اور مقدمہ کی تفتیش جاری تھی کہ اس کا انتقال ہوگیا۔ اس کے بعد عبداللہ اور بہ روایت محمد بن یزید والی افریقہ نے حر بن عبدالرحمٰن کو اُندلس کی ولایت پر مامور کرتے ہوئے اس مقدمہ کی تفتیش کا حکم دیا مگر اس کو موقع نہ مل سکا۔ ہوسکتا ہے کہ ضابطہ کے طور پر قاتل گرفتار کیے گئے ہوں اور پھر رہا کر دیئے گئے ہوں ورنہ اس منفرد روایت سے ابن القوطیہ' ابن عذاری اور ابن اثیر کی متفقہ روایت کو رد نہیں کیا جاسکتا۔ خصوصاً جب کہ ابن یزید کے ہاتھوں عبداللہ بن موسیٰ اور ہوا خواہان آل موسیٰ گرفتار ہوئے اور بعض قتل کیے گئے تھے۔ اس کے سپرد اس مقدمہ کی تفتیش کو کرنا خود اپنی جگہ ایک معمہ ہوگا۔ عبدالعزیز کے خون کے دھبہ سے سلیمان کے دامن کو محفوظ نہیں سمجھا جاسکتا۔ بعض مؤرخین نے عبدالعزیز کے قتل کا واقعہ 98ھ میں لکھا ہے جو مختلف قرائن سے صحیح نہیں۔

(4) مجموعہ اخبار الاندلس ص240۔

(5) ابن القوطیہ ص12۔ مقری جلد 2 ص56۔ مجموعہ ص220 و اخبار اُندلس جلد 1 ص265۔266۔ نفح الطیب میں ایوب کو ابوایوب کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔

حر بن عبدالرحمٰن ثقفی

98ھ 716ء - 100ھ 718ء

حر بن[1] عبدالرحمٰن ثقفی 98ھ 716ء میں اُندلس آیا لیکن افسوس ہے کہ وہ ایک کامیاب حکمران ثابت نہ ہوسکا۔ اس نے ایسا طرز عمل اختیار کیا کہ لوگ اس سے بددل ہوکر کنارہ کش ہونے لگے اور رفتہ رفتہ اس کے طرز حکومت سے عیسائی' مسلمان عوام اور حکومت کے عام عمال اس سے نالاں ہوگئے اور اس کی سخت گیریوں سے گھبرا کر اس سے گلوخلاصی کے خواہش مند نظر آنے لگے۔

اُندلس میں عیسائی حکومت کی داغ بیل:

یہ دور اُندلس میں دولت اسلامیہ کی اولین بناً و تاسیس کا تھا۔ اس دور میں ملک میں عام طور پر بددلی اور عکومرت کے نظم و نسق میں ابتری کا پھیلنا اسلامی حکومت کے حق میں نہایت تباہ کن ثابت ہوا۔ ملک کے شکست خوردہ عیسائیوں کو اپنی تنظیم کر کے اپنی قوت فراہم کرنے کا موقع مل گیا اور پھر اُندلس کی اسلامی حکومت سے مقابلہ کرنے کا حوصلہ پیدا ہوگیا۔ چنانچہ انہوں نے مسلمانوں کے مقبوضہ اور آباد علاقوں سے بہت دور ایک ایسے خطہ کو اپنے مرکز کے لیے منتخب کیا جس کا جغرافی و قدرتی ماحول ان کے لیے نہایت سازگار تھا اور وہ اس خطہ میں آسانی سے قلعہ بند ہوسکتے تھے۔

اُندلس کے صوبہ اشتوراس کا ایک حصہ موسیٰ کی فتوحات میں شامل ہوا تھا۔ لیکن فتح کی تکمیل نہ ہوسکی تھی کہ فرمان حکومت کے بموجب موسیٰ اس مہم کو ناتمام چھوڑ کر واپس چلے گئے تھے۔ اور یہاں مسلمانوں کی کوئی آبادی بھی بسائی نہ جاسکی تھی۔ عبدالعزیز کے واقعہ قتل اور حر کے دور حکومت میں جب اُندلس کے حالات میں انتشار پیدا ہوا' تو کچھ عیسائی اسلامی اُندلس سے ہجرت کر کے اس علاقہ میں چلے گئے اور یہاں کی پہاڑیوں کی قدرتی قلعہ بندیوں' کھوؤں سے فائدہ اٹھا کر عیسائیوں کی خفیہ تنظیم شروع کر دی۔ چنانچہ اسی زمانہ میں

راڈرک کی فوج کا ایک آزمودہ کار گاتھک افسر پلایو Pelayo بھی اسی علاقہ میں چلا آیا۔ وہ عیسائی مؤرخین کے بیان کے مطابق گاتھ کے شاہی خاندان سے تھا۔ لیکن یہ بیان قرین قیاس نہیں ہے۔ عرب مؤرخین میں سے مقری نے کسی قدر تفصیل سے اس کا تذکرہ کیا ہے۔ اس کا بیان ہے کہ وہ استورقہ (اسٹریاس) کا باشندہ تھا۔ مسلمان استورقہ کی فتح کے بعد یہاں امن وامان قائم رکھنے کی ضمانت میں اس کو بطور یرغمال اپنے ساتھ لائے تھے۔ حر کے زمانہ میں جب اسلامی اُندلس میں بدنظمی پیدا ہوئی تو وہ موقع پا کر 98ھ میں اسلامی اُندلس سے بھاگ کر وہاں چلا گیا۔ صرف تین سو عیسائیوں کی ایک جماعت تیار کی اور اس مختصر جمعیت کے ساتھ ایک پہاڑ کی کھوہ میں جس کا نام کووادونگا Couadonga تھا اور اس کو عربوں نے صخرہ بلائی کہا ہے پناہ گزین ہوا۔ اور مسلمانوں کے خلاف خفیہ ریشہ دوانیوں اور عیسائیوں کی مستحکم تنظیم میں مصروف ہو گیا۔ یہ لوگ مچھلیاں پکڑ کر کھاتے تھے اپنی تعداد میں روز بروز اضافہ کرتے گئے۔ رفتہ رفتہ ان کے اجتماع کی خبر اُندلس کے عیسائیوں میں پھیلی اور عیسائی مذہبی جوش وخروش سے سرشار اس علاقہ میں یک جا ہوتے گئے۔ پھر کلیساؤں کے مغرور پادری بھی اپنی کلیسائی تبرکات اپنے ساتھ لیے یہاں آ پہنچے اور یہ علاقہ اُندلس میں عیسائیوں کا ایک اچھا خاصلہ آزاد مرکز بن گیا۔ لیکن اسلامی حکومت نے اُندلس کے عیسائیوں میں مرکزیت پیدا ہو جانے کے باوجود اس علاقہ کے بنجر اور کوہستانی ہونے کی وجہ سے ادھر بہت کم توجہ کی۔ انہوں نے اُندلس کے زرخیز علاقوں کو چھوڑ کر ایسے غیر آباد علاقوں پر وقت صرف کرنے کو اہمیت نہ دی۔ اگر کوئی بھولا بھٹکا اسلامی دستہ فوج ادھر آ نکلا تو یہ لوگ میدان کو جھونپڑیوں کو خالی چھوڑ کر پہاڑوں کی کھوہ میں جا چھپتے۔ اس لیے ان لوگوں کو مسلمانوں کی بے خبری میں ترقی کرنے کا پورا موقع ملا۔ یہاں تک کہ انہوں نے پلایو کی سرداری میں اپنی اچھی خاصی جمعیت فراہم کر لی اور آس پاس کی دیہی آبادی کے عیسائی اس کے علم کے نیچے جمع ہو گئے۔ عیسائیوں کے اجتماع کی خبر سن کر اس علاقہ کے مسلمان والی نے ان کو منتشر کرنے کے لیے فوج کشی کی اسلامی لشکر آسانی سے کوہستانی سلسلہ عبور کر کے وادی میں پہنچ گیا۔ پلایو پہاڑیوں کی کمین گاہوں میں چھپا بیٹھا تھا۔ اسلامی لشکر نے جیسے ہی پہاڑی سلسلہ کو طے کیا یہ لوگ اوپر کی کمین گاہوں سے نکل آئے۔ دوسری سمت ایک دریا بہتا تھا۔ مسلمانوں کے لیے ادھر بڑھنے کا موقع نہ تھا۔ پلایو کے ساتھیوں نے تیروں کی بارش

شروع کی۔ بہت سے مسلمان مارے گئے اور جو بچے وہ جان بچا کر واپس چلے آئے۔

عیسائیوں مؤرخین اس لڑائی کو حکومت اسٹریا اس کے قیام کے لیے بنیادی لڑائی قرار دیتے ہیں۔ اسی کے بعد پلایو کی تخت نشینی کی رسم انجام پائی اور وہ اُندلس کی اس نوزائیدہ عیسائی سلطنت کا پہلا فرماں روا قرار پایا جس نے آگے چل کر طرح طرح کے انقلابوں کے بعد ترقی کرتے کرتے اُندلس سے اسلامی سلطنت کا خاتمہ کیا۔ مسٹر ہنری ایڈرورڈ وٹیز لکھتے ہیں:-

''مہاجرین نے پلایو یا پلایوس کو اس لیے لیڈر نہیں بنایا کہ اس کی رگوں میں گاتھ کے شاہی خاندان کا خون دوڑ رہا تھا بلکہ اس لیے انتخاب کیا کہ وہ اس ذمہ داری کے اٹھانے کے لیے موزوں ترین شخص تھا۔ پلایو نے اپنا صدر مقام کانگ ڈی اونس کو قرار دیا۔ پلایو کے متعلق بجز اس کے کہ وہ اپنی نوزائیدہ سلطنت کی زندگی کے لیے لڑا اور 718ء میں اکواڈونگا کی مشہور لڑائی کو جیتا بہت کم واقفیت ہے۔ کواڈونگا کے معرکہ میں جس کو عربوں پر عیسائیوں کے فتح حاصل کرنے میں پہلا محاذ بننے کا شرف حاصل ہے ایک ایسی فتح حاصل ہوئی جس نے دنیا کو عیسائیت کے تن بے جان میں روح کے پیدا کرنے کی امید دلائی۔ عرب جنہوں نے اب تک اس پہاڑی علاقہ کو نظر انداز کر دیا تھا کہ وہ فتح کیے جانے کے لائق نہ تھا۔ پلایو کے خروج کی خبر سن کر علقمہ کی سرکردگی میں ایک مہم بھیجی۔ علقمہ مرتد بشب اپاش Oppas کی رہنمائی میں روانہ ہوا تا کہ پلایو کو پسپا کرے۔ وہ ایک کھوہ لاکیواڈی انیسوا Lacuebade Anseva Anseaa میں چھپا ہوا تھا جو ایک چھوٹے دریا موسومہ'' راؤبینو Rio Buene کے اوپر تھا۔ ہم قیاس کر سکتے ہیں کہ صرف یہی علاقہ اس عیسائی رہبر کے حلقہ اثر میں نہ تھا کیونکہ اس میں تین سو آدمیوں سے زیادہ ٹھہرنے کی جگہ نہ تھی 2 عرب فوج نے پہاڑیوں کو عبور کیا اور یہ لوگ نیچے اتر کر اس طرف بڑھے جہاں پلایو کا مختصر دستہ محاصرہ کیے بیٹھا تھا۔ انہیں ایک تنگ راستہ سے گزرتے ہوئے بلندی سے چٹانوں اور پتھروں کی بوچھاڑوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اسلامی لشکر میں ابتری پیدا ہوئی۔ پلایو اپنی کمین گاہ سے نکل آیا اور علقمہ اور اس کے چار

ہزار ایک سو سپاہیوں کو وہیں کھیت کر دیا اور چھبیس ہزار سے زیادہ سپاہی دریا میں غرق ہوگئے۔ پچھتر ہزار تین سو سپاہیوں نے بھاگ کر فرانس میں پناہ لی جہاں وہ مغلوب کر لیے گئے۔

لیکن یہ بیان داستان امیر حمزہ سے زیادہ باوقعت نہیں۔ یہ سب کا سب لغو' مہمل اور بے سروپا افسانہ ہے۔ عیسائی مؤرخین نے جس واقعہ کو ایسے طمطراق سے لکھا ہے اسے عرب مؤرخ مقری کے لفظوں میں پڑھیے۔ وہ لکھتا ہے:-

''ایک سے زیادہ مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ جس شخص نے سب سے پہلے منتشر عیسائیوں کو عربوں کے غلبہ کے بعد جمع کیا وہ ایک نابکار (علجے) بلائی نامی تھا' جو اسٹوریش کا رہنے والا تھا اور اپنے شہر والوں کی طرف سے وہاں امن قائم رکھنے کی ضمانت میں یرغمال بن کر قرطبہ آیا تھا۔ وہ حر بن عبدالرحمٰن ثقفی کے زمانہ میں قرطبہ سے بھاگ گیا اور سال فتح کے چھٹے سال جب کہ 98ھ تھا۔ عیسائیوں نے اس کے ساتھ مل کر حر بن عبدالرحمٰن کے نائب (علقمہ) پر خروج کیا اور اس نائب کو نکال دیا اور شہروں پر قبضہ کر لیا۔ وہ شہر اسی کے قبضہ میں رہے 3۔

واقعہ کی اصلیت اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ اس کا مآل اسی قدر نکلتا ہے کہ اس زمانہ میں حکومت اسٹریاس کی بنیاد قائم ہوگئی جس کی حدود حکومت بقول مسٹر اسکاٹ ابتداء پانچ میل لمبے اور تین میل چوڑے قطعہ زمین میں محدود رہی۔ 4

حر کی واپسی کا مطالبہ اور معزولی:

حر بن عبدالرحمٰن کے طرز حکومت سے اُندلس کے باشندے خوش نہ تھے' انہوں نے اس کے معزول کیے جانے کی درخواست دمشق بھیجی۔ وہاں حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز مسند خلافت پر جلوہ افروز ہو چکے تھے۔ انہوں نے اہل اُندلس کی درخواست منظور کر لی اور ایک ایسے تجربہ کار متدین شخص کو اس عہدہ کے لیے منتخب کیا جس کا تعلق افریقہ و مغرب سے رہ چکا تھا۔ چنانچہ سمح بن مالک خولانی نے ماہ رمضان 100ھ میں اُندلس پہنچ کر حکومت کی زمام اپنے ہاتھ میں لے لی۔ 5

حوالہ جات وحواشی

(1) الکامل ابن اثیر (ج 5 ص 14) میں اس کا نام حر کی بجائے حرب چھپا ہے۔ مگر دوسری تاریخوں میں حر ہی سے موسوم ہے اس لیے یہی نام اختیار کیا گیا۔

(2) عرب مؤرخین پلایو کے متبعین کی صحیح تعداد تین ہی سو لکھتے ہیں۔ اس لیے سمجھا جا سکتا ہے کہ اس کا اصل مآخذ یہی تھا۔

(3) اسٹوری آف دی نیشن سیریز ج 36 ص 23 تا 25۔ نفح الطیب ج 2 ص 512۔ اخبار الاندلس جلد 1 ص 349۔ مؤرخ الذکر تصنیف اخبار الاندلس میں بھی غیر معمولی مبالغہ سے یہ واقعہ نقل ہوا ہے۔ نیز اس کے وقوع کا جو زمانہ لکھا گیا ہے وہ مقری اور دٹیز کے بیان سے مختلف ہے۔ چونکہ مقری اور دٹیز کا تعین کردہ زمانہ مل جاتا ہے اس لیے اسی کو اختیار کیا گیا ہے۔

(4) اخبار الاندلس ج 1 ص 345۔

(5) ابن القوطیہ ص 12' مقری جلد 2 ص 56۔ مجموعہ ص 22' ابن اثیر ج 5 ص 14' ابن عذاری ترجمہ اردو ص 155۔

سمح بن مالک خولانی (5)

100ھ 718ء۔102ھ 720ء

سیرت وکردار:

سمح بن مالک خولانی افریقہ کے سپہ سالار تھے۔ وہ خلیفہ سلیمان بن عبدالملک کے زمانہ میں افریقہ کا سالانہ خراج لے کر دمشق گئے تھے۔ اس زمانہ میں ہر ملک کا سالانہ خراج وہاں کے دس معززین کی نگرانی میں دارالخلافت بھیجا جاتا تھا اور وہ معززین بارگاہ خلافت میں حلف اٹھاتے تھے کہ اس مال میں کوئی ایک درہم بھی ایسا نہیں جو کسی پر ظلم کر کے ناحق وصول کیا گیا ہو۔ اس کے بعد وہ رقم بیت المال میں جمع کر دی جاتی تھی۔ اس دستور کے مطابق دمشق میں جب اس افریقی وفد کے حلف کی باری آئی تو اس کے دو ارکان اسماعیل بن عبیداللہ اور سمح بن مالک خولانی نے حلف اٹھانے سے انکار کر دیا۔ اس موقع پر حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز دربار میں موجود تھے وہ ان دونوں کی بلندی کردار سے متاثر ہوئے اور جب ان کے عہد خلافت میں افریقہ و اُندلس کے والیوں کے انتخاب کا موقع آیا تو انہوں نے اول الذکر اسماعیل ابن عبیداللہ کو افریقہ کا اور مؤخر الذکر سمح بن مالک خولانی کو اُندلس کا والی مقرر کیا اور ان دونوں نے دمشق سے چل کر اپنے ملکوں میں اپنے عہدہ کی ذمہ داریاں سنبھال لیں۔ سمح بن مالک خولانی ماہ رمضان 100ھ میں اُندلس پہنچے تھے۔

اُندلس کو اسلامی سلطنت میں رکھنے پر نئے سرے سے غور وفکر:

حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز نے سمح کو ان کے روانہ ہونے کے وقت ذیل کی ہدایتیں دیں کہ وہ اُندلس پہنچ کر اپنی تحقیقات سے مرکزی حکومت کو مطلع کریں۔

1- اُندلس کی زمینیں جن جن نوعیتوں سے فتح ہوئی ہوں ان کی تفصیلات مہیا کی جائیں تاکہ ان زمینوں کی ملکیت اور عشر وخراج کا فیصلہ شرعی احکام کے بموجب کیا جائے۔

2- اُندلس اسلامی ملکوں سے بہت دور پڑتا ہے اس لیے یہاں کے مسلمانوں کی اجتماعی

طاقت اور ان کے استحکام پر نظر ڈالی جائے۔ اگر حالات سازگار نہ ہوں تو مسلمان وہاں کی سکونت چھوڑ کر واپس چلے آئیں اور ملک اس کے قدیم باشندوں کے سپرد کر دیا جائے۔

چنانچہ سمح نے اُندلس پہنچ کر سب سے پہلے زمینوں کی فتح کی نوعیت کی چھان بین کی اور جو زمین جس نوعیت کی ثابت ہوئی اس پر اس نوعیت کا محصول لگایا۔ مرکزی بیت المال کے لیے شرعی واجب الادا حصہ علیحدہ کر لیا۔

اس کے بعد سمح نے یہاں کے حالات کی مزید تفتیش کی اور خود مطمئن ہونے کے بعد حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کو اُندلس میں مسلمانوں کی فوجی و اجتماعی طاقت' آبادی کی کثرت' شہروں کی زیادتی اور ان میں مسلمانوں کی سر بلندی' فصیلوں کی مضبوطی اور قلعوں کے استحکامات کی تفصیلات لکھ کر یہاں سے مسلمانوں کی سکونت کے ترک نہ کرنے کا مشورہ دیا۔ چنانچہ حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز نے اس رائے کو قبول کیا اور اُندلس کے شرعی خمس کو دارالخلافت لانے کے لیے اپنے مولیٰ جابر کو اُندلس بھیجا۔

اس اثنا میں حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز نے 101ھ 719ء میں رحلت فرمائی۔ ان کے زمانہ میں خلافت امویہ کے دفاتر خالص شرعی نظام حکومت کے مطابق قائم ہو گئے تھے مگر ان کے بعد ہی وہ شرعی نظام درہم برہم ہوتا نظر آیا۔ اس لیے سمح بن مالک نے بھی خمس کی اس رقم کو وہاں بھیجنے کے بجائے اُندلس ہی میں کسی مناسب کام میں لگانے کا فیصلہ کیا۔

قرطبہ کے پل اور فصیل کی مرمت:

قرطبہ میں ایک قدیم تاریخی پل تھا جو آگسٹس کے زمانہ میں تعمیر ہوا تھا مگر اب رہ گزر کے قابل نہ رہ گیا تھا۔ سمح نے خمس کی رقم سے اسی پل کو نئے سرے سے تعمیر کرانے کا فیصلہ کیا کیونکہ اس کی مرمت وتعمیر کی اجازت حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز سے وہ پہلے لے چکے تھے۔ یہ رقم مناسب طور پر اس میں صرف ہوئی اور پل نئی تعمیر کے بعد سے آج تک یادگار کے طور پر قائم ہے۔ نیز اسی سلسلہ میں انہوں نے قرطبہ کی فصیل کی بھی مرمت کرائی 1۔

نظم حکومت میں اصلاحات:

سمح بن مالک نے بڑی حسن تدبیر اور عدل وانصاف سے حکمرانی کی۔ ان کے دور حکومت کا ابتدائی زمانہ مختلف قسم کی مختلف اصلاحات کے نافذ کرنے میں گزرا۔ مالیات کا

بہترین انتظام قائم کیا۔ غیر آباد علاقوں کو بربروں سے آباد کرایا۔ ان کے آباد کرنے کے لیے ان کو مراعات دیں اور زمینوں کی تحقیقات کے سلسلہ میں مختلف شہروں کے حالات' سواحل کے شہروں کے مکانوں کی کیفیت' پیداوار کی تفصیل' تجارت کے وسائل' سامان تجارت کی فہرست' بندرگاہوں' معدنوں اور زرعی صلاحیتوں کی تمام تفصیلات قلم بند کرائیں۔

فرانس پر دوسرا حملہ:

فرانس کی سرزمین موسیٰ بن نصیر کی سرکردگی میں پہلی مرتبہ مسلمان فاتحین کے قدم چوم چکی تھی۔ اس پر دوسرا حملہ امیر سمح کے دور امارت میں ہوا اور مغربی مؤرخین کے بیان کے مطابق تو فرانس پر یہی مسلمانوں کا سب سے پہلا حملہ تھا۔

ناربون مستقل اسلامی قبضہ میں:

سمح بن مالک کی یہ تاخت جنوبی فرانس کے علاقہ ناربونین سس پر ہوئی تھی۔ یہ علاقہ اس دور کے ممتاز متمدن حصوں میں شمار کیا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ بعض مؤرخین نے اس کی بعض تمدنی ترقیوں کو روما کی تمدنی ترقیوں سے بھی برتر دکھایا ہے۔ یہ علاقہ سیاسی حیثیت سے اس زمانہ میں کئی چھوٹے چھوٹے حصوں میں تقسیم ہوکر علیحدہ علیحدہ حکمرانوں کے قبضہ میں تھا جب مسلمانوں کا سیلاب بڑھتا ہوا کوہ پائیرینس سے ٹکرایا اور اُندلس کے مفرورین اس علاقہ میں بھی پناہ لینے کے لیے گئے تو ان لوگوں نے اپنی نااتفاقیوں کو ختم کرکے ایک وحدت قائم کی اور ڈیوک آف ایکوٹین یوڈیس (Eudes) Eudes Duke of Aquttaine کو اپنا بادشاہ مان لیا اور اسی کی قیادت میں مسلمانوں کے حملوں کو روکنے کے لیے تیار ہوگئے تھے۔

سمح بن مالک اُندلس سے کوچ کرکے سپٹیمینا Septimania کے پایہ تخت اربونہ پہنچے۔ یہ شہر موسیٰ کے زمانہ میں چند دنوں کے لیے مسلمانوں کے قبضہ میں رہ چکا تھا۔ اس مرتبہ بھی آسانی سے فتح ہوگیا۔ موسیٰ کی نرم حکمت عملی کی وجہ سے پچھلی مرتبہ یہاں کی دولت وثروت پر ہاتھ نہیں لگایا تھا۔ اس مرتبہ مجاہدین کلیساؤں میں گھس گئے جہاں بے شمار دولت ان کے ہاتھ آئی۔ پھر آس پاس کے چند قلعوں پر قبضہ کیا اور شہر کی فصیل اور قلعوں کی مرمت کرکے مستقل اقامت اختیار کی۔

اس مرتبہ مسلمان 100ھ 719ء میں اس شہر میں داخل ہوئے تھے۔ اس کے

بعد فرانس کے فرماں رواؤں نے فرانس کے اس مشہور تاریخی شہر پر پے در پے حملے کیے۔ مگر جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا انہیں پسپا ہونا پڑا۔ یہاں تک کہ مسلسل اسّی برس تک یہ مسلمانوں کے قبضہ میں رہا۔ 180ھ 797ء میں یہاں سے اسلامی حکومت کا خاتمہ ہوا۔

میدان طلوشہ میں امیر سمح کی شہادت:

جیسا کہ اوپر گزرا' اس زمانہ میں اس علاقہ میں مسلمانوں سے مقاومت کرنے والی طاقت صرف ڈیوک آف ایکوٹین کی تھی۔ اس لیے سمح نے سپٹیمنیا کے دوسرے شہروں کو اپنے حال پر چھوڑ کر مغربی علاقہ میں صوبہ اکوتانیہ (ایکوٹین) کا رخ کیا اور اس کے پایہ تخت طلوشہ Toulouse کی دیوار کے نیچے پہنچ کر سختی سے محاصرہ کرلیا۔ اتفاق کی بات ان دنوں ڈیوک آف ایکوٹین کسی یلغار میں فوج لے کر باہر گیا ہوا تھا۔ وہ بے خبری میں اپنے لشکر کے ساتھ مسلمانوں کی پشت پر آگیا۔ اب مقابلہ سخت تھا۔ دونوں فوجوں میں گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ امیر سمح دو دو مرتبہ ذوق شہادت میں آگے بڑھے۔ بالآخر اس جنگ میں انہوں نے جام شہادت نوش کیا۔ یہ حادثہ ماہ ذی الحجہ 102ھ مطابق ماہ جون 721ء میں پیش آیا۔

امیر سمح کے شہید ہوتے ہی مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے اور اس پریشانی کی حالت میں بہت سے مسلمان شہید ہوگئے۔ باقی ماندہ سپاہیوں نے ایک ممتاز قائد عبدالرحمٰن بن عبداللہ غافقی کو امیر منتخب کرلیا۔

قائم مقام امیر عبدالرحمٰن غافقی:

عبدالرحمٰن بن عبداللہ غافقی فنون سپہ گری میں ماہر سمجھے جاتے تھے اور اس دور کے ممتاز اہل علم میں سے تھے۔ ان ہی ان خوبیوں کی وجہ سے طلوشہ کے میدان میں انہیں امیر بنایا گیا۔ اس وقت مسلمان طلوشہ میں بری طرح گھرے ہوئے تھے۔ جب سمح کے شہادت پانے اور مسلمانوں کے مشکلات میں گھر جانے کی اطلاع قرطبہ پہنچی تو قائم مقام والی قرطبہ نے ایک امدادی لشکر جلد سے جلد بھیجا۔ مگر وہ منزل تک نہ پہنچ سکا تھا کہ غافقی اپنے تدبر و دانائی سے اس لشکر کو گھیرے سے باہر نکال لائے اور اسلامی لشکر طلوشہ سے اربونہ واپس آگیا۔ جب مسلمانوں کی اس شکست کی خبر جنوبی فرانس میں پھیلی تو اربونہ کے آس پاس

کے قلعے خود سر ہو گئے اور مختلف آبادیوں میں بغاوت پھیل گئی۔ لیکن غافقی نے اربونہ پہنچ کر اپنی پیش قدمیوں سے ان بغاوتوں کو فرو کیا اور خراج کی تحصیل وصول جاری ہو گئی۔

یہاں امن وامان قائم کرنے کے بعد وہ قرطبہ لوٹ آیا اور اُندلس کی عنان حکومت سنبھال لی۔

غافقی فوج کے انتخاب سے اس منصب پر فائز ہوا تھا اس لیے قدرۃً اس کی ہمدردی اس طبقہ کی طرف زیادہ مائل رہی اور اس نے اس کو خوش رکھنے کے لیے انہیں انعام و اکرام سے نوازا اور ان کے لیے مختلف قسم کی آسانیاں مہیا کی۔ لیکن دوسری طرف اس کے اس طرز سے شہری باشندوں میں بددلی پیدا ہوئی۔ اس کے خلاف شکایتیں پیدا ہوئیں اور لوگوں نے والی افریقہ کے پاس اس کے خلاف درخواست بھیجی۔ اس لیے حکومت افریقہ کی طرف سے اس کی ولایت کے لیے تصدیق نامہ نہ آسکا اور چند دن گزرنے کے بعد ایک دوسرا قائد عنبسہ بن سحیم کلبی اُندلس کی ولایت کا پروانہ لے کر اندلس وارد ہوا اور ماہ صفر 103ھ میں اُندلس کی ولایت کے منصب کی ذمہ داریاں سنبھال لیں 2۔



حوالہ جات وحواشی

(1) مجموعہ اخبار اُندلس ص 24,23۔ افتتاح الاندلس ص 12۔ ابن خلدون ج 4 ص 118۔ ابن اثیر ج 5 ص 45۔ تاریخ مغرب ابن عذاری ص 55۔

(2) افتتاح الاندلس ابن القوطیہ ص 12۔ ابن خلدون ج 4 ص 118۔ مجموعہ اخبار اُندلس ص 23' 24۔ ابن اثیر ج 5 ص 40۔ نفح الطیب ابن عذاری ترجمہ اردو ص 55۔ اخبار الاندلس ج 1 ص 267 تا 272 و 281 و 282۔ مجموعہ اخبار میں سمح کا معزول ہونا اور عنبسہ کا والی بنایا جانا مذکور ہے۔ یہ تمام روایتوں کے خلاف ہے اس طرح ابن عذاری نے سمح کے بعد حر بن عبدالرحمٰن قیسی کو والی اُندلس لکھا ہے جو صحیح نہیں۔

عنبسہ بن سحیم کلبی

103ھ 721ء - 107ھ 725ء

عنبسہ بن سحیم خانوادہ کلبی کا ایک ممتاز رکن تھا۔ عربوں میں قیسی و کلبی عصبیتیں پرانی تھیں۔ حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کی خلافت کے بعد جو لوگ دمشق کے تخت خلافت پر آئے ان کے بعض طرز عمل سے یہ پرانی عصبیتیں دبنے کے بجائے اور اُبھر آئیں اور ان کے اثرات ممالک محروسہ میں بھی پہنچے۔ ان دنوں خلیفہ یزید بن عبدالملک نے ایک کلبی قائد بشر بن صفوان کو افریقہ کا والی مقرر کیا۔ اس کے تقرر سے گویا افریقہ اور اس کے زیر اثر ممالک کلبیوں کے اقتدار میں چلے گئے۔ چنانچہ عبدالرحمٰن بن عبداللہ غافقی کا جو قیسیوں میں سے تھا، اُندلس کی ولایت سے معزول ہونا اور اس کی جگہ عنبسہ بن سحیم کلبی کا تقرر عمل میں آنا بھی دراصل اسی سلسلہ کی ایک کڑی تھی۔ ان عصبیتوں کی وجہ سے آگے چل کر اُندلس میں خانہ جنگیاں برپا ہوئیں۔

نظم ونسق:

بہر حال اُندلس کے اکثر عرب قبائل یمانیہ میں سے تھے اس لیے عنبسہ بن سحیم کا یہاں خیر مقدم کیا گیا اور اس نے حسن تدبیر وخوش انتظامی سے حکومت کے فرائض انجام دینا شروع کیے۔ غافقی کو مشرقی اُندلس کی ولایت پر بھیج دیا۔ اس نے خوشی سے اس منصب کی ذمہ داری قبول کر لی۔ جنگ طلوشہ سے پہلے وہ اسی عہدہ پر مامور تھا۔ اس نے مشرقی اُندلس پہنچ کر صوبہ طرکونہ کی ایک وقتی بغاوت کو فرو کیا اور وہاں امن وامان سے حکومت کا

کاروبار جاری ہوگیا۔

عنبسہ نے اُندلس کی حکومت کی بدنظمیوں کو خاص طور پر دور کیا۔ نئی اصلاحات رائج کیں۔ نئے نظام میں اُندلس کے عیسائیوں اور ذمیوں کا خاص طور پر لحاظ رکھا۔ اتفاق کی بات اسی زمانہ میں اُندلس کے یہودیوں کی ایک بڑی جماعت ترک سکونت کر کے شام چلی گئی۔ عنبسہ نے ان تارکان وطن کی جائدادیں اُندلس کے باشندوں میں نئے سرے سے تقسیم کیں۔ اسی زمانہ میں افریقہ سے قبائل بربر کا ایک بڑا قافلہ اُندلس میں آباد ہونے کے لیے آیا۔ ان کے لیے زمینوں کا بندوبست کیا اور مناسب طریقوں سے انہیں مختلف شہروں میں آباد کیا۔

پلایوں کی طاقت کا خاتمہ:

ملکی نظم ونسق سے فارغ ہوکر اس نے اُندلس کی حکومت کو حملہ آوروں سے بچانے کے لیے قدم اٹھایا۔ پلایو کی سرکردگی میں جلیقیہ میں عیسائیوں میں جو تنظیم ہو رہی تھی' اس قوت کو منتشر کرنے پر اس نے سب سے زیادہ توجہ کی اور اپنے پے در پے حملوں سے اس کی قوت کو منتشر کردیا' آخر میں پلایو کے کیمپ میں صرف تیس مرد اور دس عورتیں باقی رہ گئے جو پہاڑی کے کسی کھوہ میں جا چھپے اور شہد کی مکھیوں کے چھتوں سے جو چٹانوں پر لگے ہوئے تھے' گزراوقات کرنے لگے' عنبسہ نے پلایو کو اس حال میں پہنچا کر اس سے اپنی توجہ ہٹالی۔ پلایو اس کے بعد چند سال زندہ رہا۔ لیکن اس عیسائی سورما کو پھر زندگی بھر سر اٹھانے کا موقع نہ مل سکا اور اس دنیا سے چل بسا۔ مقری صاحب نفح الطیب نے اس کا حال تفصیل سے لکھا ہے۔ وہ کہتا ہے:-

"عیسیٰ ابن احمد رازی کہتے ہیں کہ عنبسہ بن سحیم کلبی کے زمانہ میں ارض جلیقیہ میں ایک خبیث غلام اٹھا جس کو بلائی کہا جاتا تھا' تا کہ جو کچھ اس کے قبضہ میں تھا اس کو مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکالے۔ حالانکہ مسلمان ان مقامات کے حریص نہ تھے کیونکہ مسلمان اُندلس کے عیسائیوں پر مستولی ہو چکے تھے اور انہیں لا وطن کر چکے تھے اور ان کے ملکوں کو فتح کر چکے تھے یہاں تک کہ وہ اریوالا (ناربون) جو ملک فرنگی میں واقع تھا اور نبیلونہ جو جلیقیہ میں واقع تھا' لے چکے

تھے۔ صرف وہی ایک پہاڑی حصہ باقی رہ گیا تھا جہاں ان کا ایک حکمران چمٹ کر رہ گیا تھا جس کو بلائی کہتے تھے۔ وہ تین سو آدمیوں کے ساتھ اس علاقہ میں داخل ہوا تھا۔ مسلمان اس سے جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ ان میں سے بہت سے آدمی فاقہ سے مر گئے۔ صرف تقریباً تیس مرد اور دس عورتیں باقی رہ گئیں۔ ان کی غذا سوائے شہد کے اور کچھ نہ تھی جس کو وہ چٹانوں سے نکالا کرتے تھے اور وہی ان کا قوت لایموت تھا"۔

جب وہ اس حال میں پہنچ گئے تو مسلمانوں نے ان سے توجہ ہٹالی اور انہیں حقیر سمجھ کر چھوڑ دیا کہ یہ تیس آدمی کسی کا کیا بگاڑ سکتے ہیں 1۔

فرانس پر تیسرا حملہ اور صوبہ سپٹیمانیہ پر کامل اقتدار:

عنبسہ نے پلایو کی تحریک کا قلع قمع کر کے جنگ طلوشہ کا بدلہ لینے کے لیے فرانس پر تاخت کرنے کی تیاری کی۔ چنانچہ فرانس پر مسلمانوں کا تیسرا حملہ اسی کے دور ولایت میں کیا گیا۔ اس نے ابتداء چند' میں بھیجیں جو اس ملک کو تاخت وتاراج کرتی رہیں۔ پھر اپنی سرکردگی میں فوج لے کر روانہ ہوا اور جنوبی فرانس کے مشرقی صوبہ سپٹیمانیہ کا رخ کیا۔ یہاں اگرچہ اربونہ میں اسلامی حکومت قائم تھی لیکن اس کو پچاس میل تک کے قریب کے شہروں پر بھی اقتدار حاصل نہیں تھا کیونکہ سمح اربونہ کو مرکز قرار دے کر ڈیوک آف ایکوٹین کی طاقت کو منتشر کرنے کے لیے ایکوٹیبہ چلے گئے تھے اور طلوشہ کی جنگ میں کام آگئے تھے۔ غافقی نے واپس آکر اربونہ پر کے اردگرد کے قلعوں اور آبادیوں کو زیر کرلیا تھا مگر دوسرے اہم شہروں کی طرف جانے کا موقع اس کو بھی نہ مل سکا تھا۔

مہم سپٹیمانیہ کی سرانجامی:

عنبسہ نے اس یورش میں 106ھ 724ء میں سپٹیمانیہ کے دوسرے اہم شہر قرقشونہ پر حملہ کیا۔ یہ مقام اربونہ سے تقریباً پچاس میل پر مغرب کی جانب واقع تھا اور آج بھی فرانس کے نقشہ میں ناربون کے پہلو میں نظر آتا ہے۔ اہل شہر نے مقابلہ کے بجائے صلح کا پیغام دیا۔ صلح کی شرطیں طے پائیں جن میں چند حسب ذیل ہیں:-

1- ضلع قرقشونہ کا نصف رقبہ حکومت اربونہ میں چلا جائے گا۔

-2 باقی نصف رقبہ قرقشونہ کی عیسائی حکومت کے پاس باقی رہے گا۔

-3 قرقشونہ کی عیسائی حکومت اسلامی حکومت ناربون کی سیادت اور نگرانی میں رہے گی۔

-4 جزیہ کی مقررہ سالانہ رقم سال بہ سال ادا کی جائے گی۔

-5 قرقشونہ کی عیسائی حکومت اسلامی حکومت ناربون کی حلیف رہے گی۔ جس سے اس کی جنگ ہوگی اس سے وہ حالت جنگ میں رہے گی اور جس سے صلح ہوگی اس سے صلح رکھے گی۔

-6 حکومت قرقشونہ کے پاس جتنے مسلمان قیدی ہیں وہ سب فوراً رہا کر دیئے جائیں گے۔

فرانس میں اسلامی حکومت اربونہ جب تک قائم رہی اس وقت تک قرقشونہ کی عیسائی حکومت اس کی مطیع اور ان شرائط کی پابند رہی۔ اربونہ سے اسلامی حکومت کے اٹھنے کے بعد اس شہر سے بھی مسلمانوں کا اقتدار اٹھ گیا۔

اس علاقہ میں قرقشونہ کی عیسائی حکومت زیادہ بااقتدار تھی۔ اس کے زیر ہوتے ہی آس پاس کے جو چھوٹے چھوٹے خود مختار نواب حکمران تھے وہ اسلامی لشکر کے پہنچتے ہی اطاعت قبول کر لیتے۔ جزیہ کی رقم متعین کی جاتی اور وصول ہوتی اور جب ضرورت سمجھی جاتی وہاں سے گاتھ کے چند معززین یرغمال کے طور پر اُندلس بھیج دیئے جاتے۔ اس طرح سپٹیمانیہ کی مہم انجام کو پہنچی اور یہ پورا صوبہ اسلامی حکومت کے زیر نگیں ہو گیا جہاں 180ھ 797ء تک مستحکم حکومت قائم رہی۔

لیانس و برگندی پر تاخت:

اس کے بعد عنبسہ نے اندرون فرانس میں قدم بڑھائے اور دریائے رون کے کنارے کنارے مشرقی فرانس کے مشہور شہر لیانس یا لوزن کی طرف تاخت کی۔ پھر شمال مغرب کی طرف گھوم کر صوبہ برگندی میں پہنچے اور ماہ ستمبر 725ء میں شہر اوٹن فتح کیا۔ یہاں سے مال غنیمت کے ساتھ جا رہے تھے کہ عقب سے عیسائی اپنا لشکر لے کر آ پہنچے۔ عنبسہ خود مقابلہ کے لیے نکل پڑے اور جام شہادت نوش کیا۔

امیر عنبسہ کی شہادت:

سرزمین فرانس میں ان کی شہادت کا یہ سانحہ ماہ شعبان 107ھ مطابق جنوری 726ء میں پیش آیا۔ مسلمانوں نے عذرہ بن عبداللہ فہری کو قائم مقام امیر منتخب کیا اور اُندلس لوٹ آئے۔ عنبسہ کی حکومت چار سال چار ماہ تک رہی۔

قائم مقام امیر:

عذرہ بن عبداللہ فہری اسلامی لشکر کو اُندلس واپس لایا۔ چند مہینے بھی نہیں گزرے تھے کہ ماہ شوال 107ھ (فروری و مارچ 726ء) میں ایک کلبی قائد افریقہ سے اُندلس کا والی نامزد ہو کر آ گیا۔(2)



حوالہ جات وحواشی

(1) نفح الطیب ج2 ص522۔ عیسائی مؤرخین نے پلایو کی اس صورت حال کا تذکرہ چھوڑ دیا ہے۔

(2) ابن اثیر ج5 ص50 و 101۔ ابن عذاری ترجمہ اردو ص57۔ اخبار الاندلس ج1، ص282,281۔

یحیٰ کلبی، حذیفہ قیسی، عثمان خثعمی، ہثیم کلابی

107ھ 725ء۔112ھ 730ء

یحیٰ بن سلمہ کلبی:

یحیٰ بن سلمہ کلبی کو والی افریقہ نے ماہ شوال 107ھ میں اُندلس کا والی بنا کر یہاں بھیجا۔ اس سے باشندگان اُندلس میں سے ایک طبقہ کو اندازہ ہوا کہ عذرہ بن عبداللہ فہری کو پروانہ تقرر محض اس کے فہری ہونے کی وجہ سے نہ مل سکا اور عنان حکومت ایک دوسرے کلبی قائد کے سپرد کی گئی۔ اس کے علاوہ نہ اس کے نظم ونسق میں اس کی کوئی انتظامی قابلیت ظاہر ہوئی اور نہ اس نے فوجی مہموں میں کوئی دلچسپی لی۔ اس اثناء میں افریقہ کی حکومت کی باگ دوڑ بھی بشر بن صفوان کلبی کے بجائے عبیدہ بن عبدالرحمٰن سلمی کے ہاتھ میں آ گئی۔ ان حالات میں اُندلس کے باشندوں نے والی کے بدلنے کی درخواست پھر افریقہ بھیجی۔ عبیدہ نے خوشی سے اس کو منظور کیا اور یحیٰ بن سلمہ کو معزول کر کے ایک قیسی کو اُندلس کا والی بنایا۔

جماعتی کشمکش اور اضطراب:

لیکن اس عزل ونصب سے اُندلس کی جماعتی کشمکش میں سکون پیدا نہیں ہوا بلکہ اضطراب کی لہر تیز تر ہوتی گئی۔ چنانچہ 110ھ 728ء سے 112ھ 730ء تک تین سال کی مدت میں یکے بعد دیگرے چار ولاۃ مختلف قبائل کے مقرر کیے گئے مگر جب کسی ایک گروہ کا والی نامزد کیا جاتا تو دوسرا گروہ اس سے اخلاص کے ساتھ اشتراک عمل کرنے پر تیار نہ ہوتا۔ اس طرح جماعتی عصبیت اور فرقہ وارانہ کشمکش روز بروز بڑھتی گئی۔ چنانچہ حسب ذیل ولاۃ یکے بعد دیگرے اس منصب پر مامور کیے گئے۔

حذیفہ بن احوص قیسی:

حذیفہ بن احوص قیسی ماہ ربیع الاول 110ھ 728ء میں اُندلس آیا۔ اس نے

آتے ہی فوجی نقل وحرکت شروع کی اور ایک نئے شہر مقوقشہ کے فتح کرنے میں کامیاب ہوا۔ لیکن چند ہی مہینے کے بعد ماہ شعبان 110ھ 728ء میں اس کے عزل کا پروانہ اُندلس آ گیا۔

عثمان بن ابی نسعہ خثعمی:

اس کے بعد عثمان بن ابی نسعہ خثعمی ماہ شعبان میں اس منصب پر مامور ہو کر آیا۔ لیکن چند مہینے کے بعد ہی ماہ محرم 111ھ 729ء میں اس کی ولایت کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ اور وہ مشرقی اُندلس کی ولایت پر بھیج دیا گیا۔

ہثیم بن عبید کلابی:

اس کے بعد ایک دوسرا قیسی ہثیم بن عبید کلابی اس منصب پر مامور کیا گیا۔ اس کو تقریباً ایک سال تک حکمرانی کا موقع ملا۔ اس نے کھل کر بنوکلب کی مخالفت کی اور امن و امان قائم کرنے کے لیے والی افریقہ کی ہدایت کے مطابق بنوکلب کے چند ممتاز رئیسوں کو گرفتار کر لیا اور ان کے سرخیل سعد بن جواس کلبی کو قتل کرا دیا اور لوگوں کی توجہ ہٹانے کے لیے عیسائی حکومت کے خلاف تاخت کی۔

لیکن بنوکلب کے درمیان اس کے خلاف انتقام کی جو آگ بھڑک اٹھی تھی وہ فرو نہیں ہوئی۔ کہا جاتا ہے کہ ان لوگوں نے اس کو خفیہ طریقہ سے قتل کرا دیا یا اس کا پیغام قضا آ پہنچا اور ماہ ذی القعدہ 111ھ 729ء میں اُندلس کی ولایت کا منصب پھر خالی ہو گیا۔

قائم مقام امیر:

محمد بن عبداللہ اشجعی نے ہثیم کی وفات کے بعد عارضی طور پر حکومت کی باگ اپنے ہاتھ میں لے لی۔ اس اثناء میں اُندلس کی سیاست کی ابتری کی طرف خلیفہ ہشام ابن عبدالملک نے خود توجہ کی اور حکومت افریقہ کی پالیسی کو چھوڑ کر اس نے ماہ صفر 112ھ میں عبدالرحمٰن بن عبداللہ غافقی کے نام فرمان ولایت بھیج دیا۔ وہ اُندلس کا آزمودہ کار قائد تھا اور اس سے پہلے محض اپنے بنوکلب میں سے ہونے کی وجہ سے اس منصب سے علیحدہ ہو گیا تھا۔ اس کے مقرر کیے جانے کے معنی ہی یہ تھے کہ مرکزی حکومت نے حکومت افریقہ کی

پالیسی کے ناکام ہونے کا اعتراف کیا اور مستقبل کے حالات سے یہ بھی اندازہ ہوا کہ خلیفہ ہشام کا یہ اقدام صحیح تھا۔ چنانچہ غافقی کے بعد برسر اقتدار آنے کے کچھ دنوں کے بعد اُندلس کے پر اضطراب ماحول میں سکون پیدا ہوا' اور لوگوں کی توجہ خانہ جنگیوں سے ہٹ کر فوجی مہموں کی طرف مبذول ہوگئی 1۔



حوالہ جات وحواشی

(1) ابن اثیر ج 5 ص 108۔ ابن خلدون ج 4 ص 116۔ ابن قتیبہ ج 2 ص 84۔ ابن عذاری ص 57' 58۔ ابن القوطیہ ص 13۔ اسکاٹ ج 1 ص 287۔ ڈوزی ج 1 ص 96۔ مجموعہ اخبار ص 240۔ ان ولاۃ کے عزل ونصب کے سلسلہ میں عثمان وحذیفہ کے زمانہ تقرر میں مؤرخین نے تقدیم وتاخیر کی ہے۔ اور خصوصاً ابن قتیبہ کے بیان میں سراسر اضطراب ہے۔ بہر حال زیادہ روایات اسی کے مطابق ہیں جس کو متن میں اختیار کیا گیا۔ بعض کتابوں میں یحیٰی بن سلمہ کے بجائے مسلم چھپا ہے۔ ابن خلدون میں ہثیم کا نام درج نہیں شاید نسخہ کی غلطی ہو۔ بعض میں عثمان کے نام میں عثمان بن ابی تسعہ کے بجائے ابن ابی سعید ہے اور بعض میں ہثیم بن ابی عبید کلابی کے بجائے بن عباد کلابی یا ابن عبید کلبی چھپا ہے اور کہیں ہثیم بن عفیر کنانی ہے ایک جگہ عثمان بن ابی تسعہ خثعمی کے بجائے لخمی درج ہے پھر سنین کے متعلق ابن عذاری کا بیان دوسروں سے بالکل مختلف ہے۔ ہم نے سنین کے بارے میں مجموعہ اخبار پر اعتماد کیا ہے بعض عیسائی مؤرخین نے ہثیم کی سخت گیری اور اشجعی کے اس کی تحقیقات پر مامور کیے جانے کا ذکر کیا ہے کہ وہ تحقیقات کے بعد زنجیروں میں جکڑ کر افریقہ بھیجا گیا مگر عرب مؤرخین بالاتفاق اس کے وفات پانے کا ذکر کرتے ہیں اور متن میں اسی کو اختیار کیا گیا ہے۔

عبدالرحمٰن بن عبداللہ غافقی

112ھ 730ء۔ 114ھ 732ء

شامیوں کو برسر اقتدار لانا:

عبدالرحمٰن بن عبداللہ غافقی کو اُندلس میں ہردلعزیزی حاصل تھی جس زمانہ میں اس کا پروانہ تقرری پہنچا' یہ حکومت وقت کے خوف سے روپوش تھا۔ خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے قاصد نے اس کو تلاش کر کے فرمان تقرر سپرد کیا اور غافقی نے عنان حکومت سنبھال لی۔ لیکن یہ جن مخالفین کی ریشہ دوانیوں سے معزول کیا گیا تھا' وہ اب بھی موجود تھے۔ وہ اس مرتبہ بھی اس کی مخالفت کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ مگر اس نے اس مرتبہ ان کی پرواہ نہ کی اور کھلے طور پر شامی جماعت کو اپنا اعلانیہ ہمنوا بنالیا۔ حریف طاقتوں نے بڑی سرگرمی سے اس کی مخالفت کی مگر اس کو دمشق کی مرکزی حکومت کی تائید حاصل تھی' اس لیے بڑی جرأت سے مخالفین کی سرکوبی کی اور مطلق العنان طور پر اپنے فرائض انجام دینے لگا۔ اس سلسلہ میں اس نے مختلف صوبوں کا دورہ بھی کیا اور پورے اُندلس کے شامیوں کو اپنی حمایت پر آمادہ کرلیا۔

اصلاحات کا نفاذ:

اس کے بعد ملک میں اس نے اصلاحات رائج کیں۔ خرابیوں کو دور کیا۔ پچھلے والیوں کے زمانہ میں عیسائیوں کے ساتھ کبھی نرمی برتی گئی اور کبھی سخت گیری کی گئی۔ اس نے معاہدہ کے خلاف جو نئے گرجے تعمیر ہوئے تھے ان کو مسمار کرایا اور جہاں جہاں معاہدہ کے خلاف پرانے گرجوں کو بند کیا گیا تھا اور جائیدادیں ضبط کی گئی تھیں وہاں ان گرجوں کو کھلوایا اور جائدادیں واگذاشت کرائیں۔ ملک میں رشوت کا بازار گرم تھا۔ سختی سے اس کی روک تھام کی اور عام امن وامان قائم کیا۔ اس طرح حکومت کا کاروبار حسن انتظام کے ساتھ جاری ہوگیا۔

فرانس کی فتح کا تہیہ:

اس کے بعد اس نے پورے فرانس کی تسخیر کا ارادہ کیا اور اہل اُندلس کے سامنے اپنے اس عزم کو پیش

کیا۔ لوگوں نے جوش و ولولہ سے اس کا خیر مقدم کیا۔ چنانچہ اس مقصد کے لیے اس نے فوج اور سرمایہ کی فراہمی کے لیے مختلف صوبوں کے ولاۃ کو لکھا کہ وہ فوج اور سرمایہ کے ساتھ جلد سے جلد دارالسلطنت میں آ جائیں۔

ایک صوبہ دار کی بغاوت:

لیکن غافقی کو اپنے اس ارادہ میں کامیابی نہیں ہوئی۔ وہ ان ہی انتظامات میں مصروف تھا کہ ایک صوبہ کے والی عثمان بن ابی نسعہ نے جو پہلے اُندلس کی ولایت پر بھی مامور رہ چکا تھا بغاوت کا علم بلند کر دیا اور غافقی کو اسکے فرو کرنے کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔

عثمان بن ابی نسعہ خثعمی اُندلس کے بالکل شمال مشرقی حصہ میں ایک صوبہ کا والی تھا۔ اس کا صدر مقام سریطانیہ تھا۔ فرانس کے وہ علاقے جو اس سے قریب واقع تھے اور جن سے جزیہ پر مصالحت تھی اسی صوبہ کے ماتحت تھے۔ عثمان کو پہلے ہی اُندلس سے معزول کیے جانے کا گلہ تھا۔ اب اس کے ہم چشم غافقی کا اُندلس کی ولایت پر آ جانا اس کو شاق گزرا اور اس کو یہ بھی خطرہ گزرا کہ اگر غافقی کا یہ عزم پورا ہو گیا تو پھر شمال مشرقی اُندلس کے اس صوبہ کی حکومت بھی اس کے ہاتھ سے چلی جائے گی۔ اس لیے اس نے اس میں مزاحم ہونے کا فیصلہ کیا اور شمالی اُندلس میں اپنی خودمختار متوازی حکومت کے قائم ہونے کا اعلان کر دیا۔ اس کی بغاوت کا حال سن کر عیسائی حکمران ڈیوک آف ایکوٹین نے غیر معمولی مسرت کے ساتھ اس کی طرف اپنی دوستی کا ہاتھ بڑھایا اور پھر جلد ہی ان دونوں میں ایسی ساز باز ہوگئی کہ ڈیوک نے اس کو اطمینان دلانے کے لیے اپنی لڑکی کو اس کے عقد نکاح میں دے دیا۔

غافقی نے سب سے پہلے اس اٹھتے ہوئے نئے فتنہ کی سرکوبی ضروری سمجھی۔ چنانچہ اس کے استیصال کے لیے ایک لشکر بھیجا۔ عثمان مقابلہ کی تاب نہ لا سکا اور اپنی دلہن کو ساتھ لے کر جلیقیہ کی طرف بھاگ گیا۔ شاہی لشکر نے اس کا تعاقب کیا۔ عثمان جنگ میں کام آیا اور اس کی بیوی کو گرفتار کر کے قرطبہ لایا گیا۔

فرانس پر چڑھائی اور فتح ارل:

غافقی نے اس داخلی بدامنی پر کامیابی سے قابو پانے کے بعد اپنے اصل مقصد کی طرف توجہ کی اور تقریباً ایک لاکھ لشکر جرار کے ساتھ وہ پائرنیز کے مغربی درہ کو عبور کر کے فرانس پر چڑھائی کی اور سب سے پہلے مشرق کی سمت میں کوچ کر کے پہلے کے مفتوح شہر

ارل کا رخ کیا۔ یہ شہر جزیہ کی شرط پر مفتوح ہوا تھا اور عثمان کے توسط سے جزیہ ادا کیا کرتا تھا۔ اس لیے عثمان کی بغاوت کے بعد یہاں کے لوگوں نے بھی قرطبہ کی حکومت کو جزیہ ادا کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ غافقی کے پہنچتے ہی یہ دوبارہ مفتوح ہوا پھر اسی سلسلہ میں دوسرے شہر شہر یانس (لوذون) کے باشندوں نے بھی اطاعت قبول کر لی۔

کاؤنٹ آف ایکوٹین کی شکست:

اس کے بعد اسلامی لشکر دریائے دوردون The Dondogne کے کنارے پر پہنچا۔ یہاں کاؤنٹ آف ایکوٹین کی فوج مقابلہ کے لیے موجود تھی۔ دونوں فوجوں میں سخت مقابلہ ہوا اور کاؤنٹ آف ایکوٹین شکست کھا کر پسپا ہو گیا۔

فتح براذیل (بورڈو):

اب اسلامی لشکر کے لیے میدان خالی تھی۔ مسلمان پیش قدمی کرتے ہوئے مشہور فرانسیسی بندرگاہ بورڈو Bordeaux تک پہنچے۔ یہاں ڈیوک کے قیمتی ذخائر جمع تھے۔ شہر والوں نے مقابلہ کیا مگر اس سیلاب کو نہ روک سکے۔ مسلمان شہر میں داخل ہو گئے اور سارا مال ومتاع مسلمانوں کے قبضہ میں آیا۔

اس کے بعد اسلامی لشکر نے شمال کی طرف قدم بڑھائے۔ دریائے دردون پر ڈیوک کی سپاہ نے پھر روکنے کی کوشش کی لیکن اسلامی لشکر نے اس کے پورے لشکر کو تباہ کر دیا اور دریا کو عبور کر کے پائیٹرس Poitiers پہنچا اور اس کے مضافات میں غارت گری کی اور اسی سلسلہ میں سینٹ بلادی کے گرجا کے قیمتی مال ومتاع پر قبضہ کیا۔

اس اسلامی مہم کے سلسلہ میں شمال مشرقی اور جنوبی فرانس کا بہت بڑا حصہ پامال ہوا۔ غافقی ان فتوحات کے بعد فوج کو لے کر اُندلس چلا آیا جس کے ساتھ مال غنیمت کا انبار بھی تھا، جس میں موتی، یاقوت اور زمرد سے مرصع طلائی پائے بھی تھے۔ غافقی نے ان کو تڑوا کر سپاہیوں میں تقسیم کر دیا۔ والی افریقہ نے یہ سن کر ایک تہدید آمیز مکتوب بھیجا۔ غافقی نے اس کی پرواہ نہ کی کہ خود اس کا دامن پاک تھا۔ اس نے جواب میں صرف یہ لکھ بھیجا کہ:۔

''اگر زمین و آسمان کے تمام ذرائع مسدود ہو جائیں تو بھی اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کے لیے کوئی نہ کوئی راستہ نکال دے گا''۔

جنگ طلوشہ:

غافقی چند دنوں کے بعد ایک دوسری مہم لے کر روانہ ہوا اور کوہ پائیر نیز عبور کر کے فرانس کی حدود میں داخل ہو گیا۔ اس مرتبہ کاؤنٹ آف ایکوٹین نے ایک دوسری پیش بندی کی یعنی مسلمانوں سے مقابلہ کی طاقت نہ دیکھ کر اپنے قدیم حریف چارلس کے آگے سر جھکا دیا اور اس سے امداد کا طالب ہوا۔ حالانکہ کچھ ہی دنوں پہلے ان دونوں میں سخت معرکہ آرائی ہو چکی تھی۔ لیکن مسلمانوں سے مقابلہ کرنے کے لیے یہ دونوں دشمن متحد ہو گئے۔ یوں تو اس زمانہ میں آسٹرالیا و نیوسٹریا (یعنی فرانس) کے تخت پر میرو ونجی خاندان کا تھیری چہارم برائے نام بادشاہ تھا لیکن سلطنت کے سیاہ و سفید کا مالک اس زمانہ کا یہی نامور ہیرو چارلس ہی تھا۔ اس نے مسلمانوں کے سیلاب کو روکنے کی زبردست تیاری کی ایک اعلان عام کے ذریعہ سے یورپ کی جنگ جو قوموں جرمن' فرانسیسی اور برگانی کے سپاہیوں کو عام دعوت دی اور ان سب قوموں کی مشترکہ فوج چارلس کے علم کے نیچے جمع ہو کر غافقی کی آمد کا انتظار کرتی رہی۔

ادھر غافقی پائیرس سے طلوشہ (ٹورس) کی طرف بڑھا۔ کلیسائے مارٹن میں دولت و ثروت کا خزانہ جمع تھا۔ چارلس نے دولت کے اس انبار کی حفاظت ضروری سمجھی اور سینٹ مارٹن کے میدان میں فوج لا کر مورچے جما دیئے۔ دوسری طرف اسلامی لشکر نے بھی اپنے خیمے ڈال دیئے دونوں فوجیں ایک ہفتہ تک آمنے سامنے ایک دوسرے کے حملہ کے انتظار میں خاموش کھڑی رہیں۔ بالآخر غافقی نے حملہ کا حکم دیا۔ دونوں طرف کی فوجیں دل کھول کر لڑیں۔ رات کی تاریکی سے دونوں ایک دوسرے سے جدا ہوئیں' صبح ہوتے ہی پھر معرکہ کارزار گرم ہوا۔ سہ پہر تک دونوں طرف سے برابر کی طاقت آزمائی رہی۔ یکایک کاؤنٹ نے ایک مورچہ سے بڑھ کر ایسی تیزی سے حملہ کیا کہ مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ حملہ عقب سے ہوا تھا جدھر مال غنیمت رکھا ہوا تھا۔ مسلمان اس کو بچانے کے لیے اسی سمت ٹوٹ پڑے۔ غافقی نے مورچہ کو سنبھالنا چاہا مگر شومئی قسمت سے وہ خود زخمی ہو کر گر پڑا۔

غافقی کی شہادت اور یورپ کی قسمت کا فیصلہ:

غافقی کا دم توڑنا تھا کہ مسلمانوں کی رہی سہی ہمت بھی پست ہو گئی۔ وہ راتوں رات میدان چھوڑ کر بھاگے۔ عیسائیوں نے تعاقب نہیں کیا اور امن و سلامتی کے ساتھ خطرہ سے باہر نکل آئے۔ اس لڑائی میں مسلمانوں کی بڑی تعداد کام آئی۔ یہ لڑائی ماہ رمضان

114ھ مطابق اکتوبر 733ء میں ختم ہوئی اور اسلامی لشکر قرطبہ واپس آ گیا۔

مغربی مؤرخین ٹورس کی اس جنگ کو تاریخی اہمیت دیتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ اسی لڑائی سے یورپ کی قسمت کا فیصلہ ہو گیا اور فرانس میں مسلمانوں کی حقیقی پیش قدمی کا سلسلہ رک گیا۔ چارلس اس جنگ کے بعد ہیرو قرار پایا ''مارٹل'' (ہتھوڑا) کا خطاب اس کی اس فتح مندی کا ثمرہ ہے لیکن عرب مؤرخین کے بیانوں میں اس جنگ کو کوئی زیادہ اہمیت نہیں دی گئی۔ البتہ چونکہ اس میں بہت سے مسلمان شہید ہوئے تھے اس لیے وہ اس مقام کو ''بلاط الشہداء'' کے نام سے موسوم کرتے تھے[1]۔

حوالہ جات وحواشی

(1) نفح الطیب مقری ج 1 ص 109۔ ابن اثیر ج 5 ص 130۔ اخبار الاندلس ج 1 'ص 290 تا 294' 299 تا 302۔ ابن خلدون ج 4 ص 119۔ تاریخ عرب سیدیو ص 171۔ تاریخ یورپ گرانٹ ترجمہ اردو حصہ دوم ص 436۔ مجموعہ ص 20۔

عبدالملک بن قطن فہری

114ھ 732ء۔116ھ 734ء

عبدالملک بن قطن فہری سن رسیدہ اکابر میں سے تھے۔ فوجی مہموں میں نمایاں خدمات انجام دے چکے تھے۔ ماہ رمضان 114ھ 732ء میں اُندلس کی حکومت ان کے سپرد کی گئی۔ فرانس میں مسلمانوں کی ناکامی سے اُندلس اور افریقہ کی اسلامی حکومتیں متاثر ہوئیں۔ حکومت افریقہ نے عبدالملک ابن قطن کو جنگ طلوشہ کا انتقام لینے کی خاص طور پر ہدایت کی خصوصاً اس لیے کہ اس لڑائی کے بعد فرانس میں مسلمانوں کے جو زیر اثر علاقے تھے ان میں بھی سرکشی کے جذبات پیدا ہو چکے تھے۔

عبدالملک کچھ دنوں حکومت کے معاملات کے سلجھانے میں مصروف رہے۔ پھر فوجی مہم لے کر روانہ ہوئے۔ لیکن اتفاق کی بات انہوں نے اس مہم کے لیے موسم کا انتخاب اچھا نہیں کیا تھا۔ برسات کا زمانہ تھا ندی نالے بھرے ہوئے تھے اس لیے قدم قدم پر انہیں دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔ چنانچہ وہ کسی بڑے حملہ کا خیال چھوڑ کر کوہ پائرنیز کے اس طرف چھوٹی چھوٹی یلغاریں کر کے مال غنیمت کے ساتھ واپس آ گئے۔

والی افریقہ نے عبدالملک بن قطن کی بے نیل ومرام واپسی سے انہیں اس منصب کا اہل تصور نہیں کیا اور عقبہ بن حجاج سلولی کو اُندلس کی امارت کا منصب سپرد کر دیا۔ عبدالملک فہری مدنی تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ان کے عزل کا ایک سبب انکا مدنی ہونا بھی تھا۔ اس لیے ان کے معزول کیے جانے سے مدنی وشامی منافرت کی داغ بیل بھی پڑی اور اُندلس کی سیاسی گتھیوں میں ایک اور گتھی کا اضافہ ہو گیا۔



عقبہ بن حجاج سلولی

116ھ 734ء۔121ھ 739ء

عقبہ ماہ شوال 116ھ 734ء میں اُندلس آیا۔ طبعاً خوش اخلاق و نیک کردار تھا۔

نظم ونسق:

انتظامی صلاحیتیں بھی اس میں پورے طور پر پائی جاتی تھیں۔ حکومت کے شعبوں میں ردوبدل کر کے ان کو مختلف دواوین میں تقسیم کیا۔ خصوصاً تعلیم اور محکمہ عدالت وانصاف پر توجہ کی اور حکومت کی انتظامی بنیادیں پہلے سے زیادہ مستحکم ہو گئیں۔

جنوبی فرانس واسٹریاس پر توجہ:

اس کے بعد اس نے فوجی سرگرمیوں کا آغاز کیا۔ اس کی توجہ دو سمتوں پر مبذول ہوئی۔ ایک تو جنوبی فرانس کے مقبوضہ علاقہ پر اثر واقتدار قائم رکھنے کے لیے دریائے رون کے کنارے کنارے اسلامی لشکر کے لیے نئی چھاؤنیاں بسائیں اور جہاں فوج کشی کی ضرورت پیش آئی' فوج کشی کی۔ چنانچہ والنس Valence سینٹ پال Saint Paul تردی شاتو Troischateaux اور دون ژیری Donzere جیسے اہم شہر 118ھ 736ء میں اس نے فتح کیے۔

دوسری طرف صوبہ اشتورقہ (اسٹریاس) اور جلیقیہ (گلیشیا) پر توجہ کی جہاں عیسائی دوبارہ سر اٹھا رہے تھے۔ چنانچہ اسٹریاس وجلیقیہ کے دونوں صوبے کامل طور پر زیر اقتدار آ گئے۔ صرف ایک محدود رقبہ کی پہاڑیوں کے کھوؤں میں قلعہ بندی کر کے عیسائی چھپ رہے اور ان دونوں صوبوں میں جابجا مسلمان آباد ہو گئے۔

تبلیغ دین:

ان کے دور میں اسلام کی اشاعت میں بڑی ترقی ہوئی۔ یہ قیدیوں کے پاس خود

جاتے ان کے سامنے ان کے دین کی کمزوریاں اور اسلام کی خوبیاں کرتے اور لوگ رضا و رغبت سے بڑی تعداد میں مسلمان ہو جاتے۔ مقری کہتا ہے کہ انہوں نے اپنی سرحد حکومت اربونہ سے ملالی یعنی جزیرہ خضراء سے اربونہ (ناربون) تک اسلامی حکومت تھی۔ کچھ دنوں یہ ناربون میں بھی قیام پذیر رہے اور یہیں بیٹھ کر عیسائی قیدیوں میں اسلام کی اشاعت کرتے رہے۔

عقبہ کی ان دونوں کارگزاریوں سے اسلامی حکومت کو غیر معمولی فائدہ پہنچا۔ ایک طرف جلیقیہ کے عیسائیوں کی حکومت محدود ہو کر رہ گئی۔ دوسری طرف اسلامی حکومت ناربون کو غیر معمولی تقویت حاصل ہوئی۔

جنوبی فرانس، واسٹریاس پر توجہ:

چنانچہ ان دنوں فرانس کے علاقہ میں چارلس مارٹل کی پیش قدمیاں جاری تھیں وہ اس علاقہ کے چھوٹے چھوٹے نوابوں اور حکمرانوں کی حکومتوں پر باری باری حملہ آور ہو کر انہیں لوٹ مار کر واپس چلا جاتا۔ فرانس کا مشہور ساحلی شہر مارسیلز ان دنوں ایک کاؤنٹ مورنشیئیں کے قبضہ میں تھا جس کو ''ڈیوک آف مارسیلز'' کہا جاتا تھا اور پرووینس کا پورا علاقہ اس کی عملداری میں تھا۔ چارلس نے اس پر بھی فوج کشی کی۔ پہلے اس نے مقابلہ کیا اس کے بعد اس نے ناربون کی اسلامی حکومت سے مدد طلب کی۔ اس طرح چارلس اور اسلامی حکومت کے درمیان مزید اختلافات پیدا ہو گئے۔

اس زمانہ میں یوسف بن عبدالرحمٰن صوبہ ناربون کا بیدار مغز والی تھا۔ اس نے اسلامی سلطنت کی مضبوطی واستحکام کے لئے اس دعوت کو قبول کیا۔ یوسف بن عبدالرحمٰن اور ڈیوک آف مارسیلز کے درمیان باہم ایک تحریری معاہدہ ہو گیا جس کی رو سے حکومت مارسیلز اسلامی حکومت کی باج گزار قرار پائی۔ آس پاس کے شہر بھی حکومت ناربون کی عملداری میں دے دیئے گئے۔ یہ دیکھ کر اس علاقہ کے دوسرے چھوٹے چھوٹے حکمران بھی آگے بڑھے اور یوسف کی اطاعت قبول کی اور نذریں پیش کیں اس طرح اسلامی حکومت ناربون اس پورے علاقہ کی حفاظت کی ذمہ دار بن گئی خواہ وہ علاقہ اسلامی حکومت میں ہو یا کسی باج گزار عیسائی حکومت کے ماتحت۔ اس کے بعد یوسف نے اس علاقہ کی حفاظت کے لیے

بہت سی فوجیں شمالی سرحد پر پھیلا دیں اور چند دنوں کے لیے چارلس مارٹل کی پیش قدمیوں کا سلسلہ رک گیا۔

اُندلس کے مسلمانوں کا نئے حالات سے دوچار ہونا:

اس کے بعد یوسف اپنی حدود حکومت میں وسعت دینے کے لیے پیش قدمی کرنے کی فکر میں تھا کہ اس اثناء میں اُندلس کے مسلمان اپنی اجتماعی زندگی میں بعض نئے حالات سے دوچار ہو گئے اور عقبہ اور یوسف دونوں کے سارے منصوبے خاک میں مل گئے۔

عرب و بربر:

افریقہ میں عرب قبائل قیسی وکلبی میں جو تنازعات پیدا ہوئے آگے چل کر ان کی شاخ پھوٹتی چلی گئی۔ قیسیوں نے جیسا کہ اوپر گزرا' تشدد آمیز طرز حکومت اختیار کیا اور اُندلس میں جو کچھ پیش آیا وہ گویا حکومت افریقہ کی طرز حکومت کا پرتو تھا۔ اس طریقہ سے حاکم و رعایا میں تفریق ہوئی اور کلبیوں یعنی یمانیوں کو افریقہ کے بربر قبیلوں سے تعلقات استوار کرنے کا موقع ملا۔ اسی طرح اُندلس میں بھی یمانی و بربری ایک صف میں آ گئے اور قیسی ان کے مقابل میں حکمران حریف رہے۔

بربر طبعاً آزادی پسند تھے۔ بدویت کے تمام خصائص ان میں موجود تھے ان کا مرکز افریقہ ومغرب تھا وہ جابرانہ حکومت کو کسی حال میں برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ افریقہ ومغرب میں بربروں کو تلوار کی طاقت سے فتح نہیں کیا جا سکا تھا۔ ایک فوج شکست کھا کر ہٹتی تھی تو ٹڈی دل فوج دوسری آموجود ہوتی تھی ان کے دلوں کو اسلام کی تعلیمات کو پیش کر کے مسخر کیا گیا تھا۔ اس لیے ان میں مساوات کا حقیقی تصور بھی پیدا ہو چکا تھا جو معاشرتی زندگی کے لیے اسلام کی تعلیمات کا جوہر ہے وہ کسی حیثیت سے اپنے اوپر عربوں کا تفوق تسلیم کرنے کے لیے تیار نہ تھے۔ وہ مجلسی زندگی اور حکومت کے کاروبار میں مساویانہ حیثیت کے طلب گار تھے اس لیے جب قیسیوں کے دور حکومت میں اس کے برخلاف ان پر جور و تشدد کا دور شروع ہوا اور ایک طرح سے رعایا کا سا برتاؤ ان کے ساتھ کیا جانے لگا تو ان کے دل کو ٹھیس لگی۔ سرکشی کے جذبات کی پرورش ہوئی اور ان کے دلوں میں روز بروز بغض وعناد پیدا ہوتا گیا۔ بالآخر وہ ہیبت ناک بغاوت کی شکل میں نمودار ہو گیا اور یہ

بغاوت اس زور شور سے اٹھی کہ افریقہ کا چپہ چپہ عربوں اور بربروں کے کشت و خون سے رنگین ہوگیا۔ اس ہنگامہ میں عربوں کو بری طرح شکست اٹھانی پڑی اور بربروں نے چند دنوں کے لیے پورے افریقہ سے عربوں کے اقتدار کو مٹا دیا۔

عربوں اور بربروں کی خانہ جنگی:

اُندلس، افریقہ کے ماتحت تھا۔ یہاں بھی عرب و بربر قبائل آباد تھے۔ افریقہ کے سیاسی حالات کا اثر یہاں بھی پہنچا اور یہاں بھی عربوں اور بربروں میں خانہ جنگی شروع ہوگئی۔ جس سے یہاں ایسی بدامنی کے دور کا آغاز ہوا کہ مسلمانوں کی ساری ترقیاں اچانک رک گئیں۔ لوگ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہوگئے۔ پھر عربوں اور بربروں کی یہ خانہ جنگی شاخ در شاخ ہو کر عربوں کی قبائلی جنگ بن گئی اور شامی و یمنی ایک دوسرے کے دشمن بن گئے۔ ان خانہ جنگیوں کا سلسلہ ایسا جاری ہوا کہ وہ دراصل اموی شہزادے عبدالرحمٰن الداخل کے ورود اُندلس سے پہلے نہ ختم ہوسکا اور اس سے اُندلس کی اسلامی حکومت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا۔

اُندلس کی ہمسایہ عیسائی حکومتیں اسلامی اُندلس کے اس سیاسی ماحول سے ناآشنا نہیں تھیں انہوں نے موقع شناسی سے کام لیا۔ چنانچہ اسی زمانہ میں جب مسلمانان اُندلس کے باہمی تعلقات خوشگوار نہیں رہے اور ملک میں ہیجانی لہر پیدا ہوگئی، 737ھ میں چارلس مارٹل نے پرووینس کی باج گزار اسلامی ریاست پر فوج کشی کی۔ یوسف نے اس کا مقابلہ کیا مگر وہ تنہا اس سیلاب کو روکنے کی استعداد نہ رکھتا تھا اور وہ سلطنت اسلامی حلقہ اطاعت سے باہر ہوگئی۔ اسی کے ساتھ لیانس (لوذون) بھی مسلمانوں کے قبضہ سے نکل چکا تھا۔ اب پرووینس کا مشہور شہر اوینیون Avennis بھی ہاتھوں سے جاتا رہا۔ اس کے بعد چارلس نے براہ راست ناربون (اربونہ) کا محاصرہ کیا۔ جب اس محاصرہ کی خبر اُندلس پہنچی تو مسلمانوں کو کچھ ہوش آیا۔ انہوں نے جس طرح بھی ممکن ہوسکا، امدادی فوج بھیجی اور چارلس محاصرہ اٹھانے پر مجبور ہوا اور واپسی میں آس پاس کی مشہور آبادیاں کو لوٹتا مارتا نکل گیا۔ چارلس کی اس مہم سے پرووینس Province لینگوڈاک Languedoc ایکڈے Agde بیرس Bayiers نیمس Nimes میگولون Maguelonne کو جو

اسلامی حکومت ناربون کے حلیفوں میں سے تھے شدید نقصان اٹھانا پڑا۔

چارلس کی واپسی کے بعد ڈیوک آف مارسیلز نے فوج کشی کر کے اوینیون کو اس کے اقتدار سے باہر نکال لیا۔ مگر دوسرے سال چارلس نے دوبارہ فوج کشی کی اور اوینیون اور بعض دوسرے شہروں پر قبضہ جمالیا۔ ڈیوک آف مارسیلز نے اپنی حلیف اسلامی سلطنت سے مدد چاہی مگر اسلامی حکومت ناربون کسی قسم کی کوئی مدد کرنے سے قاصر رہی۔

عقبہ کی روانگی افریقہ:

ادھر اُندلس اس قسم کے سیاسی ہیجان میں مبتلا تھا اور اس کے برے نتائج سامنے آرہے تھے کہ افریقہ کے والی نے اس کے ساتھ ایک دوسری ستم ظریفی کی۔ یعنی عقبہ جیسے ہوشمند دور اندیش والی کی خدمات سے اس کو محروم کر دیا اور اس کے تجربوں سے فائدہ اٹھانے اور اثر سے کام لینے کے لیے اس کو عارضی طور پر افریقہ طلب کر لیا تاکہ وہ افریقہ کی بغاوت کو فرو کر سکے۔

اُندلس میں آزاد حکومت کا اعلان:

اُندلس سے عقبہ کا ہٹنا تھا کہ یہاں کے حالات پہلے سے زیادہ بگڑ گئے اور وہ قائم مقام والی کے قابو سے باہر ہوگئے۔ چنانچہ بربروں نے اُندلس میں بھی خروج کر کے اس کا رشتہ حکومت افریقہ سے منقطع کر دیا اور ایک مدنی قائد عبدالملک بن قطن فہری کو 121ھ 739ء میں والی بنا کر اُندلس کی آزاد حکومت کی تاسیس کا اعلان کر دیا۔ اس کے بعد عقبہ کو اُندلس واپس آنے کا موقع نہ مل سکا۔ ماہ صفر 123ھ 741ء میں انہوں نے وفات پائی [1]۔

عبدالملک کے برسر اقتدار آتے ہی مدنی عربوں اور بربروں کو پھر اقتدار حاصل کرنے کا موقع مل گیا۔ دوسری طرف شامیوں پر مظالم شروع ہوگئے اور اسپین میں شامی و مدنی آویزش کا سلسلہ مستقل طور پر جاری ہوگیا۔

حوالہ جات وحواشی

(1) نفح الطیب۔ ابن اثیر ج 5 ص 144۔ مجموعہ اخبار ص 29-28۔ ذوزی ج 1 ص 203۔ اسکاٹ ج 1 ص 307، 308۔ افتتاح الاندلس ابن القوطیہ۔

عبدالملک بن قطن فہری (مستولی)

121ھ 739ء۔ 124ھ 742ء

عبدالملک بن قطن فہری 114ھ 732ء۔ 116ھ 734ء تک اُندلس کے والی رہ چکے تھے اور وہ اپنے خیال میں غیر منصفانہ طور پر اس منصب سے معزول کیے گئے تھے اس ان کی عمر تقریباً نوے سال کی تھی۔ وہ واقعہ حرہ میں شریک تھے جس میں یزید بن معاویہ نے مدینہ منورہ کی بیحرمتی کر کے مدینہ میں قتل عام کرایا تھا۔ اس لیے شامیوں یعنی امویوں اور ان کے مددگاروں سے ان کے تعلقات کچھ زیادہ خوشگوار نہیں تھے۔ اسی وجہ سے جب اُندلس کے بربر شامیوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے تو انہوں نے خود اپنی طرف سے عبدالملک کو امیر منتخب کیا۔ انہیں بھی دارالحکومت پر قابض ہو کر مستولی بن جانے میں کوئی پس و پیش نہ ہوئی اور برسر اقتدار آ کر مدنی عربوں اور بربروں کی مدد سے حکومت کے نظم و نسق کو اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

حکومت اسٹریاس کی تاسیس:

مسلمانوں کی خانہ جنگی سے اسلامی اُندلس کو پہلا نقصان تو سرزمین فرانس میں چارلس مارٹل کے ہاتھوں پہنچا دوسری طرف پلایو کے جانشینوں نے بھی اس موقع سے فائدہ اٹھایا۔

امیر عنبسہ نے پلایو کی قوت ختم کر دی تھی وہ اسی نامرادی کے عالم میں 737ھ 119، 1ء میں اس دنیا سے کوچ کر گیا۔ اس کی زندگی کا اگر کوئی کارنامہ ہے تو وہ صرف یہ کہ اپنے عزم پر استوار رہا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا فاویلا Fravila اس کا جانشین مقرر ہوا وہ دو سال کی مختصر حکومت کے بعد ایک جنگلی سور کا شکار کرتے ہوئے سور کے حملہ سے 739ء میں مارا گیا اور اپنے باپ کے پہلو میں سینٹ ایلالیا S.Fulalia واقع کوداں گا میں مدفون ہوا۔ فاویلا کے لڑکے کم سن تھے اس لیے اس کی جانشینی کے لیے نظر انتخاب الفانسو

Alphanso پر پڑی جو ڈیوک آف کنبٹر یا Duke of Cantabiri کا لڑکا اور پلایو کا داماد تھا۔ پلایو کی لڑکی اور میسیڈا Ormesinda اس سے بیاہی تھی۔ اس لیے جلیقیہ کے عیسائیوں نے 121ھ 739ء میں اس کو اپنا لیڈر بنا لیا۔

الفانسو نے اس زمانہ میں جب امیر عقبہ افریقہ بلائے گئے اور اسلامی اُندلس میں انتشار پیدا ہوا' اپنے قدم باہر نکالے اور پورے صوبہ جلیقیہ پر قابض ہو کر موجودہ پرتگال کے بعض شہروں پر بھی اپنا قبضہ جما لیا اور اس کے بعد بادشاہ کا لقب اختیار کر لیا2۔

اس طرح سرحد کے مٹھی بھر عیسائیوں نے اُندلس کی اسلامی سلطنت کے پہلو میں اپنی حکومت کی داغ بیل ڈالی مگر اُندلس کے مسلمانوں کو اپنی خانہ جنگی سے ایسی مہلت نہ ملی کہ وہ اس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھ سکتے اور مسلمانوں کی قبائلی و جماعتی کشمکش کی بدولت اُندلس میں ایک باضابطہ متوازی عیسائی سلطنت قائم ہو گئی جو آگے چل کر ایسی بار آور ہوئی کہ پورے اُندلس پر چھا گئی۔

بربروں کے استیصال کے لیے شامی لشکر کا ورود:

افریقہ کے والی عبیداللہ بن حجاب کے خلاف جو بغاوت اٹھی تھی' بربروں کو اس میں پوری کامیابی حاصل ہوئی۔ چند دنوں کے لیے گویا پورا شمالی افریقہ اموی حکومت کے حلقہ اطاعت سے باہر نکل گیا۔ خلیفہ ہشام اس بغاوت کا حال سن کر سخت برہم ہوا۔ اس نے اس کے استیصال کا تہیہ کیا اور شام کے مختلف علاقوں سے چوبیس ہزار اور قنسرین سے تین ہزار جملہ ستائیس ہزار فوج فراہم کی پرہ مصر کی تین ہزار فوج کو ساتھ لے جانے کا حکم دیا۔

شامی وافریقی عربوں میں اختلاف:

یہ شامی لشکر ان تیاریوں کے ساتھ 123ھ 741ء میں افریقہ میں داخل ہوا لیکن دوسری طرف قضا و قدر افریقہ میں عربوں کی قسمت پر کھڑی علیحدہ مسکرا رہی تھی۔

اس زمانہ میں ہوش مند عربوں کو اپنی قبائلی عصبیتوں کو فراموش کر کے یک جہتی سے بربروں کے مقابلہ میں کھڑا ہو جانا چاہیے تھا۔ لیکن نووارد شامی عرب اپنے فن سپہ گری اور اپنی تعداد کی کثرت پر نازاں تھے انہوں نے اپنے افریقہ کے قدیم عرب باشندوں کو جن میں زیادہ تعداد مدنیوں کی تھی نظر انداز کیا اور ان قدیم عربوں کے مقابلہ میں ان میں

احساس برتری پیدا ہوا اور بربروں کے مقابلہ میں کسی میدان میں جمع ہونے سے پہلے ہی ان دونوں گروہوں کے تعلقات میں تلخی اور سوءظنی پیدا ہوگئی۔ بعض موقعے ایسے آئے کہ یہ آپس ہی میں ایک دوسرے کا گلا کاٹنے پر تیار ہو جاتے لیکن بعض مدبر سرداروں کے بیچ بچاؤ سے اس کی نوبت نہیں آئی اور بربروں کے مقابلہ میں یہ باہم مل کر صف آرا ہوئے۔

افریقہ میں بربروں اور عربوں کی جنگ اور اس کے اثرات اُندلس پر:

چنانچہ ستر ہزار عرب بربروں سے مقابلہ کرنے کے لیے مقام مقدورہ میں صف آراء ہوئے لیکن ایک غلط فوجی حکمت عملی کے سبب سے عربوں کو سخت ہزیمت ہوئی اور افریقہ کے قدیم عربی قبائل میدان سے ہٹ گئے۔ کلثوم بن عیاض جان سے مارا گیا اور فوج کا بڑا حصہ برباد ہوگیا۔ خلیفہ ہشام کی ہدایت کے مطابق بلج بن بشر قسیری باقیماندہ سپاہ کا افسر بنا اور ہزیمت خوردہ بچی کھچی شامی فوج کو میدان جنگ سے نکال کر کسی طرح طنجہ لایا۔ اس شہر میں بھی وہ داخل نہ ہو سکا تو سبتہ کی راہ لی اور شہر پر قبضہ کر کے اس کی مستحکم فصیل کے پیچھے پناہ گزیں ہو گیا اور سامان رسد جمع کر کے قلعہ کے دروازے بند کر لیے۔ بربر تعاقب میں یہاں تک آئے۔ لیکن انہوں نے محاصرہ نہیں کیا اور بلج اور اس کے سپاہیوں کو ان کے حال پر چھوڑ کر یہاں سے رخصت ہو گئے۔ البتہ آس پاس کے سارے علاقہ کو انہوں نے تباہ و برباد کر دیا تا کہ کسی جگہ سے غلہ کی مدد ان کو نہ مل سکے اور بھوکے مر کر یہ اپنے ارادوں سے باز آ جائیں۔

شامی لشکر کی بے سروسامانی اور اُندلس پر نگاہ:

بلج سبتہ میں بے یار و مددگار پڑا رہا۔ آس پاس سے سامان رسد اتنا بھی مہیا نہ ہو سکا کہ سدرمق کا سہارا ہوتا۔ قدرۃً اس کی نگاہ اُندلس کی جانب اٹھی۔ اس نے اُندلس سے غلہ کی امداد چاہی۔ جب اس میں تاخیر ہوئی تو اُندلس میں اترنے کی اجازت طلب کی لیکن یہاں عبدالملک بن قطن کی حکمرانی تھی۔ ایک طرف شامی لشکر کے حریف دشمن بربر اس کے ہمدرد تھے۔ دوسری طرف خود اس کو شامیوں سے دیرینہ عداوت تھی۔ واقعہ حرہ کے دل فگار مناظر کی یاد اس کے دل میں موجود تھی۔ اس لیے بلج اپنی پیہم درخواستوں کے باوجود عبدالملک کی ہمدردی حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہوسکا۔ عبدالملک لیت ولعل میں وقت

گزارتا رہا۔ نہ غلہ بھیجا نہ اُندلس میں اترنے کی اجازت دی اور صاف طور پر انکار کیا۔ اس طرح بلج اور اس کے شامی لشکر کی مصیبتیں روز بروز بڑھتی گئیں بلکہ تقریباً سال اسی طرح محاصرہ کی حالت میں گزر گیا جس میں سختیاں اس حد تک پہنچ گئیں کہ جانوروں کی کھالیں پکا پکا کر کھانے لگے۔ پھر جھینگا مچھلی مل گئی تو کچھ سہارا ملا۔ ان کی ان مصیبتوں کی خبریں اُندلس پہنچتی رہیں اور لوگوں میں ہمدردی کے جذبات پیدا ہوتے گئے۔ بنولخم کے ایک سردار زیاد بن عمرو سے نہ رہا گیا۔ اس نے انسانی ونسلی ہمدردی کے تقاضے سے مجبور ہو کر جرأت سے کام لیا اور عبدالملک کی مرضی کے خلاف دو جہازوں پر غلہ لاد کر سبتہ بھیج دیا۔ عبدالملک کو جب یہ معلوم ہوا تو سخت ناگوار گزرا۔ اس نے زیاد بن عمرو لخمی کو گرفتار کر کے اشتعال دلانے اور بغاوت کی آگ بھڑکانے کا الزام لگا کر قتل کرا دیا اور لاش کو صلیب پر لٹکا دیا اس کے بعد کسی عرب سردار کو پھر ایسی جرأت کرنے کا حوصلہ نہ ہو سکا۔

شامیوں کا اُندلس میں اترنے کا عزم:

اب بلج کا پیمانہ صبر لبریز ہو چکا تھا۔ بربروں کے خوف سے اس کے لیے افریقہ واپس جانا ممکن نہ تھا اور اُندلس کے ساحل پر قدم رکھنے میں کم سے کم یہ امید تھی کہ اگر مخالفین کا گروہ موجود ہے تو تھوڑے بہت ہمدردوں کی جماعت بھی اس کو مل جائے گی اور یہاں وہ لڑ بھڑ کر کوئی راہ نکال لے گا۔ اس لیے اس نے اُندلس میں اترنے کا قطعی ارادہ کر لیا اور اس کی خبریں عبدالملک کے کانوں تک بھی پہنچ گئیں۔

عبدالملک فہری سے بربروں کی مخالفت:

ادھر اُندلس کی اندرونی سیاست میں بھی ایک نئی شکل سامنے آ گئی۔ اب تک اُندلس کے بربر عبدالملک کے ہم نوا تھے۔ لیکن افریقہ میں بربروں کی کامیابی دیکھ کر ان کے تیور بھی بدل گئے اور اُندلس میں عربوں پر غلبہ حاصل کرنے کا خیال پیدا ہوا اور نہ صرف عبدالملک کو علیحدہ کر کے کسی بربر سردار کو حکمران کرنا چاہا بلکہ پورے جزیرہ نمائے اُندلس سے عربوں کو فنا کرنے کا جذبہ پیدا ہو گیا۔ چنانچہ جہاں جہاں بربروں کو غلبہ حاصل تھا اور وہ عربوں کو نکال سکتے تھے وہاں سے ان کو جلاوطن کر دیا۔ اس طرح جلیقیہ واستورقہ کی پوری عرب آبادی وہاں سے نکال دی گئی اور اس ہنگامہ میں بہت سے عرب جان سے بھی مارے گئے۔ اس صورت حال کے پیدا ہوتے ہی عربوں کی قومی ونسلی حمیت بھی بھڑک اٹھی۔ وہ

مختلف سمتوں سے سمٹ کر یک جا آبادیوں میں آ گئے۔ اس طرح وسط اُندلس کے بہت سے شہر عربوں کی آبادی سے خالی ہو گئے۔ صرف سرقسطہ میں چونکہ بربروں کی بہ نسبت عربوں کی آبادی زیادہ تھی' اس لیے وہ اپنی جگہ مقیم رہے۔ عبدالملک نے ابتداء بربروں سے تعلقات خوشگوار رکھنے چاہے مگر کامیاب نہیں ہوا پھر اس نے بربروں پر کئی لشکر بھیجے مگر انہوں نے عربوں کو شکست دے دی اب وہ جہاں پاتے عربوں کو قتل کر دیا کرتے۔

شامیوں کا ورود اُندلس اور بربروں کا استیصال:

عبدالملک نے بالآخر اس مشکل سے عہدہ برآ ہونے کے لیے ان ہی شامیوں کی طرف اپنی نگاہ امید ڈالی جو سبتہ میں بڑی تعداد میں بلج کی سرکردگی میں موجود تھے اور اُندلس میں داخل ہونے کی اجازت بار بار طلب کر چکے تھے۔ لیکن عبدالملک کو ان لوگوں کی طرف سے بھی اطمینان نہ تھا۔ اس لیے اس نے اس نئے بدلے ہوئے حالات کے باوجود ان کو بغیر کسی معاہدہ کے اُندلس میں بلانا ناگوار نہیں کیا۔ چنانچہ اس نے غلہ اور کپڑوں سے لدے ہوئے جہاز اُندلس سے سبتہ بھیجے اور ان ہی دو شرطوں کے ساتھ یہاں نے کی اجازت دی:-

1- ملک میں امن وامان قائم رکھنے اور حکومت وقت کے مطیع رہنے کی ضمانت میں ہر قبیلہ سے دس دس یرغمال پہلے بھیجے جائیں جو اُندلس کے بجائے کسی دوسری جگہ نظر بند رکھے جائیں گے۔

2- اس جزیرہ میں ان کے لیے ایک سال کی مدت ان کی آسودہ حالی کے لیے کافی ہے۔ اس اثنا میں وہ یہاں مقیم رہ کر حکومت کی مدد کریں۔ پھر اپنے ساز وسامان کے ساتھ اس جزیرہ سے واپس چلے جائیں اور ان یرغمالیوں کو بھی اپنے ساتھ لیتے جائیں۔

دوسری طرف شامیوں نے بھی عہد کر لیا کہ ان کی واپسی اُندلس سے ایک ساتھ ہوگی۔ ایسا نہ ہو کہ وہ واپسی کے وقت بربروں کے رحم وکرم پر چھوڑ دیئے جائیں اور اثنائے راہ میں انہیں مشکلات کا سامنا کرنا پڑے۔

طرفین نے ان شرطوں کو منظور کر لیا اور ان کے بموجب پہلے ہر قبیلہ کے یرغمال اُندلس آ گئے۔ ان کو جزیرہ ام حکیم میں ٹھہرنے کے لیے بھیج دیا گیا اور ان کی ضروریات کی نگرانی جزیرہ خضراء کے والی کے سپرد کی گئی۔ کھانے پینے اور پہننے کے سامان وہاں بھیجے گئے

جزیرہ ام حکیم میں پینے کا پانی نہیں تھا اس لیے پانی بھی مشکیزوں میں بھر کر جزیرہ خضراء سے بھیجنے کا اہتمام کیا گیا۔

اس کے بعد بلج دس ہزار شامیوں کے ساتھ اُندلس میں داخل ہوا۔ اگرچہ کپڑے جہازوں پر بھیجے جا چکے تھے مگر وہ دس ہزار آدمیوں کے لیے کافی نہیں ہوئے۔ بہت سے شامیوں کے بدن پر کپڑے پھٹ کر پرزے پرزے ہو چکے تھے یہاں پہنچتے ہی ان کے لیے کھانے پینے اور کپڑے کا انتظام کیا گیا۔ ان کے سرداروں کو خلعت اور معززین کو لباس سے آراستہ کیا۔ اس طرح ان کی پذیرائی کی گئی ہ وہ چند ہی دنوں میں اچھے خاصے مرفہ الحال ہو گئے۔

دوسری طرف بربروں نے اس اثناء میں ابن ہدین نامی ایک قائد کی سرکردگی میں بڑی طاقت فراہم کر لی تھی۔ جلیقیہ' استورقہ' ماردہ' قوریہ اور طلبیرہ ان کے اہم مرکز تھے۔ بربروں کا پہلا لشکر مدینہ شذونہ کی طرف بڑھتا ہوا آیا اور شامیوں کو روکنا چاہا جنہوں نے ان کو پسپا کیا۔ دوسرا لشکر قرطبہ پر چڑھائی کے لیے آیا ہوا تھا' اس کو بھی پسپا ہونا پڑا۔ تیسرا لشکر جو سب سے بڑا اور اہم تھا۔ اس نے دریائے تاجہ کو عبور کر لیا تھا۔ عبدالملک نے انہیں روکنے کے لیے اپنے لڑکوں امیہ اور قطن کی سرکردگی میں جزیرہ کے قدیم عرب باشندوں اور نو وارد شامیوں پر مشتمل لشکر بھیجا۔ بربر اس لشکر کی خبر سن کر طلیطلہ کی طرف گھوم پڑے۔ یہ دیکھ کر حکومت کے لشکر نے بھی اسی طرف رخ کیا اور شہر طلیطلہ کے قریب وادی سلیط میں دونوں فوجوں کا خون ریز مقابلہ ہوا۔ اس میں عربوں کی فتح ہوئی اور بربروں کا پورا لشکر برباد ہو گیا۔ اس لڑائی سے شامیوں کو ایک بڑا فائدہ یہ پہنچا کہ ان کے قبضہ میں بربروں کے تمام اسلحہ آ گئے۔ اور یہ جماعت کی جماعت پورے طور پر مسلح ہو گئی۔

اس کے بعد عبدالملک نے ملک کے مختلف حلقوں میں فوجی دستے بھیجے جہاں جہاں بربری ملتے گئے تہ تیغ کیے گئے اور قتل عام کے بعد ان کی جمعیت پورے طور پر منتشر ہو گئی۔

عبدالملک کا شامیوں سے اختلاف:

شامیوں کی اس کارگزاری سے ملک میں ان کے مستقل اثر واقتدار کے قائم ہو جانے کا خطرہ پیدا ہوا۔ اس لیے ایک سال گزرنے کے بعد عبدالملک نے بلج سے حسب

وعدہ افریقہ واپس جانے کا مطالبہ کیا۔ بلج نے واپسی منظور کر کے سفر کے لیے جہاز کسی ایسی بندرگاہ پر طلب کئے جہاں بربروں کی آبادی نہ ہو۔ اس زمانہ میں جزیرہ خضراء سب سے بڑی بندرگاہ تھی۔ سرکاری جہاز یہیں رہتے تھے مگر یہاں کی بڑی آبادی بربروں پر ہی مشتمل تھی۔ بلج کے مطابق ان کی جماعت کے وہاں پہنچنے پر بربروں کے ہاتھوں محصور ہو جانے کا خطرہ پیدا ہوا۔ اس لیے اس نے کسی اور بندرگاہ سے افریقہ جانے کا مطالبہ کیا۔ لیکن عبدالملک کو اندیشہ تھا کہ اگر کسی اور بندرگاہ سے سب شامیوں کو بھیجنے کا انتظام کیا گیا تو جزیرہ خضراء سے بیڑے کے ہٹتے ہی بربر سبتہ پر قبضہ کرلیں گے۔ اس لیے عبدالملک نے اس شہر کے حفاظتی بیڑے کو یہاں قائم رکھ کر تھوڑی تھوڑی تعداد میں شامیوں کو یہاں بھیجنے کا مشورہ دیا۔ لیکن بلج نے واپسی کے لیے دو شرطوں پر اقرار کیا۔ اول یہ کہ کسی اور بندرگاہ سے روانگی ہو۔ دوسرے یہ کہ سارے شامی مع اپنے ساز وسامان کے ایک مرتبہ اُندلس سے روانہ ہوں اور ایک ساتھ افریقہ میں اتریں تا کہ بربروں کو ان کے کسی برے ارادے میں کامیابی نہ ہو لیکن عبدالملک ان وجوہ سے ان شرطوں کے قبول کرنے پر آمادہ نہیں ہوا۔ اور ان دونوں کا یہ اختلاف اپنی حد سے تجاوز کر گیا۔

عبدالملک پر حملہ اور اس کی حکومت کا خاتمہ:

شامیوں نے اس اختلاف کا فیصلہ اپنی تلوار سے کرنا چاہا۔ چنانچہ وہ اچانک عبدالملک کے قصر امارت پر ٹوٹ پڑے اور قصر حکومت سے اس کو باہر نکال کر بلج کو قصر کے اندر لے جا کر اس کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ یہ واقعہ آنافاناً پیش آ گیا۔ اس کے بعد شامیوں نے عبدالملک کو قتل کرنے کی کوشش کی لیکن اہل یمن اس کی حمایت میں اٹھ کھڑے ہوئے اور شامی اس کے قتل کرنے کی جسارت نہ کر سکے۔ لیکن مدینوں کی طاقت قرطبہ میں زیادہ نہ تھی۔ اس لیے عبدالملک کی مدد اس سے زیادہ نہ کر سکے اور وہ بے دست و پا ہو کر خاموشی سے اپنے ذاتی مکان میں اٹھ آیا جو دارابی ایوب کے نام سے موسوم تھا۔ اس کے دونوں لڑکے امیہ اور قطن قرطبہ سے فرار ہو گئے۔ ان میں سے ایک نے ماروہ کا رخ کیا اور دوسرا سرقسطہ چلا گیا اور دونوں اُندلس میں اپنے موافق فضا تیار کرنے میں مصروف ہو گئے۔

حوالہ جات وحواشی

(1) یہ سال وفات عیسائی مؤرخ وٹیز نے لکھا ہے۔ مقری نے اس کی وفات کا سال 133 بتایا ہے جس کے مطابق 750ھ ہوتا ہے جو قرین قیاس نہیں ہے۔

(2) اسپین و (سٹوری آف دی نیشن سیریز ج 36 ص 28 انسائیکلو پیڈیا' بریٹانیکا (طبع یازدہم) ج 1 ص 34 (ذکر الفانسو)' ج 25 ص 541 (ذکر اسپین) انسائیکلو پیڈیا کے آخر الذکر مضمون میں عام روایتوں کے خلاف انفانسو کو پلایو کا لڑکا لکھا گیا ہے۔

بلج بن بشر قسیری (مستولی)

123ھ 741ء ۔ 124ھ 742ء

بلج بن بشر قسیری' خلیفہ ہشام کے فرمان کے بموجب شامی لشکر کا امیر تھا۔ لیکن اہل اندلس اس کی اس بالواسطہ سند امارت کو قبول نہیں کر سکے۔ عبدالملک اگرچہ قانوناً مستولی کی حیثیت رکھتا تھا' تاہم اس کو عام ہر دل عزیزی حاصل تھی بلکہ اگر مقری کی روایت کو صحیح باور کیا جائے تو وہ افریقہ جا کر اپنی ولایت کی سند بھی لا چکا تھا۔ اس لیے بلج کے لیے اپنے کو امیر تسلیم کرانا دشوار ہو گیا لیکن اس نے اس کی پروانہ کی۔ اس کو اپنی طاقت پر گھمنڈ تھا اور ان ہی شامیوں کی مدد سے وہ اندلس کی حکمرانی کے لیے تیار ہو گیا تھا۔

شامی نظر بندوں کی رہائی:

اس نے عنان حکومت ہاتھ میں لیتے ہی ان شامی یرغمالوں کو جزیرہ ام حکیم سے اندلس میں بلا لیا جنہیں عبدالملک نے وہاں نظر بند کر رکھا تھا۔ جزیرہ ام حکیم کا انتظام جزیرہ خضراء کے والی کے سپرد تھا۔ اندلس کے داخلی انتشار اور دارالخلافہ قرطبہ میں شامیوں کی بغاوت کے بعد اس نے ام حکیم کے مقیم یرغمالوں کی مدد سے ہاتھ روک لیا۔ ان کو کھانے اور پینے کے پانی کی سخت تکلیف اٹھانی پڑی یہاں تک کہ پیاس کی شدت سے ایک ممتاز غسانی رئیس کا انتقال ہو گیا۔

عبدالملک کا قتل:

ان وجوہ سے نظر بندوں کا یہ قافلہ عبدالملک سے سخت برہم تھا۔ یہ لوگ غیظ و غضب کی حالت میں اندلس پہنچے اور جوش انتقام میں انہوں' نے عبدالملک کے قتل کیے جانے کا مطالبہ کیا۔ دوسرے شامیوں کے جذبات بھی ان کی دردناک مصیبتیں سن کر بھڑک اٹھے اور وہ بیک زبان غسانی رئیس کے خون کے انتقام میں عبدالملک کا سر طلب کرنے لگے۔ بلج نے معاملہ کو رفع دفع کرنا چاہا مگر ان کا جوش غضب بڑھتا گیا۔ دوسری

طرف مدنیوں میں عبدالملک کے قتل کر دیئے جانے کی افواہ پھیل گئی اور طرفین میں جوش خروش اتنا بڑھا کہ مدنی و شامی قبائل کی جنگ آزمائی کا پیش خیمہ بنتا نظر آیا۔ بلج نے مدنیوں کو مطمئن کرنے کے لیے عبدالملک کو اس کی قیام گاہ دار ابی ایوب سے بلوایا لیکن نتیجہ اس کے برعکس نکلا۔ شامی اس کو دیکھتے ہی آگ بگولا ہو گئے اور بلج کی منت سماجت کے باوجود ان کا غصہ فرو نہیں ہوا وہ اشتعال انگیز نعرے لگاتے ہوئے آگے بڑھے تو یوم حرہ میں ہماری تلواروں سے بچ نکلا! اور انتقام میں تو نے ہمیں کتے کا چمڑا اور گوشت کھانے کے لیے بھیجا' تو نے ہمیں بربروں کے ہاتھ بیچ ڈالا۔ یہ کہتے ہوئے جھپٹ کر عبدالملک کو قابو میں کر لیا اور کشاں کشاں قتل گاہ تک لے گئے۔ مدنیوں کی تعداد تھوڑی تھی وہ بے بسی سے یہ تماشا دیکھتے رہے۔ شامی عبدالملک کو دریا کے پل کے قریب لائے اور سولی پر لٹکا دیا اور اس کی توہین کے لیے لاش کے دائیں طرف ایک کتے اور بائیں طرف ایک سور کو سولی پر لٹکا دیا۔ اور اس حسرت انگیز طریقہ سے اس نو دسالہ پیر مرد کی زندگی کا خاتمہ ہوا۔ لاش دن بھر اسی طرح سولی پر لٹکی رہی۔ پھر ان کے بربری غلام جو المدور کے رہنے والے تھے رات کو لاش کو مع صلیب کے اٹھا لے گئے اور تجہیز و تکفین کی رسم ادا کی۔ کچھ دنوں تک یہ مقام مصلب عبدالملک کے نام سے مشہور رہا آگے چل کر ان کے لڑکے امیہ نے یہاں پر ایک مسجد تعمیر کرا دی۔

عبدالملک کے مارے جانے سے اندلس میں قبائلی دشمنی کی ایسی آگ بھڑکی جس کے شعلوں سے سال ہا سال تک اندلس کے امن و امان کا خرمن جلتا رہا اور اندلس کی آئندہ چند سالہ زندگی تمام تر قبائلی خانہ جنگیوں کی نذر ہو گئی۔

شامیوں کے خلاف صف آرائی:

چنانچہ عبدالملک کے دونوں لڑکوں قطن اور امیہ نے بلج کے خلاف فوج کشی کا نعرہ بلند کیا۔ ایک نامور قائد عبدالرحمٰن بن حبیب بلج کے ساتھ اندلس آیا تھا' وہ شامیوں کے طرز عمل سے برگشتہ ہو کر عبدالملک کے لڑکوں کا ہم نوا ہو گیا۔ اس کے اثر سے بلج کے ساتھ آنے والوں میں سے غیر شامی عرب اس کے علم کے نیچے جمع ہو گئے۔ پھر بربروں کو بھی شامیوں سے انتقام لینے کا موقع ملا۔ وہ عبدالملک سے اپنے اختلافات کو فراموش کر کے اس کے قصاص میں اٹھ کھڑے ہوئے دوسری طرف صوبہ ناربون میں اس زمانہ

میں عبدالملک کا مقرر کیا ہوا والی عبدالرحمٰن بن علقمہ متعین تھا۔ وہ بھی عبدالملک کی موت سے متاثر ہوا اور چالیس ہزار فوج لے کر آیا۔ اس طرح ابن اثیر کے بیان کے مطابق ایک لاکھ فوج شامیوں کے خلاف صف آرا ہوگئی۔ بلج کا لشکر تقریباً بارہ ہزار تھا اور بربروں اور عربوں کے کچھ غلام بھی اس فوج میں شریک ہوگئے تھے۔ وہ قرطبہ سے نکل کر ولبہ کے علاقہ میں آیا اور اسی ضلع کے ایک گاؤں میں دونوں لشکر آمنے سامنے صف آرا ہوئے۔ گھمسان کی لڑائی ہوئی اور دونوں طرف کے سپاہی بڑی تعداد میں کام آئے۔ مقتولین میں غیر شامیوں کی تعداد زیادہ تھی۔

بلج پر حملہ اور موت:

عبدالرحمٰن بن علقمہ بڑا قدر انداز تھا اس نے کہا مجھے بلج کی شناخت کرادو یا تو اس کو ماروں گا ورنہ مر جاؤں گا۔ بلج ایک سفید گھوڑے پر سوار ہاتھ میں جھنڈا لیے فوج کی رہنمائی کر رہا تھا۔ عبدالرحمٰن بن علقمہ نے بلج کے قریب پہنچ کر سر پر تلوار کے دو وار کیے۔ دوسری طرف سے حصین بن دمن، عقیل بن علقمہ پر حملہ آور ہوا۔ ابن علقمہ بھاری زرہیں پہنے ہوئے تھا۔ زخمی ہونے سے بچ گیا اور پینترا بدل کر دوسری سمت کو ہولیا۔ شامی بڑی بہادری سے لڑے مگر میدان حریفوں کے ہاتھ رہا۔ بلج کے زخمی ہوتے ہی میدان جنگ کا نقشہ بگڑ چکا تھا۔ تھوڑی دیر وہ پامردی سے مقابلہ کرتے رہے۔ پھر ہمت ہار کر پسپا ہوگئے۔ بلج زخموں سے جاں بر نہ ہوسکا اور ماہ شوال 134ھ 742ء میں وفات پائی۔ شامیوں نے ثعلبہ میں سلامہ عجلی کو اپنا امیر منتخب کیا 1۔

حوالہ جات وحواشی

(1) ابن اثیر ج 5 ص 188، 189 - 194، 195۔ نفح الطیب ج 1 ص، ج 2 ص 59 مجموعہ اخبار اندلس ص 38 تا 41۔ افتتاح الاندلس ص 16

ثعلبہ بن سلامہ عجلی (16)

124ھ 742ء۔ 125ھ 743ء

ثعلبہ بن سلامہ عجلی کے تقرر کا جواز خلیفہ ہشام کے اس فرمان سے پیدا کیا گیا تھا جس میں اس نے کلثوم کے بعد بلج کو اور اس کا جانشین ثعلبہ کو بنایا تھا۔ لیکن شامیوں کے سوا عام باشندگان اندلس کے نزدیک اس کی حیثیت مستولی سے زیادہ نہیں رہی کہ خود بلج کی امارت پر اہل اندلس نے بیعت نہیں کی تھی اس لیے مخالفین گروہ در گروہ صف بندی میں مصروف رہے۔

ثعلبہ نے اس میدان میں شکست کھا کر ماردہ میں پناہ لی تھی یہاں سے اس نے قرطبہ سے امدادی فوج طلب کی لیکن عبدالملک کے لڑکے امیہ اور قطن اپنی فوج لے کر ماردہ پہنچ گئے اور اس شہر کا محاصرہ کرلیا۔ اب مدنیوں کی کامیابی میں کوئی شبہ باقی نہیں رہا تھا۔ ثعلبہ اپنی جگہ سخت پریشان تھا۔ اتفاق سے عید کا دن آ گیا بربر اور عرب جو محاصرہ کیے ہوئے تھے عید منانے میں مشغول ہوگئے۔ ثعلبہ نے اس موقع کو غنیمت جانا وہ دفعتہً شہر سے نکلا اور بے خبری کی حالت میں قتل عام مچا دیا۔ عربوں اور بربروں میں بھگدڑ مچ گئی۔ ہزاروں عربوں اور بربروں کو گرفتار کرلیا گیا۔ بہت سے لوگوں کے اہل وعیال ساتھ تھے ان کو بھی پکڑ لیا اور بہت سے لوگ بھاگ کر اپنی جانیں بچانے میں کامیاب ہوئے۔

ثعلبہ نے ان عرب قیدیوں کے ساتھ سخت ناروا سلوک کیا۔ ان کی تعداد دس ہزار سے زیادہ تھی۔ ان میں سے بوڑھوں اور بچوں کو کجاوہ میں بٹھا کر قرطبہ لایا اور محلہ مصارہ میں لونڈی غلام کی حیثیت سے فروخت کر کے بولیاں بلوائیں۔ ان فروخت ہونے والوں میں مختلف قبائل کے اکابر شیوخ بھی تھے۔ ابوالحسن اور حارث ابن اسد جہنی کے لیے جب بولی کا وقت آیا تو اس نے کہا جوان کی سب سے کم قیمت لگائے گا وہی ان کی خریداری کا مستحق

ہوگا۔ چنانچہ دس دینار سے ان کی بولی شروع ہوئی اور ایک کتے کے بدلے میں یہ فروخت کیے گئے۔ ایسی ظالمانہ اہانت کی مثال اس سے پہلے نہیں گزری تھی جو قیدی فروخت ہونے سے بچ گئے وہ قید خانہ میں ڈال دیئے گئے۔

اس طرح اس نے مخالفین کی طاقت کا قلع قمع تو کرلیا لیکن اس کی حکومت کی حدود قرطبہ اور ماردہ سے آگے نہ بڑھ سکیں۔ اب اہل اندلس خانہ جنگی کی ایسی تباہ کاریوں سے گھبرا اٹھے تھے۔ انہوں نے حکومت افریقہ کی طرف پھر رجوع کیا ان دنوں افریقہ کی ولایت پر حنظلہ بن صفوان کلبی مامور تھا اندلس کی صلح جو طبائع رکھنے والوں نے اس سے کسی ایسے شخص کو طلب کیا جو ملک میں ہردل عزیزی پیدا کر کے امن وامان قائم کر سکے۔ چنانچہ حنظلہ نے ابوالخطار حسام بن ضرار کلبی کو اندلس کا امیر مقرر کر کے بھیجا۔ وہ ماہ رجب 125ھ 743ء میں اندلس پہنچا۔ ثعلبہ کی حکومت کا دور تقریباً دس مہینے قائم رہا(1)۔



حوالہ جات وحواشی

(1) ابن اثیر ج 5 ص 194 '195 ابن القوطیہ ص 16,17۔ ابن خلدون ج 4 ص 119۔ مقری ج 2 ص 60 'مجموعہ اخبار ص 44 تا 46۔ ابن عذاری ص 70۔

ابوالخطار حسام بن ضرار کلبی

125ھ 743ء۔ 128ھ 746ء۔

ابوالخطار طبعاً ہوشمند' صائب الرائے' مدبر' نیک سیرت اور جری وشجاع تھا۔ وہ دمشق کے ممتاز رؤساء میں سے تھا اور اپنے اخلاق وکردار کی بلندی کے سبب سے اس کو عام ہردل عزیزی حاصل تھی۔ اندلس کے عربوں نے اس کے ورود کو اپنے حق میں مبارک سمجھا اور بعض حالات ایسے پیش آگئے جن سے بربروں کے درمیان بھی اس کی وقعت قائم ہوگئی۔ جس وقت اس نے اندلس کی زمین پر قدم رکھا فریقین قرطبہ سے مغرب میں مصارہ کے میدان میں نبرد آزما تھے۔ اس نے میدان جنگ کے قریب پہنچ کر اپنا علم بلند کیا۔ فریقین نے اس نئے علم کو دیکھ کر اپنی تلواریں اپنی نیام میں کرلیں اور دونوں طرف کے سرداران قبائل اس کی پیشوائی کے لیے آگے بڑھے۔ اس نے قائدانہ انداز میں خطاب کر کے پوچھا:۔

''تم سنو گے؟......اطاعت کرو گے؟''

لوگوں نے آگے بڑھ کر اثبات میں جواب دیا تو اس نے اپنے تقرر کا فرمان پڑھ کر سنایا۔ بربر اور قدیم عرب باشندوں نے بلند آواز سے کہا۔

''ہم اطاعت کرتے ہیں لیکن ان نو وارد شامیوں کے لیے ہمارے پاس کوئی جگہ نہیں''۔

ابوالخطار نے تسلی آمیز لہجہ میں جواب دیا کہ:

''میں قرطبہ جاتا ہوں ذرا دم لیتا ہوں پھر جو کچھ کہو گے ویسا ہی ہوگا۔ بعض تدبیریں میرے ذہن میں ہیں انشاء اللہ اس میں سب کی بھلائی نظر آئے گی۔

بربروں میں مقبولیت:

ابوالخطار کا استقبال کرنے والوں میں ثعلبہ ابن ابی سعید' قطن بن عبدالملک اور

امیہ بن عبدالملک وغیرہ سب عمائد تھے۔ ابوالخطار ان سب سے نرمی اور اخلاق سے پیش آیا اور سب لوگ قرطبہ میں صلح جوئی کے جذبات کے ساتھ داخل ہوئے اور اس کے آتے ہی اُندلس میں مستقبل کے متعلق خوش آئند توقعات کے ساتھ ایک نئی فضا پیدا ہوگئی۔

ابوالخطار کے سامنے قرطبہ پہنچ کر سب سے پہلے بربر قیدیوں کا معاملہ پیش ہوا۔ ثعلبہ ان کے قتل کا فیصلہ سنا چکا تھا۔ اب اس کی حکومت کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ اس لیے اس نے ان سب کو ابوالخطار کے سامنے پیش کیا۔ اس نے ان کی سزائے قتل موقوف کر کے ان کو رہا کر دیا۔ اس طرح قرطبہ میں اس کا ورود ان قیدیوں کی زندگی کا سبب بن گیا اور بربری قبائل بھی احسان مندی و شکر گزاری کے جذبہ کے ساتھ اس کے گرد جمع ہو گئے۔

عمائد کی جلاوطنی:

اس کے بعد اس نے اُندلس کے چند عمائد ثعلبہ بن سلامہ عجلی، وقاص بن عبدالعزیز اور دس دوسرے ممتاز شامی قائدین کو دارالامارت میں طلب کیا۔ وہ ان لوگوں کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آ چکا تھا اور لوگوں کو اس سے کسی قسم کی بدگمانی نہیں تھی اس لیے وہ بے عذر قصر امارت میں داخل ہوئے۔ اس نے لطف اور نرمی سے ان کے سامنے اُندلس کی سیاسی نزاکتوں کے مختلف پہلو رکھے۔ پھر ان سے صفائی سے کہا کہ امیر المومنین اور والی افریقہ حنظلہ بن صفوان کی رائے میں اُندلس میں امن و امان قائم رہنے کے لیے تمہارا یہاں سے ترک سکونت کر کے چلا جانا ضروری ہے۔ اس کے ساتھ یہ بھی اس نے کہا کہ حکومت افریقہ ان کی شجاعت و بسالت کی قدردان ہے۔ افریقہ میں بربر باغیوں کے مقابلہ میں امور قائدین کی خدمات کی ضرورت ہے۔ وہ افریقہ جائیں اور اپنے فوجی خدمات سے افریقہ کی حکومت کو تقویت پہنچائیں اس طرح اُندلس میں حالات ایسے پیدا ہو گئے کہ ان قائدین کے لیے جلاوطنی کے اس حکم کی تعمیل کرنے کے سوا کوئی چارہ باقی نہیں رہا۔ چنانچہ ان سب لوگوں نے اُندلس کی سرزمین کو ہمیشہ کے لیے خیر باد کہہ دیا۔ پھر اس نے عبدالملک کے دونوں لڑکوں امیہ اور قطن کو بلوایا انہیں نشیب و فراز سمجھا کر انہیں تنبیہ کی۔ ان کی گزشتہ خطاؤں کو معاف کیا اور پرامن شہری کی حیثیت سے انہیں اُندلس میں زندگی گزارنے کی اجازت عطا کی۔

ان معززین کی جلاوطنی سے دوسرے مفسد سرغناؤں کو سبق حاصل ہوا۔ آئندہ کی

ریشہ دوانیوں سے انہیں مایوسی ہوگئی اور انہوں نے خود سے اُندلس کی سرزمین کو خیر باد کہہ دینا مناسب سمجھا۔ حکومت افریقہ کے ایک معزز باغی عبدالرحمٰن بن حبیب نے اُندلس میں پناہ لے رکھی تھی۔ افریقہ کے مامور قائد حبیب بن ابی عبدہ اس کا لڑکا تھا جو کلثوم بن عیاض کے ہاتھوں مارا گیا تھا اور ابوالخطار کلثوم کے رفقاء میں سے تھا۔ اس نے عبدالرحمٰن بن حبیب نے ابتداء اُندلس میں مختلف قائل کو اس کے برخلاف برانگیختہ کرنا چاہا اور اس شورش سے فائدہ اٹھا کر اپنی حکومت قائم کرنے کی فکر کی تھی۔ لیکن ابوالخطار کے آ جانے اور یہاں کے حالات بدل جانے کے بعد اس کو بھی یہاں قیام کرنا دشوار معلوم ہوا۔ چنانچہ وہ چھپ کر اُندلس سے فرار ہو گیا۔ ٹیونس میں پناہ لی اور آگے چل کر افریقہ میں اس کے لیے مساعد حالات پیدا ہو گئے اور افریقہ کا امیر بنا لیکن بہر حال اس وقت اُندلس سے اس کے چلے جانے سے یہ ملک کسی نئی شرانگیزی سے محفوظ ہو گیا۔

شامیوں کے مسئلہ کا حل:

ابوالخطار نے حالات پر اس قدر قابو پا لینے کے بعد ملک میں مستقل امن و امان قائم کرنے کے وسائل پر غور کرنے کے لیے معززین اُندلس کو جمع کیا۔ سب سے اہم مسئلہ نو وارد شامیوں کا تھا۔ اُندلس کے بربر اور قدیم عرب باشندے ان کے جلاوطن کیے جانے کے خواہاں تھے۔ شامی معززین کے جلاوطن ہو جانے کے بعد ان شامیوں کے دل بھی اچاٹ ہو گئے تھے اور ان کے لیے اُندلس میں کوئی کشش باقی نہیں رہی۔ لیکن ابوالخطار نے اُندلس سے ان بہادر شامیوں کو واپس کرنا مسلمانوں کے عام مصالح کے خلاف سمجھا کہ اس وقت اگر وہ لوگ حکومت کے خلاف ہو سکتے ہیں تو کسی وقت ان کی طاقت سے فائدہ بھی اٹھایا جا سکتا ہے۔ اس لیے وہ کسی ایسی راہ کی تلاش کر رہا تھا کہ حکومت کے سر سے ان کا خطرہ بھی دور ہو جائے اور اُندلس سے دفعتہً ان کے چلے جانے سے مسلمانوں کی طاقت میں نمایاں کمی بھی واقع نہ ہونے پائے۔ مجلس مشاورت میں گاتھ شہزادہ ارطباش بھی موجود تھا۔ اس نے کہا کہ انہیں قرطبہ پر مستولی رکھنے کے بجائے اُندلس کے مختلف ضلعوں میں آباد کر دیا جائے اور جہاں جہاں کی آب و ہوا ان کی طبیعتوں کے موافق ہو وہاں بھیج دیئے جائیں۔ اس طرح ان کے اجتماعی وجود سے اُندلس کی حکومت کو جو خطرہ لاحق رہتا ہے وہ دور ہو جاتا ہے اور اس جزیرہ میں مختلف مقاموں پر ان کے آباد ہو جانے سے مسلمانوں کی عسکری طاقت بھی یہاں

محفوظ رہتی ہے۔ حسن اتفاق کہ اسی قسم کی تجویز ابوالخطار کے ذہن میں بھی تھی جس کی طرف اس نے ورود اُندلس کے موقع پر اشارہ بھی کیا تھا۔ اس نے ارطباش کی اس تجویز کو بڑی خوشی سے قبول کیا اور انہیں اُندلس کے مختلف شہروں میں آباد کرنے کے منصوبے پر غور کرنے لگا۔

شامیوں کی نو آبادیاں:

چنانچہ اسی تجویز اور منصوبے کے مطابق ذیل کی تقسیم سے مختلف شہروں کے شامی مختلف شہروں میں آباد کئے گئے اور انہی اپنے اپنے شہروں کے نام بھی اپنے شامی شہروں کے نام پر رکھنے کی اجازت دی گئی۔

اہل دمشق:	البیرہ میں۔	اہل حمص:	اشبیلیہ میں۔
اہل اردو:	الریہ میں۔	اہل فلسطین:	شذونہ میں۔
اہل قنسرین:	جیان میں۔	اہل مصر:	باجہ وتدمیر وا کشبہ میں

اسی مناسبت سے کبھی کبھی البیرہ کو دمشق، الریہ کو اردون، اجیان کو قنسرین، اشبیلیہ کو حمص، شذونہ کو فلسطین اور تدمیر کو مصر بھی کہنے لگے۔ یہ شامی ان شہروں میں خوب پھلے پھولے اور آئندہ چل کر اُندلس کے ممتاز باشندوں میں شمار کئے گئے [1]۔

ابوالخطار کی اس حکمت عملی، تدبیر اور دانائی سے تقریباً چار سال تک ملک میں کامل سکون اور امن وامان قائم رہا اور ملک کو معاشی، صنعتی وتجارتی ترقی کرنے کے مواقع حاصل ہوئے۔

ابوالخطار کے چند سر برآوردہ مخالفین:

اس کے بعد ابوالخطار کے دور حکومت میں ایک نئے باب کا آغاز ہوا اور ملک کے چند ممتاز عمائد امن وسکون کی فضا برباد کرنے میں کامیاب ہوئے۔ اُندلس کی سرزمین قبائلی جنگ وجدل کی پھر آماج گاہ بن گئی اور آگے چل کر خود ابوالخطار کو بھی اسی بگڑے ہوئے مفسدانہ ماحول کا ایک رکن بن جانا پڑا۔ مختلف قبائل اور خانوادوں کے جو ممتاز عمائد ابوالخطار سے درپردہ اختلاف رکھتے تھے۔ ان میں صمیل بن حاتم، ابوالعطاء قیسی، امیہ بن عبدالملک اور ثوابہ بن سلمہ حدانی کے نام نمایاں طور پر لئے گئے ہیں۔

صمیل بن حاتم حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے قاتل شمر بن ذی الجوشن کا پوتا تھا۔ مختار کے ہاتھوں شمر کے قتل ہونے کے بعد اس کا لڑکا حاتم کوفہ سے ترک سکونت کر کے

الجزیرہ میں چلا آیا تھا۔ اس کا خاندان یہیں آباد تھا۔ جب قنسرین کے باشندے اُندلس میں آباد ہونے کے لیے آئے تو حاتم کا یہ لڑکا صمیل بھی ان کے ساتھ تھا اور جیان میں انہی کے ساتھ آباد ہوگیا تھا۔ صمیل میں قیادت کی فطری صلاحیتیں موجود تھیں۔ وہ سیر چشم، سخی، فیاض اور دل کا مضبوط تھا۔ بہت جلد لوگ اس کے گرد جمع ہوگئے رفتہ رفتہ اس کو سیادت وقیادت کا مرتبہ حاصل ہوگیا۔ خصوصاً قبیلہ قیس اس پر پروانہ وار نثار ہونے کے لیے تیار ہوگیا۔

ابوالخطار جماعتی حیثیت سے یمانی تھا۔ اس نے اُندلس میں شامیوں کے اقتدار کو جس خوبصورتی سے ختم کیا تھا، صمیل کے دل میں اس کا احساس موجود تھا اور اسی لیے درپردہ ابوالخطار سے اس کے تعلقات خوشگوار نہ تھے۔

قبیلہ قیس کے ایک دوسرے قائد ابوالخطار کی طرف سے تقریباً اسی قسم کے جذبات پائے جاتے تھے لیکن دوسری طرف صمیل کو قبیلہ قیس میں جو ہر دل عزیزی حاصل ہو رہی تھی اس سے بھی وہ خوش نہیں تھا۔ قبیلہ قیس کی سرداری کو وہ اپنا حق تصور کرتا تھا۔

عبدالملک کے دونوں لڑکوں امیہ اور قطن کے اختلاف کا سبب بہ ظاہر اس کے سوا کوئی دوسرا نہ تھا کہ ان لوگوں نے ابوالخطار کے ورود سے پہلے جو اقتدار حاصل کر لیا تھا وہ اب باقی نہیں رہا تھا۔ اب انہیں ایک اطاعت گزار شہری کی حیثیت سے زندگی بسر کرنے پر مجبور کر دیا گیا تھا۔

ثوابہ بن سلمہ حدانی کیلیے ابوالخطار سے وہ شکایت صرف یہ تھی کہ وہ اپنی جماعت کا سردار تھا۔ ابوالخطار نے اسکے شخصی اعزاز کا لحاظ کر کے اسکو اشبیلیہ کا والی بنایا تھا لیکن وہ اس منصب کے فرائض صحیح طور پر انجام نہ دے سکا۔ اور ابوالخطار نے اسکو معزول کر دیا۔

اس زمانہ میں اُندلس کے سیاسی ماحول کا یہی پس منظر تھا کہ صمیل اور ابوالخطار کے درمیان ایک معمولی واقعہ پیش آیا اور صمیل نے اس کو اتنا آگے بڑھایا کہ اسی بنیاد پر ابوالخطار کے خلاف ایک بڑا طوفان اٹھ کھڑا ہوگیا اور حوادث کے ایسے جھونکے چلے کہ اس میں اُندلس کا امن وامان نئے سرے سے برباد ہوگیا۔

ابوالخطار اور صمیل میں اختلاف:

ابوالخطار نے ابتداء اپنے طرز حکومت میں جس طرح غیر جانب دارانہ روش

کو برقرار رکھا تھا آخر تک اس کو نباہ نہ سکا۔ ایک کنانی اور غسانی میں کسی بات پر جھگڑا ہو گیا۔ کنانی نے امیر کی عدالت میں نالش دائر کی۔ ابوالخطار نے غسانی کے یمانیوں میں سے ہونے کی وجہ سے اپنے فیصلہ میں پاسداری کی اور کنانی نے اس ناانصافی کی شکایت صمیل ابن حاتم سے کی۔ اس نے اس معاملہ کو اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ ابوالخطار کی توجہ مبذول کرنے کے لیے قصر امارت میں آیا۔ لیکن معاملہ کو یکسو کرنے کے لیے نرمی سے گفتگو کرنے کے بجائے آتے ہی تیز و تند لہجہ میں ترش روئی سے گفتگو شروع کی۔ ابوالخطار سے بھی ضبط نہ ہو سکا اور اس نے اس سے بھی زیادہ سخت لہجہ میں جواب دیا۔ جب بات زیادہ بڑھی تو دھکے دے کر اپنے کمرہ سے باہر نکلوا دیا اور زبردستی نکالے جانے میں اس کا عمامہ ٹیڑھا ہو گیا۔ دروازہ پر حاجب نے کہا ''شیخ تمہارا عمامہ کج ہے اس کو ٹھیک کر لو''۔ صمیل نے معنی خیز لہجہ میں جواب دیا کہ ''اگر ہماری قوم میں زندگی ہوگی تو وہ اس ٹیڑھے عمامہ کو سیدھا کر لے گی'' یہ گویا سردار بنی قیس کی طرف سے ابوالخطار کے نام اعلان جنگ تھا۔

ابوالخطار کے خلاف صمیل کی تیاری:

صمیل اسی ٹیڑھے عمامہ کے ساتھ اپنے قبیلہ میں پہنچا قبائل مضر اس کے گرداگرد جمع ہو گئے۔ صمیل نے عام مجمع میں پورا واقعہ سنایا لوگوں نے اس کی اطاعت قبول کرنے کا یقین دلایا۔ اس نے مشتعل مجمع سے مخاطب ہو کر کہا کہ ''ہم ابوالخطار کو اُندلس سے نکال دینا چاہتے ہیں''۔ لوگوں نے جواب دیا کہ تمہارے نقش قدم پر چلنے کو تیار ہیں۔ اس کے بعد صمیل نے کہا ''اب میں قرطبہ کو خیر باد کہتا ہوں میں اپنے اس ارادہ میں اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتا جب تک کہ یہاں سے باہر نہ چلا جاؤں''۔ صمیل نے کہا کہ وہ جماعتی حیثیت سے کمزور ہے اگر بعض تدبیروں سے یمانیہ میں سے بنو لخم و بنو جذام کو ہم نوا کر لیا جائے تو مناسب ہے۔ لوگوں نے اس رائے کو پسند کیا۔ پھر ابوالعطاء قیسی کی شرکت کا معاملہ زیر بحث آیا بعض لوگوں نے اس کو اس تحریک سے علیحدہ رکھنے کی رائے دی۔ لیکن ایک نوجوان ابن طفیل نے اس کی مخالفت کی کہ اگر وہ شریک نہیں کیا گیا تو اس کی حمیت کو ٹھیس لگے گی اور شاید وہ کسی اور راہ پر لگ جائے۔ صمیل نے کہا ابن طفیل ٹھیک کہتا ہے۔ مجلس شوریٰ نے بھی اس رائے کو پسند کیا اور اس کے بعد وہ ارباب مجلس کی رائے سے اسی دن راتوں

رات استجہ پہنچا۔ سربلند حریف نے ابوالعطاء کے در پر دستک دی۔ اس نے باہر نکل کر بڑی گرم جوشی سے اس کا استقبال کیا۔ صمیل نے پوری داستان سنائی۔ ابوالعطاء خاموشی سے اٹھ کر اندر آ گیا اور ہتھیاروں سے مسلح گھوڑے پر سوار واپس آیا اور صمیل سے کہا اٹھو لے چلو جدھر لے چلنا ہے میں تمہارا تابع فرمان ہوں۔ پھر اپنی جماعت کو آواز دی۔ اس کی پوری قوم اسلحہ سے آراستہ بارہ نکل پڑی۔ صمیل لشکر کو لے کر مورور روانہ ہو گیا۔

مورور میں ثوابہ بن سلمہ حدانی مقیم تھا۔ وہ کسی ایسے موقع کا پہلے سے منتظر بیٹھا تھا صمیل ابوالخطار سے اس کی ناراضی کی وجہ سے آشنا تھا۔ صمیل نے اس کو اُندلس کی مسند امارت پر بٹھانے کا وعدہ کیا۔ صمیل کے اس فیصلہ میں اس کی ہوش مندی کی دلیل پنہاں تھی۔ ایک طرف اس نے ثوابہ کی مرضی پوری کی۔ دوسری طرف اگر وہ بانی تحریک ہو کر خود امیدوار ہوتا تو شاید ابوالعطاء کے دل میں چھپی ہوئی جو خلش تھی، وہ بھی ظاہر ہو جاتی اور اختلاف کا دروازہ کھل جاتا۔

اس کے بعد صمیل اپنی قوم میں آیا اور اپنی جماعت کو سمجھایا کہ:-

''ہم اس وقت قضاعیہ و یمانیہ کے مسئلہ کو پیش کرنا نہیں چاہتے۔ ہم لخم و جذام وغیرہ سب ہی کو بلائیں گے اور ان ہی میں سے کسی کو آگے بڑھا کر امیر بنائیں گے۔ نام اس کا ہوگا اور حکمرانی ہماری ہوگی۔''

چنانچہ ثوابہ بن سلمہ جذامی کے امیر نامزد ہونے کا اعلان ہوتے ہی قبائل لخم و جذام بھی اس علم کے نیچے جمع ہو گئے۔

ابوالخطار کی فوج کشی صمیل کے خلاف:

صمیل ان گہری سازشوں سے کام لے کر آگے بڑھا۔ ابوالخطار کو ان واقعات کی اطلاع ملی۔ وہ قرطبہ میں کسی کو اپنا قائم مقام بنا کر اس جمع ہونے والے لشکر کو منتشر کرنے کے لیے قرطبہ سے فوراً روانہ ہو گیا۔

ابوالخطار کا زوال:

قرطبہ کے خالی ہوتے ہی یہاں امیہ بن عبدالملک کو جرأت ہوئی۔ اس نے اپنے ہم نواؤں کی جماعت کے ساتھ خروج کیا اور قائم مقام والی کو بے دست و پا کر کے

دارالامارات کولوٹ لیا۔

ادھر صمیل کے متحدہ لشکر اور ابوالخطار کی فوج میں دریائے شذونہ کے کنارے مقابلہ ہوا۔ صمیل کا پلہ بھاری ہوا۔ قبائل لخم وجذام کے نکل جانے کی وجہ سے ابوالخطار کی فوج میں بھی بد دلی پیدا ہوگئی تھی۔ صرف بنوکلب آخر وقت تک میدان میں جوش وخروش سے ثابت قدم رہے۔ مگر حریف کا پلہ اتنا بھاری تھا کہ ابوالخطار کی فوج کے بہت سے سپاہی کام آئے۔ ابوالخطار نے میدان ہاتھ سے جاتے جاتے دیکھ کر راہ فرار اختیار کی مگر دشمنوں نے بھاگنے کا موقع نہیں دیا۔ وہ مع اپنے تین اعزہ کے گرفتار کرلیا گیا۔ لوگوں نے اس کو قتل کرنا چاہا۔ مگر پھر اس ارادہ سے باز رہے اور قرطبہ کے قید خانہ میں اس کو مع اس کے اعزہ کے بند کر دیا گیا۔

اس کے بعد صمیل اور ثوابہ لشکر لے کر قرطبہ پہنچے۔ دارالامارت پر قبضہ کیا اور معاہدہ کے مطابق ثوابہ کے امیر اندلس ہونے کا اعلان کر دیا گیا۔

ابوالخطار چار سال چند مہینے حکمران رہا۔ ماہ رجب 128ھ 745ء میں اس کی حکومت کو زوال آیا2۔



حوالہ جات وحواشی

(1) افتتاح الاندلس' ابن اثیر ج 5 ص 226,225,204۔ ابن خلدون' مقری ابن عذاری ترجمہ اردو ص 73' مجموعہ اخبار اندلس ص 46-45 وغیرہ۔

(2) ابن اثیر ج 5 ص 258۔ ابن خلدون ج 4 ص 120۔ ابن عذاری ترجمہ اردو ص' مقری ج 1 ص۔ افتتاح الاندلس ومجموعہ اخبار اندلس ص 57-56۔

ثوابہ بن سلمہ حذانی

128ھ 746ء ۔ 129ھ 747ء

ثوابہ بن سلمہ حذانی اگرچہ بزور شمشیر امارت کے منصب پر بٹھایا گیا اس لیے بقول ابن عذاری اس کی امارت میں نہ بنوامیہ کی اطاعت کی شرط تھیں نہ بنوعباس کی' لیکن یہ صورت حال زیادہ دنوں تک قائم نہیں رہی۔ افریقہ کی امارت پر عبدالرحمٰن بن حبیب کو غلبہ حاصل ہوگیا تھا۔ اس نے اس کی امارت کی توثیق کا فرمان بھی بھیج دیا تھا اس لیے یک گونہ اس کی امارت کا جواز پیدا ہوگیا تھا۔

ابوالخطار کی رہائی:

لیکن بنوکلب نے اس کی اطاعت قبول نہیں کی انہوں نے علاقہ پرتگال کے شہر باجہ میں اپنی قوت فراہم کی تھی۔ بنوقضاعہ بھی ان کے ساتھ تھے۔ چند دنوں کے بعد بنوقضاعہ میں سے کچھ لوگ اٹھے اور عبدالرحمٰن بن حسان کلبی کی سرکردگی میں دوسو چالیس سواروں اور پیدل سپاہیوں کے ساتھ رات کے پچھلے پہر میں قید خانہ پر حملہ آور ہوئے اور پہرہ داروں پر غلبہ حاصل کر کے ابوالخطار کو راتوں رات قید خانہ سے نکال کر فرار ہوگئے۔

جنگ کی تیاریاں:

ابوالخطار کے آزاد ہوتے ہی یمانیہ گروہ در گروہ لڑائی کے لیے تیار ہوگئے اور یمانی لشکر قرطبہ کی سمت چل کھڑا ہوا ادھر صمیل اور ثوابہ اپنی فوج کے ساتھ مقابلہ کے لیے نکلے۔ صمیل نے اس موقع پر بھی اپنی کامیاب حکمت عملی سے کام لیا۔ جب رات آئی تو قرطبی لشکر میں سے ایک معدی نکل کر یمانی لشکر کے پاس آیا اور اس نے بآواز بلند پکار کر کہا۔

''یا معشر یمانیہ! لڑائی کی تیاریاں کس لیے ہیں؟ کیا ابوالخطار کی حمایت کے لیے تم ہم سے جنگ کرو گے؟ کیا ہم نے اس پر قابو نہیں پایا؟ اگر چاہتے تو

کیا اس کو قتل نہیں کر سکتے تھے۔ ہم نے اس پر احسان کیا۔ اس کی خطاؤں کو معاف کیا۔ اس کی جاں بخشی کی۔ پھر ہم نے تمہیں میں سے ایک شخص کو اپنا امیر بنایا۔ امیر ثوابہ بھی تو یمانی ہے۔ اگر ہمارے قبیلہ مضر میں سے کوئی امیر بنایا جاتا تو تم لڑائی میں حق بجانب ہو سکتے تھے اور تمہارا عذر معقول سمجھا جاسکتا تھا۔ یہ نہ سمجھو کہ ہم کسی خوف کی بنا پر تم سے یہ باتیں کہہ رہے ہیں۔ واللہ ہمیں تمہارا کوئی خوف نہیں۔ ہم صرف ناحق خوں ریزی کو روکنا چاہتے ہیں کہ ملک میں امن و عافیت قائم رہے۔''

صمیل کی یہ حکمت عملی کارگر ثابت ہوئی۔ اس تقریر کو سنتے ہی ابوالخطار کی فوج کے جذبات کا رخ پلٹ گیا۔ وہ پکار اٹھے ''واللہ یہ سچی بات کہہ رہا ہے۔ امیر تو ہماری ہی جماعت میں ہے پھر ہم اپنی جماعت ہی کے امیر سے کیوں لڑائی مول لیں''۔

عسکر العافیہ:

اس کے بعد فوج میں انتشار پیدا ہو گیا۔ لوگوں نے خیمے ڈنڈے اکھاڑ کر کوچ کا سامان کیا۔ ابوالخطار یہ رنگ دیکھ کر جنگ کے میدان سے بھاگ گیا اور صبح کی روشنی کے آنے سے پہلے پہلے میدان خالی ہو گیا۔ ابوالخطار کے لشکری ''امن و عافیت'' کے نام پر منتشر ہوئے تھے' اس لیے لوگوں نے اس لشکر کا نام ''عسکر العافیہ'' رکھا۔ اس کے بعد ابوالخطار باجہ میں پناہ گزیں ہو گیا۔

ثوابہ کی وفات:

ثوابہ ایک سال تک ملک پر حکمرانی کرتا رہا۔ ماہ شعبان 129ھ 747ء میں اس کی وفات سے اُندلس کی امارت کا منصب پھر خالی ہو گیا اور صمیل کو کسی نئے امیر کو منتخب کرنے کی فکر دامن گیر ہوئی۔

جانشینی کا مسئلہ:

لیکن یہ ایسا مسئلہ نہ تھا کہ صمیل دوبارہ آسانی سے اس پر قابو پا لیتا۔ ثوابہ کا لڑکا عمرو اپنے باپ کی جانشینی کا امیدوار بنا۔ اس طرح ثوابہ بن عمرو اور یحییٰ بن حریث جذامی نے اپنے اپنے کو اس منصب کے لیے پیش کیا۔ پھر ایک جماعت نے ابوالخطاء کو واپس لانے کی

تحریک نئے سرے سے کی۔ صمیل کے لیے بڑی دشواری یہ تھی کہ مضریوں کو قرطبہ میں غلبہ حاصل نہیں تھا۔ وہ ان امیدواروں میں سے کسی کا ہم نوا نہ تھا اور نہ بزور کسی کو امارت کے منصب پر بٹھانا چاہتا تھا۔ اس لیے چند دن لیت و لعل میں گزر گئے۔ لوگوں نے ایک متدین عالم عبدالرحمٰن بن کثیر کو احکام و قضایا کے لیے عارضی طور پر متولی بنالیا اور چار مہینے کی مدت اسی طرح گزر گئی۔

بالآخر صمیل نے یہ مشکل حل کی۔ اس کی نظر انتخاب سرحدی حکومت ناربون کے سابق والی اور مشہور قائد یوسف بن عبدالرحمٰن الفہری کی طرف اٹھی۔ وہ اپنے وطن البیرہ میں خانہ نشینی کی زندگی گزار رہا تھا۔ قرطبہ کے معززین کا ایک وفد اس کی خدمت میں حاضر ہوا۔

امیر کا انتخاب:

یوسف نے ابتداء اس ذمہ داری کو قبول کرنے سے انکار کیا لیکن ارکان وفد نے اصرار سے بتایا کہ اسکی امارت پر عام اتفاق ہو چکا ہے۔ اگر وہ اس ذمہ داری کو قبول نہیں کرتا تو ملک خانہ جنگی کی خوں ریزی میں مبتلا ہو جائے گا اور اس سلسلہ میں جتنا خون بہے گا' اس کی ذمہ داری اس کے سر عائد ہوگی۔ بالآخر یوسف نے اس منصب کی ذمہ داری کے قبول کرنے پر آمادگی ظاہر کی اور قرطبہ آ کر عنان حکومت سنبھال لی۔



یوسف بن عبدالرحمٰن

129ھ 747ء۔139ھ 756ء

یوسف' بن عبدالرحمٰن الفہری افریقہ واُندلس کے ایک معزز خاندان کا چشم وچراغ تھا۔ اس کے جد حضرت عقبہ بن نافع افریقہ کے فاتح اور قیروان کے بانی تھے۔ یوسف افریقہ میں پیدا ہوا۔ اس کے والد عبدالرحمٰن اپنے والد حبیب بن ابی عبیدہ بن عقبہ فہری کے ساتھ اُندلس آئے تھے پھر افریقہ واپس چلے گئے تھے۔ یوسف اپنے والد سے ناراض ہوکر اُندلس چلا آیا اور یہیں توطن پذیر ہوگیا۔ اس کا خاندان افریقہ واُندلس میں بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ یوسف اُندلس آنے کے بعد ریشلونہ اور اربونہ کی ولایت پر مامور رہا۔ خصوصاً اربونہ (ناربون) میں جیسا کہ اوپر گزرا' اس نے نمایاں خدمات انجام دی تھیں۔

نظم ونسق:

اس نے ستاون سال کی عمر میں ماہ صفر 129ھ 746ء میں اُندلس کی عنان امارت اپنے ہاتھ میں لی۔ چند ہی دنوں میں عبدالرحمٰن بن حبیب والی افریقہ کی طرف سے' جس کا یہ جگر گوشہ تھا' اس کی ولایت کی تصدیق کی اطلاع بھی آ گئی۔ اس کو حکمرانی کا پورا تجربہ حاصل تھا۔ اس نے یحییٰ بن حریث کو جو امارت کا دعوی دار تھا' صوبہ ریہ کی ولایت سپرد کرنی چاہی' وہ اس پر راضی ہوگیا۔ اس علاقہ میں اس کے ہم وطن اہل اردن آباد تھے۔ چنانچہ وہ مطمئن ہوکر صوبہ ریہ کی حکومت سنبھالنے کے لیے چلا گیا۔ لیکن وہ حسن انتظام سے اس منصب کی ذمہ داریاں سنبھال نہ سکا۔ اس لیے یوسف نے مجبوراً اس کو اس عہدہ سے معزول کردیا۔ اتفاق کی بات اس کی معزولی کا معمولی واقعہ اُندلس کے امن وامان کے خرمن کو برباد کرنے کے لیے ایک چنگاری بن گیا اور اس کے بعد ایسی طوفان خیز خانہ جنگی برپا ہوئی کہ اس کے مقابل میں اُندلس کی پچھلی ساری خانہ جنگیاں ہیچ ہوگئیں۔

قبائلی جنگ کی تیاریاں:

یحییٰ بن حریث کی فتنہ سامانی کے ساتھ ہی ابوالخطار بھی پھر میدان میں نکل آیا اور ان دونوں نے باہم ساز باز کرنی چاہی۔ مگر یحییٰ بن حریث قضاعی تھا اور بوالخطار کلبی ابتداء دونوں اپنے اپنے لیے ولایت کے خواہش مند تھے۔ اُندلس میں بنو قضاعہ تعداد میں زیادہ تھے۔ اس لیے ابن حریث اپنے استحقاق کو مقدم سمجھتا تھا۔ لیکن بنو قضاعہ کے دوسرے قائدین نے اس اختلاف کو دور کرنے کے لیے اس تحریک کو یمانی تحریک کے نام سے شروع کرنا چاہا کہ سب مل کر جو فیصلہ کردیں اس کی پیروی کی جائے۔ ابن حریث نے اس تجویز کو قبول کیا۔ چنانچہ یمانیہ میں حمیر' کندہ اور مذجح اور قضاعہ قبائل جمع ہوئے اور سب نے یحییٰ بن حریث کی امارت پر اتفاق کیا۔ ادھر یوسف اور صمیل نے مضر اور ربیعہ کو اکٹھا کیا۔ چنانچہ فوجی اجتماع کے لئے یہ دونوں علم علیحدہ علیحدہ بلند کردیئے گئے۔ اس وقت اُندلس کا یہ عالم تھا کہ قرطبہ اور دوسرے شہروں کے شہری اپنے اپنے قبیلہ کے گرد جمع ہونے کے لیے اپنے شہروں سے رخصت ہونے لگے اور ایک ہی شہر کے یمانی اور مضری جب اپنے اپنے علم کے نیچے جانے کے لیے روانہ ہوتے تو ایک دوسرے کو الوداع کہتے۔ اُندلس کے اس سماں سے عرب جاہلیت کی یاد تازہ ہوگئی۔

یک سالہ معاہدہ:

ان فوجی تیاریوں کے ساتھ دونوں جماعتوں کے چند سر برآوردہ اکابر نے صلح کی تحریک شروع کی کہ قبائلی جنگ کی نوبت نہ آئے اور دونوں کا کسی امیر پر اتفاق ہوجائے۔ ابتداء یہ کوشش بارآور ہوئی اور فریقین نے ایک معاہدہ کی رو سے اُندلس کی امارت کو ایک سال کے لیے مضر ویمانیہ میں تقسیم کرلیا۔ اس سمجھوتہ کے مطابق پہلے سال کے لیے یوسف بن عبدالرحمٰن اُندلس کا متفقہ امیر منتخب ہوا اور اُندلس میں یہ پورا سال خیروعافیت سے گزر گیا۔

یوسف کی علیحدگی:

اس معاہدہ کے مطابق ایک سال کے خاتمہ پر یمانی امیر کو زمام حکومت لینی چاہیے تھی۔ چنانچہ 130ھ 747ء میں یمانیوں نے اپنے امیر کے تقرر کا مطالبہ کیا۔ لیکن صمیل جوش وخروش کو ٹھنڈا پاکر اس معاہدہ سے منحرف ہوگیا اور اُندلس میں پھر ایک مرتبہ

السلاح السلاح کی آواز بلند ہوئی۔ معاہدہ سے یہ انحراف یوسف کے منشاء کے خلاف تھا۔ اس لیے وہ اس کے خلاف احتجاج میں حکومت سے خود کنارہ کش ہو کر اپنے وطن البیرہ چلا گیا۔ صمیل نے اس کی کنارہ کشی کی پرواہ نہ کی اور جنگی تیاریوں میں بدستور مشغول رہا۔

یمانیہ ومضریہ کی عبرت انگیز خانہ جنگی:

اس کے بعد دونوں طرف کی ٹڈی دل فوجیں ہتھیاروں کی جھنکار کے ساتھ آگے بڑھیں۔ یمانی' ابوالخطار وابن حریث کی قیادت میں باجہ سے چل کر شقندہ پہنچے تھے۔ ادھر صمیل نے بھی عجلت کی اور اپنا لشکر لے کر دریا عبور کر کے اس پار پہنچ گیا۔ پھر یوسف بھی پورے قبیلہ کو میدان میں دیکھ کر البیرہ میں نہ بیٹھ سکا اور میدان میں آ گیا۔

صبح کی نماز کے بعد ایسی خوں ریز جنگ شروع ہوئی کہ مؤرخین کے بقول ایسی لڑائی اُندلس میں اس سے پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی۔ لڑائی ایک ہفتہ تک جاری رہی۔ پہلے سواروں کی جنگ ہوئی یہاں تک کہ گھوڑے بے کار ہو گئے۔ پھر نیزوں کی باری آئی۔ نیزے بھی ایک ایک کر کے ٹوٹ ٹوٹ گئے۔ پھر تلواریں بے نیام ہوئیں اور وہ بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو کر ہاتھوں سے چھوٹ گئیں۔ جب لڑنے والوں کے ہاتھ ہتھیاروں سے خالی ہو گئے تو گھونسے اور مکے چلنے لگے اور ایک دوسرے پر خاک اٹھا اٹھا کر ڈالنے لگے یہ ایسی لڑائی تھی کہ اس کی مثال اس سے پہلے نہیں گزری تھی۔ بلکہ کہا جاتا ہے کہ اسلام کی زندگی میں یہ پہلی لڑائی تھی جو قبیلہ کے نام پر اسی طرح لڑی گئی جیسی عرب جاہلیت میں لڑی جاتی تھی۔

لڑائی اس منزل تک پہنچی تھی کہ صمیل نے یوسف کو مشورہ دیا کہ قرطبہ کے بازار والوں کو میدان میں لایا جائے کہ وہ تازہ دم ہوں گے اور اس وقت ہمارے بہترین سپاہی ثابت ہوں گے۔ چنانچہ یوسف نے اپنے مولیٰ خلد بن یزید کو بازار والوں کے پاس بھیجا' وہ چار سو آدمیوں کو جمع کر کے لایا ان میں سے ایک کو جو چیز بھی ملی وہ ہاتھ میں لے کر نکل آیا۔ کسی کے ہاتھ میں پتھر' کسی کے لکڑی اور کسی کے تلوار تھی۔ ان میں قرطبہ کے قصاب بھی تھے اور ان کے چھرے ان کے ہاتھوں میں تھے اور ان ہی اناڑیوں کے ہاتھوں اس میدان کا فیصلہ ہو گیا۔ یمانیوں کے ہتھیار بے کار ہو چکے تھے اور وہ دشمنوں کی کسی نئی کمک کے آنے سے غافل تھے۔ چنانچہ ان تازہ دم شہریوں کے ہاتھوں یمانیوں نے شکست کھائی۔ ابوالخطار

اور ابن حریث میدان جنگ سے بھاگ کر ایک پن چکی کے پیچھے چھپ گئے۔ اتفاق سے یہ پن چکی صمیل ہی کی تھی۔ ابوالخطار گرفتار کر لیا گیا۔ اس وقت اس نے کہا کہ پھر ابن السوداء یعنی ابن حریث کو کیوں چھوڑتے ہو۔ وہ بھی یہیں چھپا ہوا ہے۔ چنانچہ وہ بھی پکڑ لیا گیا۔ ابن حریث کہا کرتا تھا' کہ اگر اہل شام کا خون ایک پیالہ میں جمع کر کے مجھے دیا جائے تو میں اس کو پیوں۔ ابوالخطار نے طنز سے پوچھا۔ ''اے ابن سوداء کیا تیرے پیالہ میں کچھ خون باقی رہ گیا ہے جس کو تو نہ پی سکا ہے اس کے بعد ان دونوں کو قتل کر دیا گیا۔

ابوالخطاء کی موت سے یمانیہ ومضریہ کی جنگ کا خاتمہ ہو گیا۔ یمانی قیدیوں کو قرطبہ کے ایک کلیسا میں قید کیا گیا۔ پھر صمیل نے ان کو بڑی بے رحمی سے کوڑوں سے پٹوانا شروع کیا۔ ستر آدمیوں کو کوڑے لگ چکے تھے کہ یوسف کی غیرت اور رحم دلی جوش میں آئی اور پر زور مداخلت اور سفارش سے ان کی سزائیں موقوف کرائیں۔

یوسف کا دوبارہ امارت پر آنا:

صمیل لڑائی سے فرصت پا کر البیرہ پہنچا۔ اور یوسف بن عبدالرحمٰن کو راضی کر کے دوبارہ قرطبہ لایا۔ اب اُندلس میں دراصل صمیل کا طوطی بول رہا تھا۔ یوسف کی ہر دل عزیزی اس کے کنارہ کشی اختیار کر لینے کی وجہ سے ضائع ہو گئی تھی لیکن صمیل قبائلی مصالح کے لحاظ سے اپنی حکومت کے اعلان کی جرأت نہ کر سکتا تھا۔ تاہم ابن اثیر کے بقول امارت یوسف کی تھی اور حکم صمیل کا۔

یمانیوں کا آخری استیصال:

لیکن یہ صورت حال زیادہ دنوں تک قائم نہ رہ سکی' رفتہ رفتہ یوسف کے دل میں حکومت کے اقتدار اعلیٰ کو ہاتھ میں لینے کا خیال پیدا ہوا اور اس کے لیے وہ کسی مناسب موقع کا منتظر رہا۔ اب اُندلس میں اگرچہ یمانی ومضری لڑائی ختم ہو چکی تھی' مگر کبھی کبھی اب بھی اس کی آواز بازگشت مختلف صوبوں سے سنائی دیتی تھی۔ ابن علقمہ لخمی ناربون کا والی تھا۔ اس نے یمانیوں کی حمایت میں یوسف کی اطاعت قبول کرنے سے انکار کیا۔ یوسف نے مہم بھیجا۔ ابن علقمہ مارا گیا اور اس کا سر یوسف کے پاس قرطبہ لایا گیا۔ اسی طرح عروہ بن ولید نے باجہ میں عیسائیوں کی مدد سے بغاوت کی اور اشبیلیہ پر قبضہ کر لیا۔ یوسف نے عامر بن عمرو کو لشکر کے ساتھ بھیجا۔ وہ ناکام رہا تو یوسف خود فوج لے کر گیا اور کامیابی حاصل کر کے عروہ

بن ولید کا سر قلم کیا۔ پھر عامر عبدری نے جزیرہ خضراء پر چڑھائی کی مگر طالب امان ہو کر اطاعت قبول کر لی اور قرطبہ چلا آیا۔ اسی طرح عمر بن یزید ازرق نے اشبیلیہ میں سر اٹھایا اور پاداش میں قتل کیا گیا۔

صمیل کا ولایت سرقسطہ پر تقرر:

اسی سلسلہ میں سرقسطہ میں یمانیوں کے اجتماع کی خبر ملی۔ یمانیوں کی سرکوبی کے لیے صمیل سے بہتر کوئی دوسری شخصیت نہ تھی۔ یوسف نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور صمیل کو سرقسطہ کی ولایت پر جانے کا مشورہ دیا۔ صمیل کو اصل حقیقت کا اندازہ ہو چکا تھا اس نے مخالفت مناسب نہ سمجھی اور خوشی سے سرقسطہ چلا آیا۔ صمیل کے موالی' غلام اور دو سو قیشی اس کے ساتھ تھے۔ یمانی صمیل سے آرزدہ تھے لیکن اس کی بے پناہ سختیوں سے مرعوب ہو چکے تھے اس لیے خاموشی سے اس کی اطاعت قبول کر لی۔

قحط و خشک سالی اور صمیل کی کامیابی:

اس اثناء میں 132ھ 749ء میں اُندلس پر شدید قحط اور خشک سالی کی بلا نازل ہوئی۔ خصوصاً بالائی اُندلس میں قحط کی شدت زیادہ تھی۔ لوگ دور دور کے شہروں سے وسط اُندلس میں چلے آئے' اور یہاں بھی پناہ نہ ملی تو طنجہ' اصیلا اور ریف وغیرہ میں جا کر پناہ لی۔ صمیل کا صوبہ سرقسطہ قحط کی زد میں خاص طور پر تھا۔ اس نے اس موقع پر دوست دشمن کی تمیز کے بغیر سب کی مدد کی' اور اپنے خزانہ اور اجناس کے ذخیرہ کا منہ کھول دیا۔ اب وہی صمیل جو یمانیوں کا جانی دشمن سمجھا جاتا تھا ان کا بہترین دوست' مونس اور غم خوار نکلا۔ اس طرح صمیل نے اس پورے علاقہ کو اپنا مطیع و فرمانبردار بنالیا۔

جلیقیہ کی عیسائی سلطنت کی توسیع:

جس زمانہ میں اُندلس میں مسلمانوں کی قبائلی لڑائی جاری تھی' جلیقیہ کے عیسائیوں کو منظم حملے کرنے کا موقع ملا۔ وہ آس پاس کے اسلامی شہروں پر ٹوٹ پڑے۔ اور الفانسو کی قیادت میں جلیقیہ سے مشرق و جنوب میں بڑھتے گئے یہاں تک کہ ایک وسیع علاقہ ان کے زیر نگین ہو گیا جس میں لیون' سمورہ' ظلمنکہ' استورقہ اور قشتالیہ داخل تھے ان شہروں کے مسلمانوں نے اپنے انتشار کے باوجود مقابلہ کیا۔ لیکن کامیاب نہ ہو سکے۔ بہت

سے مسلمان ان شہروں سے ہجرت کر کے چلے آئے اور بہت سے مذبذب نومسلموں نے دوبارہ عیسائیت قبول کر لی۔ عیسائیوں کی پیش قدمی جاری تھی کہ ملک پر ہولناک قحط کی وبا نازل ہوئی۔ عیسائی اور مسلمان دونوں اس مصیبت میں گرفتار ہوئے اور لوگ آپ سے آپ اس لڑائی سے کنارہ کش ہو گئے۔ اسی سلسلہ میں فرانس کا پورا علاقہ بھی ہاتھ سے نکل گیا۔ صرف ناربون کے مسلمانوں کی وجہ سے اس شہر میں ان کی حکومت قائم رہی۔ اس طرح الفانسو ان مہموں میں تقریباً چوتھائی اُندلس پر قابض ہو چکا تھا۔ اس نے مسلمانوں کو غلام بنانے کی طرح ڈالی اور مسلمان عورتیں اس کے محل میں داخل کی گئیں۔ یہ محض مسلمانوں کی باہمی خانہ جنگیوں کا نتیجہ تھا۔ اس نے 140ھ 757ء میں وفات پائی اس کے بعد اس کا لڑکا اس کا جانشین مقرر ہوا۔ اسی زمانہ میں اُندلس میں اموی شہزادہ عبدالرحمٰن داخل ہوا اور الداخل کا لقب پا کر اُندلس میں ایک نئی اموی سلطنت کی داغ بیل ڈالی۔

اُندلس میں چندروزہ عباسی علم:

جب مشرق میں اموی سلطنت کے زوال کے بعد عباسی خلافت کا پرچم لہرایا تو بغاوت کی لہریں افریقہ اور وہاں سے اُندلس میں بھی پہنچیں۔ یوسف اور صمیل کا اموی خانوادہ سے گہرا تعلق تھا اور وہ عباسی خلافت کے اقتدار کو قبول نہیں کر سکتے تھے۔ اس لیے ان کی مخالف طاقتوں کو ان کے خلاف مہم جاری کرنے کے لیے عباسی خلافت سے رشتہ قائم کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ یمانی قدرتاً عباسی خلافت کی حمایت میں آ جاتے۔ چنانچہ ایک قائد حباب زہری نے عباسیت پرچم کو اُندلس میں لہرایا اور سرقسطہ کی طرف چل کھڑا ہوا کہ وہاں کے یمانی جوق در جوق اس علم کے نیچے آ جائیں گے۔

دوسری طرف قرطبہ میں بنو عبدالدار کا ایک گھرانہ آباد تھا۔ نوجوان قائد عامر عبدری اسی خانوادہ سے تعلق رکھتا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم بردار حضرت مصعبؓ بن عمیر بن ہاشم کے بھائی ابوندی کی اولاد میں سے تھا۔ جیسا کہ اوپر گزر چکا' اس نے جزیرہ خضراء پر چڑھائی کی تھی۔ پھر امان طلب کر کے قرطبہ میں آ گیا تھا اور یہاں کے معززین و اشراف میں شمار کیا جاتا تھا اور موسم گرما کی مہموں میں قائد کی حیثیت سے ناموری حاصل کر چکا تھا۔ اس نے خلیفہ عباسی المنصور سے رابطہ پیدا کیا۔ یوسف کی حکومت میں یمانیوں پر مظالم کی داستان لکھ بھیجی اور اپنے لیے اُندلس کے فرمان ولایت کا خواستگار ہوا۔

المنصور نے خاموشی سے اس کو فرمان اور پرچم بھیج دیئے۔ اس کے بعد اس نے قرطبہ کے مغربی حصہ میں ابتداء ایک احاطہ کھنچوایا جو قنات عامر کہا جاتا تھا۔ پھر ایک وسیع اریض میں جس پر اجارہ دار کی حیثیت سے اس کا قبضہ ہو گیا تھا' مکانات بنوائے اور ایک مستحکم قلعہ تعمیر کرایا۔ تا کہ اس میں قلعہ بند ہو کر عباسی علم بلند کرے اور یمانیوں کا ہجوم قرطبہ پر غالب ہو کر موجودہ حکومت کو بے دست و پا کر دے۔

اس کی اس منصوبہ بندی کے مطابق کام جاری رہا۔ یوسف کی فوجی طاقت ان دنوں اتنی کمزور ہو چکی تھی کہ اس کو عامر کی ساری نقل وحرکت معلوم ہوتی رہی مگر اپنی بے بسی کے سبب سے اس پر ہاتھ ڈالنے کی جرأت نہ کر سکا۔ بالآخر اس نے اس معاملہ میں صمیل سے مشورہ کیا۔ اس نے جرأت کر کے عامر کو فوراً قتل کر دینے کا مشورہ دیا۔ عامر کے مخبر نے اس کو مطلع کر دیا اور یوسف کے کسی فیصلہ پر پہنچنے کے قبل وہ قرطبہ سے کوچ کر کے سرقسطہ کی سمت چلا گیا۔ جہاں یوسف اور صمیل کے دشمن اور اس کے ہمدرد یمانیوں کی غالب آبادی تھی۔ واقعہ 146ھ 763ء میں پیش آیا۔

دو عباسی علمبرداروں میں اتحاد:

عامر سرقسطہ سے باہر مقیم رہا۔ حباب زہری اسی نواح میں عباسی علم لہرائے تھا۔ عامر نے اس سے نامہ و پیام کر کے یمانیوں کو جمع کیا اور خلیفہ ابو جعفر المنصور کے فرمان کے بموجب اپنی ترجیح ثابت کی اور یمانیوں کو عباسی خلیفہ کی اطاعت کی دعوت پیش کی۔ اس طرح لوگ اس کے علم کے نیچے اچھی خاصی تعداد میں اکٹھے ہو گئے۔ صمیل نے ان کے اجتماع کی خبر سنتے ہی ایک فوج بھیجی جس نے وقتی طور پر ان کو منتشر کر دیا۔ لیکن بہت ہی جلد وہ پھر اکٹھے ہو کر خود سرقسطہ کی سمت بڑھے اور شہر کا محاصرہ کر لیا۔ اس فوج میں اُندلس کے ممتاز اکابر بھی شریک ہو گئے۔

حامیان بنوامیہ کا اتحاد:

صمیل کے لیے یہ نہایت نازک وقت تھا۔ اس نے کمک کے لیے یوسف کو لکھا۔ مگر واقعہ یہ تھا کہ وہ پچاس سپاہی بھی اس وقت مشکل سے اکٹھے کر سکتا تھا۔ وہ کسی قسم کی مدد کرنے سے قاصر رہا۔ صمیل نے اس کو سہل انگاری پر محمول کیا بلکہ اس پر جان بوجھ کر تساہل کرنے کی بھی بدگمانی کی۔ صمیل نے یوسف سے مایوس ہو کر بنوقیس کی طرف نگاہ کی کہ وہ جو

بھی تھوڑی بہت مدد کر سکتے ہوں اس سے دریغ نہ کریں۔ بنوقیس کے رئیس عبداللہ بن علی کلابی نے اس دعوت کو قبول کیا۔ بنوقیس صوبہ جیان اور البیرہ میں بہ کثرت آباد تھے۔ عبداللہ بن علی کلابی نے بنوقیس کو جمع کرنے کے لیے دورہ شروع کیا۔ قبائل کلاب' محارب' سلیم' نصر' ہوازن مدد کے لیے تیار ہو گئے۔ لیکن بنوکعب' بن عامر' بنوعقیل' بنوقیش اور بنوحریش نے شریک ہونے میں کچھ تامل کیا۔ سلیمان بن شباب البیرہ نے جو بنوکعب کا رئیس تھا اور حصین بن دجن عقیلی نے جس کو جیان کے بنوکعب کی سرداری حاصل تھی' اس مہم میں شریک ہونے سے اس وجہ سے اعلانیہ انکار کیا کہ سیادت بنوکلاب کو حاصل رہے گی۔ بنو غطفان کے رئیس ابوعطاء کا انتقال ہو چکا تھا۔ اس لیے یہ قبیلہ بھی ابتداء کوئی فیصلہ نہ کر سکا لیکن معاون قبائل کی جمعیت کو دیکھ کر یہ لوگ بھی زیر علم آ گئے۔ پھر ان کے آ جانے کے بعد بنوکعب نے یہ دیکھ کر ان کی علیحدگی سے کوئی خاص نقصان نہیں ہوتا' خاموشی سے وہ بھی چلے آئے اس طرح مختلف قبائل کا نمائندہ لشکر عامر عبدری بالفاظ دیگر عباسی خلافت کی مخالفت میں اکٹھا ہو گیا۔ اس کے بعد بنوامیہ کے اکابر ابوعثمان عبیداللہ بن عثمان' عبداللہ بن خالد اور یوسف بن بخت کے سامنے اس مہم کے مقاصد بیان کئے گئے۔ یہ لوگ یوسف و صمیل کے معتمد علیہ قائدین رہ چکے تھے اور جنگ شقندہ میں ساتھ دے چکے تھے۔ لیکن اسی زمانہ میں اموی شہزادہ عبدالرحمن کا قاصد بدر ان لوگوں کے پاس آیا ہوا تھا اور یہ لوگ رازداری سے اس مسئلہ پر غور و فکر کر رہے تھے۔ انہیں صمیل پر خاص طور پر اعتماد تھا اور اس مسئلہ پر اس سے گفتگو بھی کرنی تھی۔ پھر یہ اجتماع دوسرے معنوں میں عباسی خلافت کے خلاف تھا جس کو اُندلس میں کامیابی حاصل ہو جاتی تو خالص اموی سلطنت کی بناء تاسیس کا تخیل ہی مٹ جاتا۔ اس لیے ان لوگوں نے بھی اس زمانہ میں عباسی علمبردار لشکر کے مقابلہ میں یوسف صمیل کی مدد کرنا ضروری سمجھا۔ چنانچہ یہ لوگ بھی اس لشکر میں شریک ہو گئے۔ لیکن یہ عجیب واقعہ تھا کہ یہ یوسف صمیل کے لیے امدادی لشکر تیار ہوا تھا اور اسی میں اس حکومت کی بربادی کا خاکہ بھی تیار کیا گیا۔

یہ لشکر سرقسطہ کی سمت روانہ ہوا۔ بنوقیس کے سواروں کی تعداد تین سو ساٹھ تھی۔ وادی آنہ کے کنارے پہنچ کر قبیلہ بکر بن وائل اور قبیلہ بنوعلی کے چار سوار ساتھ ہو گئے راہ میں طلیطلہ پہنچ کر محصرہ کی شدت کا حال معلوم ہوا کہ شاید صمیل بے بسی میں اپنے کو دشمنوں

کے حوالہ نہ کر دے۔ اس لیے اس کمک کی اطلاع کرنی ضروری ہوئی۔ چنانچہ ایک تیز رو قاصد کو ایک کاغذ پر دو شعر لکھ کر دیئے گئے کہ اس میں پتھر لپیٹ کر دشمنوں کی صف میں پہنچ کر شہر کے اندر گرا دے۔ ان شعروں میں ثابت قدم رہنے کی تلقین کی گئی تھی اور یہ کہ بہترین لشکر ان کی مدد کے لیے پہنچ رہا ہے۔ یہ پتھر جیسے ہی شہر میں گرا صمیل کے پاس لے جایا گیا۔ اس نے شعر پڑھوا کر سنے اور اسی وقت سے اس کی ہمت بندھ گئی اور دل جمعی سے محاصرہ کی سختیاں برداشت کرنے پر آمادہ ہو گیا۔ محصورین کو امدادی لشکر کے پہنچنے کا مژدہ سنایا۔ جب آنے والی کمک کی اطلاع محاصرین کے لشکر میں پہنچی تو خود ان کی ہمت چھوٹ گئی اور انہوں نے اچانک سرقسطہ کا محاذ اٹھا کر راستہ صاف کر دیا۔ جب امدادی لشکر سرقسطہ پہنچا تو مطلع صاف ہو چکا تھا۔ وہ بغیر کشت و خون شہر میں داخل ہو گیا۔ صمیل نے آگے بڑھ کر ان محسنوں کا استقبال کیا۔ پھر ان میں سے ممتاز قائدین کو دو دو سو دینار، ماتحت افسروں کو پچاس پچاس دینار اور سپاہیوں کو دس دس دینار اور حسب مراتب ریشمی حلے عطا کیے۔

اموی شہزادہ کو لانے کی خفیہ منصوبہ بندی:

امویوں کو صمیل پر اعتماد تھا اولاً وہ یوسف سے اس کے قرطبہ سے جدا کرنے اور سرقسطہ کے محاصرہ میں مدد نہ کرنے سے کسی قدر کشیدہ خاطر تھا۔ علاوہ ازیں صمیل کا خاندان ان امویوں کا قدیم جاں نثار تھا۔ حادثہ کربلا میں جگر گوشہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مقابلہ میں اس کے بدبخت باپ نے نامور حاصل کی تھی اس لیے یوسف کے مقابلہ میں ہشام کے پوتے عبدالرحمٰن کے لیے اس کی حمایت حاصل کی جا سکتی تھی ورنہ کم سے کم یہ تو ضرور تھا کہ اگر اس نے حمایت نہ کی تو وہ امویوں کی محبت میں اس راز کو افشاء بھی نہ کر سکے گا۔ چنانچہ کامل اطمینان کے بعد اموی سرداروں نے صمیل سے تخلیہ میں ملاقات کی۔ صمیل نے کہا یہ معاملہ اہم ہے۔ پورے طور پر غور و فکر کرنے کے بعد کوئی رائے قائم کر کے بتا سکوں گا۔ اس کے بعد صمیل سرقسطہ سے قرطبہ چلا گیا۔ بنوامیہ کے اعیان بدر کو ساتھ لے کر اپنی اپنے قیام پر واپس ہو گئے۔ اس کے بعد یوسف نے صمیل کو طلیطلہ کی ولایت پر مامور کر دیا۔

عباسیوں کا قبضہ سرقسطہ پر:

صمیل کے سرقسطہ سے چلے جانے کے بعد عامر اور حباب کو پھر شہر میں داخل ہونے کا موقع ملا۔ سرقسطہ میں ان کے ہم قبائل آباد تھے۔ ان لوگوں نے ان کی پذیرائی کی۔

اس اثناء میں ایک اور قائد تمیم بن معبد فہری اپنے قبیلہ کے کچھ لوگوں کے ساتھ عباسی علم کے نیچے آ گیا اور ان لوگوں نے سرقسطہ پر عباسی علم لہرا دیا۔

عباسیوں کے خلاف یوسف کا کوچ:

چند مہینوں میں یوسف کی حالت کچھ سنبھل گئی۔ اس نے 137ھ میں سرقسطہ کی طرف کوچ کرنے کا ارادہ کیا۔ موالی بنوامیہ کے اعیان ابوعثمان اور عبداللہ بن خالد کو اس غزوہ میں شریک ہونے کے لیے طلب کیا۔ یوسف اس وقت تک اس خفیہ تحریک سے آشنا نہ تھا۔ ان دنوں اندلس میں اموی شہزادہ کو تخت نشین کرنے کی اسکیم منظم طریق سے جاری تھی۔ اموی قائدین نے موالی بنوامیہ کی عام بدحالی کا تذکرہ کیا کہ ان کی قوت صمیل کی مدد کرنے میں صرف ہو چکی ہے۔ وہ فاقہ کشی سے نڈھال ہیں۔ کسی نئی مہم میں شریک ہونے کا جوش و خروش پیدا نہیں ہو سکتا یوسف نے دس ہزار دینار نکال کر دیئے کہ امویوں میں تقسیم کر دیئے جائیں۔ ان لوگوں نے یہ رقم خاموشی سے لے لی اور غزوہ میں شریک ہونے کا اعلان کر کے چلے آئے۔

موالی بنوامیہ کی فریب دہی:

اس کے بعد یوسف لشکر لے کر قرطبہ سے روانہ ہوا اور وعدہ کے مطابق جیان میں اموی سپاہ کا انتظار کرتا رہا۔ ابوعثمان اور ابن خالد عقیدت مندی کے ساتھ یوسف کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یوسف نے محبت سے پوچھا کہ ہمارے موالی کہاں ہیں؟ وہ بنوامیہ سے اپنے غیر معمولی تعلقات کے باعث انکے موالی کو اپنے موالی کے خطاب سے مخاطب کرتا تھا۔ ان لوگوں نے جواب دیا کہ ہم آگے بڑھ آئے ہیں وہ لوگ طلیطلہ میں اس سے آملیں گے اور یہ کہ انہیں عطا کردہ رقم دے دی گئی ہے غلہ اور سودے کی خریداری اور اس کو اپنے اپنے گھروں پر پہنچانے میں مصروف ہیں۔ یوسف نے کہا تو پھر تم لوگ بھی ان ہی کے ساتھ آؤ، تا کہ وہ لوگ ضبط و نظم کے ساتھ سفر کر سکیں اسکے بعد یہ لوگ رخصت ہو کر صمیل سے رخصت ہونے لگے۔

امویوں کی صمیل سے ساز باز:

صمیل سے اس موقع پر بھی عبدالرحمٰن بن معاویہ کے معاملہ پر رازدارانہ گفتگو کرنے کا موقع مل گیا۔ جیسا کہ آگے چل کر تفصیل سے معلوم ہو گا کہ پہلے اس نے اموی

شہزادے کی حمایت کرنے کی زبان دے دی۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد اس فیصلہ سے رجوع کر کے اپنی مخالفت کا اعلان کر دیا۔ بایں ہمہ صمیل کی تذبذب حکمت عملی سے اموی تحریک کو پھولنے پھلنے کا خاصہ موقع مل گیا۔

سرقسطہ پر فوج کشی:

یوسف نے طلیطلہ پہنچ کر موالی بنی امیہ کا دوبارہ انتظار کیا اور ان کے انتظار میں لشکر کا کوچ روزانہ ملتوی ہوتا رہا۔ صمیل حقیقت سے آشنا تھا۔ مگر اس نے راز داری کے وعدہ پر قائم رہ کر لب کشائی نہیں کی۔ جب یوسف نے اس سے کہا کہ اب تک ہمارے موالی نہیں آئے، تو اس کو کوچ کرنے کا مشورہ دینے کا موقع ملا۔ اس نے کہا ان کی چنداں ضرورت نہیں۔ فرصت کم ہے۔ مزید انتظار میں وقت برباد کرنا مناسب نہیں ہے۔ چنانچہ یوسف سرقسطہ کی سمت روانہ ہو گیا۔

عباسی علم برداروں کی گرفتاری:

سرقسطہ والوں نے یوسف کی فوج کی تعداد دیکھ کر اطاعت قبول کرنے پر آمادگی ظاہر کی۔ یوسف نے باغی سرداروں عامر عبدری، اس کے بیٹے وہب اور حباب بن رواحہ زہری کو سپرد کرنے کا مطالبہ کیا۔ اہل سرقسطہ نے عامر اور وہب کو سپرد کر دیا۔ لیکن حباب کہیں روپوش ہو گیا۔ بالآخر وہ بھی گرفتار کر کے قبضہ میں لایا گیا۔

یوسف نے ان قریشی سرداروں کا سر قلم کرنا چاہا۔ خیال تھا کہ یمانیوں کو اس میں کوئی عذر نہ ہوگا اور دوسری طرف بنو قیس بھی شاید ان سے ہمدردی نہ کر سکیں۔ یوسف نے لشکر کے رؤساء کو مشورہ کے لیے طلب کیا۔ صمیل ان کے قتل کیے جانے کا دل سے خواہاں تھا۔ لیکن بنو قیس کے سرداروں نے مختلف قبائل کی ہمدردی کے سبب سے ان کے قتل کیے جانے کی مخالفت کی۔ اس مخالفت میں سلیمان بن شہاب اور حصین بن دجن پیش پیش تھے۔ یوسف نے اعیان لشکر کی رائیوں کا لحاظ کر کے قتل کے ارادہ کو ملتوی کر کے ان کو قید خانہ میں بھیج دیا اور صمیل اس فیصلہ پر پیچ و تاب کھا کر رہ گیا۔

بنسلونہ پر فوج کشی:

اب صمیل نے سلیمان ابن شہاب اور حصین بن دجن کو راہ سے ہٹانے کی فکر کی۔ اتفاق سے اس کا موقع جلد ہی آ گیا یعنی بنسلونہ کے عیسائیوں نے اسلامی حکومت سے

بغاوت کر کے عیسائی حکومت جلیقیہ کی اطاعت قبول کر لی۔ ان کی گوشمالی کے لیے لشکر کشی کی ضرورت ہوئی۔ صمیل نے سلیمان بن شہاب اور حصین بن دجن کی سرکردگی میں فوج بھیجنے کا مشورہ دیا۔

چنانچہ یوسف نے سلیمان بن شہاب کو سواروں اور حصین بن دجن کو مقدمۃ الجیش کا افسر بنا کر روانہ کیا اور اپنے بیٹے عبدالرحمٰن کو سرقسطہ کی ولایت پر مامور کیا۔ سرحد کی حفاظت کے لیے اس کے ساتھ کچھ فوج متعین کر دی اور انتظامات سے فارغ ہو کر وہ صمیل کے ساتھ قرطبہ روانہ ہو گیا۔

چند قریشی سرداروں کا قتل:

کہا جاتا ہے کہ ابن شہاب اور ابن دجن کی معیت میں جو فوج بھیجی گئی تھی وہ دشمنوں کے مقابلہ کے لیے کافی نہیں تھی۔ چنانچہ ابن شہاب لڑائی میں کام آیا اور حصین بن دجن بقیۃ السیف سپاہ کو لے کر سرقسطہ چلا آیا۔ یوسف کا قافلہ دریائے شرنبہ تک پہنچا تھا کہ اس فوج کی بربادی کا حال معلوم ہوا۔ صمیل نے کہا کہ ابن شہاب سے فرصت ملی۔ ابن دجن بھی اب مخالفت کی ہمت نہ کر سکے گا۔ ان تینوں قریشی مجرموں کا قصہ بھی پاک کیا جائے۔ یوسف اس مشورہ کا حامی نہ تھا مگر صمیل کے اصرار سے اس نے اس کو قبول کر لیا۔ چنانچہ اسی مقام پر تینوں زیر حراست قیدی عامر عبدری، وہب بن عامر اور حباب زہری طلب کیے گئے اور تینوں کی گردنیں مار دی گئیں۔

قرطبہ کا قاصد:

صبح چاشت کے وقت ان تینوں کے قتل کا واقعہ پیش آیا۔ اس کے بعد یوسف و صمیل نے مل کر کھانا کھایا۔ یوسف کے چہرے سے توحش نمایاں تھا۔ اس نے ان سیاسی قیدیوں کو اپنی مرضی کے خلاف قتل کرایا تھا اور یہ بھی فکر تھی کہ آئندہ قبائلی جذبات نئے سرے سے نہ بھڑک اٹھیں اور ملک کسی نئے فتنہ کا آماج گاہ نہ بن جائے۔ صمیل نے تسلی دینی چاہی لیکن یہ خیالات اس کے ذہن سے محو نہیں ہوئے۔ وہ دوپہر کو ان ہی خیالات میں غلطاں و پیچاں قیلولہ کے وقت بائیں پاؤں پر دایاں پاؤں چڑھائے لیٹا تھا کہ لشکر میں ''قاصد'' ''قاصد'' کا شور مچا۔ سردیوں کا زمانہ شروع ہو چکا تھا۔ قرطبہ سے کسی قاصد کا بغیر کسی اہم ترین

ضرورت کے آنا توقع کے خلاف تھا۔ یوسف تحقیق کے لیے بستر سے اٹھ بیٹھا۔ معلوم ہوا کہ اس کی بیوی ام عثمان کا قاصد کوئی خاص پیام لایا ہے۔ قاصد نے حاضر ہو کر مکتوب پیش کیا جس میں یہ تشویش انگیز خبر درج تھی کہ:-

''خلیفہ ہشام کا پوتا عبدالرحمٰن بن معاویہ اُندلس میں داخل ہو چکا ہے اور قریہ طرش کے فاسق وفاجر ابوعثمان عبیداللہ کے پاس مقیم ہے۔ بنوامیہ کے موالی اس کے گرد جمع ہو چکے ہیں۔ البیرہ کے نائب حاکم نے غیر مسلم رعایا کی جماعت کے ساتھ سلطنت کے اس مدعی کا مقابلہ کیا مگر آپ کے نائب کو شکست ہوئی۔ اس کی فوج زخمی ہوئی۔ کوئی مقتول نہیں ہوا۔ اس کے تدارک کے لیے جو مصلحت وقت ہو عمل میں لائی جائے۔''

یوسف وصمیل میں مشورہ:

یوسف نے فوراً صمیل کو طلب کیا۔ اس کو قاصد کے آنے کی اطلاع مل چکی تھی، صمیل آیا تو یوسف نے معصومیت سے قریشیوں کے خون کو یاد کیا کہ شاید اسی ناحق خون کی یہ فوری پاداش ملی ہے۔ صمیل نے تسلی دی کہ وہ باغی تھے اور انہیں قتل ہونا چاہیے تھا۔ پھر ابن معاویہ کے متعلق رائے دی کہ جو کچھ کرنا ہے بلا تذبذب فوراً کر لینا ہے۔ اسی وقت اس کا ایسا مقابلہ کیا جائے کہ یا تو وہ لڑائی میں کام آ جائے اور زندہ رہے تو فرار اختیار کرے۔ پھر اس کو اس جزیرہ میں کہیں پناہ نہیں ملے گی۔ ابھی اس کی جماعت تھوڑی ہے۔ اس تحریک کو کچل کر اس فتنہ کو مٹایا جا سکتا ہے۔

صمیل کی رائے تھی کہ جو فوج ساتھ چل رہی ہے۔ وہ قرطبہ جانے کے بجائے عبدالرحمٰن بن معاویہ کے مقابلہ کے لیے روانہ ہو جائے تاکہ اس کو فتنہ کی مہلت نہ مل سکے کہ وہ مزید اثر ونفوذ پیدا کر سکے۔ یوسف نے اس سے اتفاق کیا اور قرطبہ کا سفر ملتوی کر دیا گیا۔

نیا مدعی سلطنت:

نئے مدعی سلطنت کے خروج کی خبر یوسف کی فوج میں آناً فاناً پھیل گئی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اسی کے مقابلہ کے لیے کوچ کا سامان ہونے والا ہے۔ اموی شہزادے کے ورود کی خبر سن کر لوگوں میں دلچسپی پیدا ہوئی۔ فوج میں جو لوگ ابن شہاب کو جان بوجھ کر

ہلاکت میں ڈالنے پر قریشیوں کو قتل کرنے کے سبب سے اندر اندر یوسف صمیل سے برگشتہ تھے، انہیں فوج کے سپاہیوں کو ورغلانے کا موقع ملا۔ سپاہیوں میں عام بدحالی پیدا ہوئی اور موقع پا کر وہ یکے بعد دیگرے اطلاع کیے بغیر فوج سے علیحدہ ہو کر فرار ہوتے گئے، یہاں تک کہ قبائل یمن میں سے چند افراد اور قبیلہ قیس ومضر کے کچھ لوگ چھاؤنی میں مقیم رہ گئے۔ یوسف نے یہ رنگ دیکھ کر قرطبہ کی واپسی کا ارادہ کیا۔ مگر صمیل اپنی پہلی رائے پر قائم رہا کہ جتنی بھی فوج ہو اسی وقت اموی شہزادے کا مقابلہ کر کے فیصلہ کر لیا جائے۔ اسی تذبذب کی حالت میں بارش اور جاڑوں کا موسم آ گیا۔ اُندلس کے دریا لبریز ہو گئے۔ کوئی نئی فوج اکٹھا کر کے کسی فوری فوج کشی کا موقع باقی نہیں رہا۔ بالآخر یوسف نے قرطبہ کی راہ لی اور اپنے ہمراہیوں کو ساتھ لیے قرطبہ لوٹ آیا۔

عبدالرحمٰن الداخل کا ستارہ اقبال:

اب اُندلس میں اموی شہزادے عبدالرحمٰن الداخل کا ستارہ اقبال طلوع ہو چکا تھا۔ جیسا کہ آگے چل کر تفصیل سے معلوم ہوگا، یوسف نے قرطبہ پہنچ کر عبدالرحمٰن سے نامہ وپیام کا سلسلہ شروع کیا۔ پھر اپنے معتمدین پر مشتمل ایک ناکام سفارت بھیجی۔ لیکن یہ اور اسی قسم کی ساری کوششیں بے سود ثابت ہوئیں۔ عبدالرحمٰن روز بروز اقتدار حاصل کرتا گیا شہر پر شہر فتح ہوتے گئے یہاں تک کہ وہ کوچ کرتا ہوا قرطبہ پہنچا اور آخری جنگ آزمائی کے بعد بروز جمعہ 10 ذی الحجہ 138ھ 755ء قرطبہ میں داخل ہو گیا۔

یوسف کی سلطنت سے دستبرداری:

یوسف دارالسلطنت قرطبہ چھوڑ کر فرار ہو گیا۔ قرطبہ سے نکلنے کے بعد پھر وہ میدان میں آیا لیکن یوسف وصمیل دونوں نے کامیابی کی توقع نہ دیکھ کر بالآخر اُندلس کی بادشاہت عبدالرحمٰن الداخل کے سپرد کر دینے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ نامہ وپیام سے صلح کی شرائط طے پائیں، عبدالرحمٰن نے یوسف کے حق میں چند شہری اور مالکانہ حقوق منظور کیے اور یوسف نے عبدالرحمٰن کو اُندلس کا امیر تسلیم کر لیا۔ اب عبدالرحمٰن الداخل اُندلس کا جائز حکمران تھا اور وہی اُندلس میں نئی اموی سلطنت کا بانی بنا۔ اُندلس میں یوسف کی حکومت کا خاتمہ 139ھ 756ء میں ہوا۔ اس نے نو سال اور چند مہینے حکمرانی کی اور اسی کے نام پر اُندلس میں ولاۃ کی حکمرانی کے دور کا خاتمہ ہوا [1]۔

حوالہ جات وحواشی

(1) ابن اثیر ج 5 ص 286,353,378، ابن خلدون ج 4 ص 119,120۔ نفح الطیب ج 1 ص 147۔ ج 2 ص 16,37,92۔ مجموعہ اخبار اُندلس ص 30,56 تا 66 وغیرہ۔ افتتاح الاندلس' عبرت نامہ اُندلس ج 1 ص 234 تا 250۔ ص 306۔ وغیرہ

اُندلس کے دور ولایت پر ایک نظر!

اُندلس کے ''دور ولایت'' یعنی طارق سے یوسف تک کے زمانہ میں انیس ولایت نے اُندلس پر اپنی مختلف حیثیتوں سے حکومت کی۔ ان کی مجموعی مدت حکومت قمری سال کے لحاظ سے سینتالیس اور شمسی حساب سے پینتالیس سال ہوتی ہے۔ اس تقریباً نصف صدی میں یہاں اسلامی اثرات ایسے قائم ہو گئے کہ یہ ملک صحیح معنی میں اسلامی اُندلس بن گیا۔ اگر چہ اس تقریباً نصف صدی کے زمانہ کا بڑا حصہ تاسیس حکومت کے بعد قبیلوں کی خانہ جنگیوں میں گزرا پھر بھی یورپ کی سرزمین پر ایک درخشاں تمدن کی پہلی کرنیں اسی تقریباً پنجاہ سالہ دور میں چمکیں اور ان سے ایک عالم نے روشنی حاصل کی۔ مسٹر اسکاٹ لکھتے ہیں:-

> ''اُندلس اسلامی حکومت کے زیر سایہ پچاس سال کے اندر اندر تہذیب کے اس نقطہ پر پہنچ گیا جہاں تک اٹلی کو پوپ کی حکومت کے ماتحت پہنچنے میں ایک ہزار برس لگے تھے۔'' (اخبار الاندلس ج 1 ص ۱۲۳)

ولاۃ کا تقرر:

اُندلس اسلامی حکومت افریقہ کے ماتحت مفتوح ہوا اور اس دور میں افریقہ سے اس کا رشتہ قائم رہا۔ افریقہ کی حکومت کو اسلامی اُندلس پر آمرانہ تفوق حاصل تھا۔ اُندلس کے ولاۃ کا تقرر کبھی افریقہ کے والی کرتے اور کبھی وہ دربار دمشق سے براہ راست نامزد کئے جاتے تھے اور عام ازیں وہ اس منصب پر والی افریقہ کے حکم سے مامور ہوئے ہوں یا براہ راست خلیفہ وقت نے نامزد کیا ہو، وہ افریقہ و دمشق دونوں کے ماتحت اور ان دونوں حکومتوں کے سامنے جواب دہ تھے۔ اس صورت حال کی وجہ سے کبھی کبھی دشواریاں بھی پیش آئیں

بلکہ بیشتر موقعوں پر افریقہ کی سیاست کے ماتحت اُندلس کی ولایت کے منصب کے تقرر میں بھی ردو بدل ہوگیا۔ اگر یہ دوعملی نہ ہوتی یعنی ولاۃ کے عزل ونصب اور کبھی کبھی قائدین نے بغاوت واستیلاء کی کوششیں اس صورت میں پے در پے نہ ہوتیں جیسی کہ اُندلس میں کی گئیں اور افریقہ کے حکمران خانوادہ کے ردو بدل میں یہاں کی سیاسیات میں الجھنیں پیدا ہوئیں بلکہ یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ اگر ابتدا ہی سے اُندلس براہ راست دربار دمشق کے ماتحت ہوتا تو بعض قبائلی لڑائیاں بھی برپا نہ ہوتیں اور اُندلس کے مسلمانوں کا بہت سا وقت اُندلس کی حکومت کو ترقی دینے اور تہذیب وتمدن کی اشاعت کرنے میں صرف ہوتا۔

اُندلس کے ولاۃ اپنے تمام داخلی معاملات میں کامل خود مختار تھے۔ ایسا بہت کم زمانہ گزرا ہے جس میں یہاں کی سیاست کی باگ دوڑ براہ راست افریقہ یا دمشق سے ملائی گئی ہو۔ یہ دوسری بات ہے کہ ہر دور میں یہاں کی حکومت پر ایسے ہی افراد پر مامور رہے جن کو افریقہ کے ولاۃ کی حمایت اور تائید حاصل رہی۔ اگر کبھی اس کے برخلاف کوئی صورت پیش آئی تو ولاۃ معزول کر دیئے گئے اور اگر معزول شدہ ولاۃ نے اپنی طاقت دیکھی تو افریقہ کی حکومت کی نافرمانی کی اور اصولاً والی کے بجائے مستولی قرار پائے جس کے معنی یہ تھے کہ ان کی حکومت جائز نہ تھی اور ان کی حکومت کو خلیفہ وقت کی حمایت حاصل نہیں تھی۔

خانہ جنگیاں اور ان کے نتائج:

اُندلس میں قبائلی تفوق کے جذبات ولاۃ کے اسی عزل ونصب سے بیدار ہوئے اور جس سے آگے چل کر ایسی خوف ناک قبائلی دشمنی قائم ہوئی کہ اس کی مثال عرب جاہلیت کے سوا اسلام میں نہیں ملتی۔ اس قبائلی دشمنی کے برے نتائج کا جو سب سے افسوس ناک پہلو نمایاں ہوا وہ اُندلس میں عیسائیوں کی نئی سیاسی تنظیم تھی انہیں مسلمانوں کو خانہ جنگیوں میں مصروف دیکھ کر اپنی شیرازہ بندی کا موقع ملا۔ حالانکہ وہ اسلام کے اولین حملہ میں پورے طور پر منتشر کیے جا چکے تھے۔ لیکن یہ مسلمانوں کی باہمی خانہ جنگی ہی کا اثر تھا کہ حکومت جلیقیہ کے بانی پلائی کا جانشین الفانسو تقریباً چوتھائی اُندلس کا مالک بن گیا۔ اس کو یہ ساری فتوحات مسلمانوں کی قبائلی جنگ ہی کے دوران میں حاصل ہوئیں۔ یہ صحیح ہے کہ مسلمانوں نے اس زمانہ تک شمالی اُندلس میں صرف فوجی چھاؤنیاں قائم کی تھیں۔ پتھریلی زمین میں انہوں نے آباد ہونا پسند نہیں کیا تھا مگر بعض والیوں نے وہاں مسلمانوں کو آباد کرنے کی کوشش کی اور

اسلامی آبادیاں قائم ہوئیں اگر امن اور خوش حالی کا زمانہ ہوتا تو ان آبادیوں میں ترقی ہوتی۔ مگر عرب اور بربر اور عربوں کی باہمی قبائلی لڑائیوں کی وجہ سے ان مقاموں کے مسلمان ہجرت کرنے پر مجبور ہوگئے۔ تھوڑی بہت جو آبادی رہ گئی عیسائی ان کو مغلوب کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ الفانسو نے طاقت حاصل کر کے یا تو ان کو عیسائی بنالیا یا شہر بدر کر دیا اس طرح گویا پورا شمالی اُندلس مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گیا اور آئندہ دولت امویہ کے قیام کے بعد دو متوازی حکومتیں شمالی وجنوب اُندلس میں قائم رہیں۔ شمالی حصہ جو پہاڑی علاقہ تھا' عیسائیوں کے قبضہ میں رہا اور جنوب کا میدانی علاقہ مسلمانوں کے پاس اس طرح دو مستقل طاقتیں اُندلس میں قائم رہیں ان دونوں کا درمیانی علاقہ وقتاً فوقتاً ان دونوں طاقتوں کے ہاتھوں میں آتا جاتا رہا جب تک اسلامی حکومت میں کوئی کمزوری آتی تو عیسائی آگے بڑھ کر علاقے دبا لیتے تھے اور جب طاقت ور حکمران تخت پر آجاتا تھا تو وہ بڑھ کر عیسائیوں کو پیچھے دھکیل دیتا تھا۔ اس طرح اُندلس کی سرزمین عیسائیت اور اسلام کی معرکہ آرائیوں کے لیے بھی آماج گاہ بنی رہی۔

اس لیے اُندلس کے دور ولایت کے دامن پر یہ بدنما داغ ہے کہ والیوں کی خود غرضیوں ولایت اور قبائلی دشمنیوں سے اُندلس میں ایک مستقل عیسائی حکومت عالم وجود میں آ گئی۔ وہ اگرچہ اسلامی اُندلس کے شباب کے زمانہ میں صرف چوتھائی اُندلس پر قابض رہی مگر جب مسلمانوں میں آگے چل کر طوائف الملو کی پھیلی تو اسی عیسائی سلطنت نے جس کی داغ بیل اسی زمانہ میں پڑی تھی' مسلمانوں کی ایک ایک حکومت کو علیحدہ علیحدہ ختم کیا اور پھر اسی الفانسو کے جانشین نے سرزمین اُندلس سے اسلام کے چراغ کو ہمیشہ کے لیے گل کر دیا۔

نظام حکومت:

اُندلس کے ولاۃ' شعبہ کشوری وعسکری دونوں کے اقتدار اعلیٰ کے مالک تھے۔ انہوں نے ملک کو مختلف صوبوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ ہر صوبہ میں حاکم ونائب حاکم کے لقب سے اس صوبہ کے والی مقرر ہوئے تھے۔ امن وامان کا برقرار رکھنا' سرکاری مال کی تحصیل وصول اور طلبی کے موقع پر مرکزی حکومت کے پاس فوجیں لے کر پہنچنا ان کے عام فرائض تھے۔ والی اُندلس اور نائبین کے دفتر میں کاتب کے لقب سے حکومت کے دفتری انصرام کے لیے ذی علم اشخاص متعین ہوتے تھے۔

شعبہ عسکری:

فوج کا نظام قبائلی تقسیم پر قائم تھا۔ مختلف قبائل کے سردار حسب طلب اپنی فوجیں لے کر والی کے پاس آتے تھے۔ سرکاری فوج گویا اس قبیلہ کے افراد قرار پا سکتے تھے، جس قبیلہ کا والی حکمران ہوتا تھا۔ سپاہ دو حصوں پیدل اور سواروں میں تقسیم تھی۔ ہر قبیلہ کا ایک صاحب الرجالہ اور ایک صاحب الخیل ہوتا۔ اسی طرح ایک علم بردار ہوا کرتا تھا۔ جب مختلف قبیلوں کی فوج کسی مشترک مہم کے لیے روانہ ہوتی تو یا تو خود والی اندلس ان کی سپہ سالاری کی خدمت انجام دیتا تھا۔ یا ان میں سے کسی ممتاز قبیلہ کے ممتاز سردار کو یہ خدمت تفویض ہوتی تھی۔ اسی سلسلہ میں کبھی کبھی کسی والی کے وقتی انتخاب سے قبائل اپنی توہین بھی محسوس کرتے اور برے نتائج پیش آ جاتے تھے۔ اس لیے والی کو اس انتخاب میں بڑی احتیاط کرنی پڑتی تھی۔ ملک میں جابجا حسب ضرورت فوجی چھاؤنیاں اور قلعے بھی تعمیر کیے گئے۔

عیسائی رعایا:

اسلامی فتح کے ابتدائی دور میں لوٹ مار کے بعض واقعات پیش آئے۔ لیکن امن و امان قائم ہو جانے کے بعد مسلمان والیوں نے مسلم و غیر مسلم رعایا میں کوئی فرق نہیں کیا۔ جس طرح انہوں نے مسجدوں اور مکتب کا انتظام کیا اسی طرح ان کے کلیساؤں کے لیے بھی نظم و ضبط کے اصول بنائے۔ ان کو کامل مذہبی آزادی حاصل رہی۔ ان کے اساقفہ کے عہدوں کو سرکاری حیثیت سے تسلیم کیا گیا۔ وہ اساقفہ گویا عیسائی رعایا اور اسلامی حکومت کے درمیان رابطہ کا کام دیتے تھے اور ان کے مذہبی امور کی نگہداشت کرتے تھے۔ مسیحی مجالس کے انعقاد کی عام اجازت حاصل تھی اور گرجاؤں کے متعلق ہر شہر میں اس کی فتح کے موقع پر عیسائی رعایا سے جو شرائط طے پاتے تھے ان کی پابندی کی جاتی تھی۔

محاصل:

اس کے ساتھ اسلامی حکومت نے عیسائی رعایا کے حق کاشت کو محفوظ رکھا۔ اسلامی حکومت سے پہلے جو جس زمین کا کاشت کار تھا اسلامی عہد میں بھی وہ زمین اس کے پاس رہی۔ البتہ اس کے سرکاری محاصل اور زمینداری کے حقوق مسلمانوں کی طرف منتقل ہو گئے۔ پچھلے اصولوں کے بموجب وہ زمین میں کاشت کرتے، پیداوار کے چند حصے کیے جاتے مختلف زمانوں میں مختلف اعتبار سے وہ حصے کاشتکار ار زمیندار میں تقسیم ہوتے۔ شاہی زمینوں کی پیداوار کا صرف ایک تہائی حصہ وہ حکومت کو دیتے اور دو تہائی ان کے پاس رہتا تھا۔ یہ شاہی زمین ان عیسائی زمینداروں کی تھی جو اسلامی فتح کے وقت یا تو مارے گئے تھے یا فرار ہو گئے تھے ان زمینوں کی پیداوار ابتداء بیت المال میں جمع ہوتی تھی۔ پھر جب عرب قبائل ملک کے مختلف حصوں میں آ کر آباد ہوئے تو ان کے حوالہ کر دی گئیں۔ اس کے معاوضہ میں وہ فوجی خدمات انجام دیتے تھے۔ بعض شہروں کے باشندوں سے ایسی نرم شرطوں پر صلح ہوتی تھی کہ وہاں کے باشندے اسلامی دور میں نہایت مرفہ الحال رہے مثلاً ناردہ کا پورا علاقہ واگزار رہا۔ صرف کلیسا کے بعض اوقاف جن کے پادری باقی نہیں رہے تھے اسلامی ملک میں داخل ہوئے تھے یا تدمیر کا علاقہ جس میں لورقہ، مولہ، اریولہ اور لقنت آباد تھے، صرف خراج کی شرط پر چھوڑ دیا گیا تھا۔ عیسائی کاشتکاروں کو اپنی جائیدادوں کے بیچنے اور خریدنے کا حق بھی حاصل تھا اس طرح وہ گویا ان زمینوں کے اصل مالک تھے۔

فوجی خدمت کے معاوضہ میں عیسائیوں کے لیے جزیہ کی ادائیگی ضروری تھی۔ امراء سے اڑتالیس درہم، متوسط طبقہ سے چوبیس اور مزدور اور پیشہ وروں سے صرف بارہ درہم سالانہ لیے جاتے تھے۔ عورتیں، بچے، راہب، اپاہج اور اندھے اس سے مستثنیٰ تھے۔ اسی طرح مسلمانوں سے زکوٰۃ کی سالانہ رقم جو شرعاً ان پر واجب الادا ہے، وصول کی جاتی تھی۔ جو عیسائی مسلمان ہو جاتے تھے، ان سے جزیہ معاف کر دیا جاتا تھا اور اگر صاحب استطاعت ہوتے تھے تو زکوٰۃ و عشر کی ادائیگی ان پر فرض ہو جاتی تھی۔ محاصل کی وصولی کے لیے محصل مقرر تھے۔

ملک کی زرخیزی کے وسائل اختیار کرنا:

ملک کی زرخیزی کے وسائل آغاز حکومت سے اختیار کیے گئے کاشت کاروں کو کاشت کاری کی ترغیب دی گئی۔ تجارتی کاروبار میں آسانی پیدا کرنے کے لیے راستے ہموار کیے گئے۔ تارتی قافلوں کو مال لے کر جانے اور آنے کو رواج دیا گیا گزرگاہ کے لیے پل تعمیر کیے گئے۔ ملک میں صنعتی ترقیوں کی بھی داغ بیل پڑی جس سے آگے چل کر تجارت کو غیر معمولی فروغ حاصل ہوا۔

درخشاں تمدن کی داغ بیل:

مسلمانوں کے درخشاں تہذیب و تمدن نے قدرتی طور پر شمال کے عیسائیوں کو بھی

متاثر کیا۔ اسلامی نقطہ ہائے نظر اور معتقدات و مسلمات ان میں قبول کئے جانے لگے۔ کیونکہ جب دو قسم کے لوگ کسی ایک جگہ جمع ہوتے ہیں تو اعلیٰ تمدن کے مالک دوسرے فریق کو متاثر کرتے ہیں۔ یہی صورت حال اسپین میں عربوں کی تھی اور یہی وجہ ہے کہ اس دور میں جس عربی تمدن کی بنا یہاں ڈالی گئی اس کو تیرہویں صدی عیسوی تک یورپ میں عام فروغ حاصل رہا۔ اور اس لحاظ سے اُندلس کے اس مختصر دور ولایت نے دنیا کی ایک نئی تہذیب و تمدن کی بنا اور تخلیق میں ایک اہم حصہ لیا اور اس کے اس احسان سے دنیائے تہذیب و تمدن کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتی۔ اس کی یادگار کے پائیدار نقش و نگار آج بھی تروتازہ ہیں۔



دولت امویہ اُندلس

عبدالرحمٰن الداخل بانی دولت امویہ اُندلس

138ھ 755ء۔ 171ھ 787ء

عباسیوں نے مشرق میں اموی سلطنت کا تختہ الٹ دینے کے بعد امویوں کے شاہی خاندان کا چراغ گل کر دینے کا فیصلہ کیا تا کہ ان میں کوئی شخص کبھی حریف سلطنت نہ بن سکے۔ چنانچہ آخری اموی خلیفہ مروان کو 132ھ 729ء میں قتل کرنے کے ساتھ اموی شہزادوں کو تلاش کر کے تہ تیغ کیا گیا۔ اس دارو گیر میں جس اموی شہزادے کو جہاں سر چھپانے کا موقع مل گیا وہ وہاں روپوش ہو گیا۔ ان ہی میں اُندلس کی اموی سلطنت کا بانی عبدالرحمٰن بھی تھا۔

عبدالرحمٰن نامور اموی خلیفہ ہشام کا پوتا اور اس کے لڑکے معاویہ کا لڑکا تھا۔ 113ھ میں بمقام دمشق یا شہر تدمیر کے نواح میں بمقام علیا پیدا ہوا۔ اس کی کنیت ابوالمطرف و ابوسلیمان و ابوزید بیان کی جاتی ہے۔ اس زمانہ میں وہ سترہ یا انیس سالہ نوجوان تھا۔ شاہی محل میں خلیفہ ہشام کی نگرانی میں اس کی تعلیم و تربیت انجام پائی تھی۔ ان دنوں وہ اپنے بھائی یحییٰ بن معاویہ کے ساتھ ایک گاؤں میں چھپا ہوا تھا۔ اس دار و گیر میں عبدالرحمٰن کا ایک بھائی ابان بن معاویہ اور ایک پھوپھی زاد بھائی عبدہ بن ہشام مارے جا چکے تھے۔ اس کے بعد عباسیوں کی طرف سے پورے شام میں امویوں کو امان دینے کی منادی کی گئی۔ چنانچہ مختلف مقاموں میں چھپے ہوئے اموی خاندان کے افراد نکل پڑے۔ رملہ سے بارہ میل کے فاصلہ پر یک مقام نہر ابی فطرس میں سفاح مقیم تھا' وہاں جمع ہو گئے۔ چنانچہ ستر سے کچھ اوپر تعداد میں اموی جمع ہو چکے تھے تو سفاح نے عہد کو توڑ کر سب کو قتل

کرادیا۔

عبدالرحمٰن کا بھائی یحییٰ قنسرین کے ایک گاؤں میں چھپا ہوا تھا۔ اس نے اپنے کو ظاہر کرنے میں عجلت نہ کی۔ اس نے حالات کی تفتیش کے لیے قاصد بھیجا۔ وہ عین اس وقت پہنچا جب امویوں کے سر قلم کیے جا رہے تھے۔ قاصد دوڑ کر واپس آیا۔ لیکن قبل اس کے کہ یحییٰ کو فرار ہونے کا موقع ملے دوڑ اس گاؤں میں بھی آ پہنچی اور یہ بھی قتل کر دیا گیا۔

حسن اتفاق کہ عبدالرحمٰن اس وقت شکار کے لیے باہر گیا ہوا تھا۔ آدھی رات کو اس واقعہ کی اطلاع ملی۔ وہ اسی طرف سے کہتا ہوا فرار ہوا کہ اس کے اہل وعیال اس کے پاس پہنچا دیئے جائیں۔

اس کے بعد بقیۃ السیف اموی شام سے نکل پڑے۔ ان لوگوں نے یہ سن رکھا تھا کہ شاید مغرب و افریقہ میں ان کے لیے پناہ کی جگہ موجود ہے۔ کیونکہ مروان کے قتل ہونے کے بعد دو شہزادے جزی بن عبدالعزیز بن مروان اور عبدالملک بن عمر بن مروان افریقہ میں پناہ لے چکے تھے۔ چنانچہ اس کے بعد ولید کے لڑکے عاصی و موسیٰ اور عبدالملک کے لڑکے حبیب اور دوسرے ممتاز اموی شہزادے بھی یہاں پہنچ گئے اور عبدالرحمٰن بن حبیب بن ابی عبیدہ فہری والی افریقہ نے ان کو خاموش سے افریقہ میں پناہ دی تھی۔

اسی سبب سے عبدالرحمٰن نے بھی افریقہ جانے کا ارادہ کیا اسی خیال سے وہ وہاں سے نکل کر فرات کے کنارے ایک گاؤں میں جو گھنے جنگلوں کے اندر آباد تھا' آیا اور چند دنوں کے لیے یہاں مقیم ہو گیا۔ یہیں اس کے اہل وعیال بھی آ گئے۔

ایک دن عبدالرحمٰن کا چار سالہ لڑکا سلیمان اس گاؤں میں گھر کے باہر کھیل رہا تھا۔ عبدالرحمٰن کی آنکھیں آشوب کر آئی تھیں۔ وہ گھر میں بیٹھا سیاہ کپڑے سے آنکھیں پونچھتا جاتا تھا وہ کچھ دیکھ کر خوف زدہ اندر پہنچا اور عبدالرحمٰن سے چمٹ گیا وہ اس کو الگ کرتا مگر وہ دہشت سے اور زیادہ چمٹتا جاتا وہ اس کو تسلی دیتا جاتا مگر وہ چپ نہ ہوا۔ بچہ کی کیفیت سے عبدالرحمٰن کو انتشار ہوا۔ وہ حقیقت معلوم کرنے کے لیے مکان سے باہر نکلا۔ گاؤں میں اس وقت عام خوف وہراس طاری تھی۔ سامنے سے کالے کالے جھنڈے آگے آتے دکھائی دیئے اور سواروں کے گھوڑوں کی ٹاپ سے ایک شور برپا تھا۔ اس درمیان میں اس کا ایک تیرہ سالہ بھائی بھی بھاگا ہوا آیا اور اس نے کہا کہ عباسیوں کے سیاہ علم گاؤں میں پہنچ گئے

ہیں۔ جلد سے جلد بھاگنے کی فکر کرنی چاہیے۔

عبدالرحمٰن فوراً گھر میں داخل ہوا۔ بال بچوں کو بدر کے سپرد کیا۔ کچھ دینار کمر میں باندھے۔ دونوں بہنوں ام اصبغ اور امۃ الرحمٰن کو ہدایت کی کہ وہ اس کے غلام بدر کے ساتھ اس سے آملیں پھر وہ اپنے نوعمر بھائی کو اپنے ساتھ لے کر مکان سے نکل کر گاؤں کے پاس ہی ایک جاننے والے کے گھر میں چھپ رہا اور یہیں اس کے اہل وعیال بھی آ گئے۔ اس اثنا میں سواروں نے اس کے سکونتی مکان کو آ کر گھیر لیا جس میں سے ابھی ابھی وہ اور اس کے بال بچے نکل کر بھاگے تھے۔ وہاں نشان نہ پا کر اس کے تعاقب میں چلے۔ وہاں اس نے اپنے میزبان کو دو گھوڑے خریدنے کے لیے کچھ دینار دیئے تھے۔ اس نے ایک غلام کو اس کے لیے بھیجا۔ اس نے غداری کر کے عبدالرحمٰن کو روپوشی کی اطلاع عباسیوں کو دے دی غلام کی واپسی میں دیر لگی تو عبدالرحمٰن کا اضطراب بڑھا۔ اس اثنا میں تعاقب کرنے والے سوار اطلاع پا کر اس مکان کی طرف دوڑے۔ اس نے بال بچوں کو بدر کے سپرد کیا اور وہ خود پشت کے دروازہ سے چل کھڑا ہوا اس کا بھائی بھی اس کے ساتھ تھا سواروں کی نظر ان پر پڑی۔ یہ دونوں فرات کے کنارے لگے ہوئے گھنے درختوں کے باغ میں گھس آئے اور جہاں تک تیز دوڑ سکتے تھے دونوں بھاگتے گئے۔ گھوڑ سوار سرپٹ گھوڑے ڈالے ان کے تعاقب میں تھے۔ یہاں تک کہ دریا کا کنارا آیا اور یہ دونوں دریا کے کنارے پرانی قبروں کے اندر گھس گئے۔ سوار ہاں بھی پہنچے تو دونوں نکل کر بھاگے اور جست مار کر دریا میں کود پڑے سواروں نے بھاگنے والوں کو آواز دے کر کہا کہ لوٹ آؤ جان کی امان ہے۔ لیکن دونوں پیرنے میں مشاق تھے۔ تیزی سے پیرتے گئے' مگر نصف دریا تک پہنچے تھے' کہ عبدالرحمٰن کا کم سن بھائی پیرتے پیرتے تھک گیا۔ عبدالرحمٰن نے اس کا دل بڑھایا۔ اپنی طرف بلاتا رہا۔ مگر وہ دشمنوں کی باتوں میں آ گیا۔ ہمت کر کے آہستہ آہستہ تیر کر لوٹ گیا۔ سواروں نے تیرہ سال کے اس نوعمر بچہ کو پکڑتے ہی قتل کر دیا۔ عبدالرحمٰن دریا کے پار سے اس خونیں نظارے کو دیکھتا رہا۔

اس کے بعد وہ دریا کے کنارے ایک گھنی جھاڑی میں چھپ گیا۔ سوار دریا عبور کر کے اس کے تعاقب میں یہاں بھی پہنچے مگر اس کو نہ پا سکے۔ اس کے بعد جدھر کا رخ ہوا وہ چل کھڑا ہوا یہاں تک کہ فلسطین کے ایک گاؤں میں پہنچا اور ایک شخص کے یہاں پناہ لی۔

جب معلوم ہوا کہ اس کا تعاقب کرنا چھوڑ دیا گیا ہے تو وہ مغرب کی راہ پکڑ کر چلتے چلتے افریقہ پہنچ گیا اور یہاں پہنچ کر اس کے دم میں دم آیا۔

جب اس کے افریقہ پہنچنے کی اطلاع اس کے خاندان والوں کو ہوئی تو اس کی بہن ام اصبغ نے اس کے دونوں غلاموں بدر اور ابوالشجاع سالم کو اس کے مصارف کے لیے کچھ دینار اور جواہرات کے ساتھ افریقہ بھیجا۔

افریقہ میں اس وقت عبدالرحمٰن بن حبیب فہری کی حکومت تقریباً اسی نوعیت کی تھی جیسے اُندلس میں اس کا لڑکا یوسف بن عبدالرحمٰن حکمران تھا۔ افریقہ میں اس وقت تک انقلاب حکومت کے اثرات نہیں پہنچے تھے اور عبدالرحمٰن بن حبیب نے عباسی دعوت کو قبول نہیں کیا تھا۔ اس لیے عبدالرحمٰن کے یہاں بظاہر کوئی خطرہ موجود نہ تھا۔ اور اسی لیے عبدالرحمٰن بن حبیب والی افریقہ نے ابتداء اس کا خیر مقدم کیا۔ لیکن اس زمانہ میں نجوم و رمل کی پیشن گوئیوں پر بڑا بھروسہ کیا جاتا تھا۔ عبدالرحمٰن کے بچپن میں ایک واقعہ گزرا تھا۔ اس کے باپ کے انتقال کے بعد اس کی پرورش اس کا دادا خلیفہ ہشام کرتا تھا۔ ایک دن وہ دربار خلافت میں بیٹھا تھا کہ اچانک مسلمہ بن عبدالملک نے اس کو دیکھ کر اس کی پیشانی کا بوسہ لیا اور خلیفہ ہشام کو متوجہ کر کے کہا کہ میں اس کی پیشانی اور گردن میں اس کے حکمران بننے کی نشانیاں پا رہا ہوں۔ عبدالرحمٰن کے دل میں اس واقعہ کی یاد تازہ تھی۔ افریقہ پہنچ کر معلوم ہوا کہ کسی یہودی نے یہاں کے والی عبدالرحمٰن بن حبیب سے کہا ہے کہ ایک شہزادہ جس کے سر پر دو لٹیں ہوں گی وہ اُندلس کا بادشاہ ہوگا اور والی افریقہ کے دل میں اس کی کھٹک موجود ہے۔ اتفاق سے عبدالرحمٰن کاکلیں رکھتا تھا لیکن چھٹی رہتی تھیں اس کو دیکھ کر عبدالرحمٰن بن حبیب کی وہ پیشن گوئی یاد آ گئی۔ اس نے یہودی کو بلوایا لٹیں تو اس نوجوان کی ہیں۔ اس کو قتل کرادوں"۔ یہودی نے جواب کہ خدا کی قسم اگر تم نے اس کو قتل کرادیا تو یہ وہ شخص نہیں ہے اور اگر تم نے اس کو چھوڑ دیا تو یہ دراصل وہی ہے۔ ابن حبیب اس جواب سے حیص بیص میں پڑ گیا مگر وہ اب عبدالرحمٰن کو بڑی مشتبہ نظروں سے دیکھتا رہا۔

عبدالرحمٰن نے اس کی نظریں تاڑ لیں۔ اس کے علاوہ اس اثناء میں افریقہ کے حامیان بن وامیہ اور ابن حبیب کے درمیان بہت جلد اختلافات پیدا ہوگئے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عبدالرحمٰن کے ذہن میں افریقہ کی حکومت کا خیال آیا۔ چنانچہ ان ہی اختلافات کے

باعث ابن حبیب نے بنوامیہ پر سختی شروع کی اور ولید بن یزید کے دو بیٹوں کو جنہیں وہ پناہ دے چکا تھا' قید کر کے قتل کرادیا اور دوسرے اموی معززین کے مال و اسباب کو ضبط کرلیا۔ اس دار و گیر میں اس نے عبدالرحمٰن کو بھی تلاش کرایا مگر وہ حالات کا اندازہ لگا کر پہلے ہی روپوش ہو چکا تھا۔

اس کے بعد ابن حبیب نے اس کے تلاش کرنے کے لیے جاسوس مقرر کیے۔ وہ دارالسلطنت سے نکل کر ایک مقام باری میں قبیلہ مکناسہ کے پاس پناہ گزیں ہوا لیکن یہاں باطمینان نہ رہ سکا۔ اس کے بعد وہ بربروں کے ایک دوسرے قبیلہ میں پناہ لیتا پھرا کیونکہ حسن اتفاق سے اس کی ماں بربری تھی۔ اس لحاظ سے قبیلہ نفزادہ میں اس کی ننھیال نکلی۔ اس قبیلہ نے اس کی مخلصانہ حمایت کی اور اپنا عزیز مہمان بنایا۔ لیکن ابن حبیب کو اس کا پتہ لگ گیا۔ اس کے سوار اس کی تلاش میں آ نکلے اور ایک موقع پر یہ ایک عورت کے دامن میں پناہ لے کر گرفتاری سے بال بال بچ گیا۔ اس کے بعد یہ مختلف ذریعوں سے مختلف قبائل مغلیہ' اور زناتہ وغیرہ کے حلقوں میں پناہ گزیں رہا۔ اسی سلسلہ میں برقہ میں پانچ سال گزر گئے۔ پھر بنورستم ملوک تاہرت کی پناہ میں رہا۔ اسی طرح ایک مقام سے دوسرے مقام پر پہنچتے پہنچتے ساحل سمندر پر جا نکلا اور ایک مقام سیرہ میں مقیم ہو گیا جہاں اس کے ننھیالی قبیلہ انفزادہ یا نفرہ کے لوگ آباد تھے۔ اس طرح عباسیوں اور ابن حبیب والی افریقہ نے اس کو گرفتار کرنے کی جو تدبیریں کیں' وہ رائیگاں ہوتی گئیں کہ قدرت کو تو اس کے ذریعہ مغربی اُندلس میں دولت امویہ کی بنیاد رکھنی تھی اس کا کوئی بال بیکا نہ کرسکا' جیسا کہ اوپر کہا گیا۔

رمالوں اور نجومیوں کی قیافہ شناسیوں اور پیشن گوئیوں کے یسے واقعات تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں جو عبدالرحمٰن کے فلسطین و افریقہ کے قیام کے زمانہ میں پیش آئے ہیں' ان سے کم سے کم یہ اندازہ ہوتا ہے کہ دل میں اُندلس میں سلطنت قائم کرنے کا تخیل اسی وقت پیدا ہو چکا تھا جب وہ فلسطین سے مغرب کے ارادہ سے روانہ ہوا تھا۔ ہوسکتا ہے کہ اس کے ذہن میں ابتداء افریقہ و مغرب میں سلطنت قائم کرنے کا تخیل بھی آیا ہو مگر ابن حبیب کی مستحکم حکومت کا الٹنا اس کے امکان سے باہر نظر آیا ہو اور یہاں حالات سازگار نہ دیکھ کر اُندلس میں قسمت آزمائی کا خیال آیا ہو اور افریقہ کے حامیان امویہ سے ملنے کے بعد اس کے تخیل میں مزید پختگی آئی ہو۔ چنانچہ سمندر کے کنارے پہنچنے کے بعد اس نے اسی نقطہ نظر

کے ساتھ اُندلس کے امویوں اور ان کے حامیوں سے خفیہ خط و کتابت کا آغاز کیا۔ اس نے پہلے ان کو اپنے آنے کی اطلاع دی۔ پھر ان کو اپنی طرف دعوت دی۔ جب کچھ مناسب آثار دکھائی دیئے تو اُندلس کی زمین کو ہموار کرنے کے لیے اپنے سب سے بڑے معتمد غلام کو ان کے پاس سبرہ سے اُندلس بھیج دیا[1]۔

فضا ہموار کرنے کی کوشش:

اُندلس میں بنوامیہ کے حامیوں اور موالیوں کی تعداد چار پانچ سو کے درمیان تھی۔ ابوعثمان عبداللہ بن عثمان اور عبداللہ بن خالد بن ابان بن اسلم وغیرہ کو جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے موالی میں سے تھے اور البیرہ میں جو شامی آباد تھے ان میں سربرآوردہ تھے۔

عبدالرحمٰن نے ابوعثمان عبیداللہ کے نام ایک طویل خط لکھا جس میں خانوادہ بنوامیہ کا دولت و حشمت میں ممتاز ہونے اور ان کے مصائب و آلام میں گرفتار ہو جانے کو یاد دلایا۔ پھر افریقہ میں پناہ گزینی' عبدالرحمٰن بن حبیب کے برتاؤ اور وہاں سے جلاوطنی کا ذکر کر کے یوسف سے بھی کسی اچھے برتاؤ کی توقع نہ ہونے کا تذکرہ کیا۔ اس کے بعد خانوادہ امویہ کے ممتاز خلیفہ ہشام سے اپنی نسبت کو دکھایا کہ وہ اسی جلیل القدر سلطان کا پوتا ہے اور اُندلس میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں جو براہ راست ہشام کے ممنون کرم رہ چکے ہیں اس لیے وہ ان ہی کے درمیان رہنے بسنے کا خواہش مند اور اُندلس کی سرزمین میں اپنی سلطنت کے قائم کرنے کا آرزو مند ہے۔ پھر اس کو ہمدردی پر آمادہ کر کے طریقہ کار اختیار کرنے کے اشارے تھے کہ بنوامیہ کے حامیوں اور موالیوں میں سے جو اصحاب رائے ہیں ان سے رائے لی جائے اور اس جماعت میں اس دعوت کی اشاعت کی جائے اور انہیں ہم نوا بنا کر قبائل یمانیہ کی طرف رجوع کیا جائے کہ وہ مضریہ کے مخالف ہیں اور آسانی سے اس دعوت کو قبول کر سکیں گے۔ اس کے ساتھ اس نے اپنے دستخط کیے ہوئے چند سادہ کاغذ اور اپنی انگشتری بھیجی کہ جن جن اہل الرائے و ارباب اقتدار کے پاس ضرورت ہو اس کی طرف سے دستخط بھیجے جائیں۔

بدر اس مکتوب کو لے کر اُندلس آیا اور ابوعثمان عبیداللہ کی جائے قیام قریہ طرش میں پہنچ کر اس سے ملا۔ ابوعثمان نے خط پا کر اس معاملہ کی اہمیت کا اندازہ کر کے سب سے پہلے مشورہ کے لیے اپنے سسر عبداللہ بن خالد کو بلوایا اور ان دونوں نے باہمی گفتگو کی۔ پھر

ایک دوسرے ذی اثر اموی یوسف بن بخت کو بلایا گیا۔ ان تینوں نے اس راز کو اپنے سینوں میں محفوظ رکھا اور طے کیا کہ جب تک وہ صمیل سے اس موضوع پر گفتگو نہ کر لیں' بدر کو کوئی جواب دے کر واپس نہ لوٹائیں۔

ابوعثمان اور والی اُندلس یوسف کے دست راست صمیل کے درمیان گہرے تعلقات تھے جس وقت بدر اس کے یہاں پہنچا ہے' جیسا کہ پہلے باب میں بیان کیا گیا' صمیل نے اس سے سرقسطہ میں فوجی مدد طلب کی تھی۔ چنانچہ اس موقع کو غنیمت جان کر وہ بدر کو اپنے ساتھ لے کر جیسا کہ گزر چکا سرقسطہ گیا۔ صمیل سے ان لوگوں کے تعلقات جس نوعیت کے تھے' اس لحاظ سے انہیں بھروسہ تھا کہ اگر اس نے ہم نوائی کی تو خیر ورنہ مخالف ہونے کے باوجود وہ ان لوگوں کے اس راز کو اپنے سینہ میں محفوظ رکھے گا۔ اسی بنا پر ابوعثمان نے اس معاملہ میں صمیل کو راز دار بنانا چاہا کہ اس کو صحیح حالات بتا کر اس معاملہ میں اس کی آزادانہ رائے دریافت کی جائے۔ لیکن ابن خالد نے اس سے اختلاف کیا اور کہا کہ صمیل اور یوسف کے تعلقات دیرینہ ہیں اور یوسف کی نگاہوں میں اس کو غیر معمولی منزلت حاصل ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اس کو یوسف کے زوال سے اپنے اقتدار کے زوال کا خیال آ جائے اور اس معاملہ میں ان کا ساتھ نہ دے سکے' ابوعثمان نے بھی ابن خالد کی اس رائے سے اتفاق کیا اور پھر یہ طے پایا کہ صمیل سے صرف اس قدر کہا جائے کہ عبدالرحمٰن اُندلس میں آ کر پناہ لینا چاہتا ہے۔ اس کو یہاں امان دی جائے اور اس کے گزارے کے لیے آمدنی کا خمس حصہ جو دارالخلافہ بھیجا جاتا تھا وہ اس کے لیے وقف کر دیا جائے اور اس حد تک صمیل کو عبدالرحمٰن کی حمایت پر آمادہ کر لیا جائے۔

چنانچہ یہ دونوں اسی مقصد کے لیے صمیل سے ملنے کے لیے روانہ ہوئے اور تخلیہ میں اس سے اس موضوع پر اسی انداز میں گفتگو کی۔ اتفاق سے صمیل ان دنوں یوسف سے اس کے سرقسطہ میں امداد نہ بھیجنے کی وجہ سے کسی قدر کشیدہ تھا۔ چنانچہ اس گفتگو کے دوران میں صمیل کے وہ جذبات ابھرے اور اس وقت ان لوگوں کو اندازہ ہوا کہ صمیل کا دل یوسف سے صاف نہیں ہے اس سے ان لوگوں نے فائدہ اٹھایا اور مناسب موقع دیکھ کر عبدالرحمٰن کی طرف سے صمیل کے نام ایک مکتوب اس کے حوالہ کر دیا اور کہا کہ ہم لوگوں نے اس معاملہ کو آپ پر رکھا ہے اگر آپ اس کو پسند کریں گے تو آئندہ صورتیں اختیار کی جائیں گی اور اگر

آپ کے خیال میں مناسب نہ ہوگا تو اس کو یہیں ختم کر دیا جائے گا صمیل نے کہا کہ بہتر ہے کہ ابھی مجھے چھوڑ دو میں اس معاملہ پر کوئی رائے قائم کرلوں اور غور و خوض کر کے کسی نتیجہ پر پہنچ جاؤ۔ اس کے بعد تمہیں اپنی رائے سے مطلع کروں گا اس گفتگو کے بعد صمیل قرطبہ چلا گیا اور یہ لوگ اپنے وطن لوٹ آئے۔

اس کے بعد صمیل سے ان لوگوں کی ملاقات طلیطلہ میں ہوئی۔ یوسف سے رخصت ہونے کے بعد جب کہ یوسف کا قافلہ آگے بڑھ چکا تھا اور صرف صمیل مع اپنے خدم و حشم کے رہ گیا تھا ان لوگوں نے اس سے مل کر پھر گفتگو کی۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہمیں آپ سے ابن معاویہ کے معاملہ پر بھی مشورہ کرنا ہے۔ اس کا قافلہ ابھی تک رکا ہوا ہے۔ صمیل نے جواب میں کہا کہ میں اس وقت تک اس معاملہ سے غافل نہیں رہا ہوں اور اس کے متعلق میں نے اپنی رائے قائم کر لی ہے۔ خداوند تعالیٰ سے استخارہ کیا اور اس معاملہ کو تمام و کمال پوشیدہ رکھا ہے۔ کسی قریب یا دور کے کسی شخص سے تمہارے راز کو پوشیدہ رکھنے کے لیے اس کا تذکرہ نہیں کیا ہے۔ میں اسی نتیجہ پر پہنچا کہ وہ ہماری مدد کا مستحق اور حکومت کا اہل ہے۔ اللہ کا نام لے کر اس کو یہاں بلالو اور جب وہ آ جائے تو یوسف کے سامنے اس کو پیش کیا جائے کہ اس کی مدد کرے۔ اپنے پہلو بہ پہلو قرطبہ میں جگہ دے، حسن سلوک سے پیش آئے اور تعلقات کے استحکام کے لیے اپنی لڑکی ام موسیٰ جو قطن بن عبدالملک سے علیحدہ ہو چکی ہے اس کی زوجیت میں دے دے۔ اگر یوسف نے ان تجویزوں کو قبول کر لیا تو بہتر ہے ورنہ ہماری تلواریں اس کے سر پر چمکیں گی اور سلطنت کو ہم عبدالرحمٰن کی طرف منتقل کر دیں گے۔

اس گفتگو کے ختم ہونے کے بعد ابو عثمان اور ابن خالد نے صمیل کا دل سے شکریہ ادا کیا اور پھر جذبہ احترام میں دونوں اس کی دست بوسی کر کے رخصت ہوئے۔ یوسف سے صمیل کو شکر رنجی تھی۔ اسی جذبہ کے ماتحت اس نے وقتی مشورہ میں وہ رائے دے دی تھی لیکن ان دونوں کے رخصت ہونے کے بعد اس کی آنکھیں کھلیں۔ اس نے اس مسئلہ کے نتائج و عواقب پر پھر ٹھنڈے دل سے غور کیا اور اس کو اپنے ذاتی حالات کے لحاظ سے جس نتیجہ پر پہنچنا چاہیے تھا پہنچا۔

چنانچہ وہ دونوں صمیل سے رخصت ہو کر ہشاش بشاش ایک میل گئے ہوں گے

کہ پیچھے سے کسی کے پکارنے کی آواز آئی۔ گھوم کر دیکھا تو صمیل کے ایک خادم کو گھوڑے پر آتے دیکھا اس کو دیکھ کر یہ لوگ ٹھہر گئے اس نے قریب آ کر کہا کہ ابو جوشن نے فرمایا ہے کہ وہ دونوں یہیں پر ٹھہر جائیں وہ ابھی آ کر ان سے ملتا ہے۔ ان لوگوں نے اس کا آنا اس کے ادب کے خلاف سمجھا اس لیے وہیں سے دونوں لوٹ کر طلیطلہ کی طرف چلے۔ یہ واپس ہونے کو تو ہو گئے مگر دل میں خطرہ لگا تھا کہ شاید کوئی برا ارادہ نہ ہو گیا ہو۔ جب اس کو تنہا اپنے سفید خچر پر آتے دیکھا تو ان لوگوں کی ڈھارس بندھی، صمیل نے قریب آ کر کہا:

''جب سے تم لوگ ابن معاویہ کے قاصد اور اس کے خط کو لائے تھے اس وقت سے میں اس کو مناسب خیال کر رہا تھا۔ چنانچہ جو کچھ تم کو کہنا تھا۔ وہ میں نے تم سے کہا۔ لیکن پھر تم دنوں سے جدا ہونے کے بعد میں نے پھر رائے قائم کی تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ شخص اسی قوم سے ہے کہ ان میں کا اگر کوئی اس جزیرہ میں آ کر پیشاب بھی کر دے تو ہم اور تم سب اس پیشاب میں ڈوب جائیں گے''۔

اور یہ شخص یوسف ایسا ہے کہ ہم اس پر حکومت کرتے ہیں جدھر چاہتے ہیں ادھر اس کو پھیرتے ہیں ہمیں اس کا بدل نہیں مل سکتا۔ خدا کی قسم اگر تم لوگ اپنے گھروں کو بھی لوٹ جاتے اور یہ رائے جو مجھ پر اب منکشف ہوئی ہے ظاہر ہوتی ہے تو میں اس وقت تک دم نہ لیتا جب تک تمہیں آگاہ نہ کر دیتا۔ میں تمہیں آگاہ کر دیتا ہوں کہ سب سے پہلی تلوار جو اس نوجوان پر اٹھے گی وہ میری ہوگی۔ خداوند تعالیٰ تمہیں اپنی رایوں میں برکت دے (کہ اب سیدھی راہ اختیار کریں)۔

صمیل کی اس صاف گوئی کے بعد ان دونوں کے لیے سوائے اس کے کئی چارہ نہ تھا کہ یہ بھی صاف صاف اس کی ہم نوائی کر کے کہہ دیں کہ ہم لوگوں کی کوئی رائے نہیں ہو سکتی سوا اس کے جو آپ کی رائے ہو کہ ہمیں آپ سے جداگانہ روش اختیار کرنا منظور نہیں 2۔

ان لوگوں نے صمیل کے سامنے تو برأت ظاہر کر دی مگر اپنے ارادوں پر قائم رہے۔ چنانچہ وہ لوگ صمیل سے رخصت ہو کر خاموشی سے البیرہ واپس آئے اور اپنے مقصد کی تبلیغ میں مصروف ہو گئے۔ صمیل کی گفتگو سے وہ قبائل مضر ربیعہ سے مایوس ہو گئے تھے۔ حالانکہ وہ اس موقع پر امویوں کے بڑے معاون ہو سکتے تھے۔ لیکن انہوں نے ان کو چھوڑ دیا

اور سب سے پہلے البیرہ میں اپنے خاص حلقہ اثر کے ممتاز افسروں سے ملے اور انہیں عبدالرحمٰن کی حمایت پر آمادہ کرلیا۔ البیرہ کے شامیوں کو آمادہ کرنے کے بعد دوسرے مقامات کے شامیوں اور دوسرے قبیلہ کے لوگوں سے یہ لوگ باری باری ملنے گئے اور رفتہ رفتہ سازگار فضا تیار ہوتی گئی۔

اس طرح اپنی خاص جماعت کے ایک فرد کو اپنا ہم نوا بنالینے کے بعد یہ دوسرے اہم قبیلوں اور جماعتوں میں سے یمانیوں کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کے ممتاز سردار ابو الصباح یحصبی سے گفتگو شروع کی۔ اس کے ساتھ یمانیوں اور مضریوں کی لڑائی کی دبی ہوئی چنگاری کو کرید کر دیکھا تو اختلافات کے شرارے موجود تھے اور آسانی سے مشتعل کئے جاسکتے تھے۔ چنانچہ یمانیوں کو برانگیختہ کرنے کی سازش بڑی ہشیاری سے کی گئی اور اس میں کامیابی حاصل ہوئی۔

جماعت یمانیہ میں ابوالصباح ابن یحیٰی یحصبی کو خاص طور پر ملانے کی کوشش کی گئی۔ یہ مغربی اُندلس میں یمانیوں کا سردار تھا اور اشبیلیہ سے تین فرسنگ کے قریب قریہ مورہ میں سکونت پذیر تھا۔ اس کو ہم نوا بنانے کے لیے ابوعبدہ حسان بن مالک (جس کو آگے چل کر قلمدان وزارت حاصل ہوا) مقرر کیا گیا۔ بوالصباح پر خلیفہ ہشام کے غیر معمولی احسانات تھے ابوعبدہ نے ان ہی کو یاد دلا کر اس کے پوتے کی حمایت پر اس کو آمادہ کیا اور وہ اس تحریک میں شریک ہوگیا۔

اس کے بعد شندونہ کے ممتاز رؤساء علقمہ بن غیاث لخمی' ابو علاقہ جذامی اور زیاد بن عمر جذامی پر ڈورے ڈالے اور یہ لوگ بھی ہم نوا ہوگئے۔ اس کے بعد مختلف قبیلوں اور خانوادوں میں کام کیا گیا۔ چنانچہ البیرہ اور جیان کے قحطانیوں میں سے بنواضی' بنوحسان' ادی آش کے غسانیوں کے حلیف بنوعمر اور جیان میں قبیلہ طے کے دوسرداروں میسرہ و طبہ کو حامی بنالیا گیا صمیل کے اثرات کی وجہ سے مضر کے سرداروں سے گفتگو ممکن نہ تھی لیکن سین بن وجن عقیلی اور صمیل کے تعلقات اچھے نہ تھے۔ اس لیے ابن وجن کو بھی اس تحریک شریک کیا گیا اور وہ اس کا حامی ہوگیا۔ آگے چل کر مضریہ میں سے دو سردار جابر بن علاء شباب عقیلی اور بلال بن طفیل عبدی بھی شریک ہوگئے۔

عبدالرحمٰن کو اُندلس میں لانے کی تیاریاں:

ان مراحل کو طے کرنے کے بعد بدر کو عبدالرحمٰن کے پاس بھیجا گیا کہ وہ اس کو اُندلس لے آئے لیکن عبدالرحمٰن نے دانش مندی سے جواب کہلایا کہ جب تک اس کے مددگاروں میں سے کوئی اس کے ساتھ نہ ہوگا اس کو اُندلس میں داخل ہونے سے مسرت نہ ہوگی۔ چنانچہ بدر یہ پیغام لے کر دوبارہ اندلس واپس چلا آیا[3]۔

اس کے بعد ابوعثمان نے ایک جہاز خریدا اور اس میں گیارہ معززین کو بدر کے ساتھ سوار کرکے عبدالرحمٰن کو لانے کے لیے بھیج دیا ان میں تمام بن علقمہ ثقفی' وہب بن صفرا' شاکر ابن ابوالاسمط اور ابوخریقہ وغیرہ تھے۔ ضروری مصارف اور بربروں کو خوش کرنے کے لیے پانچ سو دینار تمام کے حوالہ کئے گئے۔ عبدالرحمٰن ان دنوں قبیلہ معلیہ کے ایک شخص ابن قرمیاہ کے ساتھ مقیم تھا۔ مغرب کے وقت یہ جہاز ساحل پر پہنچا۔ لوگ پیشوائی کے لیے گئے۔ لیکن عبدالرحمٰن اپنی جگہ ٹھہرا اور مغرب کی نماز ادا کرتا رہا۔ تھوڑی دیر میں بدر تیز رفتاری سے بڑھ کر آگے چلا آیا۔ عبدالرحمٰن کے چہرہ سے انتظار و تفکر کے آثار ہویدا تھے۔ بدر نے آگے بڑھ کر کامیابی کی خوش خبری سنائی۔ اُندلس کے ضروری حالات بتائے اور اس وفد کے ارکان کی اعانت کا ذکر کیا۔ اسی اثناء میں اُندلسی بھی آگئے۔ عبدالرحمٰن خندہ جبینی سے ان کی طرف متوجہ ہوا اور تمام بن علقمہ سے نام و کنیت پوچھی۔ اس نے ابوغالب تمام' بتایا۔ عبدالرحمٰن کا چہرہ خوشی سے دمک اٹھا اس نے کہا ''انشاء اللہ کام پورا (تم) ہوا۔ اور ہم خدا کے فضل و کرم سے غالب ہوں گے۔ عبدالرحمٰن نے قیام حکومت کے بعد اس کو اپنا حاجب مقرر کیا تھا۔ اور وہ زندگی بھر اس عہدہ پر سرفراز رہا۔ پھر دوسرے کی طرف متوجہ ہوا۔ اس نے ''ابوفریعہ'' کہا۔ عبدالرحمٰن نے کہا ''ابوفریعہ نے انشاء اللہ ملک کو ہمارے لیے فتح (افترعنا) کیا۔

ورود اُندلس:

عبدالرحمٰن کے روانہ ہونے کی خبر بربروں میں پھیل گئی۔ انہوں نے اس میں سد راہ ہونا چاہا تو تمام نے ان کے رتبہ وحیثیت کے مطابق ان میں داد و دہش کی۔ اتفاق سے ان میں سے کسی ایک بربری کو کچھ نہ مل سکا تھا۔ وہ روانگی کے وقت جہاز کے پاس چلا آیا اور ہوج کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیا۔ بادبان کھولے جاچکے تھے۔ شاکر نے بڑھ کر اس کے

ہاتھ پر ایسا وار کیا کہ وہ کٹ کر گر گیا۔ ہوا موافق تھی۔ جہاز چل کھڑا ہوا۔ اُندلس پہنچ کر جہاز کو البیرہ کے ساحل المنکب پر لا کھڑا کیا گیا اور ماہ ربیع الاول یا ربیع الآخر 138ھ 755ء میں اُندلس میں عبدالرحمٰن داخل ہوگیا۔ ابوعثمان اور ابن خالد وغیرہ پیشوائی کے لیے ساحل پر موجود تھے۔ انہوں نے گرم جوشی سے اس کا استقبال کیا اور ابن خالد کی جائے قیام الفقیتن میں اتارا۔ پھر یہاں سے ابوعثمان کے وطن طرش روانہ ہوئے اور چند دنوں کے لیے یہی قیام اس کی قیام گاہ رہا۔

یہاں سب سے پہلے بنوامیہ کا ممتاز سردار ابوالحجاج یوسف بن بخت آ کر اس سے ملا اور پھر خانوادہ بنی امیہ کے افراد سارے اُندلس سے کھنچ کر یہاں پہنچتے گئے۔ اس کے بعد پھر مختلف شہروں سے وفود کے آنے کا سلسلہ شروع ہوا۔ لوگ مختلف مقامات سے آ کر بیعت کرتے گئے۔ اس طرح اس کی طاقت میں بقول مقری روز بروز کیا لمحہ بہ لمحہ ترقی ہوتی گئی اور قیام حکومت کی عملی کوششیں شروع ہوگئیں۔

چنانچہ مختلف شہروں سے جو عمائد بیعت کے لیے آئے ان میں اشبیلیہ کی طرف سے ابوعبدہ حسان بن مالک کلبی نے بیعت کی۔ یہ بعد میں وزارت کے عہدہ پر سرفراز ہوا۔ اسی طرح عاصم بن مسلم الثقفی اور ابوبکر بن طفیل عبدی وغیرہ عمائد اس سے آ کر ملے اور بیعت کرتے گئے۔ اس کے بعد مغربی اُندلس کی نمائندگی کے لیے یمانی سرداروں میں سے ابوالصباح بن یحییٰ الیحصبی اور حیرہ بن ملابس حضرمی حاضر ہوئے اور اطاعت کی بیعت کر لی یہ عمائد اب اطراف کے مختلف شہروں کے ولاۃ تھے۔

مصالحت کی سلسلہ جنبانی اور اس کا خاتمہ:

جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے' یوسف اس زمانہ میں سرقسطہ اور ایسٹریاس کی مہموں میں مصروف تھا اور ملک میں قحط اور خشک سالی کا دور دورہ تھا۔ عامر اور حباب زہری وغیرہ کو قتل کرنے کی وجہ سے یمانی اس سے برہم ہو چکے تھے۔ چنانچہ جب قاصد کے آنے کے بعد فوج میں عبدالرحمٰن کی دعوت کی خبر پھیل گئی تو لوگ جوق در جوق اس کی فوج کو چھوڑ کر منتشر ہوگئے۔ رفتہ رفتہ وہ سب کے سب عبدالرحمٰن کے گرد آ کر جمع ہوگئے۔ اور یوسف بڑے پس و پیش کے بعد قرطبہ چلا آیا برسات کے موسم کے شروع ہو جانے کی وجہ سے اس کے لیے کسی فوری فوج کشی کا موقع باقی نہیں رہا۔

قرطبہ پہنچنے کے بعد یوسف کے خیر خواہوں نے عبدالرحمٰن سے مصالحانہ سلسلہ جنبانی کرنے کا مشورہ دیا۔ یوسف کو یہ رائے پسند آئی۔ چنانچہ اس نے قرطبہ سے عبید بن علی' خالد بن رد کاتب اور عیسیٰ بن عبدالرحمٰن اموی پر مشتمل ایک وفد عبدالرحمٰن کے پاس طرش بھیجا اور ان لوگوں کے ساتھ چند تحائف جن میں گھوڑے' خچر اور غلام اور ایک ہزار دینار تھے' ایک مخلصانہ مکتوب کے ساتھ بھیجے جس میں عبدالرحمٰن کے آباؤ اجداد اور اپنے مورث اعلیٰ عقبہ بن نافع فہری کے تعلقات کا ذکر کیا گیا تھا اور پھر عبدالرحمٰن کو اس کی مصاہرت میں داخل ہو کر قرطبہ میں آ کر مطمئن زندگی گزارنے کی دعوت دی گئی تھی۔

ان میں سے عیسیٰ بن عبدالرحمٰن اگرچہ اموی موالی میں سے تھا لیکن یوسف کا سچا بہی خواہ تھا اور رسد رسانی فوج میں اہتمام کے عہدہ پر مامور تھا۔ اس نے کورہ ریہ کے مقام ارش میں پہنچنے کے بعد اپنے رفقا کو آگے بڑھنے کی رائے دی کہ پہلے وہاں کا اندازہ کر لیا جائے۔ اس کے بعد یہ تحائف اس کے پاس لے جائے جائیں۔ چنانچہ عیسیٰ ارش میں ٹھہر گیا اور عبید اور خالد مکتوب لے کر طرش روانہ ہوگئے وہاں ان لوگوں نے مکتوب پیش کر کے معاملات کے سلجھانے کی کوشش کی۔ بعض لوگوں نے یوسف کی اس مصالحانہ پیش کش کو قبول کر لینے کی رائے دی۔ لیکن ابوعثمان وغیرہ اپنی رائے پر استوار رہے۔ عبدالرحمٰن نے مکتوب کو ابوعثمان کے حوالہ کیا کہ جو کچھ تمہیں ہم لوگوں کی رائے معلوم ہے' وہ جواب میں لکھ دو۔ ابو عثمان نے ان دونوں کو مخاطب کر کے کہا کہ عبدالرحمٰن تو صرف اپنی موروثی سلطنت کا طالب ہے۔ یہ تو کوئی ناروا مطالبہ نہیں۔ اس کے بعد وہ مکتوب کا جواب لکھنے بیٹھا۔ یوسف کا وہ مکتوب خالد کے قلم کا لکھا ہوا تھا۔ اس زمانہ میں مکتوب ادب کے معیاری کمالات کے ساتھ لکھے جاتے تھے۔ خالد اندلس کے ممتاز ادیبوں اور کاتبوں میں شمار کیا جاتا تھا۔ اس نے فخر و غرور میں ابوعثمان کو مخاطب کر کے کہا: ''ابوعثمان اس خط کا جواب لکھنے سے پہلے بغل میں پسینہ آ جائے گا'' یہ فقرہ اگرچہ طنز و غرور کا تھا مگر ایسا نہ تھا کہ اس پر ایک قیامت برپا ہو جاتی لیکن ابوعثمان یہ فقرہ سنتے ہی آگ بگولہ ہوگیا۔ خط کو خالد کے منہ پر دے مارا اور نہایت مغلظ گالی دے کر کہا ''اب نہ اس سے میری بغل میں پسینہ آئے گا۔ اور نہ مجھے اس کا جواب لکھنے کی ضرورت ہے''۔ پھر حاضرین سے کہا ''پکڑ لو اس کو'' چنانچہ وہ اسی وقت گرفتار کر کے قید کر دیا گیا۔ لوگوں نے عبدالرحمٰن سے کہا'' یہ پہلی فتح ہے۔ یہی شخص یوسف کی پوری طاقت

ہے" عبید نے کہا "وہ پیغامبر ہے اور اس کو پکڑنے کا کوئی حق نہیں۔ لوگوں نے کہا "پیغامبر تم ہو وہ زیادتی کرنے والا ہے اس نے گالی کی ابتداء کی"۔

چنانچہ ان لوگوں نے عبید کو چھوڑ دیا اور خالد کو قید خانہ میں ڈال دیا۔ اس کے بعد بعد ہی ان لوگوں کو عیسیٰ بن عبدالرحمٰن اموی کے ارش میں تحائف کے ساتھ ٹھہرے رہنے کی اطلاع مل گئی اور تیس سواروں کا ایک دستہ اس کی گرفتاری اور تحائف حاصل کرنے کے لیے بھیجا۔ مگر اس کو واقعات کی خبر مل گئی تھی۔ وہ تیزی سے سامان لے کر ارش سے قرطبہ چلا گیا اور سواروں کا یہ دستہ ناکام واپس آیا۔ عبدالرحمٰن عیسیٰ سے کہا کرتا تھا کہ تم ہمارے موالی میں سے تھے تمہیں بے وفائی نہ کرنی تھی اور اس نے اس کے جرم کو کبھی بھی نہ بخشا۔ چنانچہ آگے چل کر امویوں کے موالی نے غیر معمولی ترقی کی۔ مگر عیسیٰ کو کوئی منزلت حاصل نہ ہو سکی۔

عیسیٰ و عبید کی واپسی پر قرطبہ میں مفصل حالات معلوم ہوئے۔ اس وقت صمیل کی رائے پر عمل کر کے فوراً فیصلہ نہ کرنے کا زیادہ افسوس ہوا۔ اب جاڑے کا موسم شروع ہو کا تھا اور بارش کی وجہ سے تمام راستے بند ہو چکے تھے۔ اس وقت کسی قسم کی کوئی فوجی کارروائی عمل میں لانی ممکن نہ تھی۔

مختلف قبائل کی اطاعت:

ادھر عبدالرحمٰن نے اس فرصت کو غنیمت جان کر اپنی دعوت کی اشاعت میں سارا وقت صرف کیا۔ چنانچہ یمانیوں سے اس نے خط و کتابت کی وہ اپنی پوری جماعت کے ساتھ اس کے ہم نوا ہو گئے۔ صمیل کو بنوقیس پر بڑا اعتماد تھا مگر جابر بن علاء ابن شہاب، ابوبکر ابن ہلال عبدی، حصین بن وجن، عامری، ابن شہاب اور ہلال کے قتل کیے جانے سے یوسف اور صمیل سے منحرف ہو چکے تھے۔ وہ لوگ بھی عبدالرحمٰن کے ساتھ ہو گئے۔ اس لیے بنوقیس کے کچھ لوگ عبدالرحمٰن کے ساتھ اور زیادہ یوسف و صمیل کے ساتھ ہوئے۔ البتہ جماعتی حیثیت سے سب کے سب یوسف کے ساتھ تھے۔ چنانچہ یہ لوگ موسم کے سازگار ہونے کے بعد گروہ در گروہ قرطبہ میں جمع ہونے لگے اور یوسف البیرہ پر فوج کشی کرنے کے انتظام میں مصروف ہو گیا۔

ان حالات کی اطلاع البیرہ پہنچی یہاں اس وقت تک کئی بڑی فوج جمع نہ ہو سکی تھی۔ اس لیے ان لوگوں نے کورہ ریہ، جیان، شدونہ اراشبیلیہ وغیرہ ایسے شہروں میں جا کر

فوج اکٹھا کرنے کا فیصلہ کیا۔ جہاں ان کی ہم نوا جماعتیں پیدا ہو چکی تھیں۔ اس سلسلہ میں ابوعثمان وغیرہ نے سب سے پہلے کورہ ریہ کو منتخب کیا کہ یہ مقام ان سے قریں تر تھا۔ چنانچہ۔

عبدالرحمٰن کے نام کا خطبہ:

ابوعثمان اور عبداللہ بن الدکرہ ریہ، جہاں اہل اردن آباد تھے، عربوں کے قائد اجدار بن عمر مذججی کے پاس پہنچے۔ اس کے سامنے اس تحریک کو پیش کر کے عبدالرحمٰن کے ورود کی اطلاع دی۔ اس نے کہا انہیں عید الفطر کے دن ارجذونہ کی عیدگاہ میں میرے پاس لاؤ۔ پھر دیکھنا کہ انشاء اللہ اس وقت مجھ سے کیا انجام پاتا ہے۔ چنانچہ اس گفتگو کے مطابق یہ لوگ عید کے دن عیدگاہ میں اپنی پوری جماعت کے ساتھ پہنچے۔ جس وقت خطیب خطبہ پڑھنے کے لیے کھڑا ہوا تو جدار اس مجمع کے سامنے نکل کر خطیب کے پاس آیا اور اس سے تحکمانہ لہجہ میں کہا" "خطبہ میں یوسف بن عبدالرحمٰن کا نام ترک کر کے عبدالرحمٰن ابن معاویہ بن ہشام کا نام لو۔ وہ ہمارا امیر اور ہمارے امیر کی اولاد ہے"۔ اس کے بعد مجمع کی طرف مخاطب ہو کر پوچھا۔ "اے اہل ریہ! تم کیا کہتے ہو؟" مجمع نے بیک آواز جواب دیا "ہم وہی کہتے ہیں جو تم کہہ رہے ہو"۔

چنانچہ یکم شوال 138ھ 755ء کو پہلی مرتبہ اُندلس میں عبدالرحمٰن کی امارت کا عام اعلان کیا گیا۔ خطبہ میں اس کا نام لیا گیا اور خطبہ کے بعد اسی عیدگاہ میں پہلی مرتبہ مجمع عام میں اس کے ہاتھ پر بیعت اطاعت کی گئی اور بیعت کرنے والوں میں اقلیم ریہ کا والی عیسیٰ بن مسار بھی تھا۔ اس بیعت کے ذریعہ الریہ کے تمام قبائل یمن وقضاعہ اس لشکر میں شریک ہو گئے۔ چند رؤسا کی ایک مختصر جماعت اس سے علیحدہ رہی۔

ولاۃ ریہ شذونہ کی اطاعت:

اقلیم ریہ کا صدر مقام ارجذونہ تھا۔ اس کے بڑے شہروں میں مالقہ، مربلہ ورشتہ اور جذونہ تھے۔ اس اقلیم کے حاکم کے عبدالرحمٰن کی اطاعت قبول کر لینے سے خون کا ایک قطرہ بہائے بغیر یہ وسیع علاقہ اس کا مطیع ہو گیا۔ بیعت کے بعد چند دنوں کے لیے عبدالرحمٰن اسی شہر میں جدار بن عمر مذججی کا مہمان رہا اور اس صلہ وہ آگے چل کر اُندلس کے منصب قضا پر سرفراز کیا گیا۔ نالقہ کے قریب شہر رندہ میں جس کو ماکرنا بھی کہتے تھے۔ خلیفہ یزید بن عبدالملک کے بربری موالی بنوخلیع آباد تھے وہ چار سو سواروں کے ساتھ یہاں اس سے آکر

مل گئے۔

اس کے بعد وہ یہاں سے رندہ ہوتے ہوئے اقلیم شدونہ میں داخل ہوا جہاں اہل فلسطین آباد تھے اور یہاں کے ایک گاؤں کنانہ میں جہاں بنو کنانہ آباد تھے چند دنوں کے لیے مقیم ہوا۔ اقلیم کے والی غیاث بن علقمہ لخمی اور مختلف ممتاز رؤساء نے بیعت کی۔ یہاں بنو کنانہ میں کچھ ایسے لوگ بھی ملے جن کے اعزہ یوسف کے لشکر میں شریک ہونے کے لیے قرطبہ جا چکے تھے۔ لیکن عبدالرحمٰن نے ان کے اہل وعیال یا بعض ایسے لوگ جو یمان یوسف کے ہوا خواہ موجود تھے ان سے کوئی تعرض نہیں کیا۔ بنو کنانہ میں سے اس تھوڑی سی جماعت کو چھوڑ کر شذونہ کے عام عربوں نے خواہ وہ شامی ہوں یا غیر شامی اس کی اطاعت قبول کر لی۔

اقلیم شذونہ سے وہ اشبیلیہ کی سمت روانہ ہوا جہاں اہل حمص آباد تھے۔ راہ میں شہر مورور یا موزور آیا۔ یہاں کے والی ابراہیم بن شجرہ نے بیعت کی۔ اس کے بعد وہ جمعیت کے ساتھ اشبیلیہ میں داخل ہوا یہاں کے شامیوں اور بلدیوں یعنی قدیم عرب باشندوں نے متفقہ بیعت کی پھر یہیں مغربی اُندلس کی مختلف آبادیوں کے باقی ماندہ سربرآوردہ عمائد آتے اور بیعت اطاعت کرتے گئے۔ اس طرح جنوب مغربی اُندلس کے وسیع علاقہ کے اہم حصے اقلیم ریہ، اقلیم شذونہ واشبیلیہ محض دعوت وتبلیغ سے اس کے حلقہ اطاعت میں داخل ہو گئے اور ان مقامات کے عرب اور قبائل بربر پر مشتمل ایک عظیم الشان فوج عبدالرحمٰن کے گرد اکٹھی ہو گئی۔

دونوں فوجوں کا آمنا سامنا:

عبدالرحمٰن کے کوچ کرنے اور کامیابی سے آگے بڑھنے کی اطلاعیں یوسف کو ملیں، طلیطلہ کا والی ایک فہری تھا اس لیے یوسف قرطبہ سے طلیطلہ آیا اور یہاں سے چھ تازہ دم فوج لے کر اشبیلیہ کی طرف روانہ ہوا، حصن نبیہ تک پہنچا تھا کہ عبدالرحمٰن نے قرطبہ کی سمت پیش قدمی کا حکم دیا۔ یوسف نے عبدالرحمٰن کے قرطبہ کی طرف بڑھنے کی خبر سنی تو اس نے بھی اپنا رخ قرطبہ کی طرف پھیر دیا۔ اب دونوں کی فوجیں دریائے کبیر کے دونوں کناروں پر کوچ کر رہی تھیں اور ساتھ ساتھ قدم بڑھا رہی تھیں۔ یوسف کی فوج کے لوگ چھ سال کے قحط سے پریشان حال تھے۔ یوسف دارالحکومت سے دور تھا اس لیے وہ ان کے لیے سامان رسد کا کوئی معقول انتظام نہ کر سکا تھا۔ ان کا گزارہ راہ کے کھیتوں کے ہرے چنوں کی فصل پر

تھا۔ اسی کو کھاتے ہوئے یہ لوگ قرطبہ آرہے تھے۔ یوسف قرطبہ کے قریب پہنچ کر اس کے مغربی جانب میدان مصارہ میں لشکر انداز ہو گیا۔

دوسری طرف عبدالرحمٰن کے لشکر میں بھی قوت لا یموت تک کے لیے کچھ موجود نہ تھا۔ یہ لوگ بھی کھیتوں کے ہرے چنوں پر گزارہ کر رہے تھے۔ لیکن ان دونوں فوجوں میں ایک بنیادی فرق تھا۔ عبدالرحمٰن کی فوج نئے جذبات، نئی امنگوں اور نئے ولولوں سے سرشار تھی۔ وہ ایک ایسے خاندان کے ایک رکن کو اُندلس کے تخت پر لانا چاہتی تھی جس کے نام کا خطبہ عالم اسلامی کی مسجدوں میں سو برس تک پڑھایا جا چکا تھا اور اب تک اُندلس کے حکمران اس کی نیابت کے انتساب کو اپنے لیے فخر کا باعث سمجھتے تھے۔ اس کے ساتھ ان لوگوں کو قرطبہ پہنچ کر مال غنیمت سے مالا مال ہو جانے کی امیدیں بھی لگی ہوئی تھیں۔

عبدالرحمٰن کے لشکر میں ہر جماعت اپنا اپنا علم سنبھالے کورہ طشانہ کے ایک گاؤں بلہ میں پہنچ کر بعض عرب سرداروں کو خیال آیا کہ ابھی تک امیر کا کوئی علم بلند نہیں ہوا۔ چنانچہ ایک جھنڈا بنانے کی رائے قرار پائی۔ جھنڈے کے لئے نیزہ تلاش کیا گیا تو پوری فوج میں صرف دو نیزے نکلے۔ ایک ابوالصباح کے ہاتھ میں تھا۔ دوسرا جعفر بن یزید شندونی کے پاس۔ چنانچہ ان ہی دونوں میں سے کسی ایک کے نیزے میں کپڑا باندھ کر جھنڈا تیار کیا گیا۔ جھنڈا لہرانے کی رسم زیتون کے ایک درخت کے پاس اُندلس کے ایک مشہور عابد وزاہد فرقد سرقسطی کے ہاتھوں انجام پائی۔ انہوں نے اس جھنڈے کو زیتون کے درخت پر نصب کیا۔

عبدالرحمٰن نے جھنڈا لہرانے کی رسم ادا ہونے کے بعد پوچھا آج کون سا دن ہے؟ جواب ملا پنجشنبہ اور آج یوم عرفہ ہے۔ عبدالرحمٰن نے کہا ''آج یوم عرفہ ہے کل عید الضحیٰ ہو گی اور جمعہ کا دن تیرا جھگڑا ایک فہری سے ہے امید ہے یہ واقعہ بھی یوم راہط 6 کے مثل ہو گا۔ اس کے بعد عبدالرحمٰن نے کہا کہ آج شبانہ یوم کوچ کر کے کل قرطبہ کے دروازے پر ٹھہرنا چاہئے۔ پینتالیس میل کی مسافت باقی تھی۔ اس نے کہا کہ اگر ہماری پیادہ فوج ہمارے ساتھ چلی تو ہمارا ساتھ نہیں دے سکتی۔ اس لیے ہر سوار اپنے ساتھ ایک اپنا ردیف کر لے۔ اس کے بعد اسکی نظر ایک نوجوان پر پڑی۔ اس نے اس سے پوچھا تم کون ہو؟ اس نے کہا ''سابق بن مالک بن یزید'' عبدالرحمٰن نے فوراً تفاؤل لے کر کہا۔ سابق ہم سے آگے بڑھ گیا'' مالک نے ہم پر قبضہ کر لیا۔ یزید ہم کو زیادہ دے گا لا ہاتھ بڑھا تو میرا ردیف

ہے'' یہ کہہ کر اس کو گھوڑے پر بٹھا لیا۔ یہ لورود کا رہنے والا تھا۔ آگے چل کر یہی واقعہ اس کے خاندان کے شرف کا باعث ہوا اس کی اولاد ''بنو سابق الردیف'' کے نام سے مشہور ہوئی۔

یہ لشکر راتوں رات چلا اور صبح تڑکے مقام بالیش 7 پہنچ کر اس نے دم لیا۔ اب دونوں فوجیں آمنے سامنے میدان مصارو بالیش میں پڑاؤ ڈالے تھیں۔ صرف بیچ میں دریائے کبیر حائل تھا۔ عبدالرحمٰن کے لشکر کے عام سپاہیوں کو توقع تھی کہ وہ کوچ کرتے ہی قرطبہ میں داخل ہو جائیں گے اور ان کے دامن مال غنیمت سے مالا مال ہو جائیں گے۔

لیکن میدان بالیش میں اتر جانے سے ان کی ہمتیں پست ہونے لگیں۔ اس اثناء میں قرطبہ کے یمنی اور اموی جماعتیں یوم عرفہ گزار کر شب کے وقت دریا عبور کر کے میدان بالیش میں پہنچیں اور ان لوگوں نے فوج کے یمانیوں کے ہمتیں نئے سرے سے بلند کیں۔ چنانچہ سب کے سب نئے جوش و ولولہ سے لڑنے اور مرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ فوج کی ترتیب نئے سرے سے کی۔ شاہی سواروں کو عبدالرحمٰن ابن نعیم کلبی کی ماتحتی میں دیا۔ یمنی پیادہ پر بلوہہ لخمی جو شندونہ کا رہنے والا تھا افسر مقرر ہوا' اموی پیادہ فوج اور چند بربری لشکر میں شریک تھے۔ انہیں عاصم عریاں کی ماتحتی میں دیا گیا اور اموی سواروں پر حبیب بن عبدالملک قرشی مقرر کیا گیا۔ اور بربر سواروں کا افسر ابراہیم ابن شجرہ اودلی بنایا گیا۔ ابو عثمان نے علم کو اپنے ہاتھ میں لیا۔

دوسری طرف یوسف نے مصری شامی سواروں پر عبید بن علی کو مقرر کیا تھا۔ پیادہ فوج پر کنانہ بن کنانہ اور جوشن بن صمیل مامور تھے۔ اور ایک دوسری پیادہ فوج اس کے لڑکے عبداللہ کی سرکردگی میں تھی۔ بربری سواروں پر خالد سودی مقرر کیا گیا تھا۔ یوسف کی طرف سواروں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ عبید بن علی بنو قیس کے سواروں کو لیے میسرہ پر مامور تھا۔

صلح کی ایک نئی کوشش:

یوسف فوج کو مرتب کر کے قرطبہ چلا آیا تھا۔ لیکن میدان جنگ میں اترنے سے پہلے اس نے صلح کی ایک اور کوشش کرنی چاہی۔ چنانچہ بعض ایسے اموی جو قرطبہ میں رہ گئے تھے درمیان میں پڑے اور عبدالرحمٰن صلح قبول کر لینے پر خوشی سے آمادہ ہو گیا۔ اس کی خبر بجلی

کی طرح قرطبہ میں پھیل گئی۔ یہ عرفہ کا دن تھا۔ طرفین کی فوجیں مطمئن ہو گئیں کہ معقول شرائط پر صلح ہو جائے گی۔ اس وجہ سے قرطبہ والے سکون و اطمینان سے عید منانے میں مصروف ہو گئے۔

لیکن یہ عبدالرحمٰن کی شاطرانہ حکمت عملی تھی۔ اس دن اس کے پاس جیان اور البیرہ کے عرب آ گئے تھے جن سے عبدالرحمٰن کی طاقت میں اضافہ ہوا۔ عبدالرحمٰن نے دریا عبور کرنے کا فیصلہ کیا۔ یوسف نے کوئی مزاحمت نہیں کی۔ دریا طغیانی پر تھا۔ سب سے پہلے عاصم العریان نے اپنا گھوڑا دریا میں ڈالا۔ اس کے بعد دوسرے سوار' سپاہی اور پیادے دریا میں کود پڑے اور بلا مقابلہ دریا عبور کر کے مصارہ کے میدان میں آ گئے۔

حیلہ جوئی سے قرطبہ میں داخل:

عبدالرحمٰن کا مقصد حیلہ جوئی سے صرف دریا کا عبور کر لینا تھا۔ اب دونوں فوجیں آمنے سامنے آ گئیں۔ لیکن اس وقت حقیقی معنوں میں کوئی مقابلہ نہ تھا۔ قرطبہ والے مطمئن ہو کر خوشی سے عید منانے میں مصروف تھے۔ یوسف نے اپنے باورچی خانہ میں دونوں لشکروں کے لیے ضیافت کا کھانا تیار کرایا تھا اور منتظر تھا کہ مہمانوں کا خیر مقدم کر کے انہیں شہر میں لائے اور ضیافت کرے کہ اچانک عبدالرحمٰن کے لشکر نے ہتھیار سنبھال لیے۔ حبیب نے سواروں سے یوسف کے میمنہ اور قلب پر شدت کا حملہ کیا۔ اس ناگہانی افتاد سے خالد سودی کے قدم اکھڑ گئے اور یوسف کے میمنہ اور قلب دونوں کی فوجیں شکست کھا کر پیچھے ہٹیں۔ عبید بن علی نے فوج کو سنبھالنا چاہا لیکن حبیب اور ابن نعیم نے اس زور کا حملہ کیا کہ کنانہ ابن کنانہ' عبداللہ بن یوسف اور جوشن بن یوسف میدان جنگ میں مارے گئے۔ یوسف اور صمیل اپنے جگر گوشوں کی لاشوں کو میدان میں چھوڑ کر بھاگنے پر مجبور ہوئے۔ عبید بن علی میسرہ سنبھالے کچھ دیر مقابلہ کرتا رہا۔ یہاں تک کہ آفتاب بلند ہو گیا۔ عبید کے لشکر کے بے شمار آدمی مارے گئے۔ پھر عبید بن علی اور قبیلہ قیس کے بہت سے ممتاز عمائد لڑائی میں کام آ گئے۔ تھوڑے سے ناقابل ذکر قیسی باقی رہ گیے تھے' وہ منتشر ہو گئے۔ عبدالرحمٰن بن معاویہ فاتحانہ آگے بڑھا اور قرطبہ میں داخل ہو کر قصر حکومت میں گیا۔ قصر خالی پڑا تھا پھر اس کا لشکر قرطبہ میں گھس آیا۔ یوسف کی فوج کے ساز و سامان کو لوٹ لیا۔ یوسف کے باورچی خانہ میں بڑے پیمانہ پر کھانا پکا پکایا تیار تھا وہ فاتحین کے کام آیا۔

عبدالرحمٰن نے خالد بن زید پر دونوں فوجوں کو متعین کیا تھا اور ہدایت کردی تھی کہ اگر جنگ کی حالت بگڑ جائے تو اس کا خاتمہ کر دیا جائے۔ خالد بے حد پریشان تھا۔ اس کو یوسف کی کامیابی میں اپنی ہلاکت نظر آتی تھی اور عبدالرحمٰن کی کامیابی پر بھی ہلاک کیے جانے کا ڈر لگا تھا۔ اسی حالت میں وہ قرطبہ میں لا کر قید کر دیا گیا۔

عبدالرحمٰن کے قصر حکومت میں داخل ہوتے ہوتے سپاہی یوسف کے محل پر ٹوٹ پڑے اور لوٹنے میں مصروف ہو گئے۔ عورتوں کے کپڑے تک اتار لیے گئے۔ عبدالرحمٰن نے یہاں پہنچتے ہی لوٹنے والوں کو روکا جن کے کپڑے چھن گئے تھے انہیں کپڑے پہنوائے اور جو کچھ سامان لوٹا گیا تھا جہاں تک ہو سکا واپس کر دیا۔ پھر یوسف کی لڑکی اور بیوی عبدالرحمٰن کے سامنے لائی گئیں اور انہوں نے اس سے کہا ''اے ابن عم! احسان کیجئے جیسے کہ اللہ نے آپ پر احسان کیا ہے۔ عبدالرحمٰن نے کہا ''ایسا ہی ہوگا'' پھر کہا ''صاحب الصلاۃ کو بلواؤ'' صاحب الصلاۃ آیا تو یوسف کے اہل و عیال کو اس کے سپرد کیا گیا۔ وہ انہیں اپنے گھر لے گیا۔ یوسف کی لڑکی نے اس احسان کے شکریہ میں ایک باندی عبدالرحمٰن کی نذر کی۔ اس کا نام حلل تھا' وہی ام ہشام بنی۔

یوسف کے اہل و عیال کے ساتھ عبدالرحمٰن کا یہ حسن سلوک یمانیوں کو ناگوار گزرا۔ وہ اپنی عصبیت سے اس کے اہل و عیال کو لوٹ کر یوسف کی بے آبروئی کر کے اپنے جذبہ انتقام کو ٹھنڈا کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ اس واقعہ سے ان میں برہمی پیدا ہوئی اور چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں۔ عوام کے علاوہ خواص کے دلوں میں بھی یہی بات چھپی ہوئی تھی۔ چنانچہ عبدالرحمٰن کے خلاف بھی ان کے مخالفانہ جذبات ابھر آئے اور یہ کھٹک پیدا ہوئی کہ مضر کا استیصال تو ہو گیا مگر یہ اموی بھی تو ان ہی میں سے ہیں۔ چنانچہ ابوالصباح کی زبان سے یہاں تک نکلا کہ کیوں نہ ہم ایک فتح سے دو حصے حاصل کر لیں۔ یوسف کا قصہ تو پاک کر چکے۔ عبدالرحمٰن کو بھی راہ سے ہٹا دیں۔ پھر یمانی حکومت اُندلس میں قائم ہو جاتی ہے۔ بعض لوگوں نے اس کی ہم نوائی کی۔ لیکن قضاعہ نے اس سے باتفاق اختلاف کیا اور یہ تحریک آگے نہ بڑھ سکی۔ مخالفین میں ثعلبہ جذامی بھی تھا۔ اس نے عبدالرحمٰن کو ان گفتگوؤں کی اطلاع کر دی اور خیال ہوا کہ شاید کسی وقت کوئی بغاوت اٹھ کھڑی ہو۔ اس لیے اپنے موالی کو بلا کر ان کو ایک شیرازہ میں منسلک کیا۔ عبدالرحمٰن بن نعیم کو ان کا افسر مقرر کیا۔ ان

معززین قرطبہ کے محل جو یوسف کے ہم نوا تھے بڑی تعداد میں قبضہ میں کر لیے گئے۔ ان میں بنو امیہ کے موالی کو آباد کر دیا گیا اور یہ لوگ عبدالرحمٰن کے خاص باڈی گارڈ بن گئے۔

عبدالرحمٰن نے یہ سب کارروائی رازداری سے انجام دی لیکن صمیل کے گھر کا انجام اس سے مختلف ہوا۔ قبیلہ طے کے دونو جوان میسرہ و قحطبہ چند نوجوانوں کے ساتھ ایک کشتی میں سوار ہو کر شقندہ پہنچے۔ یہاں صمیل اپنے قصر میں مقیم تھا وہ ان حملہ آوروں کو دیکھ کر ایک پہاڑی پر چڑھ کر روپوش ہو گیا۔ ان لوگوں نے اس کے محل کو بے دردی سے لوٹ لیا سامان میں نقد سکوں کا بھی ایک صندوق تھا۔ صمیل پہاڑی پر سے اپنی خانہ بربادی کے منظر کو دیکھ رہا تھا۔ جوش انتقام میں اس وقت اس کی زبان پر یہ شعر جاری تھا کہ:-

''آگاہ ہو کہ میری دولت طے کے پاس ودیعت ہے۔ ضروری ہے کہ ایک دن یہ ودیعتیں لوٹائی جائیں''۔

قرطبہ پر عبدالرحمٰن کا قبضہ جمعہ کے دن 10 ذی الحجہ 138ھ کو ہوا۔ عبدالرحمٰن نے جامع مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھائی اور خطبہ میں قرطبہ والوں سے نیک سلوک کرنے کا وعدہ کیا[8]۔

بازیافت کی آخری کوشش:

یوسف قرطبہ سے باہر نکلا تو تھوڑی دور پر اس کا لڑکا عبدالرحمٰن پانچ سو سواروں کے ساتھ آتا دکھائی دیا۔ یوسف نے اس کو سرحد سے کمک لے کر بلایا تھا۔ مگر وہ ایک دن کی تاخیر سے پہنچا۔ یوسف نے اس کو ہزیمت کی خبر سنائی اور اس کو اپنے ساتھ لے لیا۔ قرطبہ سے دور ماردہ پہنچا۔ یہاں سے طلیطلہ روانہ ہوا یہاں بقیۃ السیف سپاہ اس کے گرد جمع ہوئی۔ طلیطلہ کا والی ہشام بن عروہ فہری تھا۔ اس نے بھی اپنے ساتھ کے لوگوں کو فوج میں شامل کیا۔ پھر صمیل بھی آ گیا اور قبیلہ مضر کے باقی ماندہ لوگ بھی آ گئے۔

اس اثناء میں عبدالرحمٰن صوبوں کے انتظام سے بھی غافل نہ تھا۔ اس نے طلیطلہ کے لیے حصن بن وجن کو والی بنایا تھا کہ اس نواح سے فوج اکٹھا کر کے اس علاقہ میں وہ اپنا تسلط جما لے۔ اسی طرح بعض دوسرے صوبوں کے لیے دوسرے ولاۃ نامزد کر دیئے گئے۔

یوسف و صمیل اپنا لشکر لے کر جیان پہنچے اور یہاں کے ایک قلعہ منشیہ میں قلعہ بندی کر لی اور یہیں اس کے اعوان و انصار جمع ہو گئے۔ اس کے بعد وہ البیرہ Alvira کو زیر

اثر لانے کے لیے وہاں پہنچا۔ عبدالرحمٰن کی طرف سے نامزد والی جابر بن علاء اس کے آنے کی خبر سنتے ہی شہر چھوڑ کر پہاڑی میں جا کر روپوش ہو گیا۔ چنانچہ البیرہ میں قبیلہ قیس کے جو لوگ باقی رہ گئے تھے وہ یوسف کے ساتھ ہو گئے۔

عبدالرحمٰن کا یوسف کے مقابلہ کے لیے نکلنا:

عبدالرحمٰن نے یوسف کے البیرہ میں اترنے کی خبر سنتے ہی فوج جمع کی اور اس کے مقابلہ کے لیے قرطبہ میں ابوعثمان کو اپنا قائم مقام بنا کر وہاں سے البیرہ کی سمت روانہ ہوا۔ یوسف کو عبدالرحمٰن کے کوچ کی خبر ملی تو اس نے اپنے لڑکے عبدالرحمٰن کو لشکر دے کر ایک دوسرے راستہ سے قرطبہ پر قبضہ کرنے کے لیے بھیج دیا اور خود فوج لے کر قلعہ منتشیہ میں قلعہ بند ہو کر بیٹھ رہا۔

عبدالرحمٰن بن یوسف کا قرطبہ میں داخلہ:

ابوزید عبدالرحمٰن بن یوسف ایک دوسرے راستہ سے قرطبہ پہنچا یہاں اس کا مقابلہ نہ ہو سکا۔ ابوعثمان جامع مسجد کے صومعہ میں محصور ہو گیا۔ ابوزید نے جان کی امان لے کر اطاعت قبول کر لینے کی دعوت دی۔ اس نے صومعہ کے دروازے کھول دیئے۔ ابوزید نے اس کو گرفتار کر لیا۔ عبدالرحمٰن بن معاویہ نے دو تین باندیاں خریدی تھیں ان میں سے ایک فرار ہو گئی اور دو گرفتار کر لی گئیں۔

لیکن ابوزید کے پاس اتنی طاقت نہ تھی کہ قرطبہ پر مستقل قبضہ رکھ سکتا۔ اس لیے وہ اپنے اہل و عیال اور ابوعثمان اور عبدالرحمٰن کی باندیوں کو لے کر روانہ ہوا۔ اثنائے راہ میں لوگوں نے اس کو توجہ دلائی کہ عبدالرحمٰن تمہاری بہن اور ماں کی عزت و آبرو بچا کر تم پر احسان کر چکا ہے اور تم اس کی دو خادماؤں کو پا گئے ہو اور ان کو ساتھ لیتے جا رہے ہو۔ اس پر اس کو اپنی غلطی محسوس ہوئی وہ قرطبہ سے ایک میل کے فاصلے پر قلعہ تومین میں پہنچا تھا اسی قلعہ میں ان عورتوں اور ان کے مال و اسباب کو اتار دیا اور ابوعثمان کو ساتھ لے کر البیرہ چلا گیا۔

عبدالرحمٰن کو اس واقعہ کو اطلاع ملی تو اس نے بنوفہر کے جد اعلیٰ عامر بن علی کو اپنا نایب بنا کر قرطبہ بھیج دیا۔ اس کو قحطانیوں میں سیادت حاصل تھی۔ وہ قصر حکومت میں ٹھہرا اور قرطبہ کی حکومت کا نظم و نسق مکمل کر لیا۔

صلح کی نئی پیش کش:

ادھر عبدالرحمٰن البیرہ کے پاس ایک قریہ ارمنہ میں جا کر اترا تھا۔ اس نے فوج کشی کے بجائے یوسف سے سلسلہ مراسلت جاری کیا کہ وہ حکومت اس شرط پر اس کے سپرد کر دے کہ:-

1- یوسف اور صمیل کی جاگیریں، جائداد اور دولت و ثروت مامون رہیں۔

2- سب لوگوں کو بلا امتیاز امان دی جائے اور خیر و خوبی سے امور سلطنت چلائے جائیں۔

3- جب تک پورا اعتماد نہ ہو جائے، یوسف کے دونوں لڑکے ابوزید عبدالرحمٰن اور ابوالاسود محمدؒ قصر قرطبہ میں نظر بند رہیں اور جب حالات سدھر جائیں تو دونوں آزاد کر دیئے جائیں۔

4- یوسف قرطبہ کے مشرقی حصہ میں قیام کرے اور عبدالرحمٰن سے روزانہ ملتا رہے۔

یوسف اور صمیل نے ان شرطوں کو قبول کر لینا مناسب سمجھا۔ چنانچہ معاہدہ صلح لکھ لیا گیا۔ خالد بن زید کو عبدالرحمٰن نے آزاد کیا اور ابوعثمان کو یوسف نے اس کے بعد یہ سب لوگ ایک ساتھ قرطبہ روانہ ہوئے جس وقت قرطبہ میں داخلہ ہوئے تو عبدالرحمٰن بیچ میں اور دائیں یوسف اور بائیں صمیل اپنے اپنے خچروں پر سوار تھے۔ عبدالرحمٰن کا بیان ہے کہ البیرہ سے قرطبہ تک صمیل نے بڑی خاموشی سے سفر کیا۔ خود کسی سوال کے لیے پہل نہیں کی۔ اگر کوئی بات پوچھی بھی گئی تو خاموشی سے جواب دیا اور ایسی احتیاط رکھی کہ کسی وقت نہ اس کا گھٹنا اس کے گھٹنے سے چھو گیا اور نہ کسی موقع پر صمیل کے خچر کا سر اس کے خچر کے سر سے آگے بڑھا۔ لیکن یوسف بلا تکلف آزادانہ اس سے اثنائے راہ میں مختلف قسم کی باتیں کرتا رہا۔ یہ لوگ قرطبہ پہنچ کر قصر حکومت میں فروکش ہوئے۔ یہ معاہدہ صلح ماہ صفر 139ھ میں عمل میں آیا۔ معاہدہ میں ایک فریق کی حیثیت سے یوسف اور اس کے وزیر صمیل کا نام تھا اور دوسرے فریق کی حیثیت سے عبدالرحمٰن کا نام تھا۔

عبدالرحمٰن کی تاج داری کا باتفاق اعلان:

اس کے بعد بڑی شان و شوکت سے دارالسلطنت قرطبہ میں عبدالرحمٰن کی تاج

داری کا باتفاق اعلان کیا گیا9۔

اموی سلطنت میں عباسی خلیفہ کا خطبہ:

اس زمانہ میں ہر اسلامی حکومت کے لیے نظری طور پر یہ ضروری تھا کہ وہ خلیفۃ المسلمین کی سیادت میں قائم ہوا۔ خلیفۃ المسلمین کے لیے ضروری تھا کہ وہ حرمین شریفین پر قابض ہو 10۔ بنو عباس مشرق میں بنو امیہ کی خلافت کو ختم کر کے اپنی خلافت کا اعلان کر چکے تھے۔ عبدالرحمٰن نے رائے عامہ کا لحاظ کر کے بڑی دانش مندی سے تمام خاندانی اختلافات سے چشم پوشی کر لی۔ اور خلیفہ عباسی المنصور کی خلافت کو تسلیم کر کے اس کے نام کا خطبہ قرطبہ کی جامع مسجد میں خود پڑھا اور اُندلس میں جاری کرا دیا 11۔

انتظام حکومت:

عبدالرحمٰن نے اقتدار حاصل کرنے کے بعد ابتداء ولایت کا انتظام اپنی جگہ برقرار رکھا تھا۔ صرف جیسا کہ اوپر گزرا البیرہ اور جیان وغیرہ کے لیے حصین بن دجن اور جابر ابن علاء کو والی نامزد کر دیا تھا۔ اس کے ساتھ اس نے کتابت کے عہدہ پر بھی یوسف ہی کے کاتب امیہ بن زیاد کو مقرر کر لیا۔ اس طرح انقلاب حکومت سے حکومت کے عہدہ داروں میں کچھ زیادہ تغیر و تبدل نہیں ہوا۔

اُندلس کا خانوادہ امویہ کا مستقر بننا:

اموی حکومت کے قائم ہو جانے کے بعد یہاں کی سرزمین اموی خانوادہ اور اموی موالی کے لیے مامن و مستقر بن گئی۔ عالم اسلام میں جہاں جہاں اس خاندان کے افراد بے کسی کے عالم میں سر چھپائے ہوئے تھے انہوں نے اُندلس کی راہ لی۔ ان آنے والوں میں عبدالملک بن عمر بن مروان بن حکم اور جزی بن عبدالعزیز بن مروان خاص طور پر تھے یہ لوگ اپنے بال بچوں کے ساتھ اُندلس میں آ کر بس گئے۔ پھر ان کی پیروی میں اموی خاندان و اموی موالی کے بہت سے لوگ آئے اور ان کی بہت بڑی تعداد یہاں جمع ہو گئی۔ عبدالرحمٰن نے ان کو قرطبہ میں اتارا اور انہیں بڑی بڑی جاگیریں اور ممتاز عہدے دے کر انہیں مطمئن زندگی گزارنے کے قابل بنا دیا۔ بعضوں کو مختلف ولایات کا والی بنا دیا۔ چنانچہ عبدالملک بن عمر اشبیلیہ کا والی بنایا گیا۔ اسی طرح اس کے بیٹے عمر بن عبدالملک کو الدور کی ولایت سپرد کی۔

اس وقت تک قرطبہ میں رؤساء و عمائد کی حیثیت سے بنو ہاشم و بنو فہر کے موالی اور قریش کے مختلف قبیلوں کے خانوادے تھے۔ اور قرطبہ میں ان کی سکونت کے لیے بڑے بڑے محلات تھے۔ عبدالرحمٰن نے امویوں اور اموی موالیوں کے لیے ان ہی کے محلوں کو خالی کرایا۔ ان ہی کی جاگیروں میں کانٹ چھانٹ کی۔ اس لیے یہ خانوادے اور جماعتیں اپنے مرتبوں اور اونچی اونچی حیثیتوں سے نیچے گر گئیں۔ انہوں نے حکومت کے اس انقلاب کو محسوس کیا۔ اور اس صورت حال کے بدلنے کے خواہش مند رہے۔ اور یوں ملک میں امن و قائم ہو جانے کے بعد پہلی مخالف جماعت بھی پیدا ہو گئی 12۔

یوسف کی امیر عبدالرحمٰن سے بددلی اور حصول سلطنت کی آخری کوشش:

یوسف نے چند دنوں قرطبہ میں سکون کی زندگی گزاری۔ عبدالرحمٰن در پردہ اس سے مطمئن نہ تھا لیکن معاہدہ کی کھلی ہوئی خلاف ورزی کرنا بھی اس کے وقار کے منافی تھا۔ اس لیے وہ اس کے خلاف اب ماحول تیار کرتا رہا کہ یوسف کے لیے اُندلس میں زندگی گزارنا دوبھر ہو جائے۔ چنانچہ مختلف لوگوں کو اس کے خلاف کھڑا کرتا رہتا تھا جو ایسے طریقے سے اس سے پیش آتے تھے کہ اس کی سبکی ہوتی رہتی تھی۔ اسی طرح ایسے لوگوں کو کھڑا کر دیتا تھا جو اس کی املاک و جائیداد میں جھوٹ موٹ کے دعوے دار بن جاتے تھے اور جب یوسف ان نزاعات کو عبدالرحمٰن کے سامنے پیش کرتا اور دلائل سے اپنے کو حق بجانب ثابت کر دیتا تو بھی عبدالرحمٰن یوسف کی کوئی مدد نہ کرتا اور وہ جھگڑے باقی کے باقی رہ جاتے۔ اس سلسلہ میں یوسف کے اس محل کے متعلق بھی جھگڑے کھڑے کیے گئے جس میں وہ قیام پذیر تھا۔ یہ محل سابق والی اُندلس حر بن عبدالرحمٰن ثقفی کا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ یوسف نے اپنی امارت کے زمانہ میں کسی جرم کی پاداش میں حر کے لڑکے کو قتل کرایا تھا اور اس کی جائیداد و املاک اور اس محل پر قبضہ کر لیا تھا۔ یوسف کے معزول ہونے کے بعد جب اس میں آ ٹھہرا تو لوگوں نے اس کے وارثوں کو اس کے خلاف برانگیختہ کیا۔ وہ لوگ یوسف کو مدعا علیہ بنا کر اس کے خلاف کھڑے ہوئے اور مقدمہ کو قرطبہ کے قاضی یزید بن یحییٰ کے سامنے لے جانا چاہا۔ یزید بن یحییٰ چونکہ یمنی تھا اور جنگ شقندہ کے سلسلہ میں یوسف کو برا سمجھتا تھا اس لیے لوگوں کو اس سے توقع تھی کہ وہ اس کے خلاف فیصلہ کرے گا۔ چنانچہ مقدمہ قاضی یزید بن یحییٰ کی

عدالت میں پیش ہوا تھا۔ قاضی یزید یوسف ہی کے زمانہ میں دارالخلافت سے قضائت کا فرمان لے کر اُندلس آئے تھے اور اہل اُندلس کی رضا دیکھ کر یوسف نے بلاعذر ان کی قضائت کو تسلیم کرلیا تھا۔ قاضی یزید پر اس کے اس طرز عمل کا اثر موجود تھا۔ اس لیے وہ اس کے حق میں کوئی دیدہ و دانستہ ناانصافی کرنے پر آمادہ نہیں ہوا اور دعوی خارج کردیا گیا۔ اسی طرح صمیل کے خلاف بھی دعوے کیے گئے اور وہ بھی خارج ہوئے لیکن دعوؤں کے خارج ہوجانے کے باوجود نئے دعوے دق کرنے کے لیے کیے جاتے۔ یوسف عبدالرحمٰن کو متوجہ کرتا مگر وہ کوئی اثر نہ لیتا تھا۔ عبدالرحمٰن کی اس روش سے یوسف کو اس کے ارادوں کا اندازہ ہوگیا۔

دوسری طرف ہاشم و بنوفہر کے موالی اور قریش کے مختلف خانوادوں کے وہ لوگ جو یوسف کے پاس آتے جاتے تھے جو اپنے منصوبوں سے علیحدہ ہو چکے تھے اور جن کی جائیداد و املاک پر خانوادہ بنوامیہ اور ان کے موالی کا قبضہ کرادیا گیا تھا وہ یوسف کو اس کے سر ڈال دینے کو غلطی بتاتے تھے۔ یوسف عبدالرحمٰن کے طرز عمل سے خود دل برداشتہ ہو چکا تھا۔ دوسری طرف ان لوگوں نے اس کو رفتہ رفتہ برانگیختہ کیا۔ آخر یوسف کے دل میں بھی ایک مرتبہ اور قسمت آزمائی کا خیال پیدا ہوا۔ اس نے قرطبہ کے لشکریوں سے خط و کتابت کی۔ لیکن وہ لوگ امن و امان کو چھوڑ کر پھر جنگ آزمائی پر آمادہ نہیں ہوئے۔ خود صمیل اور بنوقیس نے بھی اس گئی گزری حالت میں نئے سرے سے اٹھنا اور جنگ و جدال برپا کرنا برا سمجھا۔ جب اس کو فوج کی طرف سے مایوسی ہوئی تو اس نے شہریوں سے مراسلت شروع کی۔ یوسف کی لڑکیاں اپنے شوہروں کے ساتھ ماردہ و طلیطلہ میں تھیں۔ ان لوگوں نے اس کی ہمت افزائی کی۔ جب اہل ماردہ یوسف کے ساتھ دینے پر آمدہ ہوگئے تو وہ قرطبہ سے روپوش ہوکر نکل گیا اور وہ ماردہ میں اپنے مددگاروں کو جمع کرنا شروع کیا۔ اس طرح معاہدہ کی خلاف ورزی کی ذمہ داری بھی اسی کے سر ہوئی چنانچہ ابن اثیر لکھتا ہے:۔

''اسی سال یوسف فہری نے جو اُندلس کا امیر تھا عبدالرحمٰن اموی کے معاہدہ کو توڑا اس کا سبب یہ ہوا کہ عبدالرحمٰن اس کے مقابل میں ایسے لوگوں کو کھڑا کرتا جو اس کی اہانت کرتے اور اس کی املاک میں اس سے جھگڑے کرتے تھے۔ جب وہ شرعی دلائل سے حق ثابت کرتا تو اس پر عمل نہیں کیا جاتا تھا تو یوسف نے

عبدالرحمٰن کا ارادہ معلوم کرلیا اور ماردہ چلا گیا وہاں بیس ہزار آدمی اس کے پاس جمع ہوگئے[13]۔''

عبدالرحمٰن کو یوسف کے فرار ہونے کی خبر ملی تو تعاقب میں گھوڑے دوڑائے۔ لیکن وہ ہاتھ نہ آیا تو صمیل کو دربار میں طلب کرکے یوسف کے متعلق اس سے دریافت کیا۔ اس نے اپنی لاعلمی ظاہر کی۔ عبدالرحمٰن نے کہا'' یہ ضروری ہے کہ وہ بغیر تمہارے علم کے باہر نہیں نکلا۔ تمہارا لڑکا بھی اس کے ساتھ ہے۔ صمیل نے کہا اگر میرے علم میں ہوتا تو میں بھی بھاگ سکتا تھا۔ عبدالرحمٰن نے کہا کہ تم کو بھاگنے کا موقع نہ مل سکا۔ صمیل نے کہا وہ بے قصور ہے۔ اس کی خطا نہیں۔ عبدالرحمٰن نے یوسف کا پتہ بتانے پر اصرار کیا۔ اس نے کہا ''اگر وہ اس وقت میرے اس پاؤں کے نیچے بھی ہوتا تو بھی میں پاؤں اٹھا کر تمہیں نہ دکھاتا۔ تمہارا جو جی چاہے کر ڈالو'' عبدالرحمٰن نے یہ جواب سن کر اس کو قید خانہ میں بھجوادیا۔ اس کے ساتھ یوسف کے دونوں لڑکے ابوالاسود محمد اور ابوزید عبدالرحمٰن کو بھی قید کردیا گیا[14]۔ ماردہ میں یوسف کے گرد عرب و بربر قبائل جمع ہوگئے وہ انہیں ساتھ لے کر ماردہ سے شہر لقنت پہنچا۔ یہاں لوگوں نے اس کا ساتھ نہیں دیا۔ یہاں سے وہ قرطبہ کی طرف جانا چاہتا تھا مگر ادھر سے عبدالرحمٰن کے کوچ کرنے کی اطلاع ملی۔ اس لیے اس نے اشبیلیہ کی طرف رخ کردیا۔ جہاں اس کو امداد ملنے کی توقع موجود تھی۔

اشبیلیہ میں عبدالملک معروف بہ مروانی والی تھا۔ حمص کے جو نو آبادشاہی یہاں موجود تھے وہ مروانی کے لشکر میں شریک ہوگئے۔ لیکن یہاں کے قدیم عرب و بربر باشندے تقریباً سب کے سب یوسف کا ساتھ دینے کے لیے تیار ہوگئے۔ مروانی یہ رنگ دیکھ کر قلعہ میں محصور ہوگیا۔

اب اشبیلیہ والوں کو ملا کر بیس ہزار جنگ جو سپاہی یوسف کے ساتھ تھے۔ اس نے اتنی بڑی فوج کا ایک صوبہ کے والی کو محاصرہ میں رکھنے کے لیے مشغول رہنا مناسب نہ سمجھا علاوہ ازیں اس کو یہ بھی ڈر تھا کہ کہیں عقب سے عبدالرحمٰن فوج لے کر نہ آجائے ایسی صورت میں اس کو دو فوجوں کے درمیان گھر جانا پڑے گا۔ ادھر عبدالرحمٰن کوچ کرکے ایک مقام برج اسامہ میں پہنچ کر ٹھہر گیا تھا۔ اس لیے وہ عبدالرحمٰن سے مقابلہ کرنے کے لیے اسی سمت بڑھ گیا۔

ادھر عبدالملک مروانی یوسف کے کوچ سے بے خبر تھا۔ وہ اپنے لڑکے عمرو کے انتظار میں تھا جو مورور کا والی تھا۔ اس اثناء میں وہ فوج لے کر اشبیلیہ آ گیا۔ اس نے دیکھا کہ یوسف محاصرہ اٹھا کر روانہ ہو چکا ہے۔ اس نے اپنے باپ کو محاصرہ کے اٹھ جانے کی اطلاع دی۔ اس کے بعد مروانی نے کوچ کا اعلان کر دیا۔ چنانچہ اشبیلیہ کے شامی اور چند شہری رؤساء اور موردر سے اس کے لڑکے کے ساتھ جو کمک آئی تھی ان سب کو لے کر وہ یوسف کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ ادھر جب عبدالرحمٰن کو یوسف کے محاصرہ اٹھا کر اپنی طرف بڑھنے کی اطلاع ملی تو وہ بھی برج اسامہ سے روانہ ہو کر المدور میں اترا۔ اس اثناء میں مروانی کے لشکر لے کر روانہ ہونے کی اطلاع یوسف کو ملی اس نے بڑی عجلت سے فوج کا رخ اسی طرف پھیر دیا تا کہ عبدالرحمٰن اور مروانی کے لشکروں سے ایک ساتھ مقابلہ نہ ہو جائے۔ مروانی ایسی ہی صورت پیدا کرنا چاہتا تھا کہ یوسف کی فوجوں کو دو طرفوں سے گھیر لیا جائے لیکن یوسف نے اس کا موقع نہیں دیا اور مروانی کو مقابلہ کے لیے صف بستہ ہونا پڑا۔

جب دونوں فوجیں آمنے سامنے کھڑی ہو گئیں تو فہر کے موالی میں سے ایک بربری جو مارده یالقنت کا رہنے والا تھا اور اپنی شجاعت میں شہرت رکھتا تھا میدان میں نکل کر آیا اور مبارزت طلب ہوا۔ مروانی کی فوج تعداد میں تھوڑی اور خوف زدہ تھی۔ کوئی مقابلہ کے آگے نہیں بڑھا۔ مروانی نے اپنے لڑکے عمر کی طرف دیکھ کر کہا کہ یہ سب سے پہلے برائی آگے آئی ہے۔ اس مشکل کو جھیلنا ہے۔ عمر بن عبدالملک مبارزت کے جواب میں خود میدان میں نکلنے پر آمادہ ہو گیا۔ یہ دیکھ کر مروان بن حکم کے موالی میں سے ایک حبشی ابوالبصری نام عمر کے پاس آیا کہ وہ اس کے لیے جان نثاری پر تیار ہے اور اس مبارزت کا مقابلہ کرنے کے لیے کافی ہے۔ عمر نے اس کو اجازت دی وہ بربری کے مقابلہ میں میدان میں نکل آیا۔ دونوں کے دونوں تنومند اور شجاع تھے۔ تھوڑی دیر باہم مقابلہ کرتے رہے۔ اتفاق سے اس وقت بارش ہو گئی تھی۔ زمین نرم تھی اور کہیں کہیں پھسلن تھی۔ بربری کے قدم اتفاقاً پھسلے وہ جیسے ہی گرا ابوالبصری نے اس کے پیر پر ایسا وار کیا کہ وہ جسم سے کٹ کر علیحدہ ہو گیا۔ بربری کا زیر ہونا تھا کہ مروانی لشکر یک جان ہو کر حملہ آور ہوا اور یوسف کی فوج کے قدم اکھڑ گئے۔ تھوڑے سے لوگ اس کے ساتھ کے مارے گئے۔ سپاہیوں کو بھاگتے دیکھ کر یوسف نے بھی راہ فرار اختیار کی اور اس کے سپاہی جدھر رخ ہوا ادھر فرار ہو گئے۔

مروانی کے پاس لشکر اتنا نہ تھا کہ تعاقب کرتا۔ اس نے اس خداداد فتح کو غنیمت جانا۔ اس پاس دو چار سپاہی جو ہاتھ آ گئے ان کو قتل کیا۔ عمر بن عبدالملک فتح کی خوش خبری اور مقتولین کے سر لے کر عبدالرحمٰن کے پاس المدور آیا اور اس سے شروع سے اخیر تک کے تمام حالات بیان کیے۔

عبدالرحمٰن نے المروانی کا شاندار استقبال کرنے کا حکم دیا اور اس کے بعد عبدالرحمٰن کی نگاہوں میں عبدالملک مروانی اور عمر بن عبدالملک کو غیر معمولی منزلت حاصل ہوئی۔

یوسف کا قتل:

یوسف میدان جنگ سے فرار ہو کر ایک مقام فریس پہنچا وہاں سے محص البلوط آیا۔ اس کے بعد یوسف اُندلس میں ادھر سے ادھر اپنا سر چھپاتا پھرا۔ کہیں اس کے لیے پناہ نہ تھی نہ کسی جگہ اسے قرار حاصل تھا۔ رجب 142ھ 759ء میں عبداللہ بن عمرو انصاری نے طلیطلہ کے ایک گاؤں میں اس کو دیکھ کر پہچان لیا۔ اس نے اپنے ایک ساتھی سے کہا کہ دیکھو یہ فہری ہے۔ بھاگتا پھرتا ہے خدا کی زمین اس پر تنگ ہو گئی ہے۔ اس کا قتل ہو جانا اس کے لیے بھی راحت کا باعث ہوگا اور ہم لوگوں کے لیے بھی۔ چنانچہ اس نے چند سواروں کے ساتھ اس کا تعاقب کیا۔ یوسف کو طلیطلہ پہنچنے کے لیے چار میل باقی رہ گئے تھے کہ یہ لوگ اس کے پاس پہنچ گئے۔ یوسف کے ساتھ بنو تمیم کے موالی میں سے ایک شخص سابق فارسی اور ایک خدمت گار تھا۔ عبداللہ بن عمر نے اس کو قتل کر کے اس کو ہمیشہ کے لئے آرام کی نیند سلا دیا۔ اس کے ساتھ سابق بھی قتل کیا گیا اور یوسف کا غلام موقع پا کر بھاگ آیا۔ عبداللہ بن عمر نے یوسف کا سر کاٹ کر اپنے پاس رکھ لیا۔

یوسف کے لڑکے اور صمیل کی زندگی کا خاتمہ:

اس کے بعد عبدالرحمٰن بن معاویہ کی خوشنودی کے لیے وہ یوسف کا سر لے کر قرطبہ گیا عبدالرحمٰن کو اس کے آنے کی اطلاع ملی تو اس نے اس کو قرطبہ کے پل پر روک دیا۔ قرطبہ کے قید خانہ میں یوسف کے دونوں لڑکے محمد اور عبدالرحمٰن اور صمیل مقید تھے۔ عبدالرحمٰن بن معاویہ نے ان میں سے عبدالرحمٰن بن یوسف کو قید خانہ سے بلوا کر قرطبہ کے پل پر بھیج دیا کہ اس کو قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ یہ بھی قتل کیا گیا۔ دونوں کے سر قصر حکومت کے

پھاٹک پر لٹکا دیئے گئے۔ یوسف کا دوسرا لڑکا ابوالاسود بہت کم عمر تھا۔ اس کی کم عمری پر ترس کھا کر اس کو قتل نہیں کیا گیا۔

صمیل کے لیے قید خانہ میں گلا گھونٹنے کا انتظام کیا گیا کہ اس کا حادثہ قتل شاید کسی نئے فتنہ کا سبب بن جاتا لیکن گلا گھونٹنے سے قبل ہی وہ اس دنیا سے کوچ کر چکا تھا وہ مردہ 15
پڑا تھا اور زہر کا پیالہ اس کے پاس رکھا ہوا تھا لوگوں نے کہا اے ابو جوش! یہ پیالہ تم نے خود نہیں پیا ہے بلکہ پلایا گیا ہے۔

یوسف کے بیٹوں کا دعویٰ سلطنت:

ابوالاسود محمد بن یوسف اٹھارہ برس تک جیل میں محبوس رہا۔ 168ھ 784ء میں وہ بعض خاص تدبیروں سے جیل سے فرار ہوا اور اس نے فہری خاندان کے لیے حصول سلطنت کی آخری کوششیں صرف کیں۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ اس طویل مدت میں عبدالرحمٰن کی حکومت اُندلس میں پورے طور پر مستحکم ہو چکی تھی۔ تاہم اس اثناء میں ملک کے مختلف لوگوں کے ساتھ عبدالرحمٰن کا برتاؤ مختلف حالات و ماحول کے لحاظ سے جو مختلف رہا تھا اور جس کی تفصیل آگے آئے گی۔ اس کے سبب سے اس زمانہ میں عبدالرحمٰن کے بعض ایسے اعوان و انصار جو اس کی حکومت کے قائم کرنے میں ستون کی حیثیت رکھتے تھے اُس سے جدا ہو گئے تھے۔ لیکن پھر نئے جاں نثاروں اور مددگاروں کی بھی ایک بڑی جماعت اس اثناء میں تیار ہو گئی تھی۔ ملک میں یہی صورت حال تھی کہ ابوالاسود 168ھ 784ء میں قید خانہ سے فرار ہوا۔

اس کے فرار ہونے کا واقعہ بھی کچھ کم دلچسپ نہیں اس کے لیے اس نے سالہا سال مشقت اٹھائی قید خانہ کے عقبی حصہ میں ایک سرنگ سے دریا کو راستہ جاتا تھا۔ قیدی اس راستہ سے غسل اور دوسری حاجتیں پوری کرنے کے لیے سپاہیوں کی نگرانی میں دریا پر جاتے تھے۔ ابوالاسود سے ملنے کے لیے کبھی کبھی دریا پر اس کا ایک آزاد کردہ غلام آیا کرتا تھا۔ ابوالاسود نے ایک مرتبہ سپاہیوں سے اپنے ضعف بینائی کا تذکرہ کیا۔ پھر رفتہ رفتہ اس کی آنکھ کی روشنی کم ہوتی گئی اور پورا نابینا بن کر اٹھنے بیٹھنے اور چلنے پھرنے میں دوسروں کا محتاج ہو گیا۔ جب اسی طرح ایک زمانہ گزر گیا تو لوگوں کو اس کے اندھے ہونے کا یقین آ گیا اور خود عبدالرحمٰن بھی اس کے اندھے ہو جانے کی وجہ سے اس سے بالکل مطمئن ہو گیا اور اس پر سے سپاہیوں کی نگرانی آہستہ آہستہ کم ہوتی گئی۔ اب دریا پر اس کا آزاد کردہ غلام اس کے

پاس آتا جاتا تھا اور دونوں گھنٹوں بیٹھ کر باتیں کرتے رہتے تھے۔ سپاہیوں کو کوئی اعتراض نہ ہوتا تھا۔ روانگی کے وقت وہ کسی کو پکارتا اور وہ ہاتھ پکڑ کر اس کو سرنگ کے راستہ پر ڈال دیتا تھا۔ جب اس طریق عمل کو بھی ایک زمانہ گزر گیا اور سپاہیوں کی نظریں دیکھتے دیکھتے اس کی عادی ہو گئیں تو ایک دن اس غلام نے ایک تیز رفتار گھوڑا لا کر کہیں کھڑا کر دیا اور ابوالاسود سپاہیوں سے آنکھ بچا کر اس پر سوار ہو کر نکل بھاگا۔

ابوالاسود یہاں سے فرار ہو کر سیدھا طلیطلہ پہنچا۔ یہاں اس کے ہمنوا بڑی تعداد میں موجود تھے۔ انہوں نے اس کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور اس نے اُندلس کے تخت کی دعویداری کا اعلان کر دیا۔ ابوالاسود کے علم کے نیچے فہریوں اور قبیلیوں کے علاوہ وہ سب لوگ جمع ہو گئے جنہیں اس درمیان میں عبدالرحمٰن کی حکومت سے اختلاف رہ چکا تھا اور اس اٹھارہ برس کی مدت میں وہ مختلف شہروں میں بغاوتیں کر چکے تھے جنہیں عبدالرحمٰن علیحدہ علیحدہ فرو کر چکا تھا۔

چنانچہ ابوالاسود کے زیر سرکردگی ایک عظیم الشان لشکر طلیطلہ سے پیش قدمی کر کے قرطبہ کی طرف روانہ ہوا اور قرطبہ سے قریب صوبہ جیان میں مقام قسطلونہ تک پہنچا تھا کہ ادھر سے عبدالرحمٰن لشکر لے کر روانہ ہوا۔ قسطلونہ کے مشہور دریا وادی احمر پر دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا اور نہایت سخت لڑائی شروع ہو گئی۔ دنوں فوجوں نے داد شجاعت دی۔ جنگ کا نتیجہ ابوالاسود کے خلاف نکلا۔ چار ہزار سپاہیوں کی لاشیں میدان میں پڑی ملیں اور ایک بڑی تعداد دریا میں غرق ہو گئی۔ ابوالاسود باقی ماندہ لشکر کو لے کر فرار ہو گیا۔ عبدالرحمٰن نے تعاقب کیا۔ راہ میں جو ملا قتل کیا گیا یہاں تک کہ یہ لوگ قلعہ باج سے پار نکل گئے۔ اس کے بعد عبدالرحمٰن واپس چلا آیا۔

ابوالاسود نے دوسرے سال 169ھ 785ء میں پھر پیش قدمی کی ہمت کی۔ کچھ دور چل کر آیا تھا کہ ادھر سے عبدالرحمٰن لشکر لے کر نمودار ہوا ابوالاسود کی فوج پہلے سے مرعوب تھی۔ ابھی عبدالرحمٰن کی ہراول سپاہ سے سامنا ہی ہوا تھا کہ ابوالاسود کی فوج کے پاؤں اکھڑ گئے۔ اس نے راہ فرار اختیار کی انہیں بھاگتے دیکھ کر ابوالاسود نے بھی پیٹھ پھیر دی۔ اس اثناء میں شاہی لشکر فہریوں پر ٹوٹ پڑا اور جو ہاتھ آیا وہ تہ تیغ کیا گیا گرفتار ہونے والوں میں ابوالاسود کے اہل و عیال بھی تھے وہ بھی قتل کئے گئے۔

اس کے بعد ابوالاسود کو سر اٹھانے کا موقع نہیں ملا وہ اسی فکر میں سرگرداں تھا کہ 170ھ 786ء میں اس کا پیغام قضا آ پہنچا اور طلیطلہ کے ایک گاؤں میں اس کا انتقال ہوگیا۔

اُندلس کی فہری سلطنت کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ:

اس کے بعد اس کے ایک دوسرے بھائی قاسم نے اپنی جرأت کا ثبوت دیا۔فوج جمع کر کے پیش قدمی کی۔عبدالرحمٰن اس کے مقابلہ میں بھی نکلا۔اس نے بھی شکست کھائی اور زندہ گرفتار کرلیا گیا۔عبدالرحمٰن نے اس کو قتل کرادیا اور اسی پر اُندلس میں یوسف کے خاندان کا چراغ گل ہوگیا۔

اب عبدالرحمٰن کی زندگی کے بھی چند ہی دن باقی رہ گئے تھے۔یہ جب تک زندہ رہا یوسف کے خاندان کا کھٹکا اس کے دل میں لگا رہا۔یہاں تک کہ 138ھ 755ء سے 170ھ 786ء میں چونتیس سال کا زمانہ گزرنے کے بعد اُندلس میں اس حریف سلطنت خاندان کا بھی خاتمہ ہوگیا[16]۔

یوسف نے کبھی اپنے کو اُندلس کا بادشاہ نہیں کہا۔مگر مؤرخین نے صمیل کو اس کا وزیر لکھا ہے۔اگرچہ یوسف کی حکومت کے شباب کے زمانہ میں ان دونوں کے درمیان حقیقی اقتدار کے حصول کے لیے اندرونی کشمکش رہی۔سرقسطہ کے محاصرہ کے وقت صمیل یوسف سے بددل بھی ہوگیا۔لیکن یہ محض وقتی بات تھی۔یوں دونوں ایک دوسرے کے ہمدرد و خیر طلب، غم گسار اور سیاسی مشوروں میں ایک دوسرے کے معین و مددگار تھے۔لیکن عبدالرحمٰن کی یہ خوش قسمتی تھی کہ بدر ایسے زمانہ میں اُندلس آیا جب صمیل کے دل میں وقتی طور پر یوسف کے خلاف کشیدگی موجود تھی اور اسی لمحہ مروانیوں نے اُندلس میں سازشوں کا جال پھیلا دیا۔اگر صمیل کا دل یوسف سے اس وقت صاف ہوتا تو وہ اسی وقت کو باخبر کر کے اس کی روک تھام کرسکتا تھا اور پھر عبدالرحمٰن کے لیے زمین کا تیار ہوجانا دشوار ہوجاتا۔اس کے بعد حالات کے بدلنے سے یوسف اور صمیل پھر ایک دوسرے کے دلی دوست ہوگئے لیکن اس وقت تک عبدالرحمٰن اُندلس میں پہنچ کر اپنے اثرات قائم کرچکا تھا تاہم اس وقت بھی ممکن تھا کہ اس کو مزید قوت حاصل کرنے سے روکا جاتا اور وہ اُندلس میں ایک نظر بند شہزادے کی

حیثیت سے زندگی گزارنے پر مجبور کیا جاسکتا۔لیکن عین اسی زمانہ میں چند یمنی سرداروں کے قتل کیے جانے کی سیاسی غلطی سے یوسف کے ہاتھوں سے سارے مواقع چھن گئے باایں ہمہ یوسف نے حالات کا صحیح اندازہ نہیں لگایا۔صمیل نے حالات کے بگڑنے کا نقشہ اس کے سامنے رکھا مگر وہ اس کی رائے سے متفق نہ ہوسکا۔صمیل کو بھی اپنی رائے پر زیادہ اعتماد نہ تھا اس لیے اس نے آنکھیں بند کر کے یوسف کی حکمت عملی پر عمل کرنے کا فیصلہ کرلیا۔

پھر جنوبی اُندلس کے اہم مقامات کے ہاتھ سے نکل جانے کے باوجود یوسف نے عبدالرحمٰن کا مقابلہ کرنے کے لیے شمالی اور مشرقی اُندلس سے وسیع پیمانہ پر کوئی فوج اکٹھی نہیں کی۔حالانکہ اس کے پائیدار اثرات یہاں اب موجود تھے۔اس نے مقابلہ کی تیاریاں کرنے کے بجائے عبدالرحمٰن کو مصالحت کی گفتگو سے بٹھانے کی کوششیں کیں اور آخر وقت تک وہ اسی خام خیالی میں مبتلا رہا۔

دوسری طرف عبدالرحمٰن بڑی ہوش مندی اور دانائی سے اپنی طاقت میں روز بروز اضافہ کرتا گیا اور جیان اور المریا وغیرہ ایسے مقاموں سے اس کے پاس فوجیں آئیں جہاں اس وقت تک اس نے قدم بھی نہیں رکھا تھا۔اس کی فوج میں بہت سے لوگ خلفائے بنوامیہ کے پروردہ اور نمک خوار تھے۔وہ اس نوجوان شہزادے کو برسراقتدار لاکر حق نمک ادا کرنا چاہتے تھے۔بالآخر یوسف کو اپنی حکمت عملی کی غلطیوں کا خمیازہ بھگتنا پڑا اور وہ اس سیلاب کو روکنے میں کامیاب نہ ہوسکا۔

زوال حکومت کے بعد اس نے مطمئن شہری زندگی بسر کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔لیکن یہ سکون واطمینان بھی اس کے مقدر میں نہ تھا۔اگر وہ اپنی املاک وائداد کا معاوضہ لے کر یا ان کا کوئی معقول انتظام کر کے اُندلس سے باہر نکل جاتا تو شاید عبدالرحمٰن کو اس کے سر کی ضرورت نہ ہوتی۔لیکن اس نے قرطبہ میں قیام رکھنے کی شرط پر صلح کرلی اور آخری نتائج بھی بہت جلد اس کے سامنے آگئے۔اس کی اور اس کی اولاد اور اس کے عزیز دوست صمیل کی زندگیوں کے خاتمہ پر اس برگشتہ قسمت امیر اُندلس کے سوانح حیات کا خاتمہ ہوا اور ابوالاسود کے ہاتھوں میں اس بجھتے ہوئے چراغ کی آخری لو بھی بھڑکی اور ہمیشہ کے لیے خاموش ہوگئی۔اور مضبوط بنیادوں پر اُندلس میں چند صدیوں کے لیے خاندان امویہ کی مستحکم سلطنت قائم ہوئی۔

ولایت کا انتظام:

عبدالرحمٰن نے استحکام حکومت کے بعد ولایتوں پر خاص طور پر توجہ کی۔ یوسف و صمیل کے بعد اب طلیطلہ کے علاقہ میں بھی اس کا کوئی کھلا ہوا مخالف موجود نہ تھا چنانچہ اس نے اس علاقہ کو زیر اقتدار لانے کے لیے اسی مقام کے ایک صاحب اثر رئیس حسین بن یحییٰ کو جو حضرت سعد بن عبادہ انصاریؓ کی اولاد میں سے تھا اس صوبہ کا والی بنایا۔ اس نے آگے چل کر بڑی اہمیت حاصل کی جیسا کہ تفصیل سے آگے آئے گا۔ جب بغاوتوں کی ابتدا ہوئی تو اس نے سرقسطہ کو اپنا مرکز بنا کر ایک زمانہ دراز تک باغیانہ قبضہ قائم رکھا۔ اسی کے ساتھ دور افتادہ صوبہ اربونہ (ناربون) کو عبدالرحمٰن بن عقبہ کی ولایت میں دے دیا اور اس کا علاقہ اربونہ سے طرطوسہ تک قرار دیا جس میں جرندہ، برشلونہ اور طرکونہ وغیرہ داخل تھے۔ اس طرح اسلامی اُندلس کا چپہ چپہ عبدالرحمٰن کے حیطہ اقتدار میں داخل ہو گیا۔

بغاوتوں کی ابتداء:

عبدالرحمٰن نے صرف سولہ مہینوں کی تگ و دو میں اُندلس میں اپنی عظیم الشان سلطنت قائم کر لی تھی۔ اس کی دعوت و تبلیغ اس تیزی سے آگے بڑھی کہ اس کے درمیان میں کسی کو سنجیدگی سے کچھ سوچنے سمجھنے کا موقع ہی نہیں ملا۔ حالانکہ اس وقت بھی اُندلس میں بے شمار قبائلی اختلافات موجود تھے۔ سب سے پہلی مرتبہ، جیسا کہ اوپر گزرا، یمنی جماعت کے سرخیل ابوالصباح کی آنکھیں کھلیں۔ یوسف کے شکست کھا جانے کے بعد ایک وسوسہ اس کے دل میں پیدا ہوا تھا جس کو اس نے اپنے ایک یمنی دوست ثعلبہ کے سامنے ظاہر کر دیا۔ لیکن بعض جماعتوں کی مخالفت کے باعث یہ تحریک آگے نہ بڑھ سکی اور بات وہیں پر ختم ہو گئی۔

لیکن یہ خبر کسی طرح عبدالرحمٰن کے کانوں میں پہنچ گئی، اس نے ثعلبہ کو بلا بھیجا اور حلف دے کر اس سے واقعہ پوچھا۔ اس نے سچی بات بیان کر دی۔ عبدالرحمٰن نے اس تلخ گھونٹ کو اس وقت خاموشی سے پی لیا اور دل میں اس کو چھپائے رکھا اپنے موالی کی جماعت کو اپنے قریب کر لیا۔ بایں ہمہ ابوالصباح نے عبدالرحمٰن کی سلطنت کے قیام کے سلسلہ میں اہم خدمات انجام دی تھیں۔ اس لیے عبدالرحمٰن کے دل میں اس کی بڑی قدر و منزلت تھی۔ اشبیلیہ کی بڑی ولایت اسی کے سپرد تھی۔ وہ اپنے عہدہ پر فائز رہا اور عبدالرحمٰن کے ظاہری

برتاؤ میں کوئی فرق نہیں آنے پایا۔ لیکن جب اس کو دوسری طرف سے کچھ اطمینان ہوا تو اس کے انتقام کا جذبہ بیدار ہوا اور اس نے ابوالصباح کو اشبیلیہ کی ولایت سے معزول کر دیا اور جیسا کہ اوپر گزرا عبدالملک مروانی اس عہدہ پر مامور کیا گیا۔

ابوالصباح کے واقعہ عزل سے اُندلس میں خوابیدہ فتنہ جاگ اٹھا۔ یمانی جماعت اس سے برگشتہ ہو گئی۔ پھر بنوامیہ اور ان کے موالی کو یہاں رفتہ رفتہ جو اعزاز حاصل ہوتا گیا ان کے منصبوں میں جو ترقیاں ہوتی گئیں ان کی دولت و ثروت اور جاگیروں میں جو اضافہ ہوتا گیا اسی کے بالمقابل مختلف عرب و بربر قبائل کے معززین اپنے منصبوں سے برطرف، جاگیروں سے دست بردار اور اپنے عالی شان محلوں سے بے دخل کیے گئے۔ اس کے نتیجہ میں بے اطمینانی پھیلی اور اس کا پہلا مظاہرہ یوسف کی فوج کشی کی صورت میں دکھائی دیا جب کہ بیس ہزار سپاہی اس کے علم کے نیچے جمع ہو گئے تھے۔

یوسف کی شکست کے بعد یہ لوگ ملک کے مختلف گوشوں میں پھیل گئے ان میں کے معززین میں سے جس کو جہاں موقع ملتا وہ جماعت اکٹھی کر کے بغاوت کا علم بلند کر دیتا اور کسی شہر یا قلعہ پر قبضہ کر لیتا۔ عبدالرحمٰن فوج لے کر آتا اور بغاوت فرو کرتا۔ ان بغاوتوں کا سلسلہ یوسف کے قتل کیے جانے کے سوا سال کے بعد شروع ہو گیا۔

یوسف اور صمیل کی زندگیوں کے ختم ہو جانے کے بعد عبدالرحمٰن نے بھی بے خوفی سے قدم بڑھائے۔ اب بنوامیہ، موالی بنوامیہ اور ان کے ہمدردوں پر مشتمل ایک مستحکم فوج اُندلس میں تیار ہو چکی تھی۔ رفتہ رفتہ اس کے گرد و پیش سے وہ لوگ بھی علیحدہ ہونے لگے جو قیام حکومت میں اس کے دست راست تھے اور جن کی کوششیں اور ہمدردیاں اگر ابتداء اس کو حاصل نہ ہوئی ہوتیں تو یہاں اس کی کامیابی کا امکان بھی پیدا نہ ہو سکتا تھا۔ ان اساطین میں ابوعثمان، عبداللہ بن خالد، تمام بن علقمہ اور ابوالصباح یمانی خاص طور پر ذکر کے قابل ہیں۔ چنانچہ ان میں سے ابوالصباح کو اشبیلیہ کی ولایت سے معزول کرنے کے بعد اس پر بعض الزامات لگا کر قتل کرا دیا۔ اس کے واقعہ قتل سے یمانی جماعت پورے طور پر اس کے ہاتھوں سے نکل گئی۔ عبداللہ بن خالد بھی ولایت کے عہدہ سے معزول کیا گیا۔ اس کے بعد اس نے سیاست سے کنارہ کشی اختیار کر کے گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ اسی طرح رفتہ رفتہ اس کے ارد گرد کا ہر جاں نثار یا تو خود علیحدہ ہو گیا یا عبدالرحمٰن نے علیحدہ کیا یا عبدالرحمٰن یا اس کے

ولی عہد کے ہاتھوں تہ تیغ ہوا۔

اُندلس کے ان اکابر سے عبدالرحمٰن کے اعتماد کے اٹھ جانے سے قدرتی طور پر ان کے دلوں میں اطاعت کا جذبہ باقی نہیں رہا اور ان میں سے بیشتر لوگوں نے رفتہ رفتہ مخالفانہ سرگرمیوں میں حصہ لینا شروع کیا۔ پھر اُندلس میں بار بار بغاوتیں پھیلنے سے بنو عباس کو بھی ادھر نگاہ اٹھا کر دیکھنے کا موقع ملا اور چند دنوں کے لیے یہاں عباسی دعوت کا بھی علم نئے سرے سے بلند ہوا اور اس فضا سے اُندلس میں ایسا ماحول پیدا ہوگا کہ عبدالرحمٰن کو اپنی تمام عمر ان ہی بغاوتوں کے استیصال اور قیام امن کی کوشش میں گزارنی پڑی اور اس کے مرنے سے پہلے تک ان بغاوتوں کا سلسلہ موقوف نہ ہوسکا۔

ان بغاوتوں کا مختصر حال ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

جنوبی اُندلس میں بغاوت:

یوسف کے قتل کے بعد سب سے پہلے علم بغاوت 143ھ 760ء میں ارزق ابن نعمان غسانی نے جزیرہ خضراء میں بلند کیا۔ وہ یہاں سے ایک فوج لے کر مدینہ شذونہ پہنچا۔ اہل شہر نے اطاعت قبول کرلی۔ اس کے بعد اشبیلیہ آیا۔ یہاں یوسف کے ہم نواؤں کی جماعت موجود تھی۔ شہر کے پھاٹک کھول دیئے گئے اور اس پر بھی قبضہ ہوگیا۔ اس طرح جنوبی اُندلس کا ایک وسیع علاقہ اس کے اقتدار میں داخل ہوگیا۔

عبدالرحمٰن بڑی عجلت سے اس بغاوت کو فرو کرنے کے لیے خود فوج لے کر آیا اور اشبیلیہ کا محاصرہ کرلیا۔ شہر والے محاصرہ سے پریشان ہوگئے۔ عبدالرحمٰن نے ان کے سامنے غسانی کے حوالہ کرنے کی شرط پیش کی۔ ان لوگوں نے اس شرط کو قبول کرکے ارزق کو اس کے حوالہ کردیا۔ عبدالرحمٰن نے اس کو قتل کرایا اور شہر والوں کو امن دے کر واپس چلا گیا17۔

طلیطلہ میں بغاوت:

اس کے ایک سال بعد 144ھ 761ء میں ہشام بن عروہ فہری نے طلیطلہ میں بغاوت کی۔ اس کے ساتھ بعض ممتاز عمائد حیات بن ولید یحیبی اور عمری وغیرہ تھے۔ عبدالرحمٰن نے طلیطلہ پر بھی فوج کشی کی اور اس کا محاصرہ کرلیا۔ محاصرہ کی سختیاں زیادہ بڑھیں تو اس نے اطاعت قبول کرنی چاہی۔ عبدالرحمٰن نے اس کے لڑکے کو یرغمال لے کر اس کو امان دے دی۔ عبدالرحمٰن کے پیٹھ پھیرتے ہی اس نے پھر سرکشی اختیار کرلی۔ عبدالرحمٰن دوبارہ فوج

لے کر آیا اور اس کو اطاعت قبول کرنے کی دعوت دی۔ جب اس کی طرف سے مایوسی ہوئی تو اس نے اس لڑکے کے جو اس کے پاس مقید تھا، قتل کرلیا اور اس کے سر کو منجنیق میں ڈال کر شہر میں پھینکوا دیا۔ اس سال محاصرہ اٹھا کر واپس لوٹ آیا اور طلیطلہ چند سالوں کے لیے بغاوتوں کا مرکز بن گیا18۔

عباسی دعوت:

جیسا کہ اوپر گزرا، عبدالرحمٰن نے فتح قرطبہ کے بعد اُندلس کی مسجدوں میں عباسیوں کا خطبہ جاری کردیا تھا۔ اس طرح عباسی خلافت کی سیادت تسلیم کرلی تھی۔ مگر عبدالملک نے اُندلس میں آکر اس رسم کے بند کرنے کا مشورہ دیا۔ عبدالرحمٰن نے مخالفت کی، لیکن عبدالملک نے اصرار سے کہا کہ وہ لوگ اس کے خاندان پر جو ستم ڈھا چکے ہیں، اس کے بعد ایسی رواداری کی گنجائش نہیں ہے۔ چنانچہ عبدالرحمٰن نے اس کا مشورہ قبول کرکے المنصور عباسی کا نام خطبہ سے خارج کردیا اور اُندلس کی حکومت کو ایک آزاد حکومت کی حیثیت دے دی اور اپنے لیے صرف ''امیر'' کا لقب اختیار کیا۔

عبدالرحمٰن کا یہ طرز عمل قدرتی طور پر خلیفہ عباسی المنصور کو ناگوار گزرا۔ اس لیے جب اس کو مشرقی معاملات سے یک سوئی حاصل ہوئی تو اس نے اُندلس کی طرف توجہ کی۔ اس زمانہ میں اُندلس میں بغاوتوں کے آثار نمایاں تھے۔ المنصور نے اس موقع کو غنیمت جانا اور اپنے ایک معتمد علاء بن مغیث یحصبی کو جو افریقہ کے ممتاز قائدین میں سے تھا اُندلس پر حملہ آور ہونے کی ترغیب دی۔ اس نے آمادگی ظاہر کی۔ المنصور نے پوچھا کہ مشرق سے فوج بھیجنے کی بھی ضرورت ہے یا وہاں فراہم ہوجائے گی۔ علاء نے اطمینان دلایا کہ سارے کام یہاں انجام پاجائیں گے۔ وہاں سے صرف عباسی علم اور فرمان ولایت بھیج دیا جائے۔ چنانچہ المنصور کا قاصد خلعت، فرمان ولایت اور سیاہ علم لے کر علاء کے پاس آگیا۔

علاء ان دنوں افریقہ میں مقیم تھا۔ وہاں سے 146ھ 763ء میں اپنے وطن مغربی اُندلس کے مشہور شہر باجہ میں آیا19۔ اس نے باجہ میں سیاہ عباسی علم بلند کیا۔ جو سیاہ کپڑے پہنے اور اپنی جماعت کا نشان سیاہ لباس قرار دیا اور ابوجعفر المنصور کے لیے بیعت لینی شروع کی۔ اس کا ساتھ دینے کے لیے ایک کثیر خلقت اس کی طرف امنڈ آئی اور پورے اُندلس میں عباسی دعوت کی تائید و حمایت کا جذبہ جوش و خروش سے پیدا ہوگیا۔ اُندلس

کی مسجدوں میں خلیفہ کے لیے دعا کی گئی اور عبدالرحمٰن کو خلافت کا باغی قرار دے کر اس کو غاصب و مرتد کے لقب سے یاد کیا گیا۔ یہ تبلیغی کوششیں کامیاب ہوئیں اور ہر طرف سے لوگ سیاہ کپڑوں میں ملبوس ہو کر اس علم کے نیچے جمع ہونے لگے۔ عبدالرحمٰن نے نگاہ اٹھائی تو بجز امویوں اور موالی بنو امیہ کے قریب سے قریب تر لوگ اس کے گرد سے اٹھ کر عباسی علم کے نیچے جمع ہو گئے تھے اور جو باقی تھے ان کے دلوں کا حال بھی معلوم نہ تھا۔ ایسا ماحول پیدا ہو چکا تھا کہ نہ صرف اس کی نوخیز سلطنت کے قیام و بربادی کا سوال تھا بلکہ اس کی اور اس کے اعوان و انصار کی موت و حیات کی گھڑی آ پہنچی تھی۔ چنانچہ وہ اپنے معتمد ترین موالی اور مخصوص جان نثاروں کو ساتھ لے کر قرطبہ سے باہر نکلا۔

دوسری طرف علاء کا رخ باجہ سے جنوبی اُندلس کی طرف تھا۔ باجہ میں اہل مصر آباد تھے۔ وہ سب کے سب اس علم کے نیچے جمع ہو چکے تھے۔ پھر مختلف شہروں کے عرب و بربر اپنے اپنے سرداروں کے ساتھ آ رہے تھے۔ چنانچہ واسط بن مغیث طائی اور امیہ بن قطن فہری اس کے اہم مددگاروں میں تھے۔ علاء باجہ سے اشبیلیہ آیا۔ یہاں یمانی جماعت نے پوری ہم نوائی کی اور وہ اس فوج میں شریک ہو گئی۔ یمانیہ کی شرکت کے بعد امیہ بن قطن فہری کی طرف سے بدگمانی پیدا ہوئی۔ چنانچہ اس کو اشبیلیہ میں گرفتار کر کے قید کر دیا گیا۔

عبدالرحمٰن اپنی جماعت کے ساتھ اشبیلیہ کے نواح میں ایک قلعہ رعواق میں اترا۔ یہاں معلوم ہوا کہ غیاث بن علقمہ لخمی شذونہ سے فوج لے کر علاء کے پاس جا رہا ہے۔ عبدالرحمٰن نے بدر کی سرکردگی میں اس کو روکنے کے لیے فوج کا ایک دستہ بھیجا۔ وادی ابرہ اور نہر کبیر کے درمیان دوآبہ میں اس نے اس کا راستہ روک دیا۔ بدر نے لشکر سے مقابلہ کرنے کے بجائے نامہ و پیام شروع کیا اور اس نے غیاث کو ہموار کر کے شذونہ لوٹ جانے پر آمادہ کر لیا۔ چنانچہ ادھر غیاث نے پیٹھ پھیری اور ادھر بدر قلعہ رعواق چلا آیا۔

اس کے بعد عبدالرحمٰن کو علاء کے قرمونہ کی طرف بڑھنے کی اطلاع ملی۔ عبدالرحمٰن نے بدر سے کہا اس وقت سب سے اہم ضرورت قرمونہ میں داخل ہو جانا ہے۔ وہ پوری تیزی سے ادھر بڑھ جائے اور راتوں رات پہنچ کر قرمونہ کے دروازہ پر اپنے خیمے نصب کر دے اور قرمونہ والوں میں سے اطاعت کرنے والوں کو اپنے علم کے نیچے لے آئے۔ یہاں تک کہ صبح کو وہ خود لشکر لے کر آ جائے۔ چنانچہ بدر تھوڑے سے سواروں کے ساتھ

قرمونہ پہنچ گیا۔ دروازے پر اپنے خیمے نصب کر دیئے۔ علاء کے لشکر نے یہاں پہنچ کر شاہی خیمے نصب دیکھے تو میدان ہی میں ٹھہر گیا۔ اس اثناء میں عبدالرحمٰن لشکر لے کر آ گیا۔ گھوڑوں کی ٹاپ کی آواز سے نئی کمک کے آنے کا حال انہیں معلوم ہوا۔ عبدالرحمٰن کے لیے قرمونہ کے پھاٹک کھلے ہوئے تھے۔ وہ اطمینان اس شہر میں داخل ہو کر محصور ہو گیا۔

قرمونہ بلندی پر آباد تھا اور یہ قدیم زمانہ سے ناقابلِ فتح سمجھا جاتا تھا۔ عبدالرحمٰن نے اس قلعہ کا انتخاب بڑی دانش مندی سے کیا تھا۔ علاء نے اپنی ٹڈی دل فوج سے اس کا شدت سے محاصرہ کر لیا۔ تقریباً دو مہینے محاصرہ کی حالت میں گزر گئے اور عبدالرحمٰن پر دسترس حاصل کرنا کسی طرح ممکن نہ ہو سکا۔ یہ دیکھ کر حملہ آوروں میں بددلی پیدا ہونا شروع ہوئی اور فوج میں رسد کی کمی بھی پڑی۔۔ چنانچہ کچھ لوگ آنکھیں بچا کر اپنے گھروں کو لوٹ گئے اور کچھ لوگوں نے کھانے اور پینے کی تکلیف کا عذر کر کے علاء سے رخصت حاصل کی۔ اس طرح حملہ آوروں میں انتشار پیدا ہو گیا اور اب عبدالرحمٰن کے اقدام کا وقت آ پہنچا تھا۔ اس کے ساتھ قلعہ میں صرف سات سو سوار تھے۔ اس نے قرمونہ کے ایک پھاٹک پر جو اشبیلیہ کی طرف کھلتا تھا' اور باب اشبیلیہ کہلاتا تھا' آگ جلوائی۔ پھر اپنے سپاہیوں کو تلواریں بے نیام کرنے کا حکم دیا اور سب نیا میں آگ میں جھونک دی گئیں۔ اس کے بعد یہ جماعت مرنے یا مارنے کا عہد کر کے ننگی تلواریں ہاتھ میں لے کر نکلی اور شب خون مار کر جوش و خروش سے محاصرین پر ٹوٹ پڑی۔ بڑی ہی خوں ریز لڑائی ہوئی۔ علاء کے ساتھیوں کے دل ٹوٹ چکے تھے۔ وہ ایسے بے جگرانہ حملہ کی تاب نہ لا سکے اور ان کے قدم اُکھڑ گئے۔ سات ہزار عباسی اس لڑائی میں کام آئے۔ جن میں بڑے بڑے قائدین بھی تھے اور خود علاء بھی میدان جنگ میں کام آ گیا۔

امیر عبدالرحمٰن کا تحفہ المنصور کے لئے:

عبدالرحمٰن کی اس فتح سے اُندلس میں اموی حکومت کی بنیاد چار سو برس کے لیے مستحکم ہو گئی۔ اس نے فتح یابی کے بعد سالار لشکر علاء اور اس کی فوج کے چیدہ افسروں کے سر کاٹے اور ان میں نمک اور کافور بھرا۔ نشان و علم پر قبضہ کیا۔ وہ فرمان ولایت بھی ہاتھ آ گیا جو المنصور کی طرف سے علاء کے پاس آیا تھا۔ سپاہیوں کے جسم سے سیاہ کپڑے اتارے۔

اس کے بعد اس نے مقتولین کے سروں میں کافور اور نمک بھرا اور ان کے کانوں میں چھید کر کے ہر ایک کے نام و نشان کا پرچہ بندھوایا اور ایک تھیلے میں علاء اور اس کے ممتاز ساتھیوں کے سر المنصور کا وہ فرمان جو علاء کے نام آیا تھا اور عباسی علم اور سیاہ کپڑے بھروائے۔ اسی طرح دوسرے تھیلے میں چند افسروں کے سر اور سیاہ کپڑے رکھوائے اور پھر ایسے دو آدمیوں کو جو ان میں سے پہلے تھیلے کو مکہ کی گلی میں اور دوسرے کو قیروان کی گلی میں ڈال دیں بڑا انعام دینے کا اعلان کیا۔ چنانچہ دو جانباز اس خدمت کے لیے مل گئے۔ ان میں سے ایک نے ایک تھیلا قیروان کی گلی میں ڈال دیا اور قیروان کے ارباب حکومت نے اس عبرت کے تماشہ کو دیکھا۔ دوسرا تھیلا مکہ معظمہ کی گلی میں جہاں اس زمانہ میں المنصور بھی حج کے لیے گیا تھا اس کے سرپردہ کے پاس بڑی جرأت سے ڈال دیا گیا۔ لوگوں کی نظر پڑی تو اس تھیلے کو المنصور کے پاس لے گئے۔ اس نے علاء کے سر کو دیکھ کر کہا "ہم نے اس مسکین کو بے یار و مددگار قتل ہونے کے لیے بھیج دیا" پھر چلا کر کہا۔ "یہ انسان نہیں کسی شیطان کا کام ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہمارے اور ایسے دشمن کے درمیان سمندر حائل کروادیا" اس کے بعد اس نے اس سمندر کے عبور کرنے کا کبھی حوصلہ نہیں کیا20۔

اس کے بعد عبدالرحمٰن نے اُندلس کے ان سرکشوں کی گوشمالی کی فکر کی جنھوں نے عباسی لشکر کا ساتھ دیا تھا' اسے آسانیاں بہم پہنچائی تھیں اور اس وقت بھی اپنی بغاوتوں پر قائم تھے۔ اس سلسلہ میں بغاوتوں اور ان کے استیصال کا سلسلہ سالہا سال تک قائم رہا۔ چنانچہ طلیطلہ' لبلہ' اشبیلیہ' قلعہ رعواق' شذونہ' کورہ جیان' باجہ' شنت بریہ' قلعہ شطران' سرقسطہ وغیرہ اہم مقامات ہیں' یکے بعد دیگرے زور و شور سے بغاوتیں پھیلیں۔ عبدالرحمٰن اگر ایک طرف آگ بجھاتا تو دوسری طرف سلگ جاتی اور اس طریقہ سے گویا سارے اُندلس میں بغاوت کی آگ بھڑک اٹھی۔

اس موقع پر اگر اموی خاندان اپنے خاندانی شرف و عزت کے لیے جان پر کھیل نہ جاتا تو اسی وقت سے بنوامیہ کا نام و نشان صفحہ وجود سے مٹ جاتا۔ لیکن امویوں نے شاہی و غیر شاہی خاندان کی تفریق کیے بغیر بڑی جواں مردی' ایثار اور ہمت سے کام لیا اور ہمہ تن مستعد ہو کر آتشِ بغاوت فرو کی جس کا سلسلہ کم و بیش 146ھ 763ء سے 160ھ 777ء تک قائم رہا۔ بلکہ اسی اثناء میں مخالفین نے بعض اموی شہزادوں کو بھی اپنی سازش

میں لینا چاہا اور انہیں سپر بنا کر خروج کرنا چاہا۔ مگر عبدالرحمٰن اپنی ہوش مندی سے ان تمام مشکلات پر غالب آتا گیا۔

طلیطلہ:

طلیطلہ میں 144ھ 761ء میں بغاوت اٹھ چکی تھی اور عبدالرحمٰن دو مرتبہ فوج کشی کر چکا تھا۔ عباسی لشکر کو منتشر کرنے کے بعد اس نے 147ھ 764ء میں اپنی مہم کا یہیں سے آغاز کیا۔ چنانچہ وہ قرطبہ لوٹ آیا اور بڑی فوج دے کر بدر اور تمام بن علقمہ کو طلیطلہ کے سر کرنے کے لیے بھیجا۔ محاصرہ کی شدت بڑھی تو اہل شہر اطاعت قبول کرنے پر آمادہ ہوئے۔ بدر نے سرکش سرداروں کے حوالہ کردینے کا مطالبہ کیا۔ چنانچہ ہشام بن عروہ فہری' حیات بن ولید یحصبی اور حمزہ بن عبداللہ ابن عمر عمری بدر کے حوالہ کر دیئے گئے۔

بدر نے ان قیدیوں کو تمام بن علقمہ کی معیت میں قرطبہ بھیجا اور خود عبدالرحمٰن کے حکم کے انتظار میں طلیطلہ میں ٹھہر گیا۔ تمام مقام اوریسط تک پہنچا تھا کہ عاصم بن مسلم ثقفی سے ملاقات ہوئی۔ وہ عبدالرحمٰن کا بھیجا ہوا قرطبہ سے آرہا تھا۔ عبدالرحمٰن نے تمام بن علقمہ کو طلیطلہ کی ولایت پر مامور کیا تھا اور بدر کو قرطبہ واپس بلایا تھا۔ چنانچہ تمام نے ان قیدیوں کو ابن مسلم کے حوالہ کیا اور طلیطلہ پہنچ کر بدر کو قرطبہ بھیج دیا۔ اور وہاں کی ولایت کی زمام اپنے ہاتھوں میں لے لی۔

قیدیوں کو سزائیں:

عاصم بن مسلم ان قیدیوں کو لے کر قرطبہ روانہ ہوا۔ قرطبہ کے قریب ایک گاؤں میں پہنچ کر ٹھہر گیا۔ یہاں پولیس کے ذریعہ موٹے اون کے چند جبے' چند گدھے اور حجام بلوائے اور ان قیدیوں کے سر اور ڈاڑھی کے بال منڈوائے۔ ان کے کپڑے اتار کر تکلیف دہ موٹے اونی جبے پہنا کر پیروں میں بیڑیاں ڈالیں اور گدھے پر سوار کر کے اسی ہیئت میں قرطبہ کے بازار سے گزارا۔ اس کے بعد عبدالرحمٰن نے ان سب کو قتل کرا کر سولی پر لٹکا دیا21۔

یمانیوں کا خروج:

طلیطلہ کے مغلوب ہونے کے بعد یمانیوں نے نئے سرے سے زور پکڑا۔ اس کی ابتداء ایک عجیب واقعہ سے ہوئی۔ لبلہ میں سعید یحصبی معروف بہ مطری کو سیادت حاصل

تھی۔اس نے ایک دن نشہ کی حالت میں ان یمانی مقتولین کو یاد کیا جو علاء کی معیت میں قتل کئے گئے تھے اور جوش میں آ کر ایک نیزے میں علم باندھ کر کھڑا کر دیا۔نشہ اترا تو اس نے اس علم کے متعلق دریافت کیا۔اس کو نشہ کی حالت میں جو کچھ اس نے کیا تھا اطلاع دی گئی۔اس نے کہا کہ خبر پھیلنے سے پہلے علم کو کھول دو۔مگر خبر پھیل چکی تھی۔اب اس نے کہا بغیر کچھ کیے اب میرا علم نیچا نہیں ہوسکتا۔اس کے بعد اس نے یمانیوں کو جنگ کی دعوت دی۔پوری جماعت کے جذبات ابھرے ہوئے تھے۔وہ اس کے علم کے گرد جمع ہو گئے۔وہ لبلہ سے کوچ کر کے اشبیلیہ آیا۔یہاں امویوں کے خلاف جماعت موجود تھی۔اس شہر پر قبضہ کر لیا۔اب اس کی جمعیت میں اضافہ ہو گیا۔اطراف و جوانب میں بھی مختلف سرداروں کو ساتھ دینے کی دعوت بھیجی۔مختلف سمتوں سے لوگ اس جنگ میں شریک ہونے کے لیے آنے پر آمادہ ہو گئے۔حالات کی اطلاع عبدالرحمٰن کو پہنچی وہ فوج لے کر ادھر آیا۔مطری نے اشبیلیہ کو غیر محفوظ پا کر اس کے قریب کے قلعہ رعواق کو اپنا ہن بنایا اور 12 ربیع الاول 148ھ 765ء کو اس میں قلعہ بند ہو گیا۔عبدالرحمٰن نے یہاں پہنچ کر اس کا محاصرہ کر لیا۔اس کے ساتھ مختلف سمتوں میں فوجیں بھیجیں کہ اس کی مدد میں آنے والے لشکروں کو اسی طرف روکا جائے۔مطری اس دور کے ممتاز بہادروں میں سمجھا جاتا تھا۔وہ اپنے رفیق سالم بن معاویہ کلاعی کے ساتھ قلعہ سے باہر نکلا۔دونوں فوجوں میں مقابلہ ہوا۔مطری اور کلاعی دونوں مارے گئے۔اس کے بعد قلعہ والوں نے خلیفہ بن مروان کو اپنا امیر بنا کر مقابلہ کیا مگر محاصرہ کی سختیاں بڑھتی گئیں۔بالآخر قلعہ والوں نے امان چاہی۔عبدالرحمٰن نے اس شرط پر امان دی کہ خلیفہ بن مروان' اور اس کے چند چیدہ رفقاء اور قلعہ کی عمارت اس کے حوالہ کر دی جائے۔قلعہ والوں نے یہ شرط قبول کر لی۔چنانچہ عبدالرحمٰن نے خلیفہ اور اس کے رفقاء کو قتل کرایا اور قلعہ کے جنگی استحکامات توڑ دیئے۔

شندونہ کے رئیس غیاث بن علقمہ لخمی نے بھی مطری کی ہم نوائی کی تھی۔اموی حکومت سے اس کی برہمی کا واقعہ کوئی راز نہ تھا۔عبدالرحمٰن نے اسی مہم میں اس قضیہ کو بھی چکا دینا مناسب سمجھا۔چنانچہ فوج لے کر شندونہ آیا اور شہر کا محاصرہ سختی سے کر لیا۔شہر والوں نے امان چاہی۔اس نے چیدہ افسروں کو طلب کیا۔وہ حوالہ کر دیئے گئے۔وہ انہیں ساتھ لے کر قرطبہ لوٹ آیا۔

قرطبہ پہنچنے کے بعد کورہ جیان سے ایک باغی عبداللہ بن خراشہ اسدی کے خروج کرنے کی اطلاع ملی اس کے ساتھ بھی یمانیوں کی بڑی تعداد تھی۔وہ فوج لے کر قرطبہ پر چڑھائی کرنے کے لیے آیا۔ادھر سے عبدالرحمٰن نے لشکر بھیجا جس نے اس کی جمعیت کو منتشر کر دیا۔ابن خراشہ نے امان طلب کی۔عبدالرحمٰن نے امان دے دی۔اس کے بعد اس نے کبھی غداری نہیں کی۔

اس کے بعد 150ھ 767ء میں ایک دوسرے قائد غیاث بن مسرا اسدی نے خروج کیا۔باجہ کے شاہی عامل نے اس کی بغاوت فرو کرنے کے لیے فوج کشی کی۔یہ جمعیت بھی منتشر ہو گئی اور غیاث جان سے مارا گیا۔عامل نے اس کا سر کاٹ کر عبدالرحمٰن کے پاس قرطبہ بھیج دیا22۔

اس کے بعد چند دنوں کے لیے ان مخالفین کی سرگرمیوں کی طرف سے یکسوئی حاصل ہو گئی۔

حکومت کا ایک نیا دعویٰ دار:

اس کے بعد 151ھ 768ء میں مشرقی اُندلس میں ایک نیا فتنہ اٹھا اس وقت تک بربری جماعت عبدالرحمٰن کے مقابلہ میں نہیں آئی تھی۔قبیلہ مکناسہ کا ایک شخص عبداللہ یا سفیان بن عبدالواحد معروف بہ شقنا معلّمی کی خدمت انجام دیتا تھا۔اس کی ماں کا نام فاطمہ تھا۔اس نسبت سے اپنے آپ کو اس نے ابن فاطمہ مشہور کیا۔پھر عربی نسبت اختیار کر کے ''فاطمی'' کہا جانے لگا۔پھر اس نے آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہونے کا دعویٰ کیا اور تخت اُندلس کا دعویٰ دار بن بیٹھا۔بربر فاطمی دعاۃ کی تبلیغ سے آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑا احترام کرتے تھے۔وہ شقنا کی پھیلائی ہوئی غلط فہمی کے شکار ہوئے اور بڑی تعداد میں اس کے علم کے نیچے جمع ہو گئے۔وہ شنت بریہ میں مقیم تھا یہیں اس نے اپنی حکومت کا اعلان کر دیا۔

عبدالرحمٰن کو خبر ملی تو اس نے اپنے بڑے بیٹے سلیمان کو جسے 147ھ 764ء میں اس نے شام سے بلوا لیا تھا' قرطبہ میں اپنا جانشین بنایا اور فوج لے کر شنت بریہ آیا۔یہ شہر صوبہ طلیطلہ میں پہاڑیوں سے گھرا ہوا تھا۔پہاڑیوں میں بے شمار خفیہ درے اور راستے تھے۔شقنا شاہی لشکر کی خبر سنتے ہی پہاڑیوں پر چڑھ کر دروں میں روپوش ہو گیا عبدالرحمٰن نے کچھ

دونوں انتظار کیا۔ یہ لوگ پہاڑیوں سے اترتے' شاہی لشکر تعاقب کرتا اور یہ پھر دروں میں گھس جاتے۔ ان پہاڑیوں پر چڑھ کر تعاقب کرنا آسان اور خطروں سے خالی نہ تھا۔ مجبوراً عبدالرحمٰن اس معاملہ کو اس علاقہ کے والی کے سپرد کر کے قرطبہ واپس چلا آیا۔

شقنا کی یہ بغاوت کامل نو برس تک قائم رہی۔ اس زمانہ میں طلیطلہ کا والی حبیب بن عبدالملک تھا۔ اس نے ایک قائد سلیمان بن مروان کو جو حضرت عثمانؓ کی اولاد میں سے تھا' اس کے مقابلہ کے لیے ایک فوج دے کر مامور کر دیا۔ لیکن شقنا نے سلیمان کو آسانی سے مغلوب کر لیا۔ اس کو گرفتار کر کے قتل کر دیا اور شنت بریہ میں دوبارہ داخل ہو گیا۔ اب اس کا حوصلہ بڑھ چکا تھا۔ اس نے اندلس کے ایک اہم شہر فوریہ پر تاخت کی جہاں بربروں کی آبادی غالب تھی۔ وہ لوگ بھی اس کے ہم نوا ہو گئے اور اس نے نواح فوریہ پر قبضہ کر لیا۔ لیکن شہر پر اموی عامل قابض رہا۔ اس کے بعد یہ لوٹ آیا اور شہر پر دوبارہ اموی عامل کا قبضہ ہو گیا۔

عبدالرحمٰن کو یہ حالات معلوم ہوئے تو 152ھ 769ء میں دوبارہ اس کی سرکوبی کے لیے آیا مگر کامیابی نہیں ہوئی۔ پھر 153ھ 770ء میں بدر کی سرکردگی میں فوج بھیجی اب وہ شبطران میں جو اسی نواح میں ایک مستحکم قلعہ تھا' مقیم تھا' بدر نے یہاں پہنچ کر اس قلعہ کو خالی پایا۔ وہ فرار ہو چکا تھا۔ اس کے بعد 154ھ 771ء میں عبدالرحمٰن نے پھر ناکام فوج کشی کی پھر 155ھ 772ء میں ابوعثمان کی سرکردگی میں لشکر بھیجا اس مرتبہ اس نے اس آزمودہ کار اموی قائد کو نیچا دکھایا۔ اس کی فوج کو اس سے ایسا برگشتہ کیا کہ وہ اپنی جان لے کر فرار ہو گیا اس لشکر میں جو چند اموی تھے' وہ قتل کر دیئے گئے۔ باقی پوری فوج اس کے علم کے نیچے چلی گئی۔ اس کامیابی کے بعد اس نے اسی سال 155ھ 772ء میں ان ہی اطراف کے ایک قلعہ معروف بہ مدائن پر تاخت کی۔ اس کے اموی عامل کو فریب سے باہر بلا کر قتل کر دیا اور قلعہ پر مع ساز و سامان اور اسلحہ کے قبضہ کر لیا۔ پھر ماردہ کے والی ابوزعبل سالم پر اچانک حملہ کیا اور اس کو قتل کر دیا۔

اس کے بعد عبدالرحمٰن نے 156ھ 773ء میں پھر قلعہ شبطران کا محاصرہ کیا۔ مگر وہ چھپ کر پہاڑیوں میں پناہ گزیں ہو گیا۔ اس کے بعد 158ھ 775ء میں شہر فوریہ کے باشندوں نے جو اس کی اطاعت قبول کر چکے تھے' اس شہر کے اموی عامل کو گرفتار کر کے

شقنا کے سپرد کر دیا اور وہ اس شہر پر قابض ہو گیا۔ عبدالرحمٰن لشکر لے کر فوریہ پہنچا مگر وہ اپنے ہمراہیوں کو ساتھ لے کر فرار ہو چکا تھا۔ عبدالرحمٰن نے فوریہ کے اعیان و معززین کی ایک بڑی جماعت کو گرفتار کر کے تہ تیغ کر دیا۔ پھر 159ھ 776ء میں اس نے شنت بریہ پر فوج بھیجی یہ مہم بھی ناکام رہی۔ پھر آخری مرتبہ 160ھ 777ء میں ابوعثمان اور تمام بن علقمہ کی سرکردگی میں لشکر بھیجا۔ یہ دونوں قلعہ شبطران کا محاصرہ دو مہینے تک کیے رہے مگر وہ چھپ کر نکل گیا۔ اس اثناء میں ابوعثمان نے اپنے بھانجے وجیہ غسانی کو اس کے پاس سمجھانے بجھانے کے لیے قاصد بنا کر بھیجا۔ اس نے اپنی دعوت غسانی کے سامنے پیش کی۔ وہ اس سے متاثر ہوا اور دعوت کو قبول کر کے اسی کے پاس رہ گیا۔ اس کے بعد دونوں فوجوں کا سخت مقابلہ ہوا جس میں شقنا کو کامیابی ہوئی۔ یہ لوگ فوج لے کر واپس چلے آئے اور شقنا شنت بریہ روانہ ہوا۔ اثنائے راہ میں ایک گاؤں قریۃ العیون میں قیام کیا۔ اس وقت اس کا وجود ایک بلائے بے درمان بنا ہوا تھا۔ فوج کشی پر فوج کشی ہوتی رہی مگر وہ قبضہ میں نہیں آیا۔ پورے نو برس اسی طرح گزر گئے مگر اب اس زندگی سے اس کے رفقاء بھی پریشان ہو چکے تھے۔ وہ اپنے خچر پر جس کا نام اس نے ''الخلاصہ'' رکھا تھا سوار تھا کہ اس کے دو رفیقوں ابومعن داؤد بن ہلال اور ابوخزیم کنانہ بن سعید اسود نے تنہائی میں موقع پا کر اس پر قاتلانہ حملہ کیا پھر اس کا سر کاٹ کر عبدالرحمٰن کی خدمت میں لے آیا اور عبدالرحمٰن نے ایک کی طرح قابو میں نہ آنے والے دشمن سے نجات حاصل کی۔ اس کے مارے جانے کے بعد وجیہ غسانی فرار ہو گیا اور ساحل البیرہ میں جا کر اترا اور جمعیت فراہم کر کے علم بغاوت بلند کیا۔ عبدالرحمٰن نے شہید' اور عبدوس بن ابوعثمان کی سرکردگی میں فوج بھیجی۔ جس نے اس کو یمین عید کے دن گرفتار کر کے قتل کر دیا[23]۔

ابوالصباح کا قتل:

جماعت یمانیہ کا رئیس ابوالصباح' اشبیلیہ کی ولایت پر مامور تھا۔ فتح قرطبہ کے دن اس کی زبان سے جو کچھ نکلا وہ عبدالرحمٰن کے کانوں تک پہنچ چکا تھا۔ اس وقت اس نے اپنی حفاظت کا سامان کر لیا لیکن ابوالصباح کو نہ چھیڑا۔ یہ ولایت پر جیسے مامور تھا مامور رہا۔ اس کے بعد اس نے اس کو اس عہدہ سے معزول کر دیا۔ لیکن یہ خاموش رہا۔ علاء کی فوج کشی

کے وقت بھی کسی نوعیت سے اس کی شرکت کا کوئی ثبوت نہیں ملا۔ لیکن کہا جاتا ہے کہ اس کے بعد اس نے فوج کے لوگوں سے خط وکتابت کر کے ان کو بغاوت پر آمادہ کرنا چاہا۔ عبدالرحمٰن کو اس کی اطلاع ملی لیکن بعض دوسرے مؤرخین نے اس کو الزام تراشی سے موسوم کیا ہے۔ اور اس کے دامن کو کسی باغیانہ تحریک میں ملوث ہونے سے پاک بتایا ہے۔ بہرحال عبدالرحمٰن نے علاء کے حملہ کو فرو کرنے اور پھر یمانیوں کی قوت کو توڑنے کے بعد اس کو حیلہ سازی سے تمام ابن علقمہ کے ذریعہ قرطبہ میں بلایا۔ یہ چار سو رفیقوں کے ساتھ قرطبہ آیا۔ عبدالرحمٰن نے قصر حکومت میں اس کو بلوایا۔ یہاں وہ تنہا تھا۔ اس نے اس سے تیز گفتگو کی۔ زجر و توبیخ کے بعد ایک حبشی خادمہ کو جو باندیوں کو آداب و شائستگی سکھانے پر مامور تھی اشارہ کیا۔ وہ چھپا کر خنجر لائی اور اس پر وار کیا۔ ابوالصباح نے اس کو روکنا چاہا تو محل کے دوسرے نوخیز غلام جو جھرمٹ لگائے کھڑے تھے اس پر ٹوٹ پڑے اور اس کا سرتن سے جدا کر دیا۔

اس کے قتل کیے جانے کے بعد اس کی لاش کو اونی کمبل میں لپیٹ کر اس مقام سے ہٹا دیا گیا اور خون کے داغ دھبے صاف کر دیئے گئے۔ اس کے بعد عبدالرحمٰن نے اپنے وزراء اور معتمدین کو قصر میں طلب کیا۔ اور ان سے پوچھا کہ میں ابوالصباح کو قتل کرنا چاہتا ہوں کیا رائے ہے؟ لوگوں نے ہم زبان ہو کر اس کی مخالفت کی کہ قصر کے سامنے چار سو سپاہ اس کی کھڑی ہوئی ہے۔ شاہی لشکر بغاوتوں کے فرو کرنے کے لیے باہر گیا ہوا ہے۔ اگر ہنگامہ بڑھا تو اس پر قابو پانا دشوار ہو جائے گا۔ صرف عبدالملک مروانی نے عبدالرحمٰن کی تائید کی کہ جو کچھ کرنا ہے کر گزرنا چاہیئے۔ اس وقت عبدالرحمٰن نے اشارہ کیا ابوالصباح کا سر مجلس میں لایا گیا کہ وہ پہلے ہی قتل کر چکا ہے۔ اب اعلان عام کرو کہ ابوالصباح قصر میں مارا گیا اس کے رفقاء کے لیے امن ہے۔ ان میں سے جس کا جی چاہے امن پسندی سے اپنے شہر کو لوٹ جائے۔ چنانچہ نقیب نے آواز لگائی۔ اموی حکومت کا رعب طاری ہو چکا تھا۔ کسی میں کوئی آواز اٹھانے کی جرأت نہ ہو سکی۔ اس کے رفقاء خاموشی سے گردن جھکا کے اپنے شہروں کو لوٹ گئے [24]۔

یمانیوں اور امویوں کی خوں ریز جنگ:

لیکن ابوالصباح کے واقعہ قتل سے ملک کے یمانی گروہ میں آگ لگ گئی۔ دوسرے لوگوں میں سے عبداللہ بن خالد جو قیام حکومت میں عبدالرحمٰن کا دست راست تھا

اس قدر متاثر ہوا کہ اسی دن سے کنارہ کش ہو کر اپنے گاؤں میں گوشہ نشین ہو گیا اور یمانیوں میں تو انتقام کا ایسا جذبہ پیدا ہوا کہ اُندلس میں مسلسل بغاوتوں کا پھر ایک تار بندھ گیا۔

چنانچہ حیات بن ملابس رئیس اشبیلیہ اور ابوالصباح کے دو چچازاد بھائی عبدالغفار ابن حمید یحصبی رئیس لبلہ وعمرو بن طالوت رئیس باجہ اور کلثوم بن یحصب وغیرہ ابوالصباح کے خون کے انتقام میں اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کا پہلا اجتماع اشبیلیہ میں ہوا۔ عبدالرحمٰن اس زمانہ میں شقنا کا محاصرہ کیے تھا۔ سلیمان قرطبہ میں قائم مقام تھا۔ اس نے اپنے باپ کو اشبیلیہ کی بغاوت کی اطلاع بھیجی وہ فوراً قرطبہ واپس آیا۔ اس کو باغیوں کی کثرت تعداد سے سخت اندیشہ تھا۔ اس نے قرطبہ میں ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر عبدالملک بن عمر مروانی کو فوج دے کر بھیجا اور خود اس کے عقب میں کمک کے طور پر فوج لیے ٹھہرا رہا۔ عبدالملک نے اشبیلیہ کے قریب پہنچ کر اپنے بیٹے امیہ کو شہر کے حالات کی جستجو کے لیے ایک دستہ کے ساتھ روانہ کیا۔ وہ اہل شہر کو بیدار پا کر خاموشی سے لوٹ آیا۔ عبدالملک نے اس کی واپسی کو اس کی بزدلی پر محمول کیا اور جوش غضب میں اپنے جگر گوشہ کا کام تمام کر دیا۔ اس کے بعد اس نے اپنے خاص قبائل اور خاندان کے لوگوں کو جمع کر کے جوش و خروش سے کہا کہ:-

''ہم لوگ مشرق سے اٹھا کر مغرب میں پھینک دیئے گئے ہیں۔ مگر لوگ اس پر بھی حسد کرتے ہیں کہ یہ لقمہ بھی ہمارے ہاتھوں میں باقی نہ رہے۔ تلوار کی نیامیں توڑ ڈالو بس موت ہے یا فتح و نصرت''۔

یمانیوں نے جیسے جوش و خروش سے یہ علم اٹھایا تھا عبدالملک نے اسی طرح کی قبائلی عصبیت اور جوش وولولہ اپنے لشکر میں بھی پیدا کر دیا۔ لوگوں نے واقعی اپنی نیامیں توڑ کر پھینک دیں۔ یمانی لشکر سامنے صف بستہ موجود تھا۔ اس پر بے جگری سے ٹوٹ پڑے اور بڑی خوں ریز لڑائی ہوئی۔ آخر یمانیوں کے قدم اکھڑ گئے اور تھوڑی دیر میں مطلع صاف ہو گیا۔ اس جنگ میں بہت سے یمانی مارے گئے۔ لیکن قائدین لشکر ہاتھ نہ آسکے۔ ادھر عبدالملک زخموں سے چور ہو گیا۔ اسی حال میں اپنے خیمہ میں واپس لایا گیا۔ عبدالرحمٰن کو اس کی اطلاع ملی۔ وہ اسی وقت عبدالملک کی عیادت کے لیے دوڑ آیا۔ اس کے زخموں سے خون جاری تھا۔ دوسری طرف تلوار سے بھی خون کے قطرے ٹپک رہے تھے اور تلوار اس کے ہاتھ میں جم کر رہ گئی تھی۔

عبدالرحمٰن اس منظر کو دیکھ کر بے حد متاثر ہوا اور فرطِ محبت میں اس کی پیشانی چوم لی اور تبریک وتہنیت کے ساتھ اس کی خدمات کے اعتراف میں اس سے کہا:۔

''میں نے اپنے لڑکے اور ولی عہد ہشام کو تمہاری فلاں لڑکی کے حبالہ عقد میں دیا اور اس لڑکی کو جہیز میں یہ دیا اور یہ دیا اور تمہیں اور تمہاری دوسری اولاد کو یہ اور یہ جاگیریں دیں اور تمہیں وزارت کے عہدہ پر سرفراز کیا''۔

یمانیوں کی صف آرائی:

اس کے بعد دوسرے سال 157ھ 774ء میں یمنی قائدین عبدالغفار ابن حمید' عمرو بن طالوت' کلثوم بن یحصیب اور حیات بن ملابس نے بڑے پیمانہ پر فوجی تیاری کی۔ اس مرتبہ یمانیوں کے پہلو بہ پہلو قبائل بربر بھی تھے۔ فوج لے کر قرطبہ کی طرف بڑھے۔ عبدالرحمٰن عیسائیوں کی جارحانہ کارروائیوں کو روکنے کے لیے سرحد پر گیا ہوا تھا۔ قصر قرطبہ میں شہیدؔ جو وزارت کے عہدہ پر مامور تھا' اس کی نیابت کر رہا تھا۔ شہید نے باغیوں کے اجتماع کی خبر بھیجی۔ وہ قرطبہ لوٹ کر آیا اور رصافہ میں چند گھنٹوں کے لیے ٹھہرا۔ شہید نے کہا ''قصر میں چل کر رات آرام سے بسر کرلی جائے۔'' عبدالرحمٰن نے جواب دیا کہ ''ایک شب کی آرام طلبی کیا فائدہ پہنچا سکتی ہے۔ اگر وہ مہم جو سامنے ہے سر نہ کرلی جائے۔ چنانچہ اسی وقت وہ فوج لے کر قرطبہ سے روانہ ہو گیا۔ اس کے لشکر میں تیس اشبیلی بھی تھے جن میں مہلب کلبی' ابن خشخاش وغیرہ امتیاز رکھتے تھے۔ عبدالرحمٰن نے روانگی سے پہلے ان سب کو گرفتار کر کے قید کرادیا۔ اس کے بعد کوچ کا حکم دیا۔

ادھر باغیوں نے اس کے کوچ کی خبر سن کر صوبہ قرطبہ ہی میں دریائے میسر 25 کے کنارے اسی نام کے ایک قلعہ کو اپنی چھاؤنی بنایا اور اس کے گرد اگرد خندقیں کھود کر اس کو مستحکم کرلیا۔ عبدالرحمٰن نے اس قلعہ کے قریب ایک گاؤں غبش کے ایک حصہ میں جو رکاکنہ کے نام سے موسوم تھا فوج لے کر اترا پھر صف بستہ ہو کر لڑائی شروع ہو گئی۔ چند دنوں لڑائی کا سلسلہ جاری رہا۔

عربوں اور بربروں میں نفاق انگیزی:

عبدالرحمٰن ایک دن دشمنوں کا سراغ لگانے کے لئے خود اپنے معتمد موالی اور رفقاء

کو ساتھ لے کر نکلا اور دشمنوں کے لشکر میں بربروں کو اپنی زبان میں باتیں کرتے ہوئے سنا۔ اس علاقہ میں بربروں کی وسیع آبادی تھی۔ وہ سب کے سب باغیوں کے ساتھ ہو گئے تھے۔ شاہی لشکر میں بھی مغربی اُندلس کے بربری قبائل موجود تھے۔ اس نے واپس آ کر اپنے بربری موالی بنوخلیع' نبوانسون اور بنومیمون کے سربرآوردہ لوگوں کو بلایا اور باغی لشکر کے بربروں کے متعلق ان سے گفتگو کی کہ انہیں سمجھایا جائے کہ اگر عرب غالب آ گئے اور موجودہ حکومت کا خاتمہ ہو گیا تو ان کی حکومت کے زمانہ میں بربروں کا زندہ رہنا دشوار ہو جائے گا۔ چنانچہ بنومیمون نے ان سے مراسلت کی۔ پھر وقت طے کر کے رات کی تاریکی میں یہ لوگ باغی لشکر کے قریب گئے۔ ان سے بربری زبان میں مفصل گفتگو کی اور انہیں باغیوں کا ساتھ چھوڑ دینے پر آمادہ کرلیا اور اس سازش کو کامیاب بنانے کے لیے دوسرے دن میدان جنگ کے متعلق بھی چند باتیں طے کرلی گئیں۔

دوسرے دن بربروں نے اپنے عرب ساتھیوں سے کہا کہ وہ بغیر گھوڑے کے اچھی طرح نہیں لڑ سکتے۔ عربوں کو ان کی خاطر منظور تھی۔ عرب سوار اپنے گھوڑوں سے اتر کر پیادہ ہو گئے اور اپنے اپنے گھوڑے بربروں کے سپرد کر دیئے۔ جب لڑائی شروع ہوئی تو شاہی لشکر نے بربری جماعت کی طرف رخ کیا اور بربر شکست کھاتے ہوئے پیچھے ہٹتے گئے۔ بربروں کا پسپا ہونا تھا کہ عربوں کے قدم بھی اکھڑ گئے فوج میں بھگدڑ مچ گئی۔ پھر بربر سوار اپنے گھوڑے بڑھاتے شاہی لشکر میں چلے آئے۔ اور عرب سپاہی بڑی بے دردی سے بڑی تعداد میں قتل کئے گئے۔ چنانچہ بیس ہزار عرب اس لڑائی میں کام آئے۔ ابن القوطیہ کہتا ہے۔ ''وادیٔ منبس کے پیچھے وہ گڑھا جس میں ان کے سر جمع کئے گئے تھے ہمارے زمانہ تک مشہور تھا۔

اس جنگ کے خاتمہ پر یمانیوں کی قوت ہمیشہ کے لیے اُندلس میں ٹوٹ گئی۔ حیات بن ملابس وغیرہ لڑائی میں کام آئے۔ عبدالغفار کسی طرح فرار ہو کر جان بچانے میں کامیاب ہو گیا۔ لیکن اس کے بعد اس نے اُندلس کو ہمیشہ کے لیے خیرباد کہہ دیا اور سمندر عبور کر کے مشرق میں چلا آیا اور یہیں اس نے اپنی باقی زندگی گزار دی۔

عبدالرحمٰن اپنے فتح مند لشکر کے ساتھ قرطبہ واپس گیا اور اس کی فوج کے جو تیس اشبیلی قید خانہ میں تھے انہیں قتل کرادیا۔ دوسری طرف اس نے بربر قبائل اور موالی اور

غلاموں کو پہلے سے زیادہ اپنے قریب اور دارالسلطنت کے امور میں شریک کرلیا اور اس کی فوج میں اسلحہ سے آراستہ چالیس ہزار سپاہ تیار ہوگئی 26۔

چھوٹی چھوٹی چند اور بغاوتیں:

اسی زمانہ میں چند اور باغی ملک کے مختلف گوشوں میں تھے۔ ان میں سے چند دوسرے بربر قبیلے ابراہیم بن شجرہ اور برنسی مروانی کی سرکردگی میں جمع ہوئے تھے۔ جس وقت وجیہ غسانی کی جمعیت منتشر کرنے کے لیے عبدوس کو بھیجا گیا تھا اسی وقت بدر کو فوج کا ایک دستہ دے کر ابراہیم بن شجرہ کی سرکوبی کے لیے بھیجا گیا۔ چنانچہ بدر نے بھی ایک لڑائی میں ابراہیم بن شجرہ کو شکست دی اور وہ قتل کیا گیا 27۔

رماحس بن عبدالعزیز کنانی جزیرہ خضراء کا والی تھا۔ اسی زمانہ میں اس نے بغاوت کی۔ دوشنبہ کو اس نے بغاوت کا اعلان کیا۔ جمعہ کو اس کی خبر قرطبہ پہنچی۔ سنیچر کے دن عبدالرحمٰن فوج لے کر روانہ ہوا۔ ابھی بغاوت کو دس دن بھی نہ گزرے تھے کہ سواروں کی آمد کی خبر ملی۔ یہ اس وقت حمام میں تھا وہاں سے نکل کر زنانخانہ میں گیا اور اہل وعیال کو ساتھ لے کر ایک جہاز پر سوار ہوکر بھاگ گیا اور اُندلس کی سکونت ہمیشہ کے لیے ترک کرکے ابوجعفر منصور کے پاس بغداد میں چلا آیا اور یہیں سکونت اختیار کرلی 28۔

قائد سلمی کی بغاوت کا واقعہ اس سے زیادہ عجیب ہے۔ اس کو عبدالرحمٰن کے دربار میں منزلت حاصل تھی۔ وہ ایک دن نشہ میں سرمست تھا۔ رات گئے قرطبہ سے باہر نکلنا چاہا۔ باب قنطرہ پر آیا۔ شہر کے دروازے بند ہوچکے تھے۔ اس نے زبردستی پھاٹک کو کھولنا چاہا دربان نے مزاحمت کی۔ اس نے دربان پر تلوار چلادی۔ حادثہ کی اطلاع پولیس کے افسر اعلیٰ عبدی کو ملی۔ اس نے اس کی حالت دیکھی اور اس کو وہاں سے اپنے پاس لے گیا۔ واقعہ کی تفصیلات عبدالرحمٰن تک پہنچ چکی تھیں۔ صبح ہوئی تو اپنے کیے پر پچھتایا۔ شرم وندامت اور عبدالرحمٰن کے خوف سے قرطبہ سے نکل پڑا۔ طلیطلہ میں حکومت کے مخالفین موجود تھے۔ یہاں پہنچا اور جمعیت فراہم کرکے اسی کے قریب ایک قلعہ میں قلعہ بند ہوگیا۔ عبدالرحمٰن نے اس کی سرزنش کے لیے حبیب بن عبدالملک قرشی کی سرکردگی میں لشکر بھیجا۔ دونوں فوجیں صف آرا ہوئیں تو سلمی نے مبارزت طلبی کی۔ وہ اُندلس کے مشہور شجاعوں میں گنا جاتا

تھا۔ شاہی لشکر سے ایک حبشی غلام مقابلہ کے لیے نکلا اور ان دونوں نے ایک دوسرے پر ایسا بھرپور وار کیا کہ دونوں کی لاشیں میدان میں تڑپنے لگیں۔ اس کے قتل کے بعد حبیب بن عبدالملک وج لے کر واپس گیا 29۔ یہ واقعہ 163ھ میں پیش آیا۔

اموی شہزادوں کا خروج:

اب اُندلس میں امویوں کی مستحکم سلطنت قائم ہوچکی تھی۔ اموی شہزادے بھی ناز ونعم سے زندگی گزار رہے تھے اور اموی خانوادہ کی نسبت سے عوام میں قدر ومنزلت کی نگاہوں سے دیکھے جاتے تھے۔ ان میں اگر عبدالملک مروانی جیسے جاں نثار موجود تھے۔ جو اس سلطنت کو عبدالرحمٰن کی شخصی سلطنت کے بجائے اس کو مشرق کی حکومت کے زوال کا بدل تصور کرتے تھے اور یک جہتی سے اس کی بنیاد کو مستحکم کرنا چاہتے تھے تو دوسری طرف بعض ایسے نوجوان بھی سامنے آئے جن کے دل میں سلطنت کی ہوس پیدا ہوئی اور ملک کے ممتاز اکابر سے ساز باز کرکے عبدالرحمٰن کے خلاف خروج کرنے کا ارادہ کیا۔

چنانچہ اسی سال 156ھ 773ء میں عبدالرحمٰن کے ایک چچازاد بھائی یحییٰ بن یزید بن ہشام معروف بہ یزیدی اور اس کے بھتیجے عبیداللہ بن ابان بن معاویہ بن ہشام نے عبدالرحمٰن کی سلطنت کو الٹنا چاہا اور ان میں سے ایک نے البیرہ کے قلعوں میں سے کسی قلعہ میں اور دوسرے نے کسی اور مقام پر بغاوت کا علم بلند کرنا چاہا۔ انہیں ان ارادوں میں ابوعثمان سے جو قیام سلطنت میں عبدالرحمٰن کا دست راست اور وزارت کے عہدہ پر سرفراز تھا، خاص مدد ملی۔ کہا جاتا ہے کہ عبدالرحمٰن کی نظر التفات ابوعثمان سے پھر گئی تھی۔ اس لیے اس نے ایک مرتبہ پھر اپنے اثر ورسوخ کو عبدالرحمٰن کے سامنے دکھانا چاہا۔ دوسرے عمائدین میں سے ابن دیوان جیشانی، ابن یزید بن یحییٰ بھتیجے وغیرہ اس سازش میں شریک تھے۔ لیکن اتفاق سے عبیداللہ کا ایک غلام اس سے منحرف ہوگیا۔ وہ رات کے وقت چھپ کر قلعہ سے باہر نکلا اور قرطبہ پہنچ کر قصر حکومت میں آیا۔ عبدالرحمٰن ان دنوں وادی شوش میں شکار کے لیے گیا ہوا تھا۔ بدر یہاں نائب حاکم تھا۔ اس نے اس کی اطلاع کے لیے پیغام بر بھیجا۔ عبدالرحمٰن نے وہیں سواروں کے افسر مولی سماعہ کو اور پیادہ فوج کے افسر عبدالحمید بن خانم کو طلب کیا اور ان میں سے اول الذکر یحییٰ کو اور آخرالذکر کو عبیداللہ کو گرفتار کرنے کے لیے فوج کا ایک ایک دستہ دے کر بھیج دیا۔ ان لوگوں نے ابھی تک اپنی تیاریاں مکمل نہیں کی

تھیں۔ چنانچہ آسانی سے قبضہ میں آ گئے اور قرطبہ لا کر قید کر دیئے گئے۔ اس کے بعد ان کے مددگاروں کو گرفتار کر لیا گیا۔ جب سب لوگ قبضہ میں آ گئے تو سب کو قتل کرا دیا۔ ان کی لاشیں رصافہ سے، جہاں قتل کیے گئے تھے گھسیٹ کر باہر لائی گئیں اور عبرت کے لیے بازار میں گھسیٹی گئیں 30۔ لوگوں نے کہا ابوعثمان بھی اس سازش میں شریک تھا اور اسی کے ہاتھوں میں تمام امور کی انجام دہی تھی۔ عبدالرحمٰن نے کہا ”وہ اس سلطنت کا ابوسلمہ ہے میں نہیں چاہتا کہ لوگ اس کے متعلق بھی وہی باتیں کہیں جو بنوعباس کے متعلق ابوسلمہ کے بارے میں کہتے ہیں لیکن میں اس کو عنقریب ایسی سزا دوں گا جو قتل سے زیادہ سنگین ہوگی۔

چنانچہ اس کے ظاہری مراتب کو برقرار رکھ کر نگاہ التفات ہٹائے رکھی اور تہدید و وعید سے اس کی رُوحانی اذیت میں مبتلا رکھا۔

مغیرہ بن ولید کی سرکشی اور قتل:

اس کے بعد 167ھ 783ء میں اس کے ایک سگے بھتیجے مغیرہ بن ولید بن معاویہ کے دماغ میں بغاوت کا سودا سمایا۔ اس کی ساز باز صمیل بن حاتم کے بیٹے بذیل سے تھی۔ لیکن ان لوگوں کے عملی قدم اٹھانے سے پہلے اس کی خبر عبدالرحمٰن کو مل گئی۔ اس نے ان دونوں کو مع ان کے رفقاء کے گرفتار کرا کر قتل کرا دیا۔

عبدالرحمٰن اکثر کہا کرتا تھا کہ: ”اللہ تعالیٰ نے حکومت عطا کرنے کے بعد مجھ پر جو سب سے بڑا انعام فرمایا وہ ہمارے اقارب کا مجھ تک آ جانا ہے اور میرا ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا، ان کی نگاہوں میں میری منزلت کا ہونا اور اس سلطنت کے حاصل کرنے میں ان کا شریک ہونا ہے۔ اس لیے وہ اعزہ کی طرف سے اس قسم کی بے وفائیوں اور ان کی پاداش میں ان کے سزا کو پہنچنے پر اس کو رنج ہوتا تھا۔ چنانچہ مغیرہ کے قتل کے بعد بھی وہ شدتِ غم سے سر جھکائے تھا کہ اس کے بعض مقربین اس کے پاس پہنچے۔ اس نے سر اٹھایا اور فرطِ غم میں کہا کہ ”تم اس حالت پر تعجب نہ کرو۔ خدا تعالیٰ نے ہم پر یہ احسان فرمایا اور جان جوکھم میں ڈال کر ہم اپنے مطلوب تک پہنچے۔ ہم نے ان اعزہ کو اپنے پاس بلایا۔ انہیں ان نعمتوں میں شریک کیا اور انہوں نے ہمارے اوپر اپنی تلواریں سونت لیں اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان فرمایا ہے اس میں وہ جھگڑنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے

کفرانِ نعمت پر ذلیل و خوار کیا اور جب ہمیں ان کے رازوں کی اطلاع ہو گئی تو ان کے سبقت کرنے سے پہلے ہم نے ان پر جلدی کی۔ اب ہمیں ان سے اور انہیں ہم سے بدگمانی ہو چکی۔ اب ہمیں ان کی طرف سے اس سے زیادہ کی توقع ہے جو کچھ کہ پیش آ چکا ہے۔ اس سلسلہ میں سب سے زیادہ خیال مجھے اپنے بھائی اور اس نامراد کے باپ کا ہے۔ اب میرے لیے کیسے ممکن ہے کہ میں ان کے بیٹے کو قتل کر کے قطع رحمی کرنے کے بعد کھلے دل سے ان سے مل سکوں۔ اب میری اور ان کی آنکھیں کیسے برابر ہوں گی۔ ابھی ان کے پاس جاؤ اور ان سے میری طرف سے معذرت کرو اور یہ پانچ ہزار دینار لیتے جاؤ انہیں دے دو کہ انہیں لے کر وہ اس جزیرہ سے چلے جائیں اور جہاں مناسب سمجھیں قیام کریں۔

پیامبر نے عبدالرحمٰن کے پیغام کو خوش اسلوبی سے ولید تک پہنچا کر دینار اس کے حوالے کیے۔ وہ عبدالرحمٰن کی گفتگو اور اس طرزِ عمل سے متاثر ہوا۔ عبدالرحمٰن کی ستائش کی اور اپنے مقتول لڑکے کو موردِ الزام قرار دے کر پیغامبر سے کہا کہ جا کر عبدالرحمٰن سے کہہ دے کہ قضا و قدر کے آگے اس نے سر جھکایا۔ وہ اُندلس کو الوداع کہتا ہے اور مغرب اوسط کو اپنا وطن بناتا ہے اس کے بعد اسنے اپنے اہل و عیال کے ساتھ اُندلس کو ہمیشہ کے لیے خیرباد کہہ دیا۔

پیغامبر نے ولید کی گفتگو عبدالرحمٰن سے نقل کی تو اس نے کہا ”خدا کی قسم اگر اس کے لیے ممکن ہو کہ وہ میرا خون پی سکے تو وہ ایک لمحہ کے لیے بھی مجھے معاف نہیں کرے گا۔ اللہ کا شکر ہے کہ ہم نے ان لوگوں کے ساتھ وہ سلوک کیا جس کا قصد کیا تھا اور وہ جس برتاؤ سے ہمارے ساتھ پیش آنا چاہتے تھے خدا نے اس میں ان کو ذلیل و خوار کیا 31۔

باغیوں کا ایک نیا مرکز سرقسطہ:

اس وقت تک جتنی بغاوتیں اٹھی تھیں وہ اُندلس کے وسطی، جنوبی اور مغربی حصوں میں تھیں۔ ابھی تک شمال مشرقی گوشہ میں خاموشی طاری تھی۔ برشلونہ، جرندہ سرقسطہ وغیرہ میں سلیمان 32۔ بن یقظان اعرابی اور حسین بن یحییٰ انصاری اپنا تسلط جمائے ہوئے تھے۔ سلیمان ابن علقمہ کے تحت جرندہ اور برشلونہ کا با اثر والی تھا اور حسین بن یحییٰ کو ابتداً طلیطلہ اور مشرقی اُندلس میں حکومت کرنے کے لیے مامور کیا تھا۔ لیکن ان لوگوں کے تعلقات اموی حکومتوں سے صحیح معنوں میں قائم نہ ہو سکے تھے۔ گویا ابھی تک ان لوگوں نے عبدالرحمٰن کی حکومت کو تسلیم نہیں کیا تھا۔ لیکن اُندلس کے وسطی، جنوبی اور مغربی حصوں میں باغیوں کا قلع

قمع جس طرح کیا گیا تھا جس سے ان کو اپنی بغاوت کے کامیاب ہونے کی توقع بھی نہیں تھی۔ اس لیے انہیں کسی بیرونی امداد لینے کا خیال پیدا ہوا۔

شارلیمین کی فوج کشی اور بربادی:

اس زمانہ میں فرانس میں شارلیمین قوت پکڑ رہا تھا۔ وہ چھوٹی چھوٹی خود مختار حکومتوں کو ختم کر کے اپنی شہنشاہی کے قائم کرنے کی فکر میں تھا۔ بیرونی ممالک سے اس کے تعلقات بڑھ رہے تھے۔ مشرق کی خلافت عباسیہ سے اس کے باضابطہ تعلقات اگرچہ 801ء میں قائم ہوئے لیکن ہارون الرشید سے ابتدائی مراسلت غالباً ہو چکی تھی۔ لیکن اس وقت تک اس نے اُندلس کی اموی سلطنت کو تسلیم نہیں کیا تھا۔ سلیمان بن یقظان نے 777ء 160ھ میں اس سے ساز باز کی اس کو اُندلس کی اموی حکومت کے ختم کرنے کی دعوت دی اور سرقسطہ پر قبضہ کرا دینے کا وعدہ کیا۔

چنانچہ 777ء 161ھ میں وہ ایک بڑی فوج لے کر اُندلس آیا۔ سلیمان بن یقظان نے اس کا خیر مقدم کیا اور اس کی فوج کے ساتھ سرقسطہ روانہ ہو گیا لیکن یحییٰ بن حسین انصاری، سلیمان کے اس اقدام سے متفق نہ تھا۔ اس نے شارلیمین کے پہنچنے سے پہلے سرقسطہ پہنچ کر اس پر قبضہ کر لیا اور قلعہ بند ہو کر بیٹھ رہا۔

شارلیمین نے یہاں آ کر یہ صورت حال دیکھی تو اس کو بہت ناگوار گزرا۔ اس نے اس کو سلیمان کی سازش پر محمول کیا اور اس کو گرفتار کر کے اپنے ساتھ لے گیا۔

مطروح اور عیثون سلیمان کے لڑکے تھے۔ وہ باپ کی رہائی کے لیے فوج کا ایک دستہ لے کر اثنائے راہ میں شارلیمین کی فوج پر جھپٹ پڑے اور باپ کو قید سے چھڑا لائے۔ اس کے ساتھ واپسی میں فرینکس کی اس فوج پر بشکنس نے حملہ کیا اور شارلیمین کی فوج کا بڑا حصہ غارت ہو گیا۔ یہ لڑائی پمپلونہ سے بیس میل کے فاصلہ پر روسیو پلیے میں جونیرہ (نوار) کی وادی ہے، برپا ہوئی اور اس وادی کو بڑی تاریخی اہمیت حاصل ہوئی۔ حملہ آوروں میں مسلمان اور علاقہ نوار کے عیسائی باشندے تھے۔ شارلیمین کی فوج کا عقبی حصہ تباہ ہو گیا اور بڑے آزمودہ کار جنرل اس لڑائی میں کام آئے جس میں شارلیمین کا بھتیجا رولینڈ بھی تھا یورپ کے شاعروں نے رولینڈ کو ایک پُراسرار شخصیت کا ہیرو بنا لیا اور جوشیلے گیت لکھے جو

صدیوں تک یورپ میں فوجی ترانہ کے طور پر گائے جاتے رہے جن میں بے شمار مبالغہ آمیز حکایتیں اور افسانے درج ہیں۔ شارلیمین کو یہ ایسا سبق ملا کہ اس کے بعد اس نے براہ راست اُندلس پر حملہ آور ہونے کی جرأت نہ کی اور وقتاً فوقتاً اپنی باج گزار ریاستوں کے حکمرانوں سے حملے کراتا رہا۔

شارلیمین کی واپسی کے بعد یحییٰ بن حسین اور سلیمان بن یقظان کے درمیان کوئی اختلاف باقی نہیں رہا تھا۔ چنانچہ ان لوگوں نے یہیں مقیم ہو کر اموی حکومت کے خلاف اپنی تیاریاں شروع کر دی۔[33] پھر سلیمان برشلونہ واپس چلا گیا۔

افریقی فوج کی حملہ آوری اور عباسی خلافت کا احیاء:

اُندلس کے شمال مشرقی حصہ میں باغیوں کی کامیابی دیکھ کر افریقہ کے بعض نوجوانوں کو بھی اُندلس پر حملہ آور ہونے کا خیال پیدا ہوا۔ چنانچہ 161ھ 778ء میں عبدالرحمٰن بن حبیب فہری معروف بہ صقلبی بربروں کی ایک فوج تیار کر کے اُندلس آیا اور اُندلس کے جنوب مشرقی ساحل (مرسیہ) میں اترا اور یہاں بلا مزاحمت قابض ہو گیا اور اُندلس میں خلیفہ مہدی عباسی کی طرف سے عباسی علم لہرا دیا۔ اس کے بعد اس نے مشرقی اُندلس کے باغیوں میں سے سلیمان بن یقظان کو عباسی دعوت کے قبول کرنے کا پیغام دیا۔ لیکن سلیمان نے اس دعوت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ صقلبی اس جواب سے مشتعل ہو گیا۔ اور وہ اموی سلطنت کے خلاف کوئی جارحانہ قدم اٹھانے کے بجائے سلیمان کا محاصرہ کرنے کے لیے برشلونہ چلا گیا۔ لیکن محاصرہ جاری نہ رکھ سکا۔ سلیمان نے اپنے سخت حملہ سے اس کو ایسی شکست دی کہ وہ تدمیر واپس چلا آیا۔ اب عبدالرحمٰن کو بھی اس کی قوت کا اندازہ ہو چکا تھا وہ فوج لے کر تدمیر آیا۔ ساحل پر اس کے جو جہاز کھڑے تھے، ان کو جلا ڈالا۔ صقلبی کی فوجی قوت سلیمان سے مقابلہ کرنے میں پہلے کمزور ہو چکی تھی۔ جہازوں کے جل جانے سے ان لوگوں میں دہشت پھیل گئی۔ اس لیے شاہی لشکر سے مقابلہ کی تاب نہ لا کر بلنسیہ کی پہاڑیوں پر چڑھ گئے۔ عبدالرحمٰن ے اس تعاقب میں گزارنا مناسب نہ سمجھا اور صقلبی کے سر کی قیمت ایک ہزار دینار مقرر کر دی۔ چنانچہ بربری قبیلہ برانس میں سے ایک شخص جو اوریسط کا رہنے والا تھا، صقلبی کے پاس پہنچ گیا اور اس سے تعلقات پیدا کر کے اس کا اعتماد حاصل کر لیا۔ پھر کچھ دنوں کے بعد موقع پا کر 162ھ 778ء میں اس کو قتل کر ڈالا

اور اسی کے گھوڑے پر سوار ہو کر اس کا سر لیے عبدالرحمٰن کے پاس چلا آیا۔ عبدالرحمٰن نے ایک ہزار دینار اس کو عطا کیے 34۔

شام پر حملہ آوری کا ارادہ:

اُندلس پر عباسی نشان وعلم کے تحت جو حملے ہوئے ان میں خلفائے عباسیہ نے اگرچہ کئی براہ راست شرکت نہیں کی تھی مگر یہ دونوں حملے ان کی تائید اور شہ سے ہوئے تھے۔ بعض مغربی مؤرخین نے شارلیمین کے حملہ کو بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی قرار دیا ہے۔ لیکن عرب مؤرخین نے اس کی طرف کوئی اشارہ نہیں کیا۔ تاہم اس کو اُندلس پر نگاہ اٹھانے کی زیادہ جرأت اسی لیے ہوئی کہ بنو عباس بھی اس اموی حکومت کو صفحۂ ہستی سے مٹانا چاہتے تھے۔ اس لیے عبدالرحمٰن کے دل میں بھی شام پر حملہ آور ہو کر عباسی سلطنت کے ختم کر دینے کا خیال پیدا ہوا اور 163ھ 779ء میں اپنے اس ارادے کا اعلان کر کے فوجی تیاریوں میں مشغول ہو گیا۔

لیکن ابھی اس نے کوچ نہیں کیا تھا کہ سرقسطہ کے نواح میں حالات زیادہ خراب ہو گئے۔ ملک کے مختلف گوشوں میں خلافت عباسیہ کے جو حامی موجود تھے انہوں نے بھی سر اٹھایا۔ عبدالرحمٰن نے یہ سیاسی فضا دیکھ کر شام پر حملہ آور ہونے کا ارادہ چھوڑ دیا اور اپنی اسی طاقت سے پورے اُندلس میں کامل امن وامان قائم کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

اُندلس کے باغیوں کے خلاف مہمیں:

چنانچہ اسی سال کچھ دنوں پیشتر قائد ثعلبہ کی سرکردگی میں سرقسطہ کو سر کرنے کے لیے ایک فوج بھیجی تھی حسین اور سلیمان دونوں مل کر شہر کی مدافعت کر رہے تھے۔ وہ شہر سے نکل کر معرکہ آرا ہوتے اور واپس چلے جاتے تھے۔ چند دنوں کے بعد ان لوگوں نے عارضی طور پر لڑائی بند کرنے کا فیصلہ کیا اور اہل شہر کو سمجھایا کہ فوجی تنظیم نئے سرے سے کر لی جائے تو پھر حملہ کا آغاز کیا جائے۔ لڑائی بند ہو جانے سے ثعلبہ بھی اپنے خیمہ میں مطمئن ہو کر بیٹھ رہا۔ سلیمان نے موقع پا کر ثعلبہ کے خیمہ پر چھاپہ مار کر اس کو گرفتار کر لیا اور خیمہ کو لوٹ لیا اور فوج بھی منتشر ہو گئی۔

اس کے بعد سلیمان نے عبدالرحمٰن کے متوقع حملہ کے خوف سے پھر شارلیمین سے سازباز کی۔ اس کو سرقسطہ بلایا اور شہر اور ثعلبہ کو اس کے حوالہ کر دینے کا وعدہ کیا۔

چنانچہ شارلیمین دوسری مرتبہ اپنی فوج لے کر سرقسطہ آیا شارلیمین سے مدد لینے میں حسین اور سلیمان پہلے بھی ہم خیال نہ تھے حسین نے اس مرتبہ پھر اس کی مخالفت کی اور اپنی فوجی طاقت سمیٹ کر شہر میں محصور ہو گیا۔ ابتداء شارلیمین اور حسین کے لشکر میں مقابلہ ہوا۔ بالآخر سلیمان نے ثعلبہ کو شارلیمین کے حوالہ کر دیا اور اس کو اس توقع کے ساتھ واپس ہو جانے پر آمادہ کر لیا کہ عبدالرحمٰن سے ثعلبہ کے فدیہ میں گراں قدر رقم وصول ہو جائے گی جو اس مہم کا ایک گونہ صلہ ہو گا۔

عبدالرحمٰن ثعلبہ کی گرفتاری اور اس مہم کی بربادی سے متاثر ہوا اور ان ہی حالات کے باعث شام کی مہم کا ارادہ فسخ کر دیا لیکن اسنے ثعلبہ کی رہائی کے متعلق فرانس کی حکومت سے کوئی سلسلہ جنبانی نہیں کی جس نے شارلیمین کو اس قیدی کے غیر اہم ہونے کا خیال ہوا اور اس نے کچھ مدت گزرنے پر بغیر کسی فدیہ کے اس کو آزاد کر دیا۔ ادھر حسین دو عملی سے عاجز آ چکا تھا۔ اس نے سلیمان کو راہ سے ہٹانا چاہا۔ چنانچہ جمعہ کے دن جامع مسجد میں اس پر قاتلانہ حملہ کیا وہ تہ تیغ ہوا اور سرقسطہ کی حکومت تنہا حسین کے ہاتھوں میں آ گئی۔ سلیمان کے لڑکے باپ کے قتل ہونے کے بعد اربونہ کی طرف بھاگ گئے۔

بغاوتوں کا عام استیصال:

ادھر عبدالرحمٰن شام کے حملہ کا ارادہ ترک کر چکا تھا۔ اس کے پاس اس وقت غیر معمولی فوجی طاقت بھی جمع ہو گئی تھی۔ اس لیے اسنے تمام بغاوتوں کو بیخ و بن سے مٹانے کے لیے فوج کو مختلف حصوں میں تقسیم کر کے اپنے لڑکوں کی سرکردگی میں دے دی۔ خود ایک بڑا لشکر لے کر سرقسطہ روانہ ہوا اور لڑکوں کو ہدایت کی کہ وہ جابجا باغیوں اور مخالفوں کی سرکوبی کرتے ہوئے بڑھتے چلے آئیں اور اس سے سرقسطہ میں آ کر مل جائیں۔

عبدالرحمٰن نے سرقسطہ کے سامنے آ کر ڈیرے ڈال دیئے۔ ادھر عبسون بن سلیمان اپنے باپ کے قاتل کی فکر میں تھا۔ اتفاق سے ایک دن وہ دریا کے کنارے کھڑا تھا کہ اس کے باپ کا قاتل شہر سے نکلتا دکھائی دیا عبسون گھوڑے پر اس کے پیچھے پیچھے ہولیا جب کچھ دور نکل گیا تو اس کو قتل کر ڈالا۔ اس واقعہ کی خبر عبدالرحمٰن کو ملی۔ اس نے عبسون کو لشکر میں شریک ہونے کی دعوت دی جس کو اس نے قبول کیا اور عبدالرحمٰن کے پاس چلا آیا۔ اس کے آ جانے سے سرقسطہ کے اندرونی حالات کا پتہ چلا کہ شہر میں اطاعت قبول کرنے کی

خواہش رکھنے والے لوگ بھی موجود ہیں۔

اس اثناء میں عبدالرحمٰن کے لڑکے ملک کے گوشہ گوشہ میں پہنچے اور مخالفوں کا قلع قمع کیا۔ جن لوگوں نے اطاعت قبول کی انہیں امان دیا اور آئندہ حفاظت کی مناسب تدبیریں اختیار کیں جن لوگوں نے مقابلہ کیا انہیں زیر کر کے گرفتار کیا۔ اور اپنے ساتھ سرقسطہ لائے عبدالرحمٰن کو اطلاع دی کہ اب ملک میں کامل امن و امان قائم ہے۔ اب سرقسطہ کے میدان میں عبدالرحمٰن کی عظیم الشان طاقت موجود تھی۔ اس نے محاصرہ میں ایسی سختی برتی کہ سرقسطہ والے پریشان ہوگئے۔ پھر ملک کے مختلف گوشوں سے مشہور قائدوں اور سرداروں کے گرفتار ہو کر آنے سے بھی سرقسطہ والوں پر رعب طاری ہوا۔ چنانچہ حسین نے اطاعت قبول کرنے کے لیے صلح کی درخواست کی۔ عبدالرحمٰن نے اس کی اطاعت قبول کی اور اس کے لڑکے سعید کو یرغمال بنالیا۔

سرحد پار کی مہم:

سرقسطہ کی مہم سے فارغ ہونے کے بعد وہ اس لشکر کے ساتھ عیسائی ممالک پر تاخت کرنے کے لیے سرحد عبور کر کے چلا گیا اور کچھ دنوں بعد قرطبہ واپس آیا۔

سرکشوں کا قتل:

قرطبہ پہنچ کر اس نے دو قائدین کو ان کے جرموں کی پاداش میں قتل کی سزا دی۔ ان میں ایک قائد وہب اللہ بن میمون سے شوخی سرزد ہوئی تھی اور اس نے ایک دوسرے فوجی افسر کو قتل کر ڈالا تھا۔ پھر عیسائی ممالک کے حملہ سے واپسی میں عسون بن سلیمان کا طرز عمل بھی کچھ ناروا رہا تھا۔ عبدالرحمٰن مصلحتاً ان موقعوں پر خاموش رہا تھا۔ قرطبہ آنے کے بعد ان دونوں سے باز پرس کی اور قتل کرا کر لاشیں گھسیٹ کر صلیب دینے کی جگہ لے جائی گئیں اور صلیب پر لٹکا دی گئیں۔

سرقسطہ کی نئی بغاوت:

سرقسطہ کے والی حسین کی اطاعت چند روزہ ثابت ہوئی۔ دوسرے ہی سال 165ھ میں وہ پھر باغی ہوگیا۔ اس کا لڑکا سعید یرغمال بننے کے دوسرے ہی دن حیلہ جوئی سے شاہی لشکر سے فرار ہو چکا تھا اور سرقسطہ آنے کے بجائے کسی دوسری طرف نکل گیا تھا۔

کچھ دنوں کے بعد وہ اپنے باپ کے پاس سرقسطہ پہنچ گیا اس لیے حسین کی یہ بغاوت کچھ خلاف توقع بھی نہیں تھی۔ عبدالرحمٰن نے اس کے مقابلہ کے لیے غالب بن ثمامہ بن علقمہ کو بھیجا۔ وہ بڑی فوج لیکر گیا تھا۔ حسین کے لیے ان کا مقابلہ دشوار ہوا۔ مختلف لڑائیاں ہوئیں جن میں حسین کو شکست ہوئی اور اس کے بہت سے آدمی گرفتار کر لیے گئے۔ جن میں اس کا ایک لڑکا یحییٰ بھی تھا۔ غالب بن ثمامہ نے ان قیدیوں کو قرطبہ بھیج دیا جہاں وہ قتل کیے گئے اور وہ خود اپنی فوج کے ساتھ سرقسطہ کا محاصرہ کیے رہا۔ دوسرے سال 166ھ 782ء میں عبدالرحمٰن خود فوج لے کر سرقطہ گیا۔ اس مرتبہ اس نے سرقسطہ کی اینٹ سے اینٹ بجانے کی قسم کھائی تھی۔ چنانچہ یہاں پہنچ کر چھتیس منجنیق نصب کر دیں اور نہایت شدت کا محاصرہ کر لیا۔ اہل شہر گھبرا اٹھے۔ انہوں نے عبدالرحمٰن کی اطاعت قبول کرنے کا فیصلہ کیا اور حسین کو گرفتار کر کے عبدالرحمٰن کے حوالہ کر دیا۔ اس کے بعد عبدالرحمٰن نے اپنی قسم پوری کرنے کے لیے شہر والوں کو شہر سے جلاوطن کیا۔ فصیل کی دیوار رسماً توڑ دی۔ پھر اہل شہر کو شہر میں داخل ہونے کی اجازت دی۔ حسین کو قتل کرایا اور اس کے ایک معتمد رفیق برانسی کے ہاتھ پاؤں کٹوا دیے اور وہ ہلاک ہوگیا اس کے بعد وہ قرطبہ لوٹ آیا 35۔

اب اُندلس کی سرزمین تمام باغیوں اور سلطنت حاصل کرنے کا حوصلہ رکھنے والے سپہ سالاروں سے خالی ہو چکی تھی۔ پھر اسی زمانہ یعنی 164ھ 780ء میں شنتبریہ اور بلنسیہ کے بربر قبائل میں خانہ جنگی چھڑی جس کا سلسلہ ایک زمانہ تک قائم رہا اور بہت سی لڑائیاں لی گئیں 36۔ بعض مغربی مؤرخین نے عبدالرحمٰن کے خلاف بدگمانی کی ہے کہ اس نے ان جنگ جو قبیلوں کو باہم لڑا دیا۔ اسکا کوئی اشارہ عرب مؤرخین کے بیانوں میں موجود نہیں۔ تاہم عبدالرحمٰن نے ان میں مداخلت کر کے امن قائم کرنے کی بھی کوئی کوشش نہیں کی اور یہ اس کی خوش قسمتی تھی کہ بغاوتوں کے فرو ہونے کے بعد جنگ جو قبیلے باہم نبرد آزما ہوگئے اور سرقسطہ کے باغیوں میں بھی پھوٹ پڑگئی۔ سلیمان و حسین اپنی حکمت عملیوں میں متحد نہ ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے سے بدظن ہوئے اور ان کے باہمی اختلاف سے ان کی قوت کمزور ہوئی اور عبدالرحمٰن نے آسانی سے ان کو زیر کر لیا۔ اسی طرح قبائل بربر جب خانہ جنگی سے تباہ ہوگئے تو ان کے ایک باقی ماندہ ممتاز قبیلہ نفزہ کی طاقت کو توڑنے کے لیے اس نے سخت گیری کی۔ ان میں سے بہت سے لوگوں کو قتل کیا اور پورے قبیلہ کو زیر

نگین کرلیا۔

عبدالرحمٰن کی زندگی میں سب سے آخری بغاوت یوسف فہری کے لڑکے ابوالاسود کے ہاتھوں سے ہوئی اور جیسا کہ تفصیل سے اوپر گزر چکا' عبدالرحمٰن نے اس کا بھی خاتمہ کردیا۔ اب اُندلس میں خواہ عرب ہوں یا بربران میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا جو قبیلہ کی آواز اٹھا کر لوگوں کو اپنے گرد جمع کرلیتا یا عبدالرحمٰن کو خلافت عباسیہ کا باغی قرار دے کر عباسی علم بلند کرلیتا۔ اب اُندلس کی فوجی طاقت اس کے گرد جمع تھی۔ موالی غلاموں اور بربوں پر مشتمل عظیم الشان وفادار لشکر تیار ہو چکا تھا۔ جو عبدالرحمٰن کے اشارہ چشم پر حرکت کرنے کے لیے منتظر رہتا تھا۔ اس طرح اگرچہ اُندلس میں عبدالرحمٰن کی پوری زندگی بغاوتوں کے فرو کرنے میں گزر گئی مگر اس اثناء میں ایسی مستحکم حکومت قائم ہوگئی کہ اس کے جانشین فارغ البالی اور تن آسانی کے ساتھ حکومت کرسکتے تھے۔

عبدالرحمٰن اور ہمسایہ حکومت جلیقیہ:

عبدالرحمٰن کی سلطنت کے قائم ہونے کے وقت تک آسٹریا میں عیسائیوں کی حکومت جڑ پکڑ چکی تھی اور انفسانو اول اپنی حکومت کے زمانہ میں اُندلس کے ایک وسیع علاقہ کو زیرنگین کرچکا تھا جس میں لیون' سمورہ' شلنکہ' استورقہ اور قستالیہ کے علاقے مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل کر عیسائیوں کے قبضہ میں جاچکے تھے اور وہ چوتھائی اُندلس کے مالک بن چکے تھے۔ ادھر مسلمان خانہ جنگی میں مبتلا تھے اور ان مقاموں میں آباد مسلمان وہاں کی سکونت چھوڑ کر اسلامی شہروں میں آچکے تھے۔ اس کے بعد جب عبدالرحمٰن کا دور آیا تو مسلمان اس طرف متوجہ ہوئے اور ان کی ساری کوششیں اس کی حکومت کے قائم کرنے میں یا ختم کرنے میں لگی رہیں۔ اس لیے حکومت اسٹریاس کو یہ موقع بھی مناسب ہاتھ آگیا اور اس نے اپنی حدود حکومت میں مزید وسعت دی۔ چنانچہ 148ھ کے حوادث میں الفانسو کی موت کے تذکرہ میں ابن اثیر اور ابن خلدون لکھتے ہیں:۔

"اسی سال اذقونش شاہ جلیقیہ ہلاک ہوا اور اس کے بعد اس کا لڑکا زویلیہ بادشاہ بنا۔ وہ اپنے باپ سے زیادہ بہادر اور ملک کے لیے بہتر سیاست دان تھا اور ملک کا اچھا انتظام کرتا تھا اس کے باپ نے اٹھارہ سال حکومت کی۔ جب اس کا لڑکا بادشاہ بنا تو اس کی حکومت طاقت ور ہوئی اور سلطنت عظیم ہوئی۔ اس

نے مسلمانوں کو سرحدی ملکوں سے نکال دیا اور شہر لک' برطغال' شلنقہ' سمورہ' ایلہ' شقوبیہ' اور قشتالیہ پر قبضہ کرلیا یہ سب شہر اُندلس کے ہیں"۔

ابن خلدون لکھتا ہے:

"جب مسلمان عبدالرحمٰن کے ساتھ اس کی حکومت کے ابتدائی زمانہ میں مشغول تھے تو فرویلہ بن اذقونش نے لشکر کشی کی۔ اور سرحدی شہروں پر دھاوے کیے اور وہاں سے مسلمانوں کو خارج البلد کردیا اور ان کو ان کے ہاتھوں سے لے لیا شہر لک' برطغال' سمورہ' صلمنقہ' قشتالیہ اور سقونیہ کو لوٹا لیا اور یہ شہر جلالقہ کی ملکیت میں داخل ہوگئے۔ یہاں تک کہ المنصور نے ان کو فتح کیا"۔

اور یہی بیان مقری نے ابن حیان کے حوالہ سے نقل کیا ہے 37۔

الفانسو اول کا انتقال 757ھ 140ء میں ہوا۔ اس کا لڑکا فروایلہ اس کا جانشین ہوا۔ عرب مؤرخین نے جیسا کہ اوپر گزرا' اس کے تدبر' سیاست دانی اور دانائی کو سراہا ہے۔ لیکن عجیب اتفاق ہے کہ مغربی مؤرخین میں سے ہنری ایڈورڈ ویٹس نے جس نے اُندلس کی عیسائی حکومت کی تاریخ پر مستقل کتاب لکھی ہے اور اس کی مذمت کی ہے' وہ لکھتا ہے:

"فروایلہ جس نے چھ سال حکمرانی کی ہے کسی اچھائی کے ساتھ جانا نہیں گیا۔ وہ ایک ظالم' سفاک اور مطلق العنان فرماں روا تھا۔ اس کے متعلق زمانہ حالت کے عیسائی مؤرخین بیان کرتے ہیں کہ اس نے عربوں پر ایک بڑی جنگ میں فتح حاصل کی لیکن عرب مؤرخین کی طرف سے دعویٰ کیا جاتا ہے کہ وہ ان کے عظیم بادشاہ عبدالرحمٰن اول کا باج گزار تھا۔ لیکن یہ صرف یقینی ہے کہ فروایلہ نے کچھ ایسے علاقہ کھودیئے جن کو اسکے باپ نے حاصل کیا تھا۔ اور پھر وہ اپنے ہی آدمیوں کے ہاتھوں 768ھ 151ء میں مارڈالا گیا 38۔

ویٹس نے زمانہ حال کے عیسائی مؤرخین کے بیان کو قبول نہیں کیا ہے۔ لیکن واقعہ کے لحاظ سے وہی صحیح گمان ہے کہ ان مؤرخین کے یہ بیانات ان عرب مؤرخین سے ماخوذ ہیں جو اوپر نقل کیے گئے ہیں بلکہ ان بیانوں کے مطابق سمورہ' شلمنکہ' استورقہ اور قشتالیہ بھی فروایلا ہی کے زمانہ میں مسلمانوں کے قبضہ سے نکلے جن کو ویٹس نے الفانسو اول کی فتوحات میں شمار کیا ہے جیسا کہ پچھلے باب میں گزر چکا ہے۔ اس لیے ویٹس کے اس بیان

کے لحاظ سے بھی ایک برطغال' اشقوبیہ اور ایلہ ایسے شہر ہیں جو فرو ایلہ کے زمانہ حکومت میں ایسے وقت میں مسلمانوں کے قبضہ سے نکلے جب عبدالرحمٰن اُندلس میں حکومت کے استحکام میں مصروف تھا اور عرب مؤرخین کے بیان کے مطابق ان میں کا کوئی شہر المنصور کے زمانہ سے پہلے پھر مسلمانوں کے قبضہ میں نہیں آیا۔ اس لیے ویٹس نے اس کے زمانہ میں جس علاقہ کے مسلمانوں کے قبضہ میں جانا بیان کیا ہے اس کے ذکر سے کم سے کم ہمارے پیش نظر عرب مآخذ خاموش ہیں۔ ان مآخذ میں 151ھ 768ء تک عبدالرحمٰن کی حکومت جلیقیہ پر کسی حملہ کا تذکرہ موجود نہیں تاہم ویٹس کے بیان کے مطابق اگر کسی عرب مؤرخ کے بیان میں فرو ایلا کے عبدالرحمٰن کے باج گزار ہونے کا ذکر آیا ہے تو یہ قرین قیاس ہو سکتا ہے کہ عبدالرحمٰن نے داخلی بغاوتوں کا مقابلہ کرنے کے لیے اس ہمسایہ عیسائی حکومت سے ایک دوسرے کی حدوں کے احترام کرنے اور حکومت جلیقیہ کے عبدالرحمٰن کی یک گونہ سیادت قبول کرنے کا کوئی معاہدہ کر لیا ہو اور اسی سبب سے عبدالرحمٰن نے حکومت جلیقیہ پر کوئی فوج کشی نہ کی ہو ابن خلدون کے بیان کے مطابق نہ صرف 151ھ 768ء تک حکومت جلیقیہ پر کوئی فوج کشی نہیں ہوئی بلکہ 167ھ 783ء تک اس نے کوئی حملہ نہیں کیا اور اس اثناء میں جلیقیہ میں ایک سے زیادہ حکمران بدل گئے۔ عبدالرحمٰن نے 167ھ 783ء کے بعد ادھر توجہ کی اور فتوحات حاصل کیں۔

دوسری طرف ویٹس کے بیان سے بھی کم از کم اس کی تائید ہوتی ہے کہ اس پورے زمانہ تک ان دونوں حکومتوں کے تعلقات خوشگوار رہے اور ایک گونہ حکومت جلیقیہ پر اموی حکومت کی سیادت قائم رہی۔

وہ لکھتا ہے:-

''اس (فرو ایلا) کا جانشین اوریلو Aurelio جو انفانسو اول کا بھتیجا تھا' اپنے ہمسایہ عربوں سے مصالحت کے ساتھ رہا جس سے یہ قابل یقین روایت بیان کی جاتی ہے کہ وہ درحقیقت عبدالرحمٰن کا باج گزار بن چکا تھا۔ اس کے بھائی سیلو Silo کے متعلق جو 774ء میں اس کا جانشین ہوا اور جس نے نو سال حکمرانی کی' بہت کم حالات معلوم ہیں۔ اس کے عہد حکومت میں حکومت کا پایہ تخت اسٹریاس کی مغربی سرحد پرادیا میں منتقل ہو گیا۔''

اس کے بعد موری گیٹو[39] جو انفانسو اول کا ناجائز بیٹا تھا' برسر حکومت آیا۔ اس کے متعلق ویٹس نے ایک عجیب روایت لکھ کر اس کی تردید کی ہے۔ وہ کہتا ہے:-

''اس کی یاد برائی کے ساتھ قائم ہے کیونکہ یہی وہ شخص ہے جو روڈریگو دی تو لیڈو اور رزمیہ نظموں کے بیان کے مطابق عبدالرحمٰن کو ایک سو خوبصورت دوشیزہ لڑکیاں سالانہ خراج میں دینے پر راضی ہوا تھا تاکہ اس کے معاوضہ میں وہ ناروا طریقہ سے حاصل کیے ہوئے تاج کو بچانے کے لیے عربوں کی مدد حاصل کرے لیکن اس شرمناک معاملت کے متعلق مسلمان مؤرخین کی طرف سے کچھ نہیں کہا گیا ہے جو ایک ایسے معاملہ پر مشکل سے خاموشی سے گزر سکتے تھے۔ طلیطلہ کے لاٹ پادری کے عہدہ اور روایت کے وزن کے برخلاف عبدالرحمٰن کی طرف سے جو ایک صاحب ذوق آدمی تھا ایسی سخت گیری کا سرزد ہونا یا موریگیٹو کا اس قابل ہونا کہ وہ اپنی مختصر عملداری سے سالانہ ایک سو دوشیزہ لڑکیاں فراہم کر سکتا بعید از قیاس ہے۔ اسٹریاس کی دوشیزائیں گرچہ حسن سیرت میں بہت ہی ممتاز تھیں لیکن وہ خوبصورت نہ تھیں۔ یہ ہو سکتا ہے' جیسا کہ سمجھا جا سکتا ہے کہ عربوں سے یہ معاہدہ ہوا ہو کہ ان دونوں سلطنتوں کی معزز رعایا کے درمیان سلسلہ ازدواج جاری کرنے میں حوصلہ افزائی کی جائے۔ یہ پالیسی عبدالرحمٰن کی روشن خیالی اور شریفانہ اخلاق کے مطابق ہو سکتی ہے اگرچہ متشدد عیسائیوں کے لیے یہ بھی نفرت انگیز تھا۔''

172ھ 788ء میں موریگیٹو کی وفات پر برموڈ اول جو انفانسو کا بھتیجا تھا' تخت نشین ہوا[40]۔

ویٹس کے ان بیانوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ عبدالرحمٰن کو اپنے پورے دور حکومت میں ہمسایہ عیسائی حکومت جلیقیہ سے کبھی بھی نبرد آزمائی کا موقع نہیں آیا اور صلح ناموں کے ذریعہ سے ان دونوں حکومتوں کے خوشگوار تعلقات قائم رہے۔ قریب قریب یہی اندازہ عرب مؤرخین کے بیانوں سے بھی ہوتا ہے۔ ابن خلدون نے عیسائی فرماں روایان جلیقیہ پر ایک مستقل باب میں ان کے ناموں اور عہد حکمت کی تفصیل کی ہے۔ لیکن موریگیٹو کے زمانہ میں آکر لکھتا ہے کہ اس زمانہ میں جب عبدالرحمٰن کو اس کی داخلی بدامنیوں سے فرصت

مل گئی اور حکومت مستحکم بنیادوں پر قائم ہوگئی تو اس نے جلیقیہ پر فوج کشی کی۔ چنانچہ لکھتا ہے:-

''اس کے بعد فرویلا نے گیارہ سال فرماں روائی کی۔ اس اثناء میں اس کی سلطنت مستحکم ہوگئی۔ اس میں اس کو عبدالرحمٰن کی اپنی حکومت کے ابتدائی انتظاموں میں مشغول رہنے سے مدد ملی۔ چنانچہ اس نے لک برطغال' سمورہ' سلمنکہ' شقونیہ اور قشتالیہ پر قبضہ کرلیا جو کہ فتح اسلامی سے اس وقت تک مسلمانوں کے ہاتھ میں تھے۔ اس کا انتقال ہوا تو اس کالڑ کا سیلون (ایریلو) دس سال تک حکمران رہا۔ پھر اس کا انتقال ہوا تو لوگوں نے اذفونس (سیک) کو حکمران بنایا۔ پھر سمول ماط (مادریگیٹو) اس پر ٹوٹ پڑا اس کو قتل کر دیا اور اس کی جگہ سات برس حکمران رہا اسی کے بعد عبدالرحمٰن کی سلطنت اُندلس میں مضبوط ہوگئی۔ اس نے اپنی فوجیں سرزمین جلیقیہ پر بھیجیں جو کامیاب ہوتی گئیں اور مال غنیمت اور قیدی حاصل کئے 41۔

ابن خلدون کے آخری بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ مادریگیٹو کے زمانہ میں اس نے جلیقیہ پر فوج کشی کی تھی۔ گمان ہے کہ عبدالرحمٰن اور مادریگیٹو سے پیشرو حکمران جلیقیہ کے درمیان جو دوستانہ معاہدہ تھا مادریگیٹو کی طرف سے اس کو ابتداً قبول نہیں کیا گیا اور اس اثناء میں عبدالرحمٰن ہر قسم کی داخلی بدامنیوں سے رستگاری حاصل کر چکا تھا اس لیے اس نے جلیقیہ پر فوج کشی کی اور پھر ان دونوں میں وہ معاہدہ مرتب ہوا جس کا تذکرہ ڈیٹس نے کیا ہے۔ ڈیٹس کے اس بیان پر مقری کے ایک اجمالی بیان سے بھی روشنی پڑتی ہے جس میں اس نے معاہدہ صلح کے انام پانے کا تذکرہ کیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے:-

''عبدالرحمٰن نے قارلہ شاہِ فرنج کو مخاطب کیا۔ وہ بڑے سرکش فرنگیوں میں سے تھا۔ ابتداء اس نے سرکشی اختیار کی۔ عبدالرحمٰن نے اس کو زچ کیا تو بالآخر وہ جھکنے پر مجبور ہوا اور عبدالرحمٰن کو صلح کرنے اور مصالحانہ تعلقات قائم کرنے کا پیغام دیا۔ چنانچہ صلح منعقد ہوگئی اور مصاہرت کے تعلقات قائم نہیں ہوئے 42۔

عجب کیا ہے کہ ڈیٹس کے بیان میں دوشیزہ لڑکیاں پیش کرنے کی جو داستان آئی ہے۔ اس کا اصلیت میں اسی قدر واقعہ ہوا جس کا تذکرہ مقری کے بیان میں آیا ہے۔

بہر حال یہ عبدالرحمٰن کی خوش قسمتی تھی کہ ایسے نازک موقع پر جب اس کو ملک میں قدم قدم پر بغاوتوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا ایک ہمسایہ قومی دشمن سے اس کے تعلقات خوشگوار رہے اور اس کو عبدالرحمٰن کے حسن تدبر اور دانائی کی ایک نشانی قرار دیا جا سکتا ہے۔

دوسری ہمسایہ عیسائی حکومتیں:

دوسری طرف شمالی اُندلس میں سرحدی مقاموں پر جو پہاڑیاں تھیں ان کے آس پاس کے عیسائیوں نے اطاعت قبول نہیں کی تھی اور شمال میں پہاڑیوں کے لمبے سلسلہ کو اپنا مامن بنالیا تھا اس سلسلہ کے وسط میں باسک کوہ پائیرنیز کے ہر دو جانب آباد تھے۔ اس میں مرکزی مقام بسکے جہاں خلیج بسکے واقع ہے اور صوبہ البہ جو پائیریز کے معربی حصہ کے جنوب میں واقع ہے اور جس کے شمال میں بسکے ہے نیز صوبہ وزکا ما ہے جو بعد میں حکومت نواد کے تحت چلا گیا تھا اور اسی علاقہ کو عرب بشکنس سے موسوم کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنی آزادی گاتھ کے زمانہ سے برقرار رکھی تھی۔ مسلمانوں نے بھی ان پر بار بار حملے کئے مگر ان کے علاقہ پر مستقل قبضہ نہ ہو سکا۔ علاقہ بشکنس سے مشرق میں کوہ پائیرنیز سے ملحق ایک دوسرے قطعہ اراضی پر بعض دوسری قومیں آباد تھیں۔ ان کی آزادی بھی پہاڑیوں کے مامن میں برقرار رہی۔ مسلمان ان علاقوں میں بھی آئے گئے وقتی فتوحات بھی حاصل کیں مگر مستقل قبضہ ان پر قائم نہ رہ سکا۔ ان کے رہبروں میں گرگی جیمنز اور اینگوارسٹا شہرت رکھتے تھے۔

اسی طرح پائیرنیز کے انتہائی مشرقی کنارے پر فرینکس نے بود و باش اختیار کی تھی اور مرسا ہسپانیکا میں حکومت کی تاسیس کر لی تھی اور نوابوں کی حکمرانی جاری تھی۔

اُندلس کی شمالی سرحد پر یہی تین جداگانہ ہمسایہ عیسائی حکومتیں قائم تھیں۔ عبدالرحمٰن کے زمانہ میں شارلیمین کے حملے اکثر ان پر ہوتے رہتے تھے اور سیکسن کی لڑائیوں کا مستقل سلسلہ جاری تھا۔ اس لیے جب سرقسطہ میں ناکام ہونے کے بعد شارلیمین واپس جانے لگا تو رولینڈ کی قیادت میں ان لوگوں نے حملہ کیا۔ اس علاقہ میں مسلمان بھی شہری زندگی گزارتے تھے۔ وہ بھی اس حملہ میں ان کے شریک ہوئے۔ پھر سلیمان اعرابی کو آزاد کرانے کے لیے اس کے لڑکوں نے اس پر چھاپہ مارا تھا۔ شارلیمین ان حملوں کی تاب نہ لا سکا تھا اور اس کی فوج کا بڑا حصہ برباد ہو گیا تھا 43۔

عبدالرحمٰن کے تعلقات بھی ان ہمسایوں سے کچھ خوشگوار نہ تھے۔ وہ لوگ اسلامی سرحدوں کو توڑتے رہتے اور مختلف موقعوں پر چھاپے مارتے۔ اگرچہ عبدالرحمٰن کے لیے یہ حکومتیں متحارب تھیں اور قانوناً اسلام کے رو سے دارالحرب کا حکم رکھتی تھیں ان پر حملے کیے جاسکتے تھے اور ان کے حملوں کا جواب دیا جاسکتا تھا لیکن عبدالرحمٰن نے داخلی بغاوتوں کو کامل طور پر فرو کرنے سے پہلے ان ملکوں کی طرف رخ نہیں کیا۔ 164ھ 781ء میں جب سرقسطہ مطیع ہوگیا اور پورے ملک میں کوئی ایک چپہ بھی کسی باغی کے قبضہ میں نہیں رہ گیا تو اس نے ان حکومتوں کی طرف توجہ کی۔ سرقسطہ کے مطیع کرنے کے بعد قرطبہ جانے کے بجائے اس نے شمالی اُندلس کے انہی حصوں کی طرف رخ کیا اور نمایاں کارنامے انجام دیئے۔ چنانچہ سب سے پہلے شمالی اُندلس کے صوبہ لوگرونو کے مشہور شہر قلہرہ پہنچا جو دریائے سیڈاکوس کے بائیں کنارے آباد تھا۔ یہاں بہت کچھ مال غنیمت اور قیدی ہاتھ آئے اس کے بعد ایک شہر پر جس کا نام ابن اثیر نے فکیرہ لکھا ہے قبضہ کیا اور اس نواح کے قلعوں کو مسمار کردیا۔ اسی کے ساتھ نیلونہ (پمپلونا) پر تاخت کی جس پر عربوں کا قبضہ رہ چکا تھا۔

اس کے بعد حکومت بشکنس (باسک) کی حدود میں داخل ہوا اور ایک قلعہ پر جس کا نام حصن متمین بتایا گیا ہے' قابض ہوا۔ اس کے بعد اس نواح کے دو سرداروں کے نام عرب مؤرخین نے لیے ہیں جن کی حدود حکومت پر تاخت کی گئی۔ ان میں سے ایک کا نام ملاؤثون ابن اعلال لکھا ہے۔ جب اس کے قلعہ کا محاصرہ کیا گیا تو قلعہ کو چھوڑ کر لوگ پہاڑوں میں روپوش ہوگئے جو باقی رہ گئے تھے انہوں نے مزاحمت کی اور مارے گئے۔ پھر یہ قلعہ قبضہ میں آگیا اور برباد کردیا گیا۔ اسی طرح کاؤنٹ آف سرڈین کی عملداری پر حملہ کیا گیا۔ عرب مؤرخین اس کو ابن بلسکوط لکھتے ہیں۔ اس نے مصالحت کی درخواست کی۔ چنانچہ اس نے جزیہ ادا کرنا منظور کیا۔ اور اس کی وفاداری کو قائم رکھنے کے لیے اس کے لڑکے کو یرغمال کے طور پر لے لیا گیا اور اس مہم کو انجام دینے کے بعد قرطبہ لوٹ آیا44۔

ولایت اربونہ:

اربونہ (ناربون) میں مسلمانوں کی اچھی خاصی آبادی تھی۔ ابتداء سرقسطہ وغیرہ کے زیر اقتدار رہنے کی وجہ سے اس دوردراز صوبہ پر قبضہ رکھنا بھی عبدالرحمٰن کے لیے دشوار تھا۔ لیکن یہاں کی آبادی امن پسند تھی۔ اس لیے ان لوگوں نے سرکشی اختیار نہیں کی۔

عبدالرحمٰن نے ابتداء عبدالرحمٰن بن عقبہ کو یہاں کا والی بنایا تھا۔ پھر شاید اس صوبہ سے مرکزی حکومت کا تعلق منقطع ہوگیا تھا۔ مگر جلد ہی پھر تعلقات استوار ہوگئے۔ چنانچہ 169ھ یا 170ھ میں عبدالواحد ابن مغیث نے اس صوبہ کو دوبارہ عبدالرحمٰن کی اطاعت میں داخل کیا۔ وہی یہاں کا والی مقرر کیا گیا۔ اس نے یہاں کے محاصل کا خمس عبدالرحمٰن کے پاس بھیجا جو اس قدر کثیر مقدار میں تھا کہ وہ قرطبہ کے پل اور جامع مسجد کی تعمیر میں لگایا گیا45۔

وفات:

عبدالرحمٰن نے ملک میں مستحکم حکومت قائم کرکے اٹھاون سال کی عمر میں بماہ ربیع الاول 171ھ 787ء وفات پائی۔ اس کے بیٹے عبداللہ نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور قطبہ کے قصر میں تدفین عمل میں آئی۔

اولاد و جانشین:

عبدالرحمٰن کی بیس اولادیں تھیں جن میں گیارہ بیٹے اور نو بیٹیاں تھیں۔ بیٹوں میں سلیمان' ہشام اور عبداللہ ہوش مند اور صاحب اقتدار تھے اور اس کی زندگی میں امور سلطنت میں حصہ لیتے رہتے تھے۔

ان میں سب سے بڑا لڑکا سلیمان تھا۔ یہ وہی بچہ ہے جو عباسیوں کے غلبہ کے وقت گاؤں میں سیاہ عباسی علم کو آتے دیکھ کر مکان کے اندر آ کر دہشت سے عبدالرحمٰن کے سینہ سے چمٹ گیا تھا۔ اس وقت وہ چار سال کی عمر کا تھا کہ عبدالرحمٰن اس کو چھوڑ کر مغرب چلا آیا تھا۔ اُندلس میں حکومت کے قائم ہونے کے بعد اس کو 147ھ 764ء میں شام سے بلوالیا تھا۔

لیکن اُندلس آنے کے بعد اس نے اپنے نومولود لڑکے ہشام کو اپنا ولی عہد بنالیا تھا اور اپنی نیابت اور قائم مقامی کے تمام فرائض اس کے سپرد کردیئے تھے اس لیے سلیمان کے اُندلس آنے کے بعد ان دونوں بھائیوں میں خوشگوار تعلقات قائم نہ ہوسکے سلیمان کے دل میں ہشام کے خلاف جذبات پیدا ہوئے اور عبدالرحمٰن کے علم میں بھی آئے۔ اس نے مختلف موقعوں پر ان دونوں کی صلاحیت' استعداد اور علم و فضل کا امتحان لیا۔ ہشام کی تعلیم و

تربیت محل وناز ونعم سے ہوئی تھی وہ قدرتاً ہر موقع پر تفوق حاصل کرتا گیا۔اس لیے عبدالرحمٰن نے اس کی ذاتی صلاحیتوں کالحاظ رکھ کراسی کو ولی عہد برقرار رکھا اور عبدالرحمٰن کی وفات کے بعد ہشام ایک معمولی خانہ جنگی کے بعد اس کا متفق علیہ جانشین قرار پایا46۔

عہد حکومت:

عبدالرحمٰن نہ صرف اُندلس کی عظیم الشان اسلامی سلطنت کا بانی بنا بلکہ مغرب میں ایک ایسی نئی تہذیب وتمدن کی بنیاد ڈالنے والا ثابت ہوا جو قرون وسطیٰ میں دنیا کی معیاری تہذیب کی حیثیت سے تسلیم کی گئی۔

عبدالرحمٰن اور المنصور عباسی:

وہ جس بے سروسامانی میں مشرق سے نکلا اور جس اولوالعزمی سے اس نے سلطنت قائم کی اور آئے دن کی بغاوتیں جس کامیابی سے فرو کیں اُن کی سرگذشت اوپر گزر چکی۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے اپنے دشمنوں تک کی زبان سے خراجِ تحسین وصول کیا۔خلیفہ المنصور عباسی سے بڑھ کر اس کا کون دشمن اور حریف ہوسکتا تھا لیکن وہ کہا کرتا تھا۔

''اگر ہماری سلطنت اس سخت گیری اور اس کی بقا کی تائیدی قوتوں سے قائم رہ جائے تو تعجب نہ کرو۔اصلی تعریف کا مستحق تو وہ یگانہ وفرزانہ قرشی نوجوان ہے جو اپنے اہل وعیال سے جدا ہوا اور مصائب کی پرواہ نہ کی۔ وہ اپنی دھن کا پکا تھا۔ یہاں تک کہ اپنی عزت کی گھاٹیوں پر چڑھنے کے لیے اس نے اپنے کو ہلاکت میں ڈال دیا۔ایک دور دراز جزیرہ میں جا نکلا۔وہاں صف بستہ فوجیں اس کے مقابلہ کے لیے موجود تھیں۔مگر اس نے اپنی ہمت وفرزانگی سے انہیں شکست دی اپنے حملوں سے ان کی صفیں ایک دوسرے پر الٹ دیں اور اپنی سیاست ودانائی سے ملک کے بسنے والوں کے دل موہ لیے ملک کے اکابر اس کے فرمان کے تابع ہوگئے اور سارے ملک پر اس کی بادشاہی قائم ہوگئی۔وہ شخص اپنے دشمنوں کے لیے مجسم قہر ہے۔اپنے عہد کا پکا ہے۔اپنی سرحد کے پاس کسی کو پھٹکنے نہیں دیتا۔لوگ اس سے محبت کرتے ہیں اور ڈرتے بھی ہیں۔ وہ جوان ہمت ہے۔اگر کوئی اس کی مدح میں قصائد پڑھے تو اس کو جھوٹا نہ سمجھو47۔

المنصور نے ایک مرتبہ رفقائے مجلس سے پوچھا:''صقر قریش'' قریش کا باز کون

ہے''؟ لوگوں نے کہا حضرت امیر المومنین ہیں جنہوں نے ملک کو فرماں بردار کیا' فتنوں کو دبایا' نقائص کو دور کیا اور دلوں پر حکمرانی کی' المنصور نے کہا:''تم لوگوں نے کچھ بھی نہ کہا۔'' پھر لوگوں نے کہا تو کیا معاویہؓ ہیں؟ المنصور نے جواب میں نفی کی تو لوگوں نے عبدالملک بن مروان کا نام لیا۔المنصور نے پھر انکار کیا تو لوگوں نے اس سے پوچھا کہ پھر کون ہوسکتا ہے؟ المنصور نے جواب دیا۔

''صقر قریش عبدالرحمٰن بن معاویہ ہے جو نیزوں کی انی اور تلواروں کی دھار سے اپنی حیلہ گری کے ذریعہ بچ نکلا۔چٹیل میدان کو عبور کیا۔سمندر پر سوار ہوا۔یہاں تک کہ ایک اجنبی ملک میں داخل ہوا اور شہروں پر شہر بسائے۔فوجوں پر فوجیں ترتیب دیں اور اپنی تدبیروں کی خوبی اور عزم کی پختگی سے اپنی کھوئی حکومت دوبارہ قائم کرلی۔معاویہؓ ایک ایسی سواری پر سوار ہوئے جس پر عمرؓ و عثمانؓ نے ان کو سوار کیا اور وہ اس سواری کو بہت مطیع بنا چکے تھے۔عبدالملک کے لیے اس سے پہلے بیعت لی جا چکی تھی اور ''امیر المومنین'' تو اپنی آل وعترت کی طلب ودعوت اور اپنے ماننے والے گروہ کے اجتماع سے کامیاب ہوئے لیکن عبدالرحمٰن تو وہ اپنی ذات سے یگانہ وتنہا تھا۔صرف اس کی رائے اس کی موید اور اس کا عزم اس کا رفیق تھا48۔

المنصور عبدالرحمٰن کی تعریف میں رطب اللسان تھا۔مؤرخین نے ان دونوں کو ایک دوسرے کا مماثل قرار دیا ہے۔مقری لکھتا ہے:-

''الداخل اپنے عزم ومضبوطی اور ضبط مملکت میں ابوجعفر المنصور پر قیاس کیا جاتا تھا۔اس میں بھی دونوں ملتے تھے کہ دونوں کی مائیں بربری تھیں اور دونوں نے اپنے بھتیجوں کو قتل کرایا۔المنصور نے ابن السفاح کو اور عبدالرحمٰن نے اپنے بھتیجے مغیرہ بن ولید بن معاویہ کو49۔

ایک دوسرے موقع پر لکھتا ہے:-

''ابن حیان نے اس کو نوادر میں شمار کیا ہے کہ ابوجعفر منصور اور عبدالرحمٰن مردانگی سے دوسروں پر غالب آئے۔ مفاسد کو بیخ وبن سے اکھیڑنے سخت دلی برتنے اور سخت سے سخت کام کر گزرنے پر جری ہوئے ہیں دونوں ایک دوسرے کے مماثل تھے۔

کامیابی کے اسباب:

اُندلس میں عبدالرحمٰن الداخل کی کامیابی میں اس کے عزم، تدبر، دانائی اور اصابت رائے کے ساتھ وقت، زمانہ اور ماحول سے بڑی مدد ملی۔ یوسف اپنی حکومت کو خانوادہ امویہ کی نیابت سمجھتا تھا۔ اس کے جد حضرت عقبہ بن نافع فہری اور خلفائے امویہ میں جو تعلقات تھے ان پر اس کو ناز تھا۔ اس لیے وہ اُندلس میں بنوامیہ کو اپنے معتقدین میں شمار کرتا تھا۔ اسی زمانہ میں خانوادہ امویہ کو زوال آیا۔ مشرق میں ان پر جو مظالم ڈھائے گئے ان کی داستانیں اُندلس بھی پہنچیں۔ مغرب والوں کو ان سے کوئی خلش نہ تھی وہ ان کو صرف مذہبی پیشوا جانتے تھے اور ان کی فتوحات کے معترف تھے۔ اس لیے مظالم کی ان داستانوں سے اُندلس میں ان کی طرف سے عام ہمدردی کا جذبہ پیدا ہوا۔ اگر یوسف کے علم میں واقعات اس وقت آ جاتے جب صمیل کے علم میں آئے تھے تو عبدالرحمٰن کی کامیابی مشتبہ ہو جاتی۔ لیکن اس کی خوش قسمتی تھی کہ صمیل و یوسف میں وقتی شکر رنجی سے اس کو فائدہ پہنچ گیا۔ پھر یمانیوں کے عبدالرحمٰن کے زیر اثر آ جانے سے اس کو اُندلس میں عسکری تفوق حاصل ہو گیا اور اس کی کامیابی کے مواقع پیدا ہوئے۔

قیام حکومت کے بعد یمانیوں اور حکومت کے قیام میں ہاتھ بٹانے والوں کے اثرات قدرتاً بڑھے ہوئے تھے۔ عبدالرحمٰن کے دامن پر ذاتی حیثیت سے جو بھی دھبہ لگایا جائے مگر حکومت کے استحکام و بقاء کے نقطہ نظر سے ان کے اثرات سے آزاد ہونا اس کے اور اس کی حکومت کے لیے غیر معمولی طور پر مفید ہوا۔ خصوصاً اس لیے کہ اس نے رفتہ رفتہ موالی اور غلاموں کی عظیم الشان فوج تیار کر لی اور پھر انہیں عربوں کی طاقت کو جن کے سپاہیانہ جوہر سے اس نے حکومت قائم کی تھی، الگ الگ میدان میں توڑا اور بڑی مشقتیں اٹھا کر پورے اُندلس میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک کامل امن و امان قائم کیا جب وہ اس دنیا سے رخصت ہوا تو قیام حکومت کا کام پورے طور پر ہو چکا تھا 50۔

عبدالرحمٰن نے قصر حکومت میں ہوش سنبھالا تھا۔ حکومت کے طور طریق سے آگاہ تھا۔ مشرق کے وہ افاضل جو بنوامیہ سے تعلق خاطر رکھتے تھے، وہ بھی اس کے گرد جمع ہو گئے اور امور مملکت میں اس کا ہاتھ بٹایا۔ اسے جب فوجی مہموں سے فرصت ملتی تو حکومت کے نظم و نسق سنبھالنے اور ملک کو عمرانی ترقی دینے میں وقت صرف کرتا تھا۔ مقری ابن حیان کے

حوالہ سے لکھتا ہے:-

''ابن حیان کہتا ہے کہ جب الداخل نے اُندلس جیسے دور افتادہ خطہ کو شاہی آراستگی سے خالی پایا تو اس کے باشندوں کو سلطانی اطاعت کا خوگر بنایا۔ شاہانہ طور طریق کا انہیں عادی بنایا۔ انہیں آداب سلطانی سکھائے اور انہیں ایک شاہراہ پر لا کر کھڑا کر دیا۔ پھر اس نے تنظیم شروع کی۔ چنانچہ حکومت کے دواوین قائم کیے۔ محل کھڑے کیے۔ عطایا مقرر کیے۔ جھنڈے بلند کر کے صاحب جیش مقرر کیے۔ لشکر ترتیب دیئے۔ حکومت کی تعمیر کا یہ محل آسمان تک پہنچا اور زمین میں اس کی بنیادیں مستحکم ہو گئیں۔

اس کا اعتراف بڑے بڑے بادشاہوں نے کیا وہ اس کے قریب آنے سے لرزنے لگے اور اس کی سرحدوں کا احترام کرنے لگے یہاں تک کہ پورا اُندلس اس کا مطیع ہو گیا اور یہاں اس کی حکمرانی مستحکم ہو گئی 51۔

حکومت کے مختلف شعبے اور صوبوں کی تقسیم:

عبدالرحمٰن نے ملک کو چھ صوبوں میں تقسیم کیا جہاں اس کے گورنر رہتے تھے اور وہی سپہ سالار بھی ہوتے تھے۔ پھر ان کے ماتحت وزراء و اعمال تھے۔ اسی طرح محکمہ پولیس، قضاء (عدالت) اور قید خانہ کا انتظام جداگانہ تھا۔ ان سب کا تعلق پایہ تخت سے تھا جہاں وہ اپنی کارگزاریاں بھیجتے اور مرکز سے ان کی نگرانی کی جاتی۔

مرکزی حکومت کے عہدہ دار اور محکمے:

مرکزی حکومت چند شعبوں میں تقسیم تھی اور ممتاز عہدہ داروں میں حاجب، وزیر، کاتب، قاضی، صاحب شرطہ (پولیس افسر) سپہ سالار اور قاضی عساکر تھے۔ ان کا علیحدہ علیحدہ دفتر قائم تھا۔

حجاب:- حجابت کے عہدہ پر سب سے پہلے تمام ابن علقمہ جو اس کے موالی میں سے تھا سرفراز کیا گیا۔ پھر یوسف بن بخت فارسی جو عبدالملک بن مروان کے موالی میں سے تھا، اس عہدہ پر آیا۔ بلکہ یہ عہدہ اس کے خاندان میں کچھ دنوں وراثۃً باقی رہا۔ پھر عبدالکریم بن مہران جو حارث ابن ابوشمر غسانی کی اولاد میں سے تھا، اس عہدہ پر آیا۔ پھر عبدالرحمٰن بن مغیث بھی اس عہدہ پر مامور کیا گیا۔ اس کا باپ مغیث قرطبہ کا فاتح تھا۔ پھر منصور خصی مامور

ہوا۔ یہ سب سے پہلا خصی تھا جو بنو امیہ کے دربار میں حجابت کے عہدہ پر سرفراز کیا گیا۔

وزراء:- اگر چہ عبدالرحمٰن نے وزیر کا لقب عہدہ کی حیثیت سے مقرر نہیں کیا لیکن وزارت کے سارے کام اور اہم امور میں مشورت کی خدمت کے لیے چند عمائد مخصوص تھے۔ اور مؤخین نے انہی کے نام وزیر کی حیثیت سے لکھے ہیں۔ وہ ابو عثمان (بانی دولت) عبداللہ بن خالد' (قیام حکومت میں دست راست) ابو عبدہ جو پہلے اشبیلیہ کی ولایت پر مامور تھا۔ شہید بن عیسیٰ بن شہید جو معاویہ بن مروان بن حکم کے موالی میں سے تھا' عبدالسلام بن سبیل رومی جو عبداللہ بن معاویہ کا موالی تھا۔ ثعلبہ بن عبید بن نظام جذامی جو پہلے سرقسطہ کا والی تھا' عاصم بن مسلم ثقفی جو اس کے جاں نثاروں میں سے تھا اور مروانی جسے سب پر تقدم حاصل تھا' اس کے معتمد رفقاء تھے۔

کتاب:- کتابت کی خدمت ابتداء ابو عثمان اور عبداللہ بن خالد نے انجام دی۔ جب حکومت کے شعبے اور مناصب قائم کئے گئے تو سب سے پہلا کاتب امیہ بن یزید مقرر کیا گیا۔ یہ معاویہ بن مروان کے موالی میں سے تھا اور یوسف فہری کے زمانہ سے اس عہدہ پر مامور تھا۔ عبدالرحمٰن نے بھی اس کو اس خدمت پر مامور کر لیا اور اس کے خاص مشیروں میں شمار کیا جانے لگا۔ اہم امور میں وہ اس سے بھی مشورہ کرتا اور اس کی رائیں بڑی صائب نکلتی تھیں۔ اور عبدالرحمٰن اس کی راؤں کو فضیلت دیتا تھا لیکن آخر زمانہ میں عبدالرحمٰن کے ساتھ اس کی وفاداری قائم نہ رہ سکی۔ یزیدی کی باغیانہ سرگرمیوں میں در پردہ یہ بھی شریک تھا۔ مگر یزیدی کے فتنہ کے خاتمہ سے پہلے اس کا انتقال ہو گیا۔

قضاء:- اُندلس میں قضاءت کے دو منصب تھے ایک ''قاضی الجماعت'' کہا جاتا تھا اور دوسرا ''قاضی عساکر''۔ ''قاضی الجماعت'' یعنی ایک عدالت شہری آبادی کے لیے تھی دوسری خاص صیغہ فوج کے لیے۔ قاضی الجماعت'' کے عہدہ پر یوسف کے زمانہ سے یحییٰ بن یزید یحصبی مامور تھے۔ اور اس دور کے برگزیدہ بزرگوں میں سے تھے۔ عبدالرحمٰن نے ان کو اس عہدہ پر برقرار رکھا 52۔

قاضی یحییٰ بن یزید یحصبی نے جب وفات پائی تو قاضی قرطبہ کے عہدہ کے لیے کسی موزوں شخص کے انتخاب کی ضرورت پیش آئی۔ عبدالرحمٰن نے اپنے وزراء اور اپنے دنوں بیٹوں سلیمان اور ہشام کو مشورہ کے لیے طلب کیا۔ عبدالرحمٰن نے مجلس مشورت میں

اس مسئلہ کو پیش کیا' سلیمان اور ہشام نے کہا ''ہم لوگ المدور کے ایک بزرگ سے واقف ہیں وہ شامی عربوں میں سے ہیں او صاحب فضل وصلاح و برگزیدہ بزرگوں میں سے ہیں ان کا نام مصعب بن عمران ہمدانی ہے۔ وزراء نے بھی اس بیان کی تصدیق کی اور عبدالرحمٰن نے انہیں اس منصب کے لئے نامزد کر دیا۔

اس کے بعد شیخ مصعب بن عمران طلب کئے گئے۔ جب وہ عبدالرحمٰن کے سامنے آئے اور اس نے قضاءت کا عہدہ ان کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے اس کے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ عبدالرحمٰن کے لیے اپنی مخالفت کا برداشت کرنا بڑا دشوار تھا۔ وہ شدت غضب میں اپنی مونچھوں کو بل دینے لگا اور یہ اس کی انتہائی برہمی کی علامت تھی۔ لیکن خیریت گزری کہ یہ غصہ اس کی برداشت سے باہر نہیں ہوا اور صرف اس قدر کہنے پر اس نے اکتفا کیا کہ ''اچھا تو پھر تمہارے متعلق مشورہ دینے والوں پر خدا کی لعنت اور اس کا غضب ہو''۔

شیخ مصعب بن عمران کے صاحب صلاح وخیر ہونے کی یہ نشانی تھی کہ انہوں نے اسی طرح اس منصب کو قبول کرنے سے انکار کیا جیسے المنصور کی پیش کش کو امام اعظم حضرت ابو حنیفہؒ نے رد کر دیا تھا۔ عبدالرحمٰن کو المنصور پر یہ فضیلت رہی کہ غصہ میں امام اعظمؒ کی طرح شیخ مصعب ابن عمران کو کوئی سزا دینے کے بجائے وہ اپنے ہی لڑکوں کو برا بھلا کہہ کر رہ گیا۔

شیخ مصعب بن عمران کے انکار سے شیخ ابو عمرو بن معاویہ بن صالح یحصبی کا آفتاب اقبال بلند ہوا۔ عبدالرحمٰن کو ان پر بڑا اعتماد تھا۔ یہ اُندلس کے شامی عربوں میں ممتاز فقہاء میں سے تھے۔ عبدالرحمٰن نے ان کو اس سے پہلے زاد سفر دے کر شام بھیجا تھا کہ وہاں سے وہ اس کی دونوں بہنوں کو اپنے ساتھ اُندلس لے آئیں 53۔ یہ شام سے واپس آ چکے تھے۔ عبدالرحمٰن نے ان کو طلب کیا اور اسی وقت قضاءت کا عہدہ ان کے سپرد کر دیا اور عبدالرحمٰن کے زمانہ میں آخر وقت تک یہی اس عہدہ پر مامور رہے 54۔ قاضی عساکر کے عہدہ پر جدار بن عمرو مامور تھے 55۔

یہ قضاءت زیادہ تر مالی معاملات کے فیصلے کرتے تھے۔ اس کے ساتھ انہوں ہی ہر قسم کے مقدمات کی ساعت کا حق حاصل تھا لیکن عدالت کے جداگانہ انتظام کے باوجود عبدالرحمٰن چند خاص اوقات میں فریاد رسی کے لیے خود بھی بیٹھتا تھا۔ اس تک پہنچنے کے لیے

عام اجازت تھی کمزور سے کمزور انسان بغیر کسی دشواری کے اس کے پاس پہنچ جاتا تھا۔ اس لیے لوگ براہ راست بھی اس کے یہاں پہنچتے' اپنے معاملات پیش کرتے' اور انصاف کے خواہاں ہوتے۔ وہ مقدمات کے فیصلے کرتا اور کبھی فریقین میں صلح کرا دیتا۔

عوام کے لیے عبدالرحمٰن کے قصر کا دروازہ صرف کھلا نہ تھا بلکہ وہ آزادی سے عام مجمعوں میں شریک ہوتا اور لوگوں سے عمومیت کے ساتھ خلا ملا رکھتا تھا۔ اس کے اس طرز زندگی سے لوگ زیادہ جری ہو گئے تھے اور راہ چلتے روک کر فریاد رسی چاہتے۔ چنانچہ ایک مرتبہ وہ کسی کے جنازہ کی شرکت سے واپس آ رہا تھا۔ اثنائے راہ میں ایک شخص آگے بڑھا اور راستہ روک کر کہنے لگا۔ ''خدا امیر کا بھلا کرے۔ آپ کے قاضی نے مجھ پر ظلم کیا ہے۔ میں آپ سے ظلم کی فریاد کرتا ہوں'' عبدالرحمٰن نے جواب دیا۔ ''اگر تم نے سچ کہا تو انصاف کیا جائے گا'' اس پر اس نے عبدالرحمٰن کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور کہا'' یا امیر میں آپ سے درخواست کرتا ہوں خدا کی قسم میں اس جگہ سے آپ کو بڑھنے نہ دوں گا تاوقتیکہ آپ قاضی کو میرا انصاف کرنے کا حکم نہ دے دیں''۔ عبدالرحمٰن نے پیچھے پھر کر دیکھا تو اس کے خدم وحشم میں تھوڑے سے لوگ اس کے ساتھ تھے۔ چنانچہ اس نے قاضی کو بلایا اور اس کے معاملہ میں مناسب فیصلہ کرنے کا حکم دیا۔

قصر میں لوٹنے کے بعد اس کے بعض حشم جو اس کے اس عمومیت سے نکلنے کو پسند نہ کرتے تھے' کہا'' خداوند تعالیٰ امیر کی عمر دراز فرمائے۔ اس کثرت سے نکلنا بادشاہوں کو زیبا نہیں۔ اس طرح وہ عوام کی نگاہ میں سبک ہو جاتے ہیں۔ لوگ ایک قسم کی طبیعت کے نہیں ہوتے۔ لوگوں میں نامناسب جرأتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔

عبدالرحمٰن نے اس مشورہ کو قبول کیا اور اس دن سے عمومیت کے ساتھ عوام خلا ملا کرنے سے اجتناب کرنے لگا اور محفلوں اور مجلسوں کی شرکت کے لیے ہشام کو مامور کر دیا۔56

عبدالرحمٰن نے فوج کی تنظیم پر بڑی توجہ کی۔ پے در پے بغاوتوں کے باعث عربوں پر سے اس کا اعتماد اٹھ گیا تھا۔ اس لیے بربروں اور غلاموں کی عظیم الشان فوج تیار کر لی۔ بربروں اور موالی کی فوج کے تیار ہوانے سے پہلے فوج کی تقسیم قبائلی تھی۔ ہر قبیلہ اپنے سردار کے ماتحت امیر کے حکم کی تعمیل میں حاضر ہوتا تھا۔ لیکن عربوں کی بغاوتوں سے

اس کو جب تلخ تجربے ہوئے تو اس نے اس نظام کو بدل دیا اور سرکاری فوج کی تعداد میں اضافہ کرنے لگا۔ چنانچہ جب وہ البیرہ سے بیعت اطاعت کے بعد روانہ ہوا تھا اس کے پاس چھ سو سوار تھے۔ آگے چل کر سواروں کی تعداد ایک لاکھ تک پہنچ گئی۔ پھر اسی مناسبت سے پیدل سپاہ کی تعداد کو قیاس کرنا چاہیے57۔

سپاہ ان ہی دو صنفوں پیدل اور سوار میں تقسیم تھی۔ پیدل سپاہ کے افسر اعلیٰ (صاحب الرجالہ) کی حیثیت سے عبدالحمید بن قانم کا نام آتا ہے اور سواروں کا افسر (صاحب الخیل) موسیٰ سلمتہ تھا65۔

سپہ سالاری کے عہدہ پر بدر' تمام بن علقمہ' حبیب بن عبدالملک قرشی اور عاصم بن مسلم ثقفی وغیرہ کے نام ملتے ہیں۔ کبھی کسی وزیر یا صاحب کی سرکردگی میں بھی فوج بھیجی جاتی اور بیشتر موقعوں پر عبدالرحمٰن خود فوج کی قیادت کرتا اور معرکے سر کرتا تھا۔

اُندلس کی حکومت کا بحری بیڑا پہلے سے موجود تھا۔ عبدالرحمٰن نے اس موقع پر جب اس نے شام پر حملہ آوری کی تیاری کی تھی' بحری بیڑے کو بھی مستحکم کیا تھا جس نے آگے چل کر غیر معمولی ترقی حاصل کی۔

صیغہ فوج میں تولیت لواء بھی اس زمانہ میں ایک مستقل اعلیٰ منصب تھا۔ عبدالرحمٰن کے عہد حکومت میں ابوسلیمان داؤد انصاری علم بردار تھا۔ اس کے انتقال کے بعد تولیت لواء کا منصب خاندانی قرار پایا۔ چنانچہ اس کا بیٹا محمد بن عبدالرحمٰن کے زمانہ تک اس منصب پر مامور رہا59۔

فوج کے لیے رسد مہیا کرنے کے لیے ایک مستقل افسر تھا جو'' صاحب ارزق الاجناد'' کہا جاتا تھا 60۔

محکمہ شرطہ: (پولیس) مستقل طور پر قائم تھا۔ عبدالرحمٰن کے زمانہ میں عبدی اس محکمہ کا افسر اعلیٰ تھا۔ اس محکمہ کے فرائض تقریباً وہی تھے جو اس زمانہ میں پولیس کے ہوتے ہیں۔

نقش خاتم:۔ عبدالرحمٰن نے سرکاری کاغذوں اور دستاویزوں پر مہر کرنے کے لیے اپنا نقش خاتم'' باللہ یثق عبدالرحمٰن وبہ یعتصم'' تیار کرایا تھا۔

عبدالرحمٰن نے حکومت کے مختلف شعبوں کے دیوان و دفاتر قائم کر کے حکومت کو

ایک نظم کے ساتھ چلایا۔ اس کے علاوہ اس نے قرطبہ کی تعمیری ترقی پر بڑی توجہ کی۔ قصور، ایوان، محلات، باغات، مساجد، حمام، شہر پناہ اور پل تعمیر کرائے۔ چنانچہ قرطبہ کی تعمیری تجدید و تزئین و آرائش کے متعلق مقری اجمالی طور پر لکھتا ہے۔

''بعض مؤرخین نے عبدالرحمٰن الداخل کے سوانح حیات میں لکھا ہے کہ جب اس کی حکومت قائم ہوگئی تو اس نے قرطبہ کی عظمت کو بڑھانا شروع کیا۔ چنانچہ اس کی بنیادوں کو مستحکم کیا۔ اس کی عمارتوں کی تجدید کی۔ اس کو فصیلوں سے مستحکم کیا۔ قصر حکومت اور جامع مسجد کی تعمیر کی اس کے رقبہ کو بڑھایا۔ محلوں کی مسجدوں کو درست کرایا۔ پھر شہر رصافہ کو اپنی نزہت گاہ کے طور پر تعمیر کیا اور اس میں ایک خوبصورت قصر تعمیر کیا وسیع باغ لگایا اور اس میں عجیب و غریب پودے اور بہترین درخت شام اور دوسرے ممالک سے منگا کر نصب کئے 61۔

فصیل قرطبہ کی تعمیر:

قرطبہ کی فصیل کی تعمیر 155ھ 772ء میں عین اس زمانہ میں انجام پائی جب اُندلس میں پے در پے بغاوتیں برپا تھیں۔ اس لیے اس کی تعمیر دارالحکومت کو باغیوں سے محفوظ رکھنے ہی کے لیے عمل میں آئی تھی اور اسی وجہ سے اس کی تعمیر میں استحکام و پائیداری کا لحاظ رکھا گیا ہوگا۔ قرطبہ کی یہ فصیل پہلے زمانہ سے موجود تھی۔ امتدادِ زمانہ سے اس کا استحکام باقی نہیں رہا تھا اس پے ولاۃ کے زمانہ میں ایک سے زیادہ ایسے موقع آئے جب باغی شہر میں گھس پڑے۔ عبدالرحمٰن کو بھی اسی فصیل کے کام نہ آنے سے مدد ملی تھی اور دریا کو عبور کرتے ہی وہ شاہی محل تک پہنچ گیا تھا۔ عبدالرحمٰن کے استیلا کے بعد یوسف کا لڑکا ایک مختصر دستہ کے ساتھ بلا مزاحمت قصر حکومت تک پہنچ گیا تھا اور قائم مقام والی کو گرفتار کر لیا تھا۔

عبدالرحمٰن نے ان ہی وجوہ سے فصیل کی تعمیر پر سب سے پہلے توجہ کی۔ اس میں حسب ضرورت دروازے لگوائے۔ مجموعی طور پر سات یا آٹھ دروازے تھے جو رات آتے ہی بند کر دیئے جاتے تھے اور دروازوں پر پاسبان مقرر کئے۔

قصر شاہی:

قرطبہ کا قصر شاہی جس کو ''بلاط رزریف'' اور ''قصر حکومت'' بھی کہتے تھے، عہد

قدیم سے قائم تھا۔ گاتھ فرماں روا جب قرطبہ آتے تو اس میں ٹھہرتے تھے۔ رزریق آخری مرتبہ جب قرطبہ آیا تھا تو طارق سے مقابلہ کرنے کے لیے یہیں بیٹھ کر اس نے تیاری کی تھی۔ اس لیے مسلمان اس کو 'بلاط رزریق بھی کہتے ہیں اس میں یونانیوں، رومانیوں اور گاتھیوں کے دور کے آثار موجود تھے۔ اسلامی دور کے آغاز کے بعد یہی قصر اُندلس کے حکمران کا مستقر قرار پایا۔ عبدالرحمٰن نے بھی اسی میں سکونت اختیار کی اور اسی لحاظ سے مسلمان اس کو ''قصر حکومت'' بھی کہتے تھے۔

اس قصر میں بنو امیہ کے دور کی بہترین یادگاریں ہیں۔ انہوں نے اس میں عجیب و غریب اضافے کئے۔ عرب مؤرخین ابن اثیر، ابن خلدون اور مقری نے اس قصر کی تعمیر کا تذکرہ جس انداز میں کیا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ عبدالرحمٰن نے اس کی از سر نو تعمیر و تجدید کی تھی 62۔

رصافہ:

عبدالرحمٰن اس قصر میں تھوڑے دنوں مقیم رہا۔ اس کے بعد اس نے اپنی سیر و تفریح کے لیے قرطبہ سے قریب جانب مغرب ایک نزہت گاہ بنوائی اور اس کا نام اپنے دادا ہشام کی سیر گاہ کے نام پر رصافہ رکھا۔ یہ ایک بڑا پر فضا باغ تھا اس کو اس نے بڑی دل چسپی سے آراستہ کیا۔ دور دور کے ملکوں دمشق و بغداد سے طرح طرح کے خوش نما درختوں اور لذیذ پھلوں کے پورے بیج اور گھٹلیاں منگوا کر اس میں نصب کرائیں اور بڑے اہتمام سے ان کی پرداخت کرائی اور چند سال کے اندر قسم قسم کی ترکاریاں اور خشک و تر میوے اُندلس میں اپنی اپنی فصل پر تیار ہونے لگے۔ مقری ابن سعید کی کتاب ''المغرب کے'' حوالہ سے لکھتا ہے:۔

''قرطبہ کی نزہت گاہوں اور عمارتوں کا ذکرہ نظم و نثر کے ذریعہ اس قدر زبانوں پر ہے کہ اس کا احاطہ کرنا دشوار ہے۔ خلفائے مردانیہ کی نزہت گاہوں اور سیر گاہوں میں ایک قصر رصافہ ہے۔

اس قصر کو عبدالرحمٰن بن معاویہ نے اپنے ابتدائی زمانہ میں اپنی سیر و تفریح اور قیام کے لیے تعمیر کرایا تھا۔ وہ اپنے اوقات کا بڑا حصہ رصافہ کے باغ میں گزارتا تھا جس کو اس نے شمالی قرطبہ میں مائل بہ مغرب تیار کرایا تھا۔ یہاں اس

نے ایک خوبصورت قصر بنوایا تھا۔ ایک وسیع باغ لگوایا تھا جس میں عجیب و غریب پودے اور بہترین درخت مختلف ملکوں سے منگا کر نصب کرائے تھے۔ درختوں اور پودوں کو حاصل کرنے کے لیے اس کے قاصدوں نے دور دور کا سفر کیا تھا اور بہترین قسم کی گٹھلیاں اور بیج لے کر واپس آتے تھے۔ چنانچہ خاص اہتمام پرداخت اور حسن ترتیب سے چند ہی دنوں میں اعلیٰ درجہ کے درخت اس باغ میں تیار ہو گئے اور نہایت نادر ہوئے۔ چند ہی دنوں میں پورے اُندلس میں پھیل گئے اور بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھے جانے لگے۔

اس سیرگاہ کا نام ''رصافہ'' اپنے دادا ہشام کی سیرگاہ کے نام پر رکھا تھا۔ کیونکہ شام کی اس سیرگاہ کی یاد اور اس کی کشش اس کے دل میں باقی تھی۔ اس لیے وہ اُندلس کے اس رصافہ میں اپنے اوقات کا بڑا حصہ گزارتا تھا اور اس تعلق سے اس کے دل میں اس مقام کی طرف سے ایک قسم کی کشش قائم ہو گئی تھی۔

عبدالرحمٰن کی بہن ام اصبغ اس کے لیے شام سے میووں کے تحائف بھیجا کرتی تھی۔ اور اس کے بھیجے ہوئے پودے درخت اور بیج بھی اس باغ میں خاص طور پر لگائے گئے تھے۔

رصافہ کا ایک انار ''رمان صفری'' کے نام سے اس زمانہ میں بہت مشہور تھا۔ یہ اپنے مٹھاس اور رس کی زیادتی اور دانوں کی دبازت اور خوش رنگی و خوبصورتی میں سارے اُندلس میں مشہور تھا۔ عبدالرحمٰن نے اپنی بہن ام صبغ سے کچھ میوے شام سے منگوائے تھے۔ ان ہی میں انار بھی تھے۔ عبدالرحمٰن نے یہ میوے چند معززین کو تحفہ میں بھیجے تھے جن میں سفر بن یزید کلاعی بھی تھا وہ انار کو لے کر اپنے وطن کورہ ریہ میں آیا اور اس کے بیج کو بڑے اہتمام سے بو دیا۔ زمین موافق نکلی اور پودا نکل آیا۔ اس نے بڑے اہتمام سے اس کی پرداخت کی جب درخت بار آور ہوا تو پہلا پھل وہ عبدالرحمٰن کے پاس تحفہ میں لایا۔ عبدالرحمٰن ان اناروں کو رصافہ شام کے اناروں کے مانند پا کر بہت خوش ہوا۔ کلاعی نے پورا واقعہ سنا دیا۔ اس سے اس کو اور بھی مسرت ہوئی۔ اس کے اس دلچسپی سے درخت اگانے اور بار آور کرنے پر اس کی ستائش کی اور اسے انعام و اکرام سے خوش کیا۔ پھر اسی درخت کے بیج لے کر رصافہ میں پودے لگوائے اس کے درخت پھیل گئے اور اس باغ سے دوسروں نے اس کے پودے

لیے اور درخت نصب کئے یہاں تک کہ گھر گھر پھیل گئے اور اسی مناسبت سے اس کو رمان سفری کہنے لگے 63۔

مسجد جامع:

مسلمانوں نے قرطبہ کی فتح کے موقع پر حضرت عمرؓ کے اس اسوہ کی تقلید میں جو انہوں نے دمشق میں اختیار فرمایا تھا' یہاں کے بڑے گرجا شنت تجنت کے نصف حصہ کو لے کر جامع مسجد بنا لیا تھا اور نصف گرجے کو اپنے حال پر باقی چھوڑ دیا تھا باقی دوسرے گرجوں کو مسمار کرا دیا تھا۔ لیکن جب قرطبہ میں مسلمانوں کی آبادی بڑھی اور اس جامع مسجد کی وسعت نمازیوں کے لیے تنگ ہونے لگی تو بعد کے والیوں نے بالائی منزل پر منزلیں بنا لیں۔ اس طرح اس میں نمازیوں کے لیے گنجائش نکلتی گئی۔ لیکن بالائی منزلوں پر جانے کے لیے بڑا پر پیچ راستہ اختیار کرنا پڑتا تھا اور نمازیوں کو بڑی دشواری پیش آتی تھی۔ اس لیے عبدالرحمٰن نے اپنے زمانہ میں اس جامع مسجد کو وسیع کر کے از سر نو بنوانا چاہا۔ لیکن بڑی دشواری زمین کی تھی۔ کلیسا اپنی جگہ قائم تھا۔ اس زمین پر قبضہ کرنا خلاف معاہدہ ہوتا اور عیسائیوں کو از خود دینا ممکن نہ تھا۔ آخر عبدالرحمٰن نے ممتاز عیسائیوں کو بلا کر اس مسئلہ پر ان سے مشورہ کیا اور اس زمین کو گراں قدر قیمت پر خریدنا چاہا۔ ان لوگوں کو شرائط صلح کا علم تھا اور مسلمانوں کی دین داری سے اپنی جگہ یقین تھا کہ وہ اس معاہدہ کی خلاف ورزی نہ کر سکیں گے۔ اس لیے ان لوگوں نے صاف طور پر کسی قیمت پر بھی اس کو الگ کرنے سے انکار کر دیا۔

اب اس گتھی کا سلجھنا تقریباً ناممکن ہو گیا تھا کہ ان لوگوں نے خود باہم مشورہ کیا اور ایک ایسی صورت اختیار کرنا چاہی جو ان کے مذہبی نقطہ نظر سے بھی مستحسن سمجھی جائے۔ چنانچہ ان لوگوں نے عبدالرحمٰن سے کہا کہ اگر اس کلیسا کے عوض انہیں قرطبہ اور اس کے حوالی کے تمام مسمار شدہ کلیساؤں کو بنانے کی اجازت دی جائے تو وہ اس کلیسا سے دست بردار ہو سکتے ہیں۔ عبدالرحمٰن نے یہ شرط قبول کر لی اور ان کلیساؤں کی دوبارہ تعمیر کی اجازت کے ساتھ اس زمین کی قیمت کے ایک لاکھ دینار بھی عیسائیوں کے حوالہ کئے۔

شنت تجنت کی یہ اراضی 168ھ 784ء میں حاصل ہوئی۔ اسی وقت سے اس کی تعمیر شروع ہوئی اور دو سال یعنی 170ھ 786ء میں نہایت خوبصورت اور عالی شان

مسجد اس حد تک تیار ہوگئی کہ اس میں نماز ادا کی جا سکے۔ اس کی تعمیر پر اس کے ہاتھوں سے اسی ہزار دینا صرف ہوئے تھے۔ جامع قرطبہ عبدالرحمٰن کی زندگی کی سب سے بڑی آرزو تھی۔ اگرچہ وہ اس کی زندگی میں مکمل نہ ہوسکی تاہم اس نے اس میں نماز جمعہ ادا کی اور اس کے منبر پر خطبہ دیا۔

جب عبدالرحمٰن کی پرشوق نگاہیں اس خوبصورت مسجد کے میناروں پر جاتیں تو اس کی زبان سے بے اختیار نکلتا کہ ”یہ مسجد ایک خلیفہ چاہتی ہے۔ یہی عبدالرحمٰن کا آخری مطمع نظر تھا اگرچہ اس نے خود اپنے لیے صرف امیر سے زیادہ کوئی لقب اختیار نہیں کیا لیکن اس کے جانشینوں میں اس کے ہم نام عبدالرحمٰن الناصر نے اس کے دل کی آرزو بھی اپنی خلافت کا اعلان کر کے پوری کردی۔ اور اس مسجد کے منبر پر سے ”امیر المومنین“ کی سلطنت کی بقا و ترقی کی دعائیں سنی گئیں 64۔ اور اُندلس میں اموی سلطنت و خلافت صدیوں تک بڑی شان سے قائم رہی۔

علم و فضل اور شعراء و علماء کی قدردانی:

عبدالرحمٰن صاحب علم و فضل تھا۔ ادب و شعر کا صحیح مذاق رکھتا تھا۔ مشرق کی یاد اس کے دل سے محو نہیں ہوئی اس کی یاد میں بڑی پر اثر نظمیں اس نے لکھی تھیں۔ دربار میں شعراء و علماء کا اجتماع رہتا اور علم و ادب کی مجلسیں گرم رہتیں۔ خلعت و خاصے عطا کیے جاتے اور شعراء منہ مانگی مرادیں پاتے۔

مشرق کی یاد میں ایک سے زیادہ پر اثر نظمیں اس زمانہ میں لوگوں کی زباں پر تھیں۔ ایک مرتبہ رصافہ میں کھجور کے ایک تنہا درخت پر اس کی نظر پڑی اور بے ساختہ یہ اشعار اس کی زبان سے نکلے:-

تبدت لنا وسط الرصافه نغلة
تنات بارض الغرب عن بلد النخل

رصافہ کے وسط میں کھجور کا ایک تنہا درخت نظر آیا جو نخلستان کی آبادی سے جدا ہو کر مغرب کی زمین میں آ گیا ہے۔

فقلت شبيهى بالتغرب والنوىٰ
و طول اكتناج مق نبى و عن اهلى

میں نے اس سے کہا کہ تو غریب الوطنی اور جدائی اور بال بچوں سے طول و فراق میں میرے مشابہ ہے۔

نشأت بارض انت فيه غريبة
فمثلك فى الانصاء و المتناى مثلى

تو نے ایسی سرزمین میں نشوونما حاصل کی جہاں تو بالکل ہی پردیسی ہے۔ میری مثال اپنے وطن سے دور دراز مقام پر جدا کر دیئے جانے میری مانند ہے 65۔

عبدالرحمٰن کو اپنی بہنوں سے بڑا انس تھا۔ مراسلت کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ عبدالرحمٰن کبھی نظم میں اپنے جذبات کی ترجمانی کرتا اور ان کو بھیجا کرتا۔ بعض نظمیں مؤرخین نے محفوظ رکھی ہیں۔ وہ شوق وطن اور درد و فراق سے مملو ہیں اور شیرینی برجستگی اور فصاحت و بلاغت کا نمونہ سمجھی جاتی ہیں 66۔

علم و ادب:

مقری نے ابن حیان سے نقل کیا ہے کہ لوگ دور دور سے قطبہ آتے اور قصر میں مہمان ہوتے اور امیر کی مجلس میں بیٹھتے تھے۔ ان مجلسوں میں لوگ عبدالرحمٰن کی شیریں کلامی سے جو فصاحت و بلاغت کا نمونہ ہوتی، خوش وقت ہوتے تھے۔ موقع موقع سے عبدالرحمٰن لوگوں کو خلعت، خاصے اور عطایا سے سرفراز کرتا اور لوگ یہاں سے نہایت خوش و خرم اپنے وطن کو لوٹتے اور امیر کی ستائش میں ان کی زبانیں خشک ہوتیں۔ اور ملک میں ہر طرف عبدالرحمٰن کی داد و دہش، قدردانی اور خوش گفتاری کا چرچا رہتا تھا۔ کبھی لوگ نظموں میں کبھی فصیح و بلیغ مراسلوں میں عبدالرحمٰن کو خطاب کرتے اور وہ اسی کے مطابق نہایت بلیغ جوابات سے لوگوں کو خوش وقت کرتا۔ ایسی بعض نظمیں اور گفتگوئیں بھی مؤرخین نے محفوظ رکھی ہیں۔ سب میں ہے کہ عبدالرحمٰن کو بلاغت میں ایسا بلند درجہ حاصل تھا جو بنو مروان میں بہت کم لوگوں کو نصیب تھا 67۔

عبدالرحمٰن اور اس کے بعد کے زمانہ میں جو ممتاز شعراء اور ادباء گزرے ان کا تذکرہ علوم کی تاریخ میں تفصیل سے آئے گا۔ اس کے زمانہ میں شاعر اُندلس کی حیثیت سے ابوالمحشیٰ کا نام لیا جا سکتا ہے وہ عبدالرحمٰن کے دامن دولت سے وابستہ تھا اور قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ اتفاق کی بات اس نے سلیمان بن عبدالرحمٰن کی مدح میں کچھ اشعار کہے۔

سلیمان اور ہشام میں چشمک جاری تھی۔ ان اشعار پر شبہ ہوا کہ ان میں ہشام پر تعریض کی گئی ہے اور محض اس جرم میں ہشام کے کسی ہوا خواہ نے اس کی آنکھوں میں سلائی پھروادی اور وہ اندھا ہوگیا۔ عبدالرحمٰن نے اس واقعہ کو سن کر اس کو دربار میں بلوایا۔ اس نے اس کی شان میں ایک قصیدہ سنایا۔ اس قصیدہ سے عبدالرحمٰن پر بڑی رقت طاری ہوئی۔ اس نے خوش ہوکر دو ہزار دینار عطا کیے۔ پھر دونوں آنکھوں کی دیت میں علیحدہ رقم دی۔

مشہور شاعر ابن ہانی نے اس قصیدہ کے اشعار کو سننے کے بعد کہا' یہی چیز ہے جس کو ہم شعراء چاہتے ہیں مگر حاصل نہیں ہوئی۔

ہشام نے اپنے زمانہ حکومت میں اس کو مزید انعام سے نوازا۔ اس کے سبب سے اس کی آنکھیں زائل ہوئی تھیں اس لیے اس نے دوبارہ ان کی دیت دی 68۔

عبدالرحمٰن کے عہد میں اُندلس میں ممتاز اہل علم وفضل جمع تھے جن سے علوم دین و علوم عرب کی شمع روشن تھی۔ عبدالرحمٰن ان سے ادب واحترام سے پیش آتا اور ان کی خدمات کو قدر کی نگاہوں سے دیکھتا تھا۔

شیخ غازی بن قیس:

شیخ غازی بن قیس المتوفی 199ھ 814ء اُندلس میں علم دین کے رکن اعظم و تحصیل علم کے پروانوں کی شمع تھے وہ قرطبہ میں درس وتدریس کا شغل رکھتے تھے۔ پھر انہوں نے مشرق کا سفر کیا۔ جہاں اس زمانہ میں ائمہ فن کی مسند درس بچھی ہوئی تھی۔ چنانچہ امام مالک علیہ الرحمہ سے موطا سنی۔ نافع بن ابونعیم سے قرأت قرآن کا فن حاصل کیا۔ اسی طرح امام اوزاعی اور ابن جریج وغیرہ سے علوم کی تحصیل کی۔ تحصیل علوم کے بعد عبدالرحمٰن کے عہد حکومت میں اُندلس واپس آئے۔ قرطبہ ہی میں مستقل قیام اختیار فرمایا۔

شیخ غازی بن قیس کو اُندلس کے اہل علم میں دو حیثیتوں سے تقدم حاصل تھا۔ ایک تو ان ہی کے مقدس ہاتھوں سے مؤطا شریف پہلی مرتبہ اُندلس میں داخل ہوئی۔ دوسرے حضرت نافع کی قرأت بھی پہلی مرتبہ وہی اُندلس لائے۔

انہوں نے علوم دین کے ساتھ علوم عرب لغت اور نحو میں بھی کمال حاصل کیا۔ لغت کی تحصیل امام فن اصمعی اور اُس کے ہم رتبہ معاصرین سے کی۔ چنانچہ زبیدی نے انہیں

اُندلس کے نجومیوں میں شمار کیا ہے۔

صاحب دیباج المذہب لکھتا ہے۔

"یہ اُندلس میں علم عظیم کے ساتھ لوٹے اور ان سے اللہ تعالی نے وہاں کے باشندوں کو نفع پہنچایا۔ یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے مؤطا امام مالک اور قرأت نافع کو اُندلس میں پہنچایا۔ یہ قرطبہ میں قرأت میں لوگوں کے امام تھے۔ صاحب علم' صاحب فضل' دین دار' ثقہ' جرح سے محفوظ تھے اور بہت زیادہ حدیثیں بیان کیں۔"

ان کے تلامذہ میں ان کے صاحبزادے اور ابن حبیب وغیرہ ہیں۔

عبدالرحمٰن ان سے غایت درجہ عزت واحترام سے پیش آتا تھا۔ وقتاً فوقتاً ان کے دولت کدہ پر حاضر ہوتا اور نذر پیش کرتا۔ عہدہ قضا بھی پیش کیا تھا مگر انہوں نے قبول نہیں کیا69۔

شیخ ابوموسیٰ:

عبدالرحمٰن کے عہد حکومت کے دوسرے جلیل القدر صاحب علم وفضل ابوموسیٰ ہواری ہیں۔ انہوں نے بھی علوم کی تکمیل مشرق میں کی اور اس دور کے مشہور شیوخ سے فیوض حاصل کیے۔ علم دین کے ساتھ علم وادب میں بھی دست گاہ رکھتے تھے۔ ان کے فیض سے اُندلس میں علوم کی ترقی ہوئی۔ ان کا قیام مورور میں تھا۔ یہ جب کسی موقع سے قرطبہ آتے تو یہاں کے مشائخ عیسیٰ بن دینار' یحییٰ ابن یحییٰ اور سعید بن احسان ان کے احترام میں فتویٰ دینا ملتوی کردیتے تھے اور ان کی طرف رجوع کرتے تھے۔ عبدالرحمٰن کی نگاہوں میں بڑی قدر ومنزلت رکھتے تھے اور وہ ان سے عزت واحترام سے پیش آتا تھا70۔

حلیہ واخلاق وعادات:

عبدالرحم کا قد لمبا' جسم نحیف' گال پچکے اور ناک چپٹی تھی اور یک چشم واقع ہوا تھا۔ چہرہ پر ایک تل تھا۔ بال سنہرے تھے اور گندھی ہوئی دو لٹیں دائیں بائیں چھٹی رہتی تھیں۔

مؤرخین نے اس کے اخلاق وعادات' فضل وکمال' دیانت وہوش مندی کو بہت

ہے۔ ابن اثیر لکھتا ہے:۔

''وہ نہایت فصیح' زبان آور' شاعر' بردبار' عالم' ہوش مند تھا۔ خروج کرنے والوں پر عجلت سے اٹھتا تھا آرام نہ لیتا تھا۔ اپنے کاموں کو دوسروں پر نہ چھوڑتا تھا اپنی راؤں پر مصر رہتا تھا۔ بہادر' سخی اور فیاض تھا۔ اکثر سفید لباس پسند کرتا تھا''۔

مقری کا بیان ہے جب وہ جہاز سے اُندلس کی زمین پر اترا تو اس کے سامنے شراب پیش کی گئی۔ اس نے یہ کہہ کر رد کر دیا کہ ''مجھے ایسی چیز چاہئے جو عقل کو بڑھائے نہ کہ کم کرے''۔

ایک موقع پر ایک خوبصورت کنیز پیش کی گئی تو اس نے کہا۔ ''یہ دل اور آنکھوں کی طراوت ہے۔ اگر میں اس میں مشغول ہو جاؤں تو اپنے مطلوب کو چھوڑ دوں گا اور اگر مطلوب کی فکر میں رہا تو اس کنیز پر ظلم ہوگا۔ اس لیے اس کو واپس لے جاؤ''۔

اس میں خود اعتمادی کا جوہر تھا۔ اس کی سیاسی زندگی میں ایسے مختلف لمحے آئے جب اس کو اپنے اسی وصف سے کامیابی حاصل ہوئی وہ اپنے خلاف مزاج کئی بات مشکل سے برداشت کر سکتا تھا۔ اس کے موالی بدر کو خیال ہو گیا تھا کہ حصول سلطنت میں وہ اس کا رہین منت ہے۔ اس نے یہ توہین گوارا نہ کی اور اسی لمحہ اس کو اپنے سے جدا کر دیا۔ بدر نے جرأت کر کے معافی چاہی اور کچھ اور باتیں اس کی زبان سے نکلیں۔ اس نے اس کو کہا کہ وہ اپنی زبان سے برباد ہوا اور پھر اس کو ترک سکونت کر کے سرحد پر چلے جانے کا حکم دے دیا اور آخر وقت معاف نہیں کیا۔

جب وہ قبائل بربر میں روپوش تھا تو ایک موقع پر ایک بربری عورت نے اس کو اپنے دامن میں پناہ دی تھی۔ وہ اُندلس آئی تو عبدالرحمٰن نے مزاح سے کہا کہ جب میں تیرے دامن میں روپوش تھا تو سخت بدبو آ رہی تھی۔ اس نے برجستہ جواب دیا۔ ''اے امیر وہ خود تیری بدبو تھی۔ پریشانی میں تجھ کو اپنی خبر نہیں ہوئی''۔ یہ جواب اس کو اگرچہ پسند آیا مگر پھر اس کو کبھی اپنے سامنے نہیں آنے دیا۔

مقری لکھتا ہے کہ وہ عام لوگوں کے ساتھ بیٹھتا تھا۔ ان کی شکایتیں سنتا تھا۔ ان کے جھگڑوں کو چکاتا تھا۔ کھانے کے وقت مجلس میں جتنے لوگ موجود ہوتے سب کو اپنے

ساتھ کھانا کھلاتا تھا۔

پھر ابن حیان کا قول نقل کیا ہے کہ:۔

''عبدالرحمٰن بردبار' بہترین علم اور اعلیٰ ذہن رکھنے والا' پختہ ارادے کا مالک' اپنے عزم کو پورا کرنے والا' عجز سے بے نیاز' جلد کوچ کرنے والا مستقل حرکت میں رہنے والا' راحت پر پڑ نہ رہنے والا' تکلیف سے گھبرا نہ اٹھنے والا' اپنے کاموں کو دوسروں پر نہ چھوڑنے والا' ہر کام کو پورا کرنے والا' شجاع' بہادر' ہر معاملہ پر غور و فکر کرنے والا' بلیغ' بلند آواز' شاعر' احسان کرنے والا' فیاض اور زبان آور تھا۔ وہ سفید لباس پہنتا اور سفید عمامہ باندھتا تھا اور اس لباس کو ترجیح دیتا تھا۔ اس کے دوست اور دشمن سب ڈرتے تھے۔ لوگوں کے جنازہ کے ساتھ جاتا' جمعہ اور عیدین میں آتا اور امامت خود کرتا تھا۔ منبر پر اور بڑے مجمعوں میں خطبے دیتا اور میل جول رکھ کر سب کو اپنی طرف مائل رکھتا تھا 71''۔

حوالہ جات وحواشی

(1) ابن اثیر ج 5 ص 376,377' و ج 6 ص 76۔ نفح الطیب ج 2 ص 63,62۔ ابن خلدون ج 4 ص 120 و 121۔ کتاب الامامۃ ج 2 ص 121۔ مجموعہ اُندلس از ص 26 تا 56 و ص 67' اخبار مجموعہ ص 6۔

(2) ابن القوطیہ کی روایت کسی قدر مختلف ہے مگر وہ قرین قیاس ہے۔

(3) نفح الطیب مقری ج 2 ص 64۔ افتتاح الاندلس ابن القوطیہ ص 22,23۔ مجموعہ اخبار الاندلس ص 69' 71 تا 74۔

(4) نفح الطیب ج 2 ص 65-64۔ افتتاح الاندلس ص 24 ابن اثیر ج 5 ص 378۔ مجموعہ اخبار الاندلس ص 76,74۔ مؤخر الذکر مجموعہ میں طرش کو ابوالحجاج یوسف بن بخت کی قیام گاہ لکھا گیا ہے جو عام روایتوں کے خلاف ہے۔

(5) مجموعہ اخبار اُندلس میں اس کا نام ''جداد بن عمرو مذحجی'' ہے۔

(6) مرج رلہط کا واقعہ مروان بن حکم اور عبداللہ بن زبیر کے قائد ضحاک بن قیس فہری کے درمیان یوم اضحیٰ جمعہ کے دن پیش آیا تھا۔ فہری کو شکست ہوئی تھی۔ قبیلہ قیس و فہر وغیرہ کے ستر ہزار

سپاہی قتل ہوئے تھے۔ اتفاق سے یوسف کے ساتھ بھی یہی دونوں قبائل قیس وفہر تھے۔ عبدالرحمٰن نے اسی واقعہ کو یاد کر کے اس موقع پر تفاول کیا۔

(7) غالباً یہ ''باجلیش'' یا بالش'' ہے جو قرطبہ سے شمال میں دریا کے پاس اس پار ہے۔ اس زمانہ میں یہ میدان واقع تھا اور اسی میں الناصر نے مشہور قصر مدینۃ الزہرا تعمیر کرایا تھا۔

(8) مقری' ابن القوطیہ اور ابن اثیر کے بیانوں میں واقعات کی تفصیلات میں اختلاف ہے۔ ان اختلافات سے دامن بچانے اور ناگزیر ہونے کی صورت میں قیاسی طور پر راجح قول کو قبول کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

(9) ابن اثیر ج 5 ص 378۔ افتتاح الاندلس ابن القوطیہ ص 30,24 نفح الطیب ج 1 ص 154۔ ج 2 ص 64-66۔ مجموعہ اخبار الاندلس از ص 76 تا ص 94۔ مقری ابن القوطیہ اور ابن اثیر کے بیانوں میں جزئی اختلافات ہیں۔ ان سے دامن بچانے کی کوشش کی گئی ہے اور ناگزیر صورت میں قیاسی طور پر راجح قول کو قبول کیا گیا ہے۔ یوسف و عبدالرحمٰن کے اس معاہدہ کا زمانہ ایک روایت میں 140ھ بھی آیا ہے۔

(10) مسعودی۔

(11) ابن اثیر ج 5 ص 378۔

(12) نفح الطیب ج 1 ص 154۔

(13) ابن اثیر ج 5 ص 38۔

(14) ابن اثیر ج 5 ص 381۔ نفح الطیب ج 4 ص 66۔ 67۔ مجموعہ اخبار اندلس ص 94,95-76۔

(15) ابن اثیر ج 5 ص 381۔ نفح الطیب ج 2 ص 66۔ و مجموعہ اخبار اندلس از ص 96 تا 101 مقری نے یوسف کے دونوں لڑکوں کے متعلق ایک روایت بھی نقل کی ہے کہ ان دونوں نے قید خانہ میں نقب کھودی۔ ابوالاسود محمد بن یوسف تو نقب کے ذریعہ جیل سے فرار ہو گیا مگر عبدالرحمٰن کو فربہی کی وجہ سے بھاگنے کا موقع نہ مل سکا۔ اور صمیل نے بھاگنے کی کوشش نہیں کی لیکن یہ روایت ابن اثیر کے تصریحی بیان کے خلاف ہے۔ ابوالاسود 167ھ تک جیل خانہ میں رہا۔ نقب کا واقعہ دوسرا ہے جس سے التباس ہو گیا ہے اس کا ذکر اب آئے گا۔ بعض روایتوں میں عمر بن عبدالملک کا نام عبداللہ بن عبدالملک لکھا گیا ہے اور بعض نے موقع جنگ یوں دکھایا ہے کہ عبدالملک ایک طرف

سے اور عمر بن عبدالملک دوسری طرف سے فوجیں لے کر آئے اور ان دونوں نے دو طرفوں سے حملہ کر کے یوسف کو شکست دی۔

(16) ابن اثیر ج 6 ص 52,53۔

(17) افتتاح الاندلس ابن القوطیہ ص 30۔

(18) ابن اثیر ج 5 ص 390۔ مجموعہ اخبار ص 101۔

(19) مجموعہ اخبار اندلس ص 101۔

(20) مؤرخین کے بیانوں میں اختلاف ہے۔ بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ یہ افریقہ سے آیا تھا اور باجہ میں بغاوت کا آغاز کیا تھا اور بعض روایتوں میں ہے کہ یہ باجہ ہی کا باشندہ تھا اور یہیں فرمان خلافت و علم آیا۔ اول الذکر روایت ابن عذاری' ابن اثیر' ابن خلدون اور مقری کی ہے۔ مؤخر الذکر بیان ابن القوطیہ کا ہے۔ اول الذکر روایت نظر انداز کرنے کے لائق نہیں' مؤخر الذکر بیان بھی اس لحاظ سے قرین قیاس ہے کہ کسی اجنبی کا کسی مقام پر آ کر اس قدر جلد کامیاب ہونا دشوار ہوتا اس لیے ہم نے تطبیق کی وہ صورت اختیار کی جو متن میں درج ہے۔

(21) مجموعہ اخبار اندلس ص 101۔ ابن القوطیہ ص 32۔ ابن اثیر ج 5 ص 440۔ ابن خلدون ج 4 ص 122۔ (اس میں علاء کی فوج کشی کا سال 149ھ چھپا ہے جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے) نفح الطیب ج 2 ص 67۔

(22) مجموعہ اخبار اندلس ص 104,101۔ ابن خلدون ج 4 ص 122۔ ابن اثیر ج 5 ص 446۔ ابن خلدون میں اس حملہ کا سال 149ھ چھپ گیا ہے۔ ایک روایت یہ مشہور ہے کہ ان لوگوں کو کمر تک چٹائی بننے والوں سے بنوا دیا تھا اور اسی تکلیف کے ساتھ بڑی دور سے قرطبہ تک لائے تھے۔

(23) ابن اثیر ج 5 ص 449 و 451۔ ابن خلدون ج 4 ص 122,123۔ مجموعہ اخبار اندلس ص 105۔ ابن خلدون میں ابن خراشہ کا نام عبداللہ کے بجائے عبدالرحمٰن چھپا ہے اور غیاث بن مسر کے بجائے ابن متبد ہے۔

(24) ابن اثیر ج 5 ص 464,463 و ج 6 ص 33,24,23,4 ابن خلدون ج 4 ص 123 نفح الطیب ج 2 ص 73 مجموعہ اخبار ص 111,109,107۔

(25) مجموعہ اخبار اندلس ص 105,106۔

(26) مجموعہ اخبار کے نسخہ میں ''میسر'' چھپا ہے۔ افتتاح اُندلس میں ''امنبس'' اور ''امنیس'' ہے۔ اس کے مترجم نے اشتباہ کے ساتھ Bembeyan لکھا ہے جس کو عرب جغرافیہ نویس ''بینذر'' لکھتے ہیں۔ شریف ادریسی نے اس نام کے قلعہ کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ غالب گمان ہے کہ یہی قلعہ مقام جنگ تھا۔

(27) ابن اثیر ج 6 ص 4,5۔ ابن القوطیہ ص 31,32۔ مجموعہ اخبار ص 107,108۔ ابن خلدون ج 4 ص 122۔ نفح الطیب ج 2 ص 67,73۔ 156ھ کے واقعات کی تفصیل ابن اثیر میں ہے اور 157ھ کی آخر الذکر لڑائی کا صرف اجمالی ذکر ہے۔ اسی طرح ابن خلدون میں ذکر آیا ہے۔ ابن القوطیہ اور مجموعہ اُندلس میں صرف آخر الذکر لڑائی کے واقعات ہیں بہ ظاہر دونوں تفصیلات ایک ہی موقع کے لیے متضاد بیانوں کے ساتھ نظر آتی ہیں۔ مگر ابن اثیر کے اس فقرے سے کہ 157ھ میں دوسری جنگ ہوئی اور اس میں خاتمہ ہوا۔ تطبیق کی یہی صورت سامنے آئی جو متن میں درج ہے اور قرائن سے یہی صحیح معلوم ہوئی۔ مجموعہ اخبار میں عبدالغفار کا نام عبدالغافر ہے۔ ابن القوطیہ نے میدان جنگ میں اس کے قتل کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ مگر صاحب مجموعہ نے وہ تفصیل درج کی ہے۔ جو متن میں کی گئی ہے۔ ابن اثیر نے بھی اجمالاً لکھا ہے کہ وہ جنگ میں مارا نہیں گیا۔

(28) مجموعہ اخبار اُندلس ص 111,112۔ ابن خلدون ج 4 ص 123۔

(29) نفح الطیب ج 2 ص 73۔ نفح الطیب میں ''رماحس'' کے بجائے ''دماحس'' چھپا ہے اور 163ھ کا واقعہ لکھا ہے یہ صحیح نہیں ہوسکتا کہ المنصور کا سال وفات اس سے پہلے ہے۔

(30) مجموعہ اخبار ص 104۔ ابن خلدون ج 4 ص 123۔ ابن اثیر ج 6 ص 40۔

(31) مجموعہ اخبار اُندلس ص 109,110۔ نفح الطیب ج 2 ص 71,72۔ ان دونوں کے بیانوں میں کچھ فرق ہے۔ نفح الطیب میں یحییٰ بن یزید کا نام عبدالسلام مکتوب ہے اور یہ واقعہ 163ھ کا لکھا ہے۔ صاحب مجموعہ نے 156ھ کے واقعات میں بیان کیا ہے۔ یہ بیان قابل ترجیح اس لیے معلوم ہوا کہ واقعہ میں بدر کا قصر میں مقیم ہونا دکھایا گیا ہے۔ اور ابن اثیر کی تصریح کے مطابق بدر 156ھ میں معتوب ہو کر قرطبہ سے جلاوطن کیا جاچکا تھا (ابن اثیر ج 6 ص 6) مقری نے بدر کے معتوب ہونے کے سال کی تعین نہیں کی ہے۔ یہ واقعہ 156ھ کے بعد کا نہیں ہوسکتا ورنہ وہ تفصیلات صحیح نہ ہوں گی۔

(32) نفح الطیب ج 1 ص 71,72۔

(33) ابن القوطیہ نے اس کا نام مطرف بن ابی لکھا ہے ص 32۔

(34) ابن اثیر ج 6 ص 7۔ انسائیکلوپیڈیا ج 5 ص 892 (شارلیمین) طبع یازدہم۔ سٹوری آف دی نیشنز (اسپین) ج 36 ص 32۔

(35) ابن اثیر ج 2 ص 36۔ مجموعہ اخبار اُندلس ص 110,111۔ ابن خلدون ج 4 ص 123۔ نفح الطیب ج 2 ص 73۔ ابن خلدون نے سلیمان بن یقظان کو برشلونہ کا عامل لکھا ہے حالانکہ ابھی تک اس نے اطاعت قبول نہیں کی تھی۔

(36) مجموعہ اخبار اُندلس ص 113 تا 116۔ ابن اثیر ج 6 ص 42,43,45۔ ابن خلدون ج 4 ص 133,134۔

(37) ابن اثیر ج 6 ص 43,44۔

(38) ابن اثیر ج 5 ص 382۔ ابن خلدون ج 4 ص 112۔ نفح الطیب ج 1 ص 155۔

(39) مصنف نے اس کی حکمرانی کا زمانہ صرف چھ سال لکھا ہے اور زمانہ حکومت 657ء سے 668ء ہے یہ گیارہ سال ہوتے ہیں۔ ابن خلدون نے مدت گیارہ سال لکھی ہے (ج 4 ص 180) اور یہ صحیح ہے۔ وینس کے قلم سے گیارہ کے بجائے چھ نکل گیا ہے۔

(40) انسائیکلوپیڈیا (اسپین) ج 25 ص 569 میں ان حکمرانوں کا ایک نقشہ درج ہے اس میں کہیں کہیں اسماء سنین اور رشتے مختلف درج ہیں۔ وہ نقشہ ذیل میں پیش ہے۔

1-پلایو Pelayo	718ء-737ء	گاتھ کے بادشاہ کے طور پر منتخب ہوا۔
2-فاویلا Feavila	737ء-739ء	پلایو کا بھائی
3-انفانسو اول Aphansoi	739ء-757ء	پلایو کا داماد
4-فرویلا Froila	757ء-768ء	انفانسو اول کا لڑکا اپنے بھائی کے ہاتھ سے مارا گیا۔
5-اوریلو Aurelio	768ء-774ء	بھائی یا چچازاد بھائی
6-سیلون Silon	774ء-785ء	اوریلو کا بہنوئی
7-موریکات Maurecat	785ء-789ء	انفانسو اول کا ناجائز لڑکا

(41) اسپین وینس اسٹوری آف دی نیشن سیریز ج 36 ص 30,31۔

(42) ابن خلدون ج ص 180۔ ابن خلدون کے اس نسخہ میں نام اور سنین بہت غلط چھپے ہیں اس لیے ناموں کے آگے قوسین میں اصل نام رکھ دیئے گئے اور سنین حذف کر دیئے گئے ہیں۔

(43) نفح الطیب جلد 1 ص 155۔

(44) تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو دی فرنیکس مصنفہ نولیس سرجنٹ اسٹوری آف دی نیشن سیریز ج 48 ص 230‘232۔ انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا یازدہم (اسپین) ج 25 ص 541 اور ج 3 ص 485 (بسکے) اسپین وینس اسٹوری آف دی نیشنز سیریز ج 36 ص 31 تا 36۔

(45) ابن اثیر ج 6 ص 43۔ ابن خلدون ج 4 ص 124۔ مجموعہ اخبار اُندلس ص 114۔ اخبار اُندلس ج 1 ص 410۔

(46) افتتاح الاندلس ابن القوطیہ ص 30,43۔

(47) ابن اثیر ج 5 ص 446 و ج 6 ص 76۔ مجموعہ اخبار اُندلس ص 116۔ ابن خلدون ج 4 ص 124۔ اس نے سال وفات 172ھ لکھا ہے۔ ابن اثیر نے بھی بطور ایک قول کے نقل کیا ہے لیکن 23 سال 139ھ سے آغاز اور 171ھ پر اختتام مان کر بولتے ہیں۔ مقری نے 24 ربیع الاول 171ھ تاریخ وفات لکھی ہے۔ (ج 2 ص 73)

(48) نفح الطیب ج 1 ص 155۔

(49) مجموعہ اخبار اُندلس ص 118,119۔ ابن خلدون ج 4 ص 122۔

(50) نفح الطیب ج 1 ص 76۔

(51) نفح الطیب مقری ج 1 ص 156۔

(52) نفح الطیب ج 1 ص 155۔

(53) نفح الطیب ج 1 ص 72۔

(54) ان بہنوں نے عبدالرحمٰن کی دعوت قبول نہیں کی اور یہ کہلا بھیجا کہ اب وہ شام میں امن وعافیت سے ہیں اس لئے سفر کے خدشات میں اب پڑنا مناسب نہ ہوگا۔ چنانچہ معاویہ بن صالح اُندلس واپس چلے آئے تھے افتتاح الاندلس ابن القوطیہ ص 43,44۔ مقری نے معاویہ بن صالح کے بعد عمر بن شرجیل پھر عبدالرحمٰن بن طریف کے نام قاضی قرطبہ کی حیثیت سے لکھے ہیں۔ اس اجمالی ذکر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں بھی عبدالرحمٰن کے عہد میں قضاءت کے عہدہ پر مامور

ہوئے مگر یہ ابن القوطیہ کی اس تصریح کے خلاف ہے کہ معاویہ بن صالح ہشام کے عہد کے پہلے سال تک تاحیات قاضی رہے۔ اس لیے ممکن ہے کہ یہ دونوں امیر عبدالرحمٰن کے زمانہ میں کسی اور شہر کے قاضی مقرر ہوئے ہوں۔ قرطبہ کے قاضی کی حیثیت قاضی القضاۃ کی سمجھنا چاہئے۔ اس عہدہ پر آخر وقت تک معاویہ بن صالح ہی مقرر رہے۔

(55) نفح الطیب ج 2 ص 72۔

(56) نفح الطیب ج 1 ص 156‘ ج 2 ص 67,68۔

(57) نفح الطیب ج 2 ص 74۔

(58) مجموعہ اخبار اُندلس ص 110۔

(59) نفح الطیب ج 2 ص 75۔

(60) مجموعہ اخبار اُندلس ص 79۔

(61) نفح الطیب ج 1 ص 255۔

(62) ابن اثیر ج 5 ص 379۔ ابن خلدون ج 4 ص 121۔ نفح الطیب ج 1 ص 155۔

(63) نفح الطیب ج 1 ص 217,218۔

(64) نفح الطیب ج 1 ص 263 و 255۔ ابن اثیر ج 5 ص 379۔ ابن خلدون ج 4 ص 121۔

(65) ابن اثیر ج 2 ص 77۔ نفح الطیب ج 2 ص 76۔

(66) نفح الطیب ج 2 ص 68۔

(67) نفح الطیب ج 2 ص 69۔

(68) افتتاح الاندلس ابن القوطیہ ص 36

(69) افتتاح الاندلس ابن القوطیہ ص 34۔ دیباج المذہب ص 219۔ بغیۃ الوعاۃ سیوطی ص 371۔

(70) افتتاح الاندلس ص 35۔

(71) ابن اثیر ج 6 ص 76۔ نفح الطیب ج 2 ص 74,70,79,68 و ج 1 ص 156‘ 157۔

ہشام اوّل

171ھ 787ء۔180ھ 796ء

ہشام، عبدالرحمٰن کا تیسرا بیٹا تھا جو اس کے اوائل حکومت میں حلل نام کی ایک کنیز کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔ اس کی کنیت ابوالولید تھی۔ اس کا بڑا بھائی سلیمان اور چھوٹا عبداللہ تھا۔ جیسا کہ اوپر گزرا، عبدالرحمٰن نے اپنی زندگی میں اس کو اپنا ولی عہد اور جانشین نامزد کر دیا تھا۔ اس کے بڑے بھائی سلیمان کو دلی ملال تھا۔ لیکن عبدالرحمٰن نے بڑی احتیاط سے مختلف امتحانوں اور آزمائشوں کے ذریعہ ان دونوں میں موازنہ کرنے کے بعد یہ فیصلہ کیا تھا۔ ہشام جب کسی مجلس میں آجاتا تو اپنے علم ادب، تاریخ، مذاکرات اور بہادروں کے کارناموں اور تذکروں سے مجلس کو معمور کر دیتا تھا۔ ہشام کی یہ ادائیں عبدالرحمٰن کو دل سے بھاتی تھیں۔ اس کے برخلاف سلیمان کے مجلس میں آتے ہی پراگندگی پھیل جاتی تھی۔ اور مجلس غیر سنجیدہ ہو جاتی تھی۔ رفتہ رفتہ عبدالرحمٰن کی نظروں میں ہشام کی وقعت بڑھتی گئی اور سلیمان اس کی نظروں سے اترتا گیا۔ ایک مرتبہ اس نے ان دونوں کا موازنہ کرنے کے لیے ہشام کے سامنے دو شعر پڑھے اور پوچھا کہ یہ کس کے شعر ہیں؟ ہشام نے کہا یہ امرؤ القیس کے ہیں اور ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ گویا یہ ہمارے امیر ہی کی شان میں کہے ہوئے ہیں۔ عبدالرحمٰن نے ہشام کو سینہ سے لگالیا۔ پھر دوسرے وقت ان شعروں کو سلیمان کے سامنے پڑھا۔ اس نے کہا ''میرے پاس دوسرے ضروری کام ہیں۔ عرب اشعار یاد کرنے کی فرصت نہیں''۔ عبدالرحمٰن یہ جواب سن کر خاموش ہو گیا1۔ اور اس واقعہ کے کچھ دنوں بعد اس نے ہشام کو اپنا جانشین نامزد کر دیا۔ لیکن سلیمان اس فیصلہ سے مطمئن نہیں ہوا اور آنے والے وقت کے انتظار میں رہا۔

تخت نشینی:

عبدالرحمٰن کی وفات کے وقت ہشام ماردہ کا اور سلیمان طلیطلہ کا والی تھا۔ قرطبہ میں ہشام کا چھوٹا بھائی عبداللہ موجود تھا۔ اس نے باپ کے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ ہشام کی امارت کے لیے اس کی طرف سے غائبانہ بیعت لی اور اس کو سانحہ کی اطلاع بھیج دی۔ چنانچہ وہ اسی وقت ماردہ سے چل کھڑا ہوا اور چھٹے دن قرطبہ پہنچ کر حکومت کی زمام اپنے ہاتھوں میں لے لی2۔

برادرانہ جنگ:

سلیمان طلیطلہ میں حکمران تھا یہاں کے لوگ عبدالرحمٰن کے زمانہ میں مشکل سے اس کے مطیع ہوئے تھے۔ سلیمان نے ہشام کے خلاف انہی استعمال کرنا چاہا۔ چنانچہ وہ ہشام کی مخالفت میں اس کی اطاعت قبول کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ دوسری طرف ہشام اپنے چھوٹے بھائی عبداللہ کو بھی خوش نہ رکھ سکا۔ اس نے اس کی طرف سے غائبانہ بیعت لی تھی اور امور مملکت میں صلاح و مشورہ میں شریک رہنے کا خواہش مند تھا۔ لیکن ہشام کے طرز عمل کو دیکھ کر وہ خانہ نشین ہو گیا۔ اس کے بعد موقع پا کر وہ قرطبہ سے طلیطلہ بھاگا۔ ہشام نے اس کے تعاقب میں سوار دوڑائے مگر وہ نکل بھاگا اور سلیمان کے پاس پہنچ کر بغاوت کے منصوبہ میں اس کا شریک ہو گیا۔

ہشام نے سلیمان اور عبداللہ کو پیش قدمی کرنے کا موقع نہ دینا چاہا۔ اس لیے وہ خود فوج لے کر گیا اور شہر کا محاصرہ کر لیا۔ سلیمان نے یہاں مقابلہ کرنا مناسب نہ سمجھا اور اپنے لڑکے اور بھائی عبداللہ کو طلیطلہ کی حفاظت پر مامور کر کے خود فوج لے کر دوسرے راستہ سے قرطبہ چلا گیا۔ ہشام کو قرطبہ والوں پر اعتماد تھا اس لئے اس نے طلیطلہ کا محاصرہ اٹھانا مناسب نہ سمجھا۔ ادھر سلیمان شقندہ پہنچا تھا کہ اہل قرطبہ اس کا راستہ روکنے کے لیے آگے بڑھے۔ دوسری طرف ہشام نے اپنے لڑکے عمید الملک کی سرکردگی میں اہل قرطبہ کی مدد کے لیے فوج بھیجی۔ سلیمان کی ہمت دو سمتوں میں مخالفوں کو دیکھ کر چھوٹ گئی اور معمولی مقابلہ کے بعد وہ پسپا ہو گیا۔

ادھر ہشام نے طلیطلہ کے محاصرہ میں دو مہینے کچھ دن سے زیادہ گزار دیئے۔

مقابلہ کے لیے کوئی فوج نہ نکلی تو آس پاس کے درختوں کو نقصان پہنچا کر قرطبہ لوٹ آیا۔ عبداللہ نے چند مہینوں میں ہشام کے ستارہ اقبال کی درخشانی دیکھ لی۔ وہ سلیمان سے چھپ کر تدمیر چلا گیا تھا اور ہشام پر بھروسہ کر کے امان طلب کئے بغیر بلا اطلاع قرطبہ چلا آیا۔ ہشام نے محبت سے اس کو سینہ سے لگایا اور حسن سلوک کے ساتھ پیش آیا۔

اس کے بعد ہشام نے 174ھ 790ء میں اپنے لڑکے معاویہ کی سرکردگی میں تدمیر فوج بھیجی۔ جہاں سلیمان نے تھوڑی بہت فوج اکٹھا کر لی تھی۔ دونوں فوجوں میں مقابلہ ہوا۔ اس موقع پر بھی سلیمان نے شکست کھائی اور بلنسیہ کے علاقوں میں بربروں کے درمیان جا کر پناہ لی۔ معاویہ تدمیر کے علاقہ میں غارت گری کر کے واپس چلا آیا۔

سلیمان اسی علاقہ میں کچھ دنوں روپوش رہا۔ اس کے بعد دونوں بھائیوں میں مصالحت ہوگئی۔ ہشام نے سلیمان کو اپنے اہل وعیال اور دولت وثروت کو ساتھ لے کر اُندلس سے چلے جانے کی اجازت دی۔ اس کے ساتھ باپ کے ترکہ میں حصہ رسدی کے طور پر ساٹھ ہزار دینار اس کو دیئے گے اور عبداللہ نے بھی سلیمان کی رفاقت کی اور دونوں بھائی اپنے اہل وعیال واموال کے ساتھ اُندلس سے ترک سکونت کر کے مغرب میں آ کر قبائل بربر کے ساتھ سکونت پذیر ہو گئے اور اُندلس میں برادرانہ جنگ کا خاتمہ ہو گیا3۔

مشرقی اُندلس میں بغاوت:

ہشام جب تک سلیمان کا مقابلہ کرنے میں مصروف رہا۔ مختلف مقاموں پر فتنہ پرداز جماعت کو بھی سر اٹھانے کا موقع ملا۔ مگر ہشام نے ان کی طرف توجہ نہیں کی۔ چنانچہ عبدالرحمٰن کے زمانہ کے مشہور سرکش حسین بن یحییٰ انصاری کے لڑکے سعید نے اسی زمانہ میں 172ھ 788ء اقلیم طرطوشہ کے ایک مقام شاغنت میں بغاوت کا علم بلند کیا اور یمانیوں کو شریک دعوت کیا۔ چنانچہ یمانی بڑی تعداد میں اس کے گرد جمع ہو گئے اس نے کوچ کر کے طرطوشہ پر قبضہ کر لیا اور یہاں کے اموی عامل یوسف قیسی کو شہر بدر کر دیا۔

اگرچہ ہشام نے سلیمان کی مہم میں مصروف ہونے کی وجہ سے ادھر کوئی توجہ نہیں کی لیکن یمانیوں کے خروج کی وجہ سے مضران کے مقابلہ میں جمع ہو گئے اور موسیٰ بن خرتون کی سرکردگی میں ہشام کی اطاعت کا علم بلند کیا۔ اب سعید اور موسیٰ کی فوجوں میں مقابلہ ہوا۔ موسیٰ نے فتح پائی۔ سعید قتل کیا گیا اور طرطوشہ پر قبضہ کر کے وہ سرقسطہ میں داخل ہوا۔

سعید کے مارے جانے کے بعد حسین بن یحییٰ کے ایک موالی جحدر نے علم بغاوت سنبھال لیا۔ پھر دوسری طرف سے عبدالرحمٰن کے زمانہ میں دوسرے مشہور سرکش سلیمان بن یقظان کے لڑکے مطروح نے برشلونہ میں خروج کیا۔ اس کے ساتھ بڑی جمعیت فراہم ہوگئی۔ موسیٰ پسپا ہو کر فرار ہو گیا اور باغیوں نے طرطوشہ، برشلونہ، سرقسطہ اور دشقہ وغیرہ میں اپنی حکومت قائم کر لی۔ اس طرح پورا مشرقی اُندلس ہشام کے ہاتھوں سے نکل گیا اور وہاں باغیوں کی مستحکم متوازی حکومت قائم ہو گئی۔

175ھ 791ء میں ہشام کو سلیمان اور عبداللہ کی جلاوطنی کے بعد ان لوگوں کی طرف سے یکسوئی حاصل ہوئی تو اس نے سب سے پہلے اس علاقہ کو سر کرنے کی طرف توجہ کی۔ چنانچہ اسی سال ایک عظیم الشان لشکر ابو عثمان عبیداللہ بن عثمان کی سرکردگی میں سرقسطہ بھیجا۔ ابو عثمان نے سرقسطہ کا محاصرہ کیا۔ مگر کامیابی نہیں ہوئی تو محاصرہ اٹھا کر سرقسطہ کے قریب ایک قلعہ طرسونہ میں آ کر مقیم ہو گیا اور یہاں سے فوج کے چھوٹے چھوٹے دستے سرقسطہ والوں کی غارت گری کے لیے بھیجے۔ اس لشکر نے شہر کے آس پاس کی زراعت پر قبضہ کر کے اور اس کے ساتھ سختی سے سامان خوراک کی ناکہ بندی کی کہ شہر کے اندر غلہ کا ایک دانہ بھی نہ پہنچ سکے۔

ابو عثمان ان ہی کوششوں میں مصروف تھا کہ ادھر تائید ایزدی سے ایک دوسرا واقعہ پیش آ گیا۔ مطروح سرشام اپنے شکاری باز لے کر شکار کے لیے نکلا۔ باز نے کسی چڑیا کو شکار کر کے گرایا۔ مطروح اس شکار کو اپنے ہاتھوں سے ذبح کرنے کے لیے جھکا تھا کہ اس کے دو دغاباز ساتھی اس پر جھپٹ پڑے اور اس کا سر کاٹ لیا۔

قاتل مطروح کا سر ابو عثمان کے پاس لے آئے۔ اس کے بعد اس نے سرقسطہ والوں کو خط لکھ کر اطاعت قبول کرنے کی دعوت دی۔ شہریوں نے سپر ڈال دی۔ ابو عثمان فوج لے کر سرقسطہ میں داخل ہو گیا اور اس نے مطروح کا سر اور سرقسطہ والوں کی اطاعت قبول کرنے کی خوشخبری ہشام کے پاس بھیج دیا اور پورا مشرقی اُندلس ہشام کی اطاعت میں داخل ہو گیا4۔

بنو قسی کا اقتدار:

اس کے بعد ہشام نے سرقسطہ کے ایک ذی مرتبہ عیسائی خاندان کی، جس نے

ایک زمانہ سے اسلام قبول کر لیا تھا خدمات حاصل کیں' "بنوقسی" کے نام سے مشہور تھے۔ ہشام نے ان کے عقائد موسیٰ بن فرتون Fontunio ہو کر سرقسطہ کا صوبہ دار بنایا اور اس وقت سے آئندہ تقریباً سو برس سے زائد مدت تک اس علاقہ میں بنوقسی صاحب اقتدار رہے۔ آئندہ سو برس کی مدت میں یہ کبھی بنوامیہ کے خیر خواہ رہے اور کبھی ان سے باغی اور نبرد آزما رہے جیسا کہ آگے چل کر مختلف فرماں رواؤں کے عہد میں ان کے جستہ جستہ حالات سامنے آتے جائیں گے۔ سرقسطہ سے یک سو ہونے کے بعد اب صرف طلیطلہ والے باقی رہ گئے تھے۔ سلیمان کے جلاوطن ہونے کے بعد ان کے لیے بھی اب کوئی سہارا باقی نہیں رہ گیا تھا۔ چنانچہ 175ھ میں انہوں نے اطاعت قبول کرنے کی درخواست کی۔ ہشام نے ان کو امن کا پروانہ بھیجا اور یہ علاقہ بھی زیر حکومت آ گیا۔ اس کے بعد 176ھ میں اس نے اپنے بیٹے حکم کو یہاں کا والی بنا کر بھیجا۔ اس نے یہاں نئے سرے سے نظم و نسق قائم کیا اور وہ یہیں مقیم ہو گیا5۔

بربروں کی ایک بغاوت:

اس کے بعد ہشام کے پورے زمانہ حکومت میں بربروں کی بغاوت کا صرف ایک واقعہ پیش آیا ورنہ پورا دور پورے امن و امان سے گزرا۔ بربروں نے 178ھ میں تاکرنا میں بغاوت کا علم بلند کیا تھا اور اس علاقہ میں انہوں نے بڑی سخت شورش مچائی تھی۔ جابجا غارت گری کی تھی اور راستے کاٹ دیئے تھے۔ ہشام نے عبدالقادر بن ابان کو جو بنو امیہ کے والیوں میں سے تھا' اس علاقہ کو زیر کرنے کے لیے روانہ کیا۔ عبدالقادر نے بڑی سخت گیری سے اس بغاوت کا استیصال کیا بکثرت بربری قتل یا گرفتار ہوئے اور اس پورے علاقہ میں ایسی دہشت پھیلی کہ تاکرنا اور اس کے آس پاس کی پہاڑیاں مسلسل سات برس تک غیر آباد اور سنسان پڑی رہیں۔ اس کے بعد رفتہ رفتہ لوگ یہاں آباد ہوئے اور امن و امان سے زندگی بسر کرتے رہے6۔

173ھ 788ء میں عیسائی حکومت جلیقیہ کے فرماں روا موریکاٹ کا جس کو عرب مؤرخین موریتاط لکھتے ہیں' انتقال ہوا۔ اس کا جانشین برمند یعنی برموڈ راول ہوا۔ ابن اثیر کا بیان ہے کہ اس نے چند ہی دنوں کے بعد حکومت سے کنارہ کش ہو کر راہبانہ زندگی اختیار کر لی اور اپنے بھتیجے کو 175ھ 791ء میں انفانسو دوم کے لقب سے تخت نشین کر دیا۔

وہ ہشام کا ہم عصر تھا۔ اس نے کامل پچاس برس حکمرانی کی۔ مغربی مؤرخین لکھتے ہیں کہ اس کے دور حکومت میں عربوں سے کوئی لڑائی نہیں سنی گئی7 لیکن عرب مؤرخین کے بیان کے مطابق ہشام کے دور حکومت میں اُندلس میں کامل امن و امان کے قیام کے بعد عیسائی ممالک خصوصاً جلیقیہ پر ایک سے زیادہ مرتبہ فوج کشی ہوئی اور بالآخر دونوں حکومتوں نے ایک دوسرے کی سرحدوں کا احترام کرنے کا عہد کیا اور اس کے بعد عیسائی اس کے زمانہ میں پھر سر نہیں اٹھا سکے۔

چنانچہ ہشام کے عہد میں 175ھ 791ء میں سرقسطہ کے مطیع ہو جانے کے بعد ابوعثمان اس لشکر کو لے کر عیسائی ممالک کی طرف روانہ ہوا اور البہ اور قشتالیہ کی عیسائی حکومتوں کی حدود میں چھاپے مارے۔ جن میں بہت سے عیسائی مارے گئے اور مال غنیمت ہاتھ آیا۔ اس کے بعد ہشام نے اسی سال حکومت جلیقیہ پر تاخت کرنے کے لیے یوسف بن بخت کو فوج دے کر بھیجا۔ اس زمانہ میں برمند تخت نشین تھا۔ اس نے اسلامی لشکر کا مقابلہ کیا اور شکست کھائی۔ اس لڑائی میں بہت سے عیسائی مارے گئے اس کے بعد البہ پر دوسرا حملہ 176ھ 792ء میں کیا گیا۔ یہ فوج عبدالملک بن عبدالواحد کی قیادت میں گئی تھی۔ یہ لشکر بھی کامیاب ہو کر مال غنیمت کے ساتھ واپس آیا۔

یہ حملے خاص طور پر اس لئے کئے جا رہے تھے کہ سرقسطہ کی بغاوتوں کے سلسلہ میں چند اہم سرحدی مقامات اربونہ اور جرندہ وغیرہ عیسائیوں کے قبضہ میں چلے گئے تھے۔ چنانچہ ابتدائی قوت آزمائی کے بعد 177ھ 793ء میں عبدالملک بن عبدالواحد کی سرکردگی میں ایک مہم اور بھیجی گئی۔ اس نے اس مرتبہ مشہور شہر جرندہ کا محاصرہ کیا اور پے در پے حملے کر کے اس کی فصیل اور برجوں کو گرا دیا۔ عیسائی حکمران شہر کو بے قابو دیکھ کر شہر کو چھوڑ کر اربونہ چلا گیا۔ چنانچہ مسلمان جرندہ میں داخل ہو گئے اور اسلامی پرچم نئے سرے سے ان شہر پر لہرانے لگا۔

اس کے بعد اربونہ کا رخ کیا گیا۔ یہاں بھی کامرانی مسلمانوں کے قدم چومنے کے لیے تیار تھی۔ چنانچہ یہ قدیم اسلامی شہر بھی نئے سرے سے مسلمانوں کی حکمرانی میں داخل ہوا اور یہاں کثیر مال غنیمت حاصل ہوا۔ اربونہ والوں پر تعزیراً حکم عائد کیا گیا کہ شہر کی فصیل کے ملبہ کو قرطبہ پہنچائیں۔ چنانچہ اس کے پتھر قرطبہ پہنچائے گئے اور یادگار کے طور پر قرطبہ

کے باب الجنان کے قریب ایک مسجد تعمیر کی گئی۔ تعمیر کے بعد بھی بہت سا ملبہ باقی رہ گیا۔

اس کے بعد اربونہ کا خمس وصول کیا گیا جو کثیر تعداد میں تھا۔ یہ رقم جامع مسجد قرطبہ کی تعمیر میں صرف کی گئی۔ اس کے بعد مسلمانوں نے آس پاس کی عیسائی آبادیوں پر چھاپے مارے اور عیسائی بڑی تعداد میں مارے گئے' بے دریغ دولت ہاتھ آئی قتل و غارت گری کا یہ سلسلہ چند مہینوں تک جاری رہا۔ بہت سے قلعے مسمار کئے گئے۔ زراعتیں جلائی گئیں۔ انسان موت کے گھاٹ اتارے گئے اور اس قتل و نہب کا ایسا سکہ ان لوگوں کے دلوں پر بیٹھا کہ پھر انہوں نے مدت ہائے دراز تک اسلامی سرحد کی طرف آنکھ اٹھانے کی جرأت نہیں کی8۔

اس کے بعد ہشام نے عبدالکریم کو 178ھ 794ء میں البہ کی طرف فوج دے کر بھیجا۔ اور دوسرا لشکر اس کے بھائی عبدالملک بن عبدالواحد کی سرکردگی میں جلیقیہ روانہ کیا۔ عبدالکریم یلغار کرتا ہوا جنوبی فرانس کے علاقہ سپٹیمنیا میں داخل ہوا۔ یہاں کے بعض مقامات مسلمانوں کے قبضہ میں رہ چکے تھے۔ جرندہ اور اربونہ (ناربون) کے مسلمانوں کے قبضہ میں ہو جانے کی وجہ سے اس علاقہ کے اہم راستے ان پر کھل گئے تھے۔ چنانچہ وہ بڑی تیزی سے آگے بڑھتا گیا۔ آگے چل کر ڈیوک آف ٹولوس ایک فوج کے ساتھ مزاحم ہوا مگر اس نے بری طرح شکست کھائی۔

ڈیوک کے فرار ہونے کے بعد عبدالکریم مال غنیمت کے ساتھ بخیر و خوبی واپس لوٹ آیا۔ اس کے بعد اس نے جلیقیہ کا رخ کیا اور اس کے دارالحکومت تک جا پہنچا۔ شہر کو نقصان پہنچایا۔ بعض کلیسے بھی برباد کئے اور مال غنیمت لے کر واپس لوٹا۔ واپسی میں رہنما کی غلطی سے فوج راہ سے بھٹک گئی اور اس کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ گھوڑے اور اسلحہ ضائع ہوئے۔ بہت سی جانیں بھی تلف ہوئیں۔ آخر بہ ہزار دشواری فوج کو راستہ ملا اور باقی ماندہ سپاہ قرطبہ واپس آئی۔

اس کے بعد ہشام نے دوسرے سال 179ھ 795ء میں پھر دو لشکر تیار کئے ان میں سے ایک کو مشرقی اُندلس کی سرحد کے پار بھیجا۔ یہ کامیابی سے آگے بڑھتا اور مال غنیمت حاصل کرتا گیا۔ لیکن واپسی کے وقت جب کہ یہ لوگ مال غنیمت سے لدے ہوئے تھے عیسائیوں کا لشکر مقابلہ میں آیا اور کچھ مسلمان شہید ہو گئے۔ لیکن پھر حسنِ تدبیر سے وہ بچ

کر بخیر و خوبی واپس آ گئے اور بجز چند جانوں کے اتلاف کے اور کوئی نقصان نہیں پہنچا۔

دوسرا لشکر عبدالملک کی سرکردگی میں جلیقیہ کی طرف بھیجا گیا تھا۔ عبدالملک تاخت کرتا ہوا اشرقہ تک پہنچ گیا۔ الفانسو دوم بھی غافل نہ تھا۔ اس نے پہلے سے مکمل تیاریاں کر لی تھیں۔ حکومت جلیقیہ کی پوری سپاہ کے علاوہ حکومت بسکے اور اس کے قریب کی دوسری عیسائی حکومتوں کی فوج مدد کے لیے آ گئی ہوئی تھی۔ الفانسو اس متحدہ سپاہ کو لے کر آگے بڑھا۔ لیکن عرب مؤرخین کا بیان ہے کہ عبدالملک کا سامنا ہوتے ہی الفانسو پر ایسی ہیبت چھائی کہ اس کے قدم اکھڑ گئے۔ وہ پیٹھ پھیر کر بے تحاشا بھاگا۔ عبدالملک نے اس کا پیچھا کیا اور بھاگنے والے عیسائیوں میں سے جو ملتا گیا اس کو قتل کرتا گیا۔ اس کے بعد مسلمان جلیقیہ کی پورے حدود حکومت پر چھائے۔ عیسائی بری طرح قتل کئے گئے۔ شہروں کو برباد کیا گیا اور کثیر مال غنیمت جمع کیا گیا۔ اس دار و گیر میں مسلمان انفانسو کی حرم سرا تک پہنچ گئے اور یہ افسوس ناک واقعہ ہے کہ اس کے حرم کی حرمت بھی قائم نہ رہ سکی9۔

مسلمانوں کے اس آخری حملہ کے بعد حکومت جلیقیہ' اور آس پاس کی دوسری عیسائی حکومتوں نے اسلامی حکومت اُندلس کی برتری کے آگے سر جھکا دیا اور الفانسو کو پھر کبھی جرأت نہ ہو سکی کہ وہ اسلامی سرحد کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھ سکے۔ ہشام کے عہد کا یہ مشہور واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ کسی مسلمان مخیر نے کچھ رقم وقف کی کہ اس سے عیسائیوں کے یہاں سے مسلمان قیدیوں کو فدیہ دے کر چھڑایا جائے مگر تحقیقات کے بعد کسی عیسائی حکومت کے قبضہ میں کوئی ایک مسلمان قیدی بھی نہ مل سکا جس کو فدیہ دے کر چھڑایا جاتا کیونکہ عیسائی مسلمانوں کو عموماً سرحدی شہروں پر چھاپے مار کر پکڑا کرتے تھے۔ ہشام کے زمانہ میں اسلامی حکومت کا ایسا رعب چھایا کہ وہ اسلامی سرحد کے پاس بھی نہیں پھٹکتے تھے۔ اس لیے دشمنوں کے قبضہ میں کوئی مسلمان قیدی نہ مل سکا10۔

دنیا سے کنارہ کشی:

ہشام نے اپنی خود اعتمادی اور پختہ عزم سے چند سال کے اندر ملک میں ایسا امن و امان قائم کیا۔ جس کی نظیر اس سے پہلے نہیں گزری تھی۔ مگر خود اس کی طبیعت پر جذبہ یاس طاری تھا۔ جزیرہ خضراء میں اس زمانہ میں ایک ماہر فن نجومی ضبی نامی تھا۔ اپنے دور حکومت کے آغاز میں اس نے اس کو بلا بھیجا اور کہا کہ تم نے اپنے علم سے میرے متعلق بھی غور کیا ہوگا

تمہیں قسم دیتا ہوں کہ جو کچھ تمہیں معلوم ہوا سے بتادو۔ جنی نے حلف کے ساتھ معذرت پیش کی کہ وہ اس خدمت سے معاف رکھا جائے۔ ہشام نے اس کو واپس کر دیا۔ کچھ دنوں کے بعد پھر بلا بھیجا اور سنجیدگی کے ساتھ کہا کہ میں جو کچھ تم سے پوچھتا ہوں اس پر مجھے یقین نہیں ہے لیکن تم جو کچھ تخمینی طور پر میرے متعلق کہہ سکتے ہو اس کو نہ چھپاؤ۔ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ اگر خبر بد ہوگی تو بھی میں تمہیں ویسے ہی داد و دہش سے خوش کروں گا جیسے کہ کسی خوش خبری سننے کے موقع پر کرسکتا۔ ضبی نے ہشام کے اصرار سے مجبور ہو کر کہا کہ ''سات آٹھ کے درمیان ہوگا'' مدعا یہ تھا کہ اس کا عہد حکومت سات آٹھ سال کے درمیان ہے۔ ہشام نے یہ سنتے ہی سر جھکا لیا۔ پھر سر اٹھا کر کہا ''ضبی اگر یہ مدت خدا کے سجدے میں بسر ہوتی تو زیادہ بہتر تھا۔ اس کے بعد ضبی کو حسب وعدہ انعام وخلعت سے سرفراز کر کے واپس کیا اور اس کے بعد وہ اپنا زیادہ وقت عبادت وریاضت میں بسر کرنے لگا 11۔

وفات:

ہشام نے انتالیس سال چار ماہ کی عمر میں بماہ صفر 180ھ میں وفات پائی 12۔

عہد حکومت:

ہشام کا زمانہ حکومت سات سال سات مہینے اور آٹھ یوم بیان کیا جاتا ہے 13 باوجودیکہ یہ نہایت مختصر عہد حکومت ہے۔ لیکن یہ اُندلس کے اموی دور میں نہایت اہم سمجھا جاتا ہے۔ ملک میں امن وامان کا قیام سرحد کی عیسائی حکومتوں پر تفوق، عدل وانصاف ورعایا پروری، احکام وقضایا اور تحصیل وصول میں کتاب وسنت کی کامل پیروی اس کے عہد حکومت کی نمایاں خوبیاں ہیں۔ ابن اثیر لکھتا ہے:-

''وہ صاحب عمل وعزم، صائب الرائے، شجاع، عدل پرور، مخیر، ارباب خیر صلاح کا دوست، دشمنوں کے لیے سخت گیر اور جہاد کا شائق تھا۔ اس کے زمانہ میں اسلام کو سربلندی اور کفر کو ذلت نصیب ہوئی اس کے فضائل بکثرت ہیں جن کو اہل اُندلس نے بیان کیا ہے 14۔

ابن القوطیہ لکھتا ہے:-

''ہشام نے اپنی رعایا پر ایسی نظر توجہ رکھی جس کو کسی دیکھنے والے نے اس سے

پہلے نہیں دیکھا تھا۔ وہ ان سے نرمی، عدل اور خاکساری کے ساتھ پیش آتا تھا۔ مریضوں کی عیادت کرتا اور جنازوں میں شریک ہوتا تھا اور اپنے لباس اور سواری میں اعتدال قائم رکھتا تھا 15۔

مجموعہ اخبار اُندلس میں ہے:-

''امیر ہشام بن عبدالرحمٰن صاحب خیر وفضل، سخی، کریم، اپنی رعایا کے ساتھ حسن سیرت سے پیش آنے والا اور اپنی سرحدوں کی قلعہ بندی کرنے والا تھا۔

مقری لکھتا ہے:-

''صاحب خیر وصلاح تھا بہ کثرت غزوات وجہاد کیے 16۔

ہشام اور امام مالکؒ:

امام مالک رحمۃ اللہ اس کی سیرت وکردار سے متاثر تھے۔ اُندلس کے مشہور صاحب علم زیاد بن عبدالرحمٰن لخمی ہشام کی امارت کے ایک سال کے بعد مشرق تشریف لے گئے۔ مدینہ منورہ میں حضرت امام مالک رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے ان سے ہشام کے حالات دریافت فرمائے۔ زیاد نے اس کے حسن سیرت وکردار کو بیان کیا تو امام مالکؒ نے فرمایا کہ:-

''کاش اللہ تعالیٰ ہمارے موسم (حج) کو ایسے لوگوں کے ورود سے زینت دیتا'' 17۔

ہشام کی مماثلت حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے:

ہشام کے طریقہ حکومت اور اس کی سیرت وکردار کی حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی سیرت سے مثال دی اتی ہے۔ ابن اثیر لکھتا ہے:-

''اس کے فضائل کے بیان میں اہل اُندلس نے اس حد تک کہا کہ وہ اپنی سیرت وکردار میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے مشابہ تھا 18''۔

مقری لکھتا ہے:-

''ہشام اپنی سیرت وکردار میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے نقش قدم پر چلتا تھا''۔

نظام حکومت:

ہشام کے عہد میں حکومت کا نظام وہی رہا جس کو عبدالرحمٰن الداخل نے قائم کیا

تھا۔ مرکزی حکومت کے ممتاز عہدہ دار حجاب' وزراء اور کتاب بھی تقریباً وہی تھے جو الداخل کی دفات کے وقت اپنے عہدوں پر فائز تھے۔ صوبوں اور شہروں کے ولاۃ وعمال میں اس نے حسب ضرورت کبھی کبھی ردوبدل کیا۔ وہ عمال حکومت کے طریق حکومت اور رعایا کے ساتھ ان کے طرز عمل کی نگرانی کرتا تھا۔ معتمد لوگوں کو ولایتوں اور شہروں میں بھیجتا جو عمال کی روش کی تحقیقات کرتے۔ اگر مظالم ہوتے تو ان کا تدارک کرتا اور ایسے عمال کو ان کے عہدے سے ہمیشہ کے لیے برطرف کر دیتا تھا۔ چنانچہ مقری لکھتا ہے:۔

''وہ معتبر لوگوں کو صوبوں (کوروں) میں بھیجتا تھا۔ جو لوگوں سے عمال حکومت کے حالات پوچھتے تھے اور واپس آ کر ہشام کو مطلع کرتے تھے۔ اگر کسی عامل کے متعلق کوئی نامناسب بات معلوم ہوتی تھی تو اس کو موقوف کر دیتا تھا اور اس کی زیادتی کا تدارک کرتا تھا۔ پھر اس عامل کو کسی عہدہ پر مامور نہیں کرتا تھا19۔''

مجموعہ اخبار اُندلس میں ہے:۔

''اس کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے ظالم عاملوں اور کارکنوں کو ظلم سے نہایت سختی سے روکتا تھا۔ ایک بار اس کی شاہانہ سواری نکلی تو ایک شخص اس کے بعض عاملوں کے ظلم کی فریاد رسی کے لیے کھڑا ہو گیا۔ لیکن سواری کے ساتھ چلنے والے سپاہی بیچ میں کھڑے ہو گئے اور ہشام کو اس کی فریاد سننے نہ دی۔ سواری کے جلوس میں ایک ایسا شخص تھا جو اس عامل پر مہربان تھا۔ وہ فریادی کی طرف جھپٹ کر آیا اور اس کو اپنے خیمہ میں چھپا لیا اور اسے انصاف دلوانے کا وعدہ کیا۔ پھر عامل کو اس کا واقعہ لکھا۔ وہ اس کو راضی کرنے کے لیے آیا۔ یہاں تک کہ وہ راضی ہو گیا۔ پھر ہشام سے اس فریادی کے فریاد کرنے اور اس تک نہ پہنچنے اور پلٹ جانے کا واقعہ بیان کیا گیا تو اس نے اس واقعہ کو بڑی اہمیت دی۔ باوجودیکہ اس سے کہا گیا کہ اس کے ساتھ انصاف کیا جا چکا ہے۔ بایں ہمہ اس نے کہا کہ جب تک ظالم پر حق ثابت نہ کر لیا جائے' مظلوم کا انصاف نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ مظلوم کو بلوا بھیجا اور کہا کہ بجز اس صورت کے کہ تجھ پر کوئی حد شرعی جاری کی گئی ہو' تجھ پر جو ظلم کیا گیا ہو تو اس کو باحلف بیان کر۔ چنانچہ وہ جو کچھ باحلف

بیان کرتا گیا وہ اس کا قصاص عامل سے لیتا گیا اور یہ سزا اس کے عامل کے لیے تلوار اور کوڑے سے زیادہ مؤثر ثابت ہوئی20۔''

صیغہ محاصل میں بھی اس نے عبدالرحمٰن کے زمانہ سے مختلف روش اختیار کی۔ اس وقت تک شرعی محاصل کے علاوہ دوسرے ٹیکس بھی یہاں نافذ تھے۔ اس نے سب کو یک قلم موقوف کر دیا اور کتاب وسنت کے مطابق صدقات وزکوٰۃ کی تحصیل کا حکم دیا اور اس کے لیے مصدق (زکوٰۃ وصول کرنے والے) خاص طور پر مقرر کیے۔ ابن القوطیہ لکھتا ہے:۔

''تمام محاصل اس نے معاف کر دیئے اور مصدق زکوٰۃ مقرر کئے 21۔''

ابن اثیر لکھتا ہے:۔

''اس کے بہترین اعمال میں یہ ہے کہ اس نے مصدق مقرر کئے جو کتاب وسنت کے مطابق صدقات وصول کرتے تھے22۔''

مقری لکھتا ہے:۔

''اس کے محاسن میں یہ ہے کہ اس نے کتاب وسنت کے مطابق زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے مصدق مقرر کئے23۔''

فوج کا شعبہ الداخل کے مرتب کئے ہوئے نظام پر قائم تھا۔ ہشام کے زمانہ میں سپہ سالاری کی خدمت جن ممتاز اشخاص نے انجام دی ان میں ابوعثمان اور ہشام کے بیٹے عمید الملک اور معاویہ وغیرہ ہیں۔ ان میں سے ہشام کا اول الذکر لڑکا عمید الملک اپنی کسی ناروا حرکت سے معتوب ہوا۔ باپ نے اپنے بیٹے کو 175ھ 791ء میں قید خانہ میں ڈال دیا جہاں حالت اسیری میں اپنی پوری زندگی ختم کر کے 198ھ 813ء میں اس نے وفات پائی24۔

عیسائی ممالک پر حملہ آوری کی خدمت عبدالقادر بن ابان اور عبدالواحد بن مغیث (فاتح قرطبہ) کے دو بیٹوں عبدالملک وعبدالکریم نے انجام دی۔ فوج کے متعلق جملہ ہدایات اور نگرانی کی خدمت ہشام اپنے متعلق رکھتا تھا اور اسی لیے وہ کثیر الغزو والجہاد سے یاد کیا گیا ہے25۔

قضات کے عہدہ پر معاویہ بن صالح سرفراز رہے۔ ہشام کے عہد میں انہوں نے وفات پائی تو ہشام نے مصعب بن عمران کو دوبارہ طلب کیا۔ یہ عبدالرحمٰن الداخل سے

عہدہ قضاء قبول کرنے سے انکار کر چکے تھے۔ پہلی مرتبہ انہیں ہشام ہی کے مشورہ سے بلایا گیا تھا۔ اب اس عہدہ کے دوبارہ خالی ہونے پر اس نے پھر ان ہی کو طلب کیا اور خلوت میں لے جا کر ان سے تہدید آمیز لہجہ میں کہا کہ ''جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس کو قبول کر لو ورنہ میرے طرزِ عمل سے اس طرزِ عمل کی کوئی حقیقت نہ رہ جائے گی جو میرے والد کی طرف سے تمہارے ساتھ برتا گیا تھا اور جس کی تلخی تم اب تک محسوس کرتے ہو میں تمہارے ساتھ اس طرح پیش آؤں گا کہ نرمی اور انصاف کے نام میرے نام کے ساتھ مٹ جائیں حالانکہ مسلمانوں کے معاملات کی اس طریقہ کی سربراہی سے صلاح وخیر پیدا ہونے پر مجھے دلی خوشی ہوتی ہے اور اگر میرے سر پر آری بھی رکھ دی جائے تو میں بے وجہ تم سے کوئی تعرض نہ کروں گا۔''

مصعب ہشام کے طریق حکومت سے آگاہ تھے' طریق حکمرانی میں شریعت کے اتباع کا اہتمام رکھنا ایک ایسا وصف تھا کہ محتاط زندگی گزارنے والے اہل حق کے لیے امور مملکت میں شریک ہونے میں کوئی امر مانع نہ تھا۔ اس لیے مصعب ہشام کی اس تلخ گفتگو کے باوجود اس پیش کش کو رد نہ کر سکے کہ ہشام نے یہ تلخی بھی اپنی بات منوانے کے لیے نہیں بلکہ مصعب کو عہدہ قضاء پر لا کر مسلمانوں کے لیے صلاح وفلاح کی راہ پیدا کرنے ہی کے لیے اختیار کی تھی۔ چنانچہ مصعب نے اس عہدہ کو قبول کر لیا اور ہشام کے آخر عہد حکومت تک اس عہدہ پر وہی مامور رہے۔

محکمہ قضاء میں کتابت کا عہدہ بھی بڑی ذمہ داری کا سمجھا جاتا تھا اور اس منصب پر قاضی اپنے کسی معتمد کو مامور کرتا تھا۔ چنانچہ قاضی مصعب بن عمران نے اپنے زمانہ میں اُندلس کے مشہور اہل علم محمد بن بشیر معاضری باجی کو جب کہ وہ مشرق کے سفرِ حج سے واپس آئے' مامور کیا اور آخر وقت تک وہی اس منصب پر فائز رہے 26۔

تعمیرات: ہشام کا زمانہ حکومت اگرچہ صرف سات آٹھ سال کے درمیان رہا مگر اس مختصر مدت کے باوجود اس نے اُندلس کی تعمیری ترقیوں میں نمایاں حصہ لیا۔ قرطبہ کی مشہور جامع مسجد جس کی تعمیر کا آغاز عبدالرحمٰن نے کیا تھا' اس کو اتمام تک پہنچایا۔ اس کے علاوہ چند دوسری مسجدیں بھی تعمیر کرائیں اور ایک مسجد کی تعمیر میں اربونہ کا پورا خمس لگایا 27۔

قرطبہ کا پل جس کو سمح بن مالک خولانی نے حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کے زمانہ

میں تعمیر کرایا تھا اس کو نئے سرے سے تعمیر کرایا۔ اس کی تعمیر کے بعد اس کے کانوں میں خبر پہنچی کہ اہل قرطبہ کا خیال ہے کہ اس نے اس پل کو اپنے سیر وشکار کی آمد ورفت کے لیے بنوایا ہے تو اسی وقت اس پل سے نہ گزرنے کا عہد کیا اور آخر وقت تک اس پر قائم رہا 28۔

علم وفضل:

ہشام صاحبِ علم وفضل تھا۔ فقہ مالکی کا عالم اور اس کا قدردان تھا۔ شعر وادب کا بھی ستھرا مذاق رکھتا تھا۔ شعراء کو داد ودہش سے خوش رکھتا تھا۔ علماء وفقہاء' قدر ومنزلت کے ساتھ اس کی مجلس میں موجود رہتے تھے۔ اس کی مجلس علم ودانش کی مجلس سمجھی جاتی تھی۔ امام مالکؒ کے علم وفضل کا مرتبہ شناس تھا۔ اس کی وجہ سے اُندلس میں فقہ مالکی کو زیادہ فروغ ہوا۔ اس کے عہد کے ممتاز اہل علم میں عیسیٰ بن دینار' عبدالملک بن حبیب' یحییٰ بن یحییٰ' سعید بن حسان اور ابن ابو ہند وغیرہ ہیں۔ ابن لبابہ کہتا ہے:-

''فقیہ اُندلس عیسیٰ بن دینار ہیں۔ عالم اُندلس عبدالملک بن حبیب اور راوی اُندلس یحییٰ بن یحییٰ 29۔''

ہشام ان اکابر امت کی بڑی قدر کرتا تھا۔ ایک مرتبہ وہ ابو ہند کے پاس سے گزرا۔ ابو ہند تعظیم میں کھڑے ہو گئے اور سلام کیا۔ ہشام نے ان سے کہا' آپ کو امام مالکؒ نے خوبصورت کپڑے پہنائے ہیں 30۔

حلیہ اور اخلاق وعادات:

ہشام کا رنگ سفید سرخی آمیز تھا اور آنکھیں کچھ کجی کی طرف مائل تھیں 31۔

اپنے اخلاق وعادات سے لوگوں میں ہردلعزیز تھا۔ مریضوں کی عیادت کرنا اور جنازوں کے ساتھ جانا اس کے معمولات میں سے تھا 32۔ سخاوت اور فیاضی اور عفو ودرگزر کے اوصاف حمیدہ سے متصف تھا۔ وہ وزیر حکومت ثعلبہ بن عبید کے جنازہ کی شرکت کے بعد واپس آ رہا تھا قبرستان کے قریب ایک گھر سے ایک کتا نکلا اور اس پر حملہ آور ہو کر اس کی صدری پھاڑ ڈالی۔ اس نے عامل قرطبہ کو حکم دیا کہ اس کتے کے مالک پر ایک درہم طبل (خراج) جرمانہ کرے کہ اس نے ایسی جگہ کیوں کتا پال رکھا ہے جہاں ایسے واقعات پیش آئیں کہ مسلمانوں کو تکلیف پہنچے۔ اس کے بعد وہ ثعلبہ بن عبید کے مکان پر تعزیت کے لیے

پہنچا۔ وہاں سے واپس ہوا تو کہا کہ اس کتے کے مالک کا جرمانہ معاف کر دیا جائے کہ اس کو اس سے (اس سبب سے کہ اس کے کتے نے امیر پر حملہ کیا) زیادہ غم پہنچا ہے جتنا کہ میرے کپڑے کے پھٹنے کا مجھے افسوس ہے 33۔

ہشام کی زندگی کا نمایاں پہلو اس کا اتباع شریعت ہے وہ خود بڑے صلاح وتقویٰ کے ساتھ زندگی گزارتا' عبادات میں وقت صرف کرتا' باجماعت نمازیں پڑھتا اور مسجدوں کو معمور رکھنے کا اہتمام رکھتا تھا۔ مجموعہ اخبار اُندلس میں ہے:-

''ہشام روپیوں کی تھیلیاں بھر بھر کر بارش کی اندھیری راتوں میں مسجدوں میں بھیجتا تھا اور جو لوگ مسجد میں موجود ہوتے تھے وہ ان کو دی جاتی تھیں۔ اس سے اس کا مقصد یہ تھا کہ مسجدیں آباد رہیں 34۔

عبدالواحد مراکشی لکھتا ہے:-

''وہ نیک سیرت تھا' عدل وانصاف کی جستجو میں رہتا تھا۔ مریضوں کی عیادت کرتا تھا۔ جنازوں میں شریک ہوتا تھا۔ بہت زیادہ خیرات تقسیم کرتا تھا۔ کبھی کبھی اندھیری رات میں جب کہ موسلا دھار پانی برس رہا ہوتا وہ درہموں کی تھیلیاں لے کر نکل جاتا تھا اور بوڑھی اور مجبور پردہ نشین عورتوں میں تقسیم کرتا تھا۔ اس کا یہی طریقہ اس کے وفات پانے تک قائم رہا 35۔

اولاد و جانشین:

ہشام کے پانچ لڑکے تھے 36۔ ان میں سے حکم کو اس نے اپنی زندگی میں اپنا جانشین بنا دیا تھا۔ جانشینی کی رسم کے موقع پر تمام صوبوں کے ولاۃ وعمال اور معززین بلائے گئے اور بیعت کی رسم انجام پائی۔ بیعت لیے جانے کے بعد اس نے حکم کو مخاطب کر کے حسب ذیل تقریر کی:-

''عدل وانصاف کرنے میں امیر وغریب کا امتیاز نہ کرنا جو لوگ تمہارے دست نگر ہوں ان سے لطف اور نرمی سے پیش آنا۔ سب لوگ اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں اپنے صوبوں اور شہروں کی حفاظت' وفادار اور تجربہ کار لوگوں کے سپرد کرنا۔ تمہارے جو عمال رعایا کو تنگ کریں ان کو بے رحم ہو کر سزا دینا۔ اپنے سپاہیوں پر

اعتدال اور استقلال سے حکومت کرنا یہ یاد رکھنا کہ انہیں ہتھیار اس لیے دیئے جاتے ہیں کہ وہ ملک کی حفاظت کریں نہ اس لیے کہ ملک تباہ کر ڈالیں۔ یاد رکھو ان کو تنخواہیں وقت پر دیتے رہنا اور ان سے جو وعدے کرنا ان کو پورا کرنا ہمیشہ اس کوشش میں رہنا کہ تمہاری رعایا تمہاری گرویدہ رہے۔ کیونکہ ان کی محبت ہی سے تمہاری سلطنت کا قیام ودوام ہے۔ اگر وہ تم سے ڈریں گے تو تمہارے لیے خطرناک ہوں گے اگر وہ تم سے نفرت کریں گے تو یاد رکھو یہی تمہاری بربادی کا سبب ہوگا۔ ان لوگوں کی حمایت وحفاظت کرنا جو کاشت کار کہلاتے ہیں اور ہمارے لیے روٹی مہیا کرتے ہیں۔ خبردار ان کی فصلیں خراب نہ ہونے پائیں اور ان کے جنگل اور چراگاہیں تباہ نہ ہو جائیں۔ ہر بات میں ایسا طرز عمل رکھنا کہ تمہاری رعایا تمہیں دعائیں دے اور تمہارے زیر سایہ خوشی وخرمی سے اپنی عمریں گزار دے۔ یہی اور صرف یہی طریقہ ہے جس سے تمہاری نیک نامی ہوگی اور تمہارا نام شاندار بادشاہوں کی فہرست میں آ جائے گا 37۔''

حوالہ جات وحواشی

(1) نفح الطیب ج 1 ص 157۔

(2) ابن اثیر ج 6 ص 177۔

(3) ابن اثیر ج 6 ص 83,80,79۔ ابن خلدون ج 4 ص 124۔

(4) ابن اثیر ج 6 ص 180 و 83,84۔

(5) ابن اثیر ج 6 ص 84,191۔

(6) ابن اثیر ج 6 ص 99۔

(7) ابن اثیر ج 6 ص 82 ۔ اسٹوری آف دی نیشن سیریز ج 36۔ ص 31۔

(8) ابن اثیر ج 6 ص 84,92۔ نفح الطیب ج 1 ص 158۔ ابن خلدون ج 4 ص 145۔ افتتاح الاندلس ابن القوطیہ ص 43۔

(9) ابن اثیر ج 6 ص 99,100۔ نفح الطیب ج 1 ص 158۔ ابن خلدون ج 4 ص 125۔ اخبار الاندلس ج 1 ص 1433۔

(10) مجموعہ اخبار اُندلس ص 120۔

(11) افتتاح الا ندلس ص 41۔ نفح الطیب ج 1 ص 157۔

(12) ابن اثیر ج 6 ص 101۔ نفح الطیب ص 199 میں عمر 40 سال 4 ماہ بھی درج ہے۔ اس روایت کے مطابق تاریخ پیدائش ماہ شوال 137ھ بیان کی جاتی ہے مگر اس حساب سے اس کی عمر 43 سال 4 ماہ کی ہوتی ہے۔ ابن اثیر نے تاریخ پیدائش 138 لکھی ہے اور وفات 180ھ اور عمر 39 سال 4 ماہ۔ اس حساب سے سال پیدائش 141ھ ہوتا ہے۔ گمان ہے کہ عمر ہی کے متعلق دو بیانوں میں سے کوئی بیان صحیح ہے اور سال پیدائش کوئی بھی صحیح نہیں اگر 39 سال عمر تھی تو 141ھ میں پیدا ہوا اور 40 سال تھی تو پیدائش 140ھ تھا۔

(13) ابن اثیر ج 2 ص 101۔ نفح الطیب ج 1 ص 159 میں زمانہ حکومت کے متعلق بھی دو روایتیں ہیں 7 سال 9 مہینے اور 7 سال کی ہیں جو عبدالرحمٰن کی اخلاقی روایتوں سے پیدا ہوئی ہیں۔

(14) ابن اثیر ج 6 ص 101,102۔

(15) افتتاح الا ندلس ص 44۔

(16) نفح الطیب ج 1 ص 158۔

(17) افتتاح الا ندلس ص 43 و نفح الطیب ج 1 ص 158۔ مجموعہ اخبار اُندلس ص 120۔

(18) ابن اثیر ج 6 ص 12۔

(19) نفح الطیب ج 1 ص 158۔

(20) مجموعہ اخبار اُندلس ص 121۔

(21) افتتاح الا ندلس ص 42۔

(22) ابن اثیر ج 6 ص 101۔

(23) نفح الطیب ج 1 ص 159۔

(24) ابن اثیر ج 6 ص 84۔

(25) نفح الطیب ج 1 ص 159۔

(26) افتتاح الا ندلس ابن القوطیہ ص 144۔

(27) ابن اثیر ج 6 ص 102۔ نفح الطیب ج 1 ص 158۔ افتتاح الا ندلس ص 43۔

(28) نفح الطیب ج 1 ص 158۔

(29) نفح الطیب ص 327۔ افتتاح الا ندلس ص 35۔

(30) افتتاح الا ندلس ص 44۔

(31) ابن اثیر ج 6 ص 102۔

(32) افتتاح الا ندلس ص 42۔

(33) مجموعہ اخبار اُندلس ص 120,121۔

(34) المعجب فی تلخیص اخبار المغرب ص 12۔

(35) ابن اثیر ج 6 ص 101۔

(36) ابن اثیر ج 6 ص 102۔

(37) اخبار الا ندلس ج 1 ص 442، 445۔ اس تقریر کی زبان کہیں کہیں پہلی صدی ہجری کی زبان کے بجائے زمانہ موجودہ کی معلوم ہوتی ہے۔ نیز تقریر کا خاتمہ اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری و اطاعت اور طلب دعا کے بجائے "شان دار بادشاہوں کی فہرست میں نام کے آنے کی تمنا پر ہونا بھی قرین قیاس نہیں۔ تاہم مجموعی حیثیت سے یہ تقریر ہشام کے احوال کے مطابق ہے اس لیے متن میں اس کو اخذ کر لیا گیا۔

حکم بن ہشام

180ھ 796ء۔206ھ 821ء

حکم نے بائیس سال کی عمر میں حکومت کی زمام ہاتھ میں لی۔ اس کی کنیت ابوالعاص تھی اور اس کی ماں ام ولد زخرف تھی[1]۔ عمر کا ابتدائی حصہ تعلیم وتربیت میں گزرا۔ اٹھارہ سال کی عمر سے مملکت کے امر میں حصہ لینے لگا۔ 176ھ 792ء میں اُندلس کے سرکش صوبہ طلیطلہ کا والی بنایا گیا۔

اس کے برسرحکومت آنے کے بعد اس کے بھائیوں سے اس کا کوئی اختلاف نہیں ہوا۔ لیکن اس کے دونوں چچا سلیمان وعبداللہ جو ہشام کے عہد میں ناکام ہونے کے بعد جلاوطنی کی زندگی گزار رہے تھے۔ پھر اُندلس آکر اس سے برسرپیکار ہوئے۔ اس کے ساتھ مشرقی اُندلس کے شورش پسندوں کو بھی سر اٹھانے کا موقع مل گیا۔ انہیں دیکھ کر سرحدی عیسائی حکومتوں کے حوصلے بھی بڑھے۔ وہ سرحدی شہروں پر چھاپے مارنے لگے اور بعض شہروں پر مستقل قبضہ کر بیٹھے۔

دوسری طرف حکم نوجوانی میں برسرحکومت آگیا تھا۔ نوجوانی کی خام عقلی سے خام کاری ظاہر ہوئی۔ عیش وعشرت میں پڑ کر غیرمحتاط زندگی اختیار کرلی۔ قرطبہ علم وعمل کا مرکز تھا۔ علمائے دین وصالحین امت یہاں مجتمع تھے۔ عوام بھی اس کے پیش رو ہشام کے عہد کی مذہبی زندگی کو دیکھ چکے تھے۔ وہ خود لباس تقویٰ سے آراستہ تھا اور علمائے وصلحاء کے ذریعہ عام مسلمانوں کو کتاب وسنت کی اتباع کی ہدایت کرتا تھا۔ اس لیے وہ حکم کی رندی وہوس ناکی زندگی کو انگیز نہ کرسکے۔ ابتداء وعظ وتلقین سے اس کو راہ راست پر لانے کی کوشش کی گئی۔ پھر رائے عامہ کا دباؤ ڈالا گیا۔ جب سب تدبیریں ناکام رہیں تو اس کے معزول کئے جانے کی سازش تیار کی گئی اور وہ ناکام رہی۔

ان ہی احوال کے لحاظ سے حکم کو اپنے دورحکومت میں بغاوتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اپنے آدمیوں سے نبردآزما ہوا ان کے قضیوں کو ختم کرکے سرحد کی عیسائی حکومتوں سے پے درپے لڑائیاں کیں۔ عام شہریوں سے جنگ کی۔ علماء وصلحائے امت سے جنگ مول لی۔ حفاظت خوداختیاری کا اہتمام اس کو زیادہ سے زیادہ کرنا پڑا اور سخت گیری وتندخوئی کا خوگر ہوگیا۔ اپنی معتمد فوج اکٹھی کی۔ قصرشاہی کے سامنے سواروں کے پہرے بٹھائے اور اس کو وہ روش اختیار کرنی پڑی۔ جو جابر سلاطین اپنی ذات کی حفاظت اور سلطنت کی بقا کے لیے کیا کرتے ہیں۔ اس کا پورا عہد حکومت ان ہی واقعات سے لبریز ہے۔

مشرقی اُندلس میں بغاوت:

حکم نے زمام حکومت ہاتھ میں لینے کے بعد جو پہلی فوجی نقل وحرکت کی وہ اسی سال 180ھ 796ء میں عیسائیوں کی حدود حکومت پر فوج کشی تھی۔ لیکن مشرقی اُندلس کی شوریدہ سرآبادی کی بغاوتوں سے یہ کامیاب مہم ایک حملہ کے بعد ملتوی کردی گئی اور حکم نے اپنی ساری طاقت داخلی بغاوتوں کے فرو کرنے میں لگادی۔

یہ بغاوتیں مشرقی اُندلس میں رونما ہوئیں۔ چنانچہ 181ھ 797ء میں ابوالحجاج بہلول بن مرزوق پیش قدمی کرکے سرقسطہ پر قبضہ کر بیٹھا۔ اور عبیدہ بن حمید نے طلیطلہ میں خودسری اختیار کی۔ اس اثناء میں حکم کا جلاوطن چچا عبداللہ اُندلس میں داخل ہوا۔ وہ اپنی پچھلی سرکشی کے زمانہ میں مشرقی وشمالی اُندلس میں اپنی ہم نوا جماعت تیار کرچکا تھا۔ چنانچہ وہ پہلے بہلول سے آکر ملا۔ اس نے شمالی اُندلس کے زرخیز علاقہ بلنسیہ پر قبضہ کرلیا۔ بلنسیہ اس کا دارالحکومت قرار پایا۔ اس طرح اُندلس کا وسیع علاقہ حکم کے دسترس سے باہر نکل گیا۔

حکم نے سب سے پہلے ان میں سے طلیطلہ کی بغاوت پر توجہ کی۔ حکم کا ایک معتمد قائد عمروس ابن یوسف طلیبرہ Talavwa کا والی تھا۔ حکم نے اس کو طلیطلہ پر فوج کشی کی ہدایت کی۔ چنانچہ وہ فوج لے کر طلیطلہ پہنچا اور محاصرین ومحصورین میں لڑائیاں شروع ہوگئیں۔ جن میں عمروس کے لشکر کا غلبہ ہوتا گیا۔ اسی اثناء میں عمروس نے طلیطلہ کے ایک صاحب اقتدار خانوادہ بنومخشی سے سازباز کرکے باغیوں کے سرغنہ عبیدہ کو قتل کرادیا اور بغاوت فرو ہوگئی۔ عمروس نے اس کے سر کو حکم کے پاس بھیج دیا۔ پھر بنومخشی کے کچھ لوگ عمروس کے پاس طلیبرہ میں چلے آئے۔ اتفاق سے یہاں بنومخشی سے بعض بربری قبیلوں کی

دیرینہ مخالفت قائم تھی۔ یہ تازہ واقعہ اختلاف کا مزید موجب بنا اور کشت و خون تک نوبت پہنچی۔ عمروس نے بنو مخشی کی حمایت کی اور سات سو بربروں کے سر قلم کرا دیئے اور ان کے سروں کو الحکم کے پاس بھیج دیا۔ اس واقعہ سے چند دنوں کے لیے اس نواح میں شورش دب گئی اور عمروس نے اپنے لڑکے یوسف کو طلیطلہ کا والی بنا دیا۔ لیکن چند دنوں کے بعد یہ شہر فتنہ و فساد کا مرکز بن گیا۔2

اس کے بعد 182ھ 798ء میں حکم کا دوسرا چچا سلیمان بھی حکومت کا دعوے دار بن کر طنجہ سے اُندلس میں آیا۔ بربری قبائل سے اس کے تعلقات استوار تھے۔ اُندلس کے بربری عمروس کے قتل عام کے بعد حکم سے برگشتہ ہو چکے تھے۔ نیز عربوں میں سلیمان کے قدیم وفاداروں کی ایک جماعت موجود تھی۔ اس طرح اچھا خاصہ لشکر اس کے گرد فراہم ہو گیا۔ حکم اس کے مقابلہ کے لیے خود اپنی قیادت میں ایک بڑا لشکر لے کر قرطبہ سے آیا۔ دونوں فوجوں میں سخت مقابلہ ہوا۔ سلیمان شکست کھا کر اپنی فوج لے کر میدان سے بھاگا۔ حکم نے اس کا تعاقب کیا اور دور جا کر ماہ ذی الحجہ میں دوبارہ مقابلہ ہوا۔ اس دوسرے میدان میں بھی سلیمان نے شکست کھائی اور پہاڑوں میں روپوش ہو گیا۔ حکم اپنی فوج لے کر واپس چلا گیا۔

اس کے بعد سلیمان نے فوج کو نئے سرے سے درست کیا اور استجہ پر قبضہ کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ حکم اس کی گھات میں لگا تھا۔ خبر سنتے ہی فوج لے کر دوڑا آیا۔ 183ھ 799ء میں تیسری مرتبہ مقابلہ ہوا۔ سلیمان نے اپنے لشکر کے ساتھ ایک گاؤں میں محصور ہو گیا۔ حکم نے اس گاؤں کا محاصرہ کیا۔ لیکن سلیمان بچ کر نکل گیا اور ایک دوسرے قریہ خریش میں جو صوبہ قرطبہ میں ایک مستحکم قلعہ تھا' پناہ گزین ہو گیا۔ حکم فوج لے کر اس وقت واپس چلا گیا۔ اس کے بعد وہ 185ھ 801ء میں نئی فوج لے کر قلعہ خریش کے نواح میں آئے اور سلیمان کے لشکر سے اس کا پھر مقابلہ ہوا اور پھر اس نے شکست کھائی۔ اور ماردہ میں پناہ لینے کے لیے بھاگا۔ لیکن حکم کے لشکر نے اس کا تعاقب کر کے اس کو گرفتار کر لیا اور حکم کے پاس لے آئے۔ حکم نے اسی وقت اس کو قتل کرا دیا اور عبرت آموزی کے لیے اس کے سر کو قرطبہ بھیج دیا۔ سلیمان کے اہل و عیال سرقسطہ میں مقیم تھے۔ حکم نے ان کو امن کا پروانہ بھیج دیا اور سب کو قرطبہ بلوا لیا۔3

اس وقت کے خروج کرنے والوں میں سب سے زیادہ اہمیت سلیمان کو حاصل تھی۔ وہ حکم کے باپ ہشام کا مقابل رہ چکا تھا اور اسی وقت سلطنت کا امیدوار تھا۔ ملک کے اکابر اور عوام کی بھی ایک تعداد اور وقتاً فوقتاً اس کی ہم نوا رہی۔ اس لیے حکم نے اپنی توجہ اسی طرف مبذول رکھی اور بالآخر چار سال کی دوڑ دھوپ کے بعد اس کو کامیابی حاصل ہوئی۔

نیز حکم کی خوش قسمتی سے دوسری طرف دوسرے خروج کرنے والوں کے درمیان ایک دوسری صورت حال قائم ہو گئی تھی۔ اس وقت مشرقی اُندلس کے اہم شہروں میں جو اسلامی آبادیاں تھیں ان کے سردار وہاں کے حکمران بن بیٹھے تھے۔ سرقسہ پر بہلول بن مرزوق کا قبضہ تھا۔ اشقہ یا وشقہ سرقسطہ سے پینتیس میل پر ایک دوسری اہم آبادی تھی۔ یہاں عرب خانوادے آباد تھے اور ایک قائد ابو عمران کو اقتدار حاصل تھا۔ بلنسیہ عبداللہ بن عبدالرحمٰن الداخل کے قبضہ میں تھا۔ اتفاق سے 183ھ 799ء میں ابو عمران اور بہلول میں اختلاف پیدا ہوا اور فوج کشی تک نوبت پہنچی۔ عبداللہ اموی نے ابو عمران کا ساتھ دیا اور بہلول نے بری طرح شکست کھائی۔ اس کے بہت سے آدمی مارے گئے۔

اس کے بعد 184ھ 800ء میں عبداللہ اموی ابو عمران کے پاس وشقہ میں چلا آیا۔ اور کسی مہم کی تیاری میں تھا کہ بہلول بن مرزوق فوج لے کر وشقہ آ گیا اور شہر کا محاصرہ کر لیا۔ ابو عمران نے شکست کھائی اور بہلول شہر میں داخل ہو گیا۔ عبداللہ اموی بچ کر بلنسیہ چلا گیا اور یہیں قیام پذیر ہو گیا۔4

ادھر 183ھ 799ء میں قرطبہ میں سیلاب عظیم آیا۔ شہری آبادی اور مرکزی حکومت اس ناگہانی افتاد سے پریشان رہی۔ پھر 185ھ 801ء میں حکم سلیمان کی سرکوبی میں مصروف رہا۔ اس لیے اس نے اس طرف سرے سے کوئی توجہ نہیں کی۔ یہاں تک کہ خروج کرنے والوں میں باہم کشت و خون ہو کر ان کی قوت کمزور ہو گئی۔ پھر عبداللہ 185ھ 801ء میں اپنے بڑے بھائی کا آخری انجام بھی دیکھ چکا تھا۔ اس لیے اس نے خانہ نشین ہو کر فتنہ و فساد پر امن و امان کی زندگی اختیار کرنے کو ترجیح دی اور یہ روایت اس نے خود سے صلح کی سلسلہ جنبانی کی۔ حکم نے اس کا آغاز کیا اور قرطبہ کے مشہور اہل علم یحییٰ بن یحییٰ وغیرہ نے اس صلح کے انجام دلانے میں مدد کی۔ اور دونوں بھائیوں کے دلوں کو صاف کرا دیا۔ ان ہی اہل علم کے توسط سے صلح کی شرائط طے پائیں۔ عبداللہ 186ھ 802ء و 187ھ

803ء میں قرطبہ چلا آیا۔ سالانہ وظیفہ مقرر ہو گیا اور اس کے لڑکے حکومت کے اہم منصبوں پر مامور کر دیئے گئے۔5

طلیطلہ کی اطاعت:

اس کے بعد حکم نے پوری توجہ سے اُندلس کی سرزمین کو باغیانہ عنصر سے پاک کرنے کی تدبیریں کیں۔ اس سلسلہ میں طلیطلہ کے باشندوں کو زیر کرنے کا واقعہ سب سے اہم ہے۔ وسطی اُندلس میں ہی شہر بغاوتوں کا مرکز بنا ہوا تھا۔

یوم الخندق:

طلیطلہ کا یہ واقعہ ''یوم الخندق'' کے نام سے مشہور ہے جو 191ھ 807ء میں پیش آیا۔ یہاں عربوں، بربروں، نومسلموں اور عیسائیوں کی مخلوط آبادی تھی۔ آئے دن فتنہ و فساد برپا کرنا ان کی زندگی کا مشغلہ بن چکا تھا۔ اس فتنہ پردازی میں یہاں کے عیسائی اور ہندو مسلم جنہوں نے عیسائیت سے اسلام قبول کیا تھا، پیش پیش تھے، انہیں اپنے شہر کی قلعہ بندی اور اپنی دولت و ثروت پر گھمنڈ تھا۔ اس لیے والیوں کی اطاعت کرنے کے بجائے انہیں اپنی مرضی کے مطابق چلانے پر مجبور کرتے اور معمولی معمولی باتوں پر اطاعت سے منحرف ہو جاتے۔ انہیں مرکزی حکومت کی اطاعت کی بھی کوئی پرواہ نہ تھی۔ ان میں سے ایک شخص غربیب طلیطلی اس عہد کے معروف شعراء میں سے تھا اور غیر معمولی ذہانت کا مالک تھا۔ اہل طلیطلہ اس پر اعتماد رکھتے تھے اور وہ حکومت کے خلاف ہوشیاری کے ساتھ ان کی رہنمائی کرتا تھا جب تک وہ زندہ رہا حکم اہل طلیطلہ پر ہاتھ ڈالنے کی ہمت نہ کر سکا حالانکہ وہ اس صورت حال سے عاجز آ چکا تھا۔ بالآخر اس کے مرنے کے بعد اس نے انہیں مطیع کرنے کا فیصلہ کر لیا اور سرحدی صوبہ کے والی عمروس بن یوسف کے ہاتھوں اس مہم کو انجام دینا چاہا۔ عمروس وشقہ کا ایک ذی اقتدار عیسائی نومسلم اور بنو امیہ کا دل سے وفادار تھا۔ سرحدی صوبہ میں امن و امان قائم کرنے میں اس سے مدد مل چکی تھی۔ حکم نے اس کو قرطبہ طلب کیا اور بڑے اعزاز و اکرام سے اس کو اپنا مہمان بنایا اور اس سے طلیطلہ کے باشندوں کے معاملہ پر راز داری کے ساتھ گفتگو کی۔ عمروس اس مہم کے انجام دینے کی ذمہ داری قبول کرنے پر آمادہ ہو گیا۔ باہمی مشورہ سے ایک اسکیم تیار کی گئی اور طلیطلہ کا والی بنا کر اس کو بھیج دیا گیا اور اس کے معرفت وہاں کے باشندوں کے نام حسب ذیل پیغام بھیجا۔

''میں نے عمروس بن یوسف کو تمہارے لیے منتخب کیا ہے جو تم ہی میں سے ہے تاکہ تمہارے دلوں کو پوری طرح اطمینان حاصل ہو جائے اور تم ہمارے جن عمال اور موالی کو ناپسند کرتے ہو ان کو وہاں سے علیحدہ کرتا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ میرے اس طرز عمل سے تم اپنے حق میں میرے مخلصانہ جذبات کو سمجھ سکو گے''۔

عمرو نے طلیطلہ پہنچ کر شہر کے باشندوں کو اپنی طرف مائل کرنا شروع کیا۔ رفتہ رفتہ اس نے خاندان امویہ کے خلاف اپنی رائیں بھی بچا بچا کر ظاہر کیں۔ شہر کے باشندے اس پر اعتماد کرنے لگے اور رفتہ رفتہ اموی حکومت کے مقابلہ میں اس کو اپنا سرپرست اور رہنما تصور کرنے لگے۔

طلیطلہ کا دارالحکومت اور سرکاری ملازمین کی سکونت گاہیں شہری آبادی میں ملی جلی تھیں جس کی وجہ سے وہ بغاوتوں کے موقعوں پر محصور ہو جاتے تھے۔ پھر ان سکونتی مکانوں میں نہ جنگی استحکامات تھے اور نہ فوج کے قیام کی ان میں گنجائش موجود تھی۔ اس لیے ایک جنگی قلعہ فوجی چھاؤنی اور سرکاری دفاتر کے لیے ایک علیحدہ آبادی کی ضرورت تھی۔ عمروس نے طلیطلہ والوں کو یہ کہہ کر اس پر آمادہ کر لیا کہ سرکاری عہدہ داروں اور عمال میں ایسے لوگ زیادہ ہیں جو شہری آبادی میں شرانگیزیاں کرتے رہتے ہیں جس سے شہر والوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ اس لیے سرکاری عمال کے لیے ایک جداگانہ آبادی قائم کر دی جائے تاکہ امویوں کے فتنہ پرداز موالی شہری آبادی سے دور ہو جائیں۔ اہل شہر نے اس تجویز کو پسند کیا اور ایک پہاڑی پر جو جبل عمروس کے نام سے مشہور ہوئی، ایک مستحکم قلعہ جلد سے جلد تعمیر کرانا شروع کیا اور ابھی عمارت پایہ تکمیل کو بھی نہ پہنچی تھی کہ وہ خود اور حکومت کا پورا عملہ وہاں منتقل ہو گیا اور اس کی اطلاع حکم کو بھیج دی۔ یہ سارے کام حکم ہی کے مشورہ سے انجام پائے تھے۔

کچھ دن گزرنے کے بعد حکم نے سرحدی صوبہ کے والی کو درپردہ ہدایت بھیج کر ایک تحریر منگائی کہ عیسائی لشکر سرحد پر جمع ہو رہا ہے فوراً فوج بھیجی جائے۔ حکم نے بظاہر اسی مہم کے لیے بڑے اہتمام سے فوج جمع کی اور ایک عظیم الشان لشکر اپنے لڑکے عبدالرحمٰن کی قیادت میں روانہ کر دیا۔ فوج کے ہمراہ حکومت کے تین ممتاز وزراء بھی تھے۔ لیکن انہیں بھی اصل حقیقت سے آگاہ نہیں کیا۔ ان کی شمولیت کی بہ ظاہر وجہ یہ تھی کہ عبدالرحمٰن صرف

چودہ برس کی عمر کا تھا۔ اس کی نگرانی کرنے اور صلاح و مشورہ دینے کے لیے ان کی ضرورت تھی۔ اس کے ساتھ ایک مکتوب اپنے بعض معتمدین کے حوالہ کر دیا تھا کہ جب وزراء عمروس ایک جگہ جمع ہوں تو یہ خط وزراء کے حوالہ کر دیا جائے۔

سرحدی صوبہ کا راستہ طلیطلہ ہو کر گزرتا تھا جب لشکر طلیطلہ کے قریب پہنچا تو سرحدی والی کا ایک دوسرا قاصد آیا کہ عیسائیوں کا لشکر منتشر ہو گیا ہے۔ اب فوج کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ اس مکتوب کے پہنچتے ہی عبدالرحمٰن طلیطلہ کے پاس ایک مقام جیارین میں ٹھہر گیا۔ اس کے بعد اس خوف ناک سازش کی مختلف تدبیریں بروئے کار آنے لگیں۔ چنانچہ جیارین میں فوج کے قیام کی خبر طلیطلہ پہنچی تو عمروس نے شہر والوں کے سامنے شہزادے کی خدمت میں جا کر باریاب ہونے کا ارادہ ظاہر کیا۔ اس کے ساتھ اس نے طلیطلہ والوں کو یہ بھی سمجھایا کہ سلطنت کا ولی عہد ہمارے شہر کے پاس مقیم ہے۔ اس کی پذیرائی ضروری ہے۔ اس لیے اس کے ساتھ شہر کے معززین کو بھی اس کی خدمت میں باریاب ہونا چاہیے طلیطلہ والوں نے اس مشورہ کو قبول کیا اور شہر کے ممتاز معززین عمروس کے ساتھ لشکر گاہ میں آ کر شہزادے کی خدمت میں باریاب ہوئے۔ شہزادے نے بھی ان امراء کی حیثیت کے مطابق ان کی قدر و منزلت کی اور رسمی باریابی پر تکلف اخلاق و مدارات کے ساتھ ختم ہوئی۔

حکم نے اپنے معتمد خادم کی معرفت عمروس کے نام ایک خط بھی بھیجا تھا۔ اس نے لب کشائی کے بغیر اس مکتوب کو اس کی خدمت میں پیش کیا۔ اس میں اس سازش اور اس کے آئندہ طریق عمل کا مکمل نقشہ موجود تھا۔

چنانچہ عمروس وزراء سے تنہائی میں مشورہ کے لیے ملا۔ اس اثناء میں وزراء کے نام کا خط بھی معتمد خادم نے ان کے حوالہ کیا۔ وزراء اور عمروس نے سر جوڑ کر مشورہ کیا اور طے پایا کہ شہر والوں کو عبدالرحمٰن کو شہر میں مدعو کرنے پر آمادہ کیا جائے۔ عبدالرحمٰن اس دعوت کو اصرار کے بعد قبول کرے اور شہر میں فوج کے ساتھ داخل ہو۔

اس کے بعد اس تجویز کے مطابق عمروس نے اعیان شہر کو علیحدہ لے جا کر عبدالرحمٰن کو شہر میں داخل ہونے کی دعوت دینے کا مشورہ دیا تا کہ یہ شہزادہ اپنی نگاہوں سے شہر کی عظمت و شوکت کا اندازہ لگا لے اور اس سے آئندہ مواقع پر فائدہ اٹھایا جائے۔ اہل

شہر نے اس مشورہ کو بھی قبول کیا اور عبدالرحمٰن کی خدمت میں دوبارہ آ کر اس کو شہر میں داخل ہو کر مہمانی قبول کرنے کی دعوت دی۔ عبدالرحمٰن نے تجویز کے مطابق پہلے انکار کیا اور یہ عظیم الشان لشکر شہر کی نئی سرکاری عمارت میں آ کر ٹھہر گیا۔

طلیطلہ میں آنے کے بعد پہلے دن عمروس کے اہتمام میں شہر کے معززین کی طرف سے مہمانوں کی ضیافت کی گئی اور دوسرے دن حکومت کی طرف سے اہل شہر کی ضیافت کا سامان کیا گیا اور سرکاری عمارت کے اندرونی صحن میں کھانا پکانے کا اہتمام کیا گیا۔

شاہی ضیافت کے لیے شام کا وقت مقرر تھا۔ ایک خلق کثیر مدعو تھی۔ اس لیے یہ انتظام کیا گیا کہ مدعوین گروہ در گروہ صدر دروازے سے داخل ہوں۔ ان کی سواریاں پشت کے دروازے پر کھڑی رہیں اور وہ کھانے کے بعد پشت کے دروازے سے رخصت ہو جائیں۔ مہمانوں میں شہری و دیہی آبادیوں کے تمام معززین تھے۔ چنانچہ مہمان ایک ایک گروہ میں محل میں داخل ہوتے گئے' محل کے وسط صحن میں ایک عمیق گڈھا کھودا گیا تھا جلاد برہنہ تلواریں لیے کھڑے تھے۔ عبدالرحمٰن اسی کے قریب مہمانوں کی پذیرائی کے لیے بیٹھا ہوا تھا۔ اہل شہر جوق در جوق شاہی ضیافت میں شریک ہونے کے لیے آتے گئے۔ آنے والوں کی گردنیں اڑائی جاتی رہیں اور تڑپتا ہوا لاشہ اس گڑھے میں ڈھکیلا جاتا رہا۔ سرِ شام سے دوسری صبح تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ پانچ ہزار تین سو سے اوپر مقتولین کے لاشے گڑھے میں پہنچ گئے۔ طلوع صبح کے وقت آنے والوں میں سے بعض لوگوں کو شبہ ہوا کہ جو لوگ محل میں داخل ہوتے ہیں۔ واپس آتے دکھائی نہیں دیتے ان لوگوں نے سرکاری عمال سے پوچھا۔ بتایا گیا کہ لوگ پشت کے دروازے سے واپس جا چکے ہیں۔ دریافت کرنے والے پشت کے دروازے پر پہنچے۔ ادھر کوئی بھی نظر نہ آیا۔ پھر محل کی فضا پر نظر پہنچی تو بخارات چھائے ہوئے دیکھے۔ یہ لوگ چیخ اٹھے کہ یہ باورچی خانہ کا دھواں نہیں' خون سیال کے بخارات ہیں۔ اسی وقت شہر میں کہرام مچ گیا السیف السیف کی آوازیں بھی اٹھیں۔ مگر لبیک کہنے والا کوئی موجود نہ تھا۔ جن لوگوں نے شور مچایا وہ بھی پکڑ کر قتل کیے گئے۔ روشناسِ اہل شہر میں سے جو قتل ہونے سے بچ رہے تھے وہ بھی پکڑ کر قتل کیے گئے۔ پھر عام آبادی میں جو لوگ قتل ہونے سے باقی بچ گئے انہوں نے گویا نئی زندگی پائی۔ مگر اب ان میں کوئی بھی ایسا باقی نہ رہ گیا تھا' جو حکومت کی مخالفت کا تخیل بھی اپنے ذہن میں لا سکتا۔ چنانچہ حکم

نے اپنے دورِ حکومت کا بقیہ زمانہ کم سے کم اہل طلیطلہ کی طرف سے اطمینان سے گزارا۔ اور لوگوں کے دلوں پر حکومت کی ہیبت عبدالرحمٰن کے عہد تک قائم رہی۔ اس پورے زمانہ میں طلیطلہ میں حکومت کے خلاف کسی شورش کا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا۔

مقتولین کی مجموعی تعداد سات ہزار سے متجاوز ہوگئی۔ عبدالرحمٰن اس خونیں منظر کو شب بھر بیٹھا دیکھتا رہا۔ تلوار کی چمک سے اس کی آنکھوں میں غمزہ پیدا ہوگیا' جو تمام عمر باقی رہا۔ 6

ایک بغاوت کا نئے انداز سے خاتمہ:

وسطی اُندلس کے شہر جیان کے علاقہ میں بھی بغاوت کا ایک واقعہ رونما ہوا اور حکم نے صرف حسن تدبیر سے دو دن کے اندر اس کا خاتمہ کر دیا۔ ان اطراف میں جابر بن لبید ایک ممتاز قائد تھا۔ اس نے فوج کشی کر کے جیان کا محاصرہ کر لیا۔ عامل جیان قلعہ بند ہوگیا۔ محاصرہ کی اطلاع حکم کے پاس پہنچی۔ وہ اس وقت میدان میں گھوڑ دوڑ کا تماشہ دیکھ رہا تھا۔ اس کے محل کے سامنے دریا کے کنارے دو ہزار گھوڑے ہمہ وقت تیار کھڑے رہتے تھے اور سو سو گھوڑوں پر ایک افسر مقرر تھا جو عریف کہلاتا تھا۔ حکم نے خاموشی کے ساتھ ایک عریف کو اپنے پاس بلایا اور رازداری سے اس کو ہدایت کی۔ وہ اپنے سواروں کو لے کر فلاں راستہ سے جیان چلا جائے اور کسی کو اس کی اطلاع نہ دے سو سواروں کو بھیج کر وہ پھر کھیل دیکھنے میں مصروف ہوگیا۔ ایک گھنٹہ کے بعد اس نے ایک دوسرے عریف کو بلایا اور اس کو بھی اسی طرح ہدایتیں دے کر ایک دوسرے راستہ سے روانہ کر دیا۔ اسی طرح دس عریفوں کو مختلف راستوں سے پے در پے شام تک بھیجتا رہا اور ان میں سے کسی کو دوسرے کی اطلاع نہ دی۔ دوسرے دن وہ لوگ یکے بعد دیگرے مختلف راستوں سے پہنچتے رہے۔ یہ دیکھ کر ابن لبید بدحواس ہوگیا۔ ہر چہار طرف سے سواروں کو امنڈتے دیکھ کر نہ اس میں مقابلہ کرنے کی جرأت ہوئی اور نہ محاصرہ اٹھا کر کسی طرف بھاگنے کا مناسب موقع مل سکا۔ چنانچہ جب وہ لوگ فرار ہوئے تو شاہی سواروں نے ان کا پیچھا کیا اور گھیر کر ان کو قتل کر ڈالا اور تیسرے دن ان کے سر لے کر حکم کے پاس واپس آ گئے۔ 7

مغربی اُندلس کی بغاوتیں ماردہ' باجہ' مور در:

حکم کے زمانہ میں مغربی اُندلس میں شہر ماردہ بغاوت کا مرکز بنا۔ ایک قائد اصبغ

بن عبداللہ نے 191ھ 807ء میں اہل شہر کی ہم نوائی سے اپنی خود مختاری کا اعلان کر کے گورنر کو شہر بدر کر دیا۔ حکم اس بغاوت کی اطلاع پاتے ہی فوج لے کر آیا اور شہر کا محاصرہ کر لیا۔ محاصرہ سختی سے کیے تھا کہ دارالحکومت میں شورش پھیلنے کی اطلاع ملی اس لیے شبانہ یوم چل کر قرطبہ واپس چلا گیا اور اہل ماردہ کو اپنی بغاوت قائم رکھنے کا موقع مل گیا۔ اس اثناء میں طلیطلہ میں قتل عام کا وہ واقعہ پیش آیا۔ اس کا اثر ماردہ میں بھی قدرۃً پہنچا اور لوگوں کے دلوں میں اطاعت قبول کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ اس کے ساتھ حکم بھی پے در پے فوجی دستے بھیجتا گیا۔ اصبغ کبھی اطاعت قبول کر لیتا اور کبھی مقابلہ کرتا۔ یہی صورت حال 192ھ 808ء تک قائم رہی۔ آخر اہل شہر بار بار کی فوج کشی سے تنگ آ گئے۔ اصبغ کے حامیوں کی تعداد روز بروز کم ہوتی گئی یہاں تک کہ خود اس کے بھائی نے بھی اس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ بالآخر اس نے حکم کے پاس امان طلب کرنے کے لیے قاصد بھیجا۔ حکم نے اس کی معذرت قبول کی اور وہ ماردہ کی سکونت ترک کر کے حکم کی خدمت میں قرطبہ چلا آیا۔ 8

لیکن اصبغ کے اطاعت قبول کر لینے کے باوجود ماردہ کی شورش رفع نہیں ہوئی کچھ دنوں کے سکون کے بعد اہل شہر پھر بغاوت پر آمادہ ہوگئے۔ شہر کے استحکامات ایسے تھے کہ انہیں اپنی باغیانہ سرگرمیوں کے جاری رکھنے کا موقع مل جاتا تھا حکم بھی ان سے غافل نہیں رہا وہ خود فوج لے کر آیا اور فوجی کمک مسلسل بھیجتا رہا۔ یہ صورت حال 193ھ 809ء سے 196ھ 811ء تک قائم رہی' بالآخر اہل شہر نے اطاعت قبول کی۔ 9

حکم کے زمانہ میں مغربی اُندلس میں بغاوت کا دوسرا مقام باجہ تھا۔ یہاں حزم بن وہب نے 191ھ 807ء میں خودسری اختیار کی تھی۔ یہ شہر پرتگال کے موجودہ پایہ تخت لسبن (الشبونہ) سے جنوب مشرق میں پچانوے میل کے فاصلہ پر آباد تھا۔ حزم ممتاز قائدین میں تھا۔ حکم اس کو اپنے مراسلوں میں "نبطی" لکھتا تھا جس سے گمان ہوتا ہے کہ شاید نبطی عیسائی ہو۔ بہر حال اس نے باجہ میں بغاوت کا علم لہرایا اور فوج کشی کر کے پرتگال کے موجودہ پایہ تخت لسبن (الشبونہ) پر قبضہ کرنے کے قصد میں تھا کہ حکم کو اطلاع ملی۔ اس نے اپنے بیٹے ہشام کی سرکردگی میں اس بغاوت کے استیصال کے لیے فوج بھیجی۔ ہشام نے سختی کے ساتھ محاصرہ کر لیا۔ محاصرہ کی سختیاں اہل شہر کے لیے ناقابل برداشت ہوئیں تو باغی ہتھیار رکھ کر امان کے طالب ہوئے۔ ہشام نے امان دی اور فوج واپس چلی گئی۔ 10

اس کے بعد حکم کے آخر عہد حکومت میں 202ھ 817ء میں باجہ میں حکومت کا ایک نیا دعوے دار پیدا ہوا جو "ولد" کے نام سے معروف ہے۔ حکم نے پھر فوج بھیجی۔ شاہی لشکر نے باغیوں کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر دیا۔ چنانچہ شاہی لشکر شہر میں داخل ہوا اور بغاوت کے سرغنہ "ولد" کو گرفتار کر لیا گیا۔ 11

مغربی اُندلس کے تیسرے شہر موردر میں 200ھ 815ء میں ایک بربری نے سر اٹھایا اس کے استیصال کئے جانے کا واقعہ اپنے طرز کا انوکھا ہے ماردہ کے عامل نے حکم کو اس کے خروج کی اطلاع بھیجی اور لکھا کہ اگر اجازت ہو تو فوج کشی کر کے اس کا خاتمہ کر دیا جائے حکم نے اس مکتوب کو پوشیدہ رکھا اور فوج کے قائد کو طلب کیا۔ حکم اس وقت محل کے ایک صحن میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے فوجی سردار سے پوچھا کہ تم فلاں کو جانتے ہو؟ اس نے اثبات میں جواب دیا۔ حکم نے کہا "میں اسی جگہ بیٹھا ہوں تم فوراً جاؤ اس کا سر میرے پاس لے آؤ۔ ورنہ اس کے عوض میں تمہارا سر لیا جائے گا۔ قائد یہ گفتگو سن کر سخت پریشان ہوا۔ اسی گھڑی قرطبہ سے چل کھڑا ہوا۔ موردر پہنچ کر اس بربری کے متعلق حالات دریافت کئے تو لوگوں نے بڑی احتیاط سے اس کے حالات بتائے۔ یہ قائد بے حد متفکر ہوا کہ ایسی سخت مہم اور اتنی شدید وعید اس کو حکم کی طبیعت کا اندازہ تھا کہ وہ جو کہتا ہے پورا کرتا ہے۔ آخر جان پر کھیل کر اس کام کو پورا کرنے کی ہمت کی اور حیلہ جوئی سے ایسی تدبیریں اختیار کیں کہ اس کا سر قلم کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

چوتھے دن سر لے کر قرطبہ واپس آیا تو حکم اسی صحن میں اسی جگہ بیٹھا تھا اور غلاموں سے معلوم ہوا کہ وہ اس دن سے سوائے وضو اور نماز کے کسی اور ضرورت سے نہیں اٹھا۔ حکم اس کی کامیابی کو دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ انعام سے سرفراز کیا اور منصب میں ترقی دی۔ 12

حکم کے زمانہ کا یہ واقعہ بھی ذکر کے لائق ہے کہ مغربی اُندلس کے آخری جنوبی گوشہ کے ساحلی شہر جزیرہ خضراء میں 191ھ 807ء کے بعد خارجیوں کا ظہورِ عمل میں آیا اور اس شہر میں خوارج کے عقائد کی اشاعت عام طور پر ہونے لگی۔ عباس بن ناصح شاعر نے ایک شعر میں حکم کو اس کی طرف متوجہ کیا۔ حکم یہ شعر سنتے ہی خارجیوں کے استیصال پر کمربستہ ہوا اور فوج لے کر خود جزیرہ خضراء پہنچا اور اس عقیدہ کے قبول کرنے والوں میں سے اکثر کو موت کی سزا دی۔ 13

حکم کی زندگی کے آخری سال میں موردر ہی میں ایک شخص قعنب نے فتنہ انگیزی کی اور ایسی صورتحال پیدا ہو گئی کہ عرب، موالی، غلام اور عیائیوں میں خانہ جنگی شروع ہو گئی۔ اس فتنہ کا استیصال عبدالرحمٰن ثانی کے آغاز عہد میں ہو سکا اور قعنب یہاں سے فرار ہو کر ماردہ چلا گیا۔ 14

عیسائی حکومتوں سے آویزش:

ہشام کی وفات کے بعد ہی شارلیمین شاہ فرانس اور لوئی شاہ ایکوٹین نے اُندلس کی اسلامی سرحدوں میں پھر دلچسپی لینی شروع کی۔ چنانچہ لوئی نے اُندلس کے شمالی مشرق کے مشہور شہر جرندہ پر قبضہ کر لیا۔ 15

حکم نے اس پر فوراً توجہ کی۔ عبدالکریم بن مغیث کی سرکردگی میں ایک طاقتور لشکر روانہ کیا جس نے جرندہ پر دوبارہ قبضہ کیا۔ پھر عبدالکریم نے فوج کو عیسوی حکومت کے حدود میں داخل ہو کر مختلف دستوں میں تقسیم کر کے پھیلا دیا جس نے پورے سرحدی ملک میں ایک قیامت برپا کر دی۔ لوگ کثرت سے قتل کئے گئے اور شہروں کو لوٹ مار سے اور جلا جلا کر تباہ و برباد کیا گیا۔

اسی سلسلہ میں فوج کا ایک دستہ خلیج بسکے کو عبور کر کے فرانس پہنچا۔ عیسائیوں نے خلیج کو ناقابل عبور سمجھ کر آس پاس کی آبادیوں سے قیمتی ذخائر یہیں کسی شہر میں محفوظ رکھ دیئے تھے اور عورتوں اور بچوں کو بھی یہیں پہنچا دیا تھا۔ لیکن حسن اتفاق سے خلیج کا پانی اتر گیا تھا۔ فوج کو جانے کا راستہ مل گیا۔ یہاں بے شمار دولت ہاتھ آئی اور بہت سے قیدی گرفتار ہوئے۔ فوج کا یہ دستہ یہاں سے کامیابی کے ساتھ واپس آ کر عبدالکریم کے پاس چلا آیا۔

اس کے بعد ایک مقام پر عیسائیوں کے اجتماع کی خبر ملی۔ عبدالکریم ادھر رخ کر کے ان کے سروں پر آ پہنچا اور زیر کر کے ان کے خیمہ و خرگاہ کو چھین لیا۔ 16

اس حملہ میں کوہ پائیرینس کے اس پار کی عیسائی آبادی اور جنوبی فرانس کو اس طرح برباد کیا گیا کہ اگر اُندلس میں عبداللہ و سلیمان نے خانہ جنگی نہ شروع کر دی ہوتی تو پھر عیسائیوں کو کسی جارحانہ حملہ کا حوصلہ نہ ہوتا۔ لیکن جب اُندلس میں عبداللہ و سلیمان نے خروج کیا اور جابجا بغاوتیں اٹھیں۔ تو بقول عرب مؤرخین عیسائیوں نے اس فرصت کو غنیمت جانا اور وہ اسلامی شہروں پر جابجا حملے اور لوٹ مار کرنے لگے۔ لیکن حکم نے ان جارحانہ حملوں کا

کوئی جواب نہیں دیا۔17

شارلیمین شاہ فرانس نے 180ھ 796ء میں فرانس پر مسلمانوں کے جارحانہ حملہ سے سبق لیا تھا۔ اس کو اپنے پچھلے تجربہ سے پھر کبھی اُندلس پر حملہ آور ہونے کا خیال نہیں ہوا۔ اس کے ساتھ اس نے فرانس کو مسلمانوں کے جارحانہ حملوں سے بچانا چاہا۔ چنانچہ 798ء میں الفانسو سے اس نے دوستی کا معاہدہ کیا اور لوئی شاہ ایکوٹین کے مشورہ سے کوہ پائیرنیس کے اس پار اسلامی اُندلس کی سرحد سے ملی ہوئی سرزمین پر ایک نئی ریاست بفراسٹیٹ کے طور پر قائم کی اس سلطنت کا نام ''اسپنش مارچ'' رکھا اور ایک فرانسیسی رئیس بوریل کو اس ریاست کا حکمران بنا کر اس کو لوئی شاہ ایکوٹین کی سیادت میں دے دیا۔ اس کے ساتھ جابجا مناسب مقاموں پر مستحکم قلعے تعمیر کرائے اور یہاں کی فوج نے خاص طور پر اسلامی اُندلس کی سرحدوں پر چھاپے مارنا شروع کیے۔ بایں ہمہ حکم اپنی داخلی مصروفیتوں کے سبب سے ادھر کوئی توجہ نہ کر سکا اور ایک مدت تک اُندلس میں سرحد کی اسلامی آبادیاں عیسائیوں کے ہاتھوں تباہ و برباد ہوتی رہیں انسائیکلوپیڈیا میں شارلیمین کے سیاسی تفوق کو دکھاتے ہوئے کہا گیا ہے:-

''(خلافت عباسیہ سے تعلقات قائم کر کے) اس طرح اس کے اثرات ایشیا میں قائم ہونے کے بعد یورپ کا کوئی حصہ مشکل سے نکلے گا جہاں شارلیمین کی قوت محسوس نہ کی گئی ہو' اس واقعہ ہزیمت (ہزیمت 778ء) کے بعد اگرچہ وہ اسپین نہیں آیا۔ لیکن اس نے اس ملک کے حوادث سے اپنی گہری دلچسپی قائم رکھی۔ 798ء میں اس نے الفانسو دوم شاہ اسٹریاس سے دوستی کا معاہدہ مکمل کیا اور شاہ لوئی کی سرکردگی میں ایک باقاعدہ مہم کا ایسا سلسلہ جاری رکھا کہ ''اسپنس مارچ'' کی حکومت عالم وجود میں آئی جو کہ کوہ پائیرنیس سے دریائے ابرو کے درمیان واقع تھی اور جو پمپلونہ سے برسلونہ تک پھیلی ہوئی تھی تاکہ عربوں کے حملوں کی مدافعت کرتی رہے۔''

اس نوزائیدہ سلطنت کے بڑے شہروں میں اوسونا' کارڈونا' انزیسا وغیرہ تھے۔ ان میں سے کوئی بھی ساحل سمندر پر آباد نہ تھا۔ شارلیمین نے اسلامی اُندلس کی داخلی پریشانیوں سے فائدہ اٹھا کر اپنی سالانہ مجلس ٹولوس میں مشرقی اُندلس کے مشہور ساحلی شہر

برشلونہ پر قبضہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ 185ھ 801ء میں عیسائیوں کے متحدہ لشکر نے برشلونہ کا محاصرہ کر لیا اور شاہ لوئی اپنی فوج لیے روسی لون میں ٹھہر گیا کہ اگر قرطبہ سے کوئی فوج اہل برشلونہ کی مدد کے لیے آئے تو اس کا راستہ روکا جائے اور ادھر محاصر فوج نے بڑی سختی سے محاصرہ جاری رکھا۔ والی برشلونہ نے مدد کے لیے قرطبہ پیغام بھیجا۔ لیکن کوئی امداد نہ آسکی اور محاصرے کی سختیاں روز بروز بڑھتی گئیں شہر کا تعلق باہر سے بالکل منقطع ہو گیا اور سامان خوراک کے ختم ہونے کے بعد چمڑے اور کوڑا کرکٹ کے کھانے تک کی نوبت آگئی۔ بایں ہمہ مسلمان محصورین بڑی پامردی سے مقابلہ کرتے رہے اور شہر سے باہر نکل کر حملہ آوروں کو موت کے گھاٹ اتارتے رہے۔ اس اثناء میں شاہ لوئی بھی قرطبہ کی طرف سے کسی مدد کے نہ پہنچنے سے مطمئن ہو کر اپنی فوج لے کر برشلونہ چلا آیا اور محاصرین کی طاقت میں پہلے سے اضافہ ہو گیا۔ ادھر محصورین کی مصیبتوں میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا اور شہر کی فصیل بھی جابجا سے کمزور ہو گئی۔ آخر والی برشلونہ ایک خفیہ دروازے سے خود نکلا کہ قرطبہ پہنچ کر مسلمانوں کو اس مصیبت سے نجات دلانے کے لیے کمک طلب کر کے لائے مگر اتفاق سے وہ گرفتار کر لیا گیا۔ بالآخر مسلمانوں نے محاصرین سے صلح کا نامہ و پیام کیا اور اس شرط پر کہ مسلمانوں کو شہر سے ہجرت کر کے چلے جانے دیا جائے' شہر کے دروازے کھول دیئے اور مسلمان برشلونہ میں اپنی املاک و جائیداد اور ساز و سامان کو چھوڑ کر یہاں سے ہجرت کر گئے۔

مسلمان جب ترک سکونت کر کے شہر سے نکل چکے تو ان کی کمک کے لیے قرطبہ کی فوج آتی دکھائی دی۔ مگر یہ بعد از وقت تھا۔ چنانچہ سب لوگ قرطبہ واپس چلے گئے۔ برشلونہ کے سقوط کے بعد اس نوزائیدہ فرانسیسی سلطنت کا پایہ تخت کا یہی مقام قرار پایا اور سلیمان و عبداللہ کی جنگ کی بدولت یہ زرخیز صوبہ مسلمانوں کے قبضہ سے نکل گیا۔18

اس کے کچھ دنوں کے بعد 187ھ 803ء میں عیسائیوں نے ایک دوسرے سرحدی شہر نطیلہ کا رخ کیا۔ اس شہر میں کچھ غدار عیسائی بھی آباد تھے۔ یہ شہر عمروس بن یوسف کی ولایت میں تھا۔ اس کا نوجوان لڑکا یوسف یہاں کا والی تھا۔ نطیلہ والوں نے سرحد کے عیسائیوں سے ساز باز کر کے بغاوت کی اور انہیں بلا کر شہر کو ان کے سپرد کر دیا۔ عیسائیوں نے یوسف کو گرفتار کر کے ایک مقام صخرہ قیس میں لے جا کر رکھا اور شہر پر قابض ہو گئے۔

عمروس نے عیسائیوں کی یورش اورلڑکے کی گرفتاری کی خبرسن کر پہلے سرقسطہ کو مستحکم کیااورفوج کی تنظیم کی کہ عیسائی اس شہر پرحملہ آور نہ ہونے پائیں پھراپنے چچازاد بھائی کی سرکردگی میں لشکر عیسائیوں کونطیلہ سے نکالنے اور یوسف کو آزادکرانے کے لیے روانہ کیا۔ چنانچہ عیسائی بڑی تعداد میں قتل کیے گئے۔نطیلہ میں کامیاب ہونے کے بعد وہ صخرہ قیس پہنچا۔ یہاں بھی سخت مقابلہ ہوااور مسلمانوں نے غلبہ حاصل کرکے یوسف کو آزاد کرایا۔عیسائی شکست کھاکرصخرہ قیس سے بھاگے' اور یوسف گم گشتہ اپنے باپ سے آخرمل گیااور کچھ دنوں کے لیے اس علاقہ کے عیسائیوں کے دلوں پرعمروس کی دھاک جم گئی اور انہیں سراٹھانے یاپیش قدمی کرنے کاحوصلہ نہیں ہوا۔19

اس کے بعد 191ھ 807ء میں شاہ لوئی نے شمال مشرقی اُندلس کے شہر طرطوشہ کی طرف پیش قدمی کی۔ حکم کواطلاع ملی تو اس نے اپنے سب سے بڑے لڑکے عبدالرحمٰن کو مقابلہ کے لیے بھیجا۔ عبدالرحمٰن نے لوئی کے طرطوشہ پہنچنے سے پہلے اسی کے حدود حکومت میں اس کو روک لیا۔ دونوں فوجوں میں سخت مقابلہ ہوا۔لوئی نے شکست کھائی۔ بہت سے عیسائی قتل کیے گئے۔ بہت سے گرفتار ہوئے اور خیمہ وخرگاہ ہاتھ آیا۔20
حکم نے برشلونہ کے واقعہ سے سبق حاصل کرکے عجلت کے ساتھ یہ مہم روانہ کردی تھی۔ سرحدی علاقوں میں عیسائیوں کی زیادتیاں اسی طرح جاری تھیں اورقتل وغارت گری کی مسلسل وارداتیں ہورہی تھیں۔ لیکن حکم کوداخلی بدامنیوں سے فرصت نہ تھی کہ ادھر توجہ کرسکتا۔21

196ھ 811ء میں اتفاقی طور پرایک عجیب واقعہ پیش آیااوراس سے حکم کی توجہ ادھر مبذول ہوگئی۔ ایک اُندلسی شاعرعباس نامی نے اس کے سامنے ایک قصیدہ پیش کیا کہ اس نے ایک عورت کی فریادسنی جوامیر کانام لے کراس کی دہائی دے رہی تھی۔ حکم نے واقعہ کی تفصیل پوچھی تو معلوم ہوا کہ وہ ایک قافلہ کے ہمراہ تھی جس پر دشمنوں کاایک دستہ حملہ آور ہوگیا۔ سب لوگ قتل کیے گئے اور وہ زندہ گرفتار کرلی گئی۔ اس وقت اس نے یہ فریاد کی۔ ''حکم تیری دہائی ہے۔ تو نے ہمیں بھلادیا۔ ہم بیوہ ویتیم ہوگئے'' حکم یہ سن کر بہت متاثر ہوا اور جہاد کا اعلان کرکے کوچ کا حکم دیا۔ وادی الحجارۃ کے پاس وہ واقعہ پیش آیا تھا۔ چنانچہ اسی سمت روانہ ہوکرعیسوی حکومت کے حدود میں داخل ہوا۔ متعدد قلعے فتح کیے بہت سے

شہروں کولوٹ لیا۔ بہت سے لوگ قتل کیے گئے اور بہت سے گرفتار کیے گئے جن میں عورتیں بھی تھیں۔

اس کے بعد قیدیوں کا تبادلہ کیا گیا۔ وہ فریاد کرنے والی عورت تبادلہ میں واپس آئی۔ تبادلہ کے بعد جو قیدی باقی بچ گئے وہ قتل کردیئے گئے۔ اس طرح اس نے اپنے غصہ اور انتقام کی آگ ٹھنڈی کی۔ واپسی کے بعد حکم نے سرحد والوں اور خصوصاً اس عورت سے پوچھا کہ تم لوگوں نے حکم کو فریاد کے لیے پکارا تھا؟ لوگوں نے اثبات میں جواب دیا اور اس کے حق میں دعائیں کی۔ اس کے بعد حکم قرطبہ واپس چلا گیا۔22
اس مہم سے عیسوی شہروں پر حکم کے مہم کی ابتداء نئے سرے سے ہوئی۔ چنانچہ اس کے بعد اس نے پے در پے مہمیں بھیجنا شروع کیں اور لڑائیوں کا خشکی و سمندر میں ایک طویل سلسلہ جاری ہوگیا۔ چنانچہ اس کے بعد 200ھ 810ء میں ایک عظیم الشان مہم عبدالکریم بن مغیث کی سرکردگی میں بھیجی گئی۔ عبدالکریم فوج لے کر گیا اور جنوبی فرانس کے وسط میں قیام اختیار کرکے جابجا اپنی فوجیں پھیلادیں جنہوں نے قتل وغارت گری کا ایک طویل سلسلہ جاری کیا بہت سے قلعے مسمار کرڈالے ایک مقام کو برباد کرکے دوسرے مقام پہنچتیں جس سے عیسائیوں کے لیے سرچھپانا مشکل ہوگیا۔ یہ حال دیکھ کر عیسائی حکمرانوں نے اس علاقہ کے سب حکمرانوں کو حالات کی اطلاع دی اور عیسوی لشکر ہر سمت سے امنڈ آیا اور ایک جگہ جمع ہوگیا۔ دریائے ابرو کے اس پار اسلامی لشکر تھا اور عیسائیوں کا لشکر اس پار جمع تھا۔ اور مسلمانوں کو دریا عبور کرنے سے روک رہا تھا۔ یہ دیکھ کر عبدالکریم سیاسی چال سے پیچھے ہٹ آیا۔ عیسائی سمجھے کہ ان کے قدم اکھڑ گئے۔ چنانچہ وہ لوگ دریا کو عبور کرکے اس پار آگئے۔ اس کے بعد مسلمان ان پر جھپٹ پڑے اور بے دردی سے قتل عام شروع کردیا۔ عیسائی پسپا ہوکر دریا کے ساحل پر پہنچے وہ بھاگنے کی کوشش میں تھے اور مسلمان انہیں قتل اور گرفتار کرنے میں مصروف تھے۔ جو لوگ بچ کر جاسکے وہ محفوظ رہے باقی بہت سے لوگ گرفتار ہوگئے جن میں بڑے بڑے نامی سردار اور مذہبی پیشوا بھی تھے۔

اس کے بعد دریا کے اس پار عیسائیوں نے پھر اپنی منتشر جمعیت فراہم کی اور مسلمانوں کو دریا عبور کرنے سے روکنے کے لیے کھڑے رہے۔ لڑائی کا سلسلہ روزانہ جاری رہا۔ تیرہ دن اسی طرح گزرے یہاں تک کہ دریا چڑھ آیا اور اس کا عبور کرنا ناممکن ہوگیا۔

اس کے بعد عبدالکریم اپنا لشکر لے کر 7 ذی الحجہ 200ھ 810ء میں قرطبہ واپس چلا آیا۔23؎

حکم کے عہد میں عیسائیوں سے یہ آخری لڑائی تھی۔اس کے بعد کسی لڑائی کا تذکرہ عرب مؤرخین کے یہاں موجود نہیں اور انسائیکلو پیڈیا بریطانیکا کے بیان کے مطابق شارلیمین اور حکم میں دوستانہ معاہدہ ہوگیا اور ان دونوں کے حالت جنگ میں ہونے کی کیفیت باقی نہیں رہی۔چنانچہ انسائیکلو پیڈیا بریطانیکا میں ہے:-

''عربوں اور فرنیک سے لڑائی کا طویل سلسلہ خشکی وتری دونوں طرف سے جاری رہا۔یہاں تک کہ 810ء میں شارلیمین اور الحکم شاہ قرطبہ کے درمیان معاہدہ صلح انجام پایا۔''24؎

حکم کی اخلاقی بے راہ روی کے خلاف قرطبہ میں ہنگامہ:

حکم ہشام اول کا جانشین تھا۔ہشام کے مختصر دور حکومت میں لوگوں کے دلوں میں حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز کے در حکومت کی یاد تازہ ہوگئی تھی اور کتاب وسنت کا اتباع اس کے عہد کا درخشاں کارنامہ تھا وہ خود صلاح وتقویٰ کی زندگی گزارتا اور رعایا میں دین کے اوامر ونواہی کی پیروی کرنے کا ذوق پیدا کرتا۔علمائے دین کی قدر ومنزلت کرتا اور ان کے ذریعہ سے علم دین کی اشاعت ہوتی تھی اور یوں چند ہی دنوں میں قرطبہ علم دین کا مرکز اور علماء فضلاء اور صلحاء کا مسکن بن گیا تھا۔

لیکن حکم نے زمام حکومت سنبھالنے کے بعد جہاں سیاسی حیثیت سے کامیابی کے ساتھ حکمرانی شروع کی وہاں خود ذاتی طور پر ایسے عادات وخصائل کا مرتکب ہوا جو ہشام جیسے متقی ومتبع سنت فرماں روا کے جانشین کے شایان شان نہ تھا۔چنانچہ وہ شراب نوشی اور عیش وعشرت کے دوسرے معاصی کا اعلانیہ ارتکاب کرنے لگا۔

اُندلس کی اسلامی سرزمین اسلامی علوم کا مخزن بن چکی تھی۔مؤطا کے رواۃ اور امام مالکؒ کے ارشد تلامذہ یحییٰ بن یحییٰ لیثی وغیرہ اس دور میں اپنی مسند درس بچھائے تھے۔یہ وہ لوگ تھے جن سے سلطنت کا بانی عبدالرحمٰن بھی عزت واحترام سے پیش آتا تھا۔ان لوگوں نے حکم کو راہ راست پر لانے کی کوشش کی۔مگر وہ اپنی بے راہ روی میں اپنی حد سے تجاوز کرتا

گیا۔رفتہ رفتہ اس کی اس آزادانہ روش سے قرطبہ کے عوام وخواص میں سخت برہمی پھیلی' لوگ اس کے معاصی پر اعلانیہ نفرت کرنے لگے اور جذبہ نفرت اتنا بڑھا کہ 187ھ 803ء میں ایک مرتبہ وہ عوام کے سامنے نظر آیا۔تو لوگوں نے اس کے خلاف نعرے لگائے اس پر پتھر برساتے ہوئے اس کا پیچھا کیا اور محل میں گھس کر اس کو قتل کر دینا چاہا کہ محل کی محافظ فوج سامنے آ گئی اور حالات سکون میں آ گئے۔

خلع کی ایک کوشش اور اس کی ناکامی:

قرطبہ کے ممتاز علماء وصلحاء نے حکم کے فسق وفجور کی زندگی سے تنگ آ کر اس کی بیعت سے خلع کرنا ضروری قرار دیا اور ایک اموی شہزادے محمد بن قاسم معروف با بن الشماش پر' جو منذر بن عبدالرحمٰن الداخل کی اولاد میں سے تھا' نگاہ انتخاب گئی لوگوں نے اس نوجوان شہزادے کا عندیہ لیا اور اس کو ہم نوا بنا کر اپنا رازدار بنالیا اور حکم کو معزول کر کے اس کی بیعت لینے کا ارادہ ظاہر کیا۔اس نے تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے لیے شب پنجشنبہ کو اپنے قصر میں بلایا تاکہ وہاں اطمینان کی گفتگو کر لی جائے اور دوسرے دن جمعہ کے روز حکم کے معزول ہونے اور اس کی بیعت کے لیے جانے کا اعلان کر دیا جائے۔

لیکن اس اموی شہزادے نے علماء وصلحاء کی سادہ لوحی سے فائدہ اٹھایا تھا۔اس نے ایک طرف علماء سے اپنی گفتگو جاری رکھی اور دوسری طرف حکم کی نظروں میں منزلت حاصل کرنے کے لیے اس کو سازش کی اطلاع کر دی۔حکم کو اس کے بیان کا اعتبار نہ آیا۔اس نے کہا ''تم مجھے اعیان شہر کی طرف سے بدگمان کرنا چاہتے ہو' پھر قسم کھا کر کہا' اس کو تمہیں پایہ ثبوت تک پہنچانا ہوگا ورنہ تمہاری گردن اڑادوں گا'' اس نے کہا'' آپ اپنے کسی معتمد کو میرے پاس فلاں رات کو بھیج دیجئے'' چنانچہ حکم نے موعودہ شب میں اپنے وفادار غلام برنت اور کاتب ابن الخذا کو محمد بن قاسم کے محل میں بھیج دیا۔اس نے ان لوگوں کو اوٹ میں اس طرح بٹھا دیا کہ کمرے کی آواز وہاں پہنچ سکے اور ان پر کسی کی نظر نہ پڑے۔

اس اثنا میں مقررہ وقت پر قرطبہ کے علماء وصلحاء ابن قاسم کے محل میں جمع ہوئے۔ اس نے ان سے مصنوعی گفتگو شروع کی۔اثنائے گفتگو میں یہ معلوم کرنے کے لیے کہ قرطبہ کے علماء واعیان' واقعی اس کی حمایت کے لیے تیار ہیں' اس نے ان میں سے ہر ایک کا نام

فرداً فرداً دریافت کرنا شروع کیا۔ اور علماء اثبات میں جواب دیتے گئے اور ادھر کاتب تقدیر ان کے ناموں کو فہرست میں درج کرتا گیا۔ جب ناموں کی تعداد غیر معمولی حد تک پہنچ گئی اور قرطبہ کے معزز علماء میں سے مشکل سے کوئی ایسا بچا ہو جسکا نام اس فہرست میں نہ آ گیا ہو تو کاتب کو خطرہ گزرا کہ کہیں اس کا نام بھی ان لوگوں کی زبان پر نہ آ جائے۔ اس نے قلم چلانے میں اس کی آواز تیز کردی۔ حاضرین قلم چلنے کی آواز سن کر فریب سے مطلع ہو گئے۔ اسی وقت مجمع میں انتشار پیدا ہوا اور یہ کہتے ہوئے کہ ''دشمن خدا تیرے یہ کرتوت ہیں'' وہاں سے عجلت کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے اور اسی وقت اس کو فرار ہونے کا موقع مل سکا وہ فرار ہو گیا۔ دوسری صبح تک ان میں سے جو اپنے گھر پر موجود رہ گیا' وہ گرفتار کرلیا گیا۔ حکم کے دسترس سے باہر ہوجانے والوں میں شیخ عیسیٰ بن دینار اور یحییٰ بن یحییٰ لیثی کے نام خاص طور پر لئے گئے ہیں اور اکابرین جو حکم کے ہاتھ لگ گئے ان میں ممتاز علماء میں سے یحییٰ بن نصر یحصبی' موسیٰ بن سالم خولانی اور موسیٰ بن سالم' ابن ابی کعب اور یحییٰ بن یحییٰ لیثی کے سگے بھائی اور ابو یحییٰ زکریا بن مطر غسانی جو حضرت امام مالکؒ اور حضرت سفیان کے ارشد تلامذہ میں تھے اور اُندلس میں دین کے ستون سمجھے جاتے تھے اور اسی طرح دیگر علماء تھے جن کی مجموعی تعداد بہتر تھی۔ چند دنوں کے بعد شاہی محل کے سامنے انہیں سولی پر چڑھا دیا گیا اور سرزمین اُندلس ان اکابر اہل علم کے فیوض و برکات سے ہمیشہ کے لیے محروم ہو گئی۔

قرطبہ میں قتل عام:

قرطبہ کے اس سانحہ عظمیٰ سے حکم اور مسلمانان قرطبہ کے درمیان اختلاف کی ایک ایسی خلیج حائل ہوگئی جو ان دونوں میں سے کسی ایک کے فنا ہوجانے کے بعد ہی مٹ سکتی تھی۔ حکم نے اس سانحہ کے بعد شاہی محل کی حفاظت کرنے والی فوج کی تعداد زیادہ کردی۔ دو ہزار سوار محل کے سامنے ہمہ وقت تیار کھڑے رہتے تھے۔ فوج شاہی محل کو گردا گرد گھیرے رہتی تھی اور شہری آبادی کا کسی مسلح باضابطہ فوج سے مقابلہ کرنا بہت دشوار تھا۔ اس لیے اہل شہر کسی ایسے موقع کے منتظر رہے کہ حکم کسی مہم میں جائے قرطبہ شاہی فوج سے خالی ہو اور وہ اس کے دروازے حکم کے لیے بند کردیں۔

چنانچہ 191ھ 808ء میں حکم لشکر لے کر ماردہ کی بغاوت فرو کرنے کے لیے گیا

ہوا تھا کہ اہل قرطبہ کو محصور ہو کر بیٹھ جانے کا موقع ملا۔ خیال کیا گیا کہ حکم کو ماردہ کی مہم سر کرنے میں کچھ دیر لگے گی اور اس اثناء میں یہاں بغاوت کو کامیاب بنانے کے وسائل اختیار کرلیے جائیں گے۔ لیکن حکم نے قرطبہ کی بغاوت کی اطلاع پاتے ہی ماردہ کی مہم کو ناتمام چھوڑ دیا اور بڑی تیز گامی سے صرف تین دن کے اندر فوج لے کر قرطبہ واپس چلا آیا اور بغاوت پر قابو حاصل کرلیا اور شورش کنندوں میں سے کچھ لوگوں کو گرفتار کرکے سولی پر چڑھا دیا۔ اس طرح وقتی طور پر سکون تو پیدا ہوا لیکن طبائع کا اشتعال باقی رہا۔

لوگ حکم کی شاہی فوج کے ہر فرد کو بڑی حقارت سے دیکھتے اور شہریوں اور فوجیوں میں جذبہ عناد ترقی پاتا رہا۔ راستہ گلی میں کوئی فوجی مل جاتا تو اس کو ستانے کی کوشش کرتے گالی گلوچ کی نوبت پہنچتی یہاں تک کہ لوگ مینارے پر چڑھ کر اذان کے بعد ''(الصلوة یا محمود'' کی ندا بلند کرتے اور کبھی کوئی جری حکم کے روبرو یہی ندا بلند کردیتا۔

حکم بھی اپنی حفاظت سے غافل نہ تھا۔ وہ مسلح غلاموں کی فوج میں روز بروز اضافہ کرتا گیا۔ قرطبہ کی قلعہ بندی اس طرح کرائی کہ مخالف گروہ کے محلے ربض قرطبہ یعنی حوالی قرطبہ بن گئے۔ اپنی محفوظ بندیوں کے گردا گرد خندقیں کھدوائیں حکم کی ان تدبیروں سے اہل شہر میں مزید اشتعال پیدا ہوتا گیا اور ادھر حکم کی دشمنی بھی اہل شہر سے بڑھتی گئی۔ وہ مختلف ذریعوں سے انہیں پریشان کرتا۔ چنانچہ اب تک صرف پیداوار کا عشر وصول کیا جاتا تھا۔ اس نے ایک جدت یہ کی کہ غلہ کا وہ خروار جو قرطبہ میں باہر سے لایا جاتا اس میں سے بھی دسواں حصہ سرکاری محصول میں لے لیا جاتا۔ اہل قرطبہ نے قدرتاً اس نئے ٹیکس کو ناپسند کیا۔ اس پر کچھ شورش پیدا ہوئی تو شہریوں میں سے جو لوگ پیش پیش تھے ان میں سے دس آدمیوں کو گرفتار کرکے سولی پر چڑھا دیا۔ اس کے بعد آخری اشتعال انگیز واقعہ یہ پیش آیا کہ ماہ رمضان 198ھ 813ء میں ایک فوجی نے ربض قرطبہ کے کسی صیقل گر کو اپنی تلوار صیقل کرنے کے لیے دی تھی۔ ان دونوں میں کسی بات پر جھگڑا ہوا۔ فوجی نے اشتعال میں اس صیقل گر کو قتل کر ڈالا۔ اس واقعہ سے مخالفت کی آگ ایسی بھڑکی کہ اس کے شعلوں سے قرطبہ کی شہری آبادی جل کر خاکستر ہوگئی۔ لوگ صیقل گر کا خون گرتے ہی ''السلاح السلاح'' پکارتے شاہی محل کی طرف دوڑ پڑے اور ایک جم غفیر محل کی محافظ فوج پر حملہ آور ہو گیا۔ فوج نے بھی مقابلہ کیا۔ مگر اس مشتعل مسلح مجمع پر وہ قابو نہ پا سکی۔ اور پسپا ہوتی

ہوئی محل کی طرف ہٹتی گئی۔ حکم قصر کے اندر بیٹھا یہ تماشا دیکھ رہا تھا۔ اس کی رگوں میں بھی عربی خون تھا۔ بے تابی کے ساتھ مسلح ہوا۔ ہتھیار لگانے کے بعد مشک کی شیشی طلب کی۔ خادم حیران ہوا کہ اس وقت اس کا کیا موقع ہے۔ حکم نے جھڑک کر اس سے کہا ''آج موت یا دشمنوں پر ظفر مندی کا دن ہے۔ اگر میں مارا گیا تو حکم کا سر مقتولین کے سروں میں سے کیوں کر پہچانا جائے گا۔ چنانچہ مشک کو انڈیل کر اپنے سر پر لگایا اور فوج کے ایک مسلح دستہ کو ہمراہ لے کر میدان میں نکل آیا اور جوش و خروش سے رن میں گھس پڑا۔ امیہ بن عبدالرحمٰن الداخل کا ایک مولی بزیع کسی جرم میں قید خانہ میں دوام حبس کی سزا بھگت رہا تھا پیروں میں بھاری بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں۔ جس وقت حملہ آور شاہی فوج کو پسپا کر رہے تھے۔ اس وقت وہ لڑائی کا نظارہ دیکھ کر قبائلی جوش و خروش سے دیوانہ ہو گیا۔ قید خانہ کے محافظ سے منتیں کیں کہ لڑائی میں شریک ہونے کا موقع دیا جائے۔ اگر زندہ رہ گیا تو خود سے آ کر بیڑیاں پہن لوں گا۔ چنانچہ پاؤں کی بیڑیاں کاٹ دی گئیں۔ وہ میدان میں کودا اور لاشوں پر لاشیں گراتا ہوا سب سے آگے نکل گیا۔

حکم تھوڑی دیر اسی طرح لڑتا رہا پھر اپنے چچازاد بھائی عبداللہ کے کان میں کہا کہ وہ ایک مختصر دستہ لے کر شہر پناہ کی پشت سے نکل جائے۔ چنانچہ وہ شہر پناہ میں سوراخ کر کے حملہ آوروں کی پشت پر پہنچ گیا اور پہلے ربض شہر کے محلوں میں آگ لگا دی۔ پھر عقب سے حملہ آوروں پر ٹوٹ پڑا۔ حملہ آوروں نے مڑ کر دیکھا تو اپنے محلوں سے آگ کے شعلے نکلتے دیکھے اور اپنے اہل و عیال کی فکر میں بدحواس ہو کر مڑ پڑے۔ اب میدان صاف تھا۔ فوج درندوں کی طرح آگے بڑھی اور شہر کے ان محلوں پر ٹوٹ پڑی اور مسلسل تین دن تک قتل عام، آتش زدگی اور لوٹ مار کے سلسلہ جاری رکھ کر ایک قیامت برپا کر دی۔ قتل عام کا بازار ایسا گرم تھا جو جہاں ملتا قتل کیا جاتا مکانات ڈھائے گئے اور مسجدیں مسمار کی گئیں۔ تین دن میں ایسا بھیانک منظر پیدا ہو گیا کہ حکم نے خود سے وزراء سے مشورہ طلب کیا۔ لوگوں نے کہا اس آبادی میں کا ایک متنفس بھی زندہ باقی نہ رکھا جائے۔ لیکن عبدالکریم بن عبداللہ نے نشیب و فراز سمجھایا اور قتل عام کے موقوف کیے جانے کا مشورہ دیا۔

حکم نے اس کی رائے کو قبول کر کے تلواریں نیام میں کرائیں اور ان محلوں کو تین دن کے اندر خالی کر دینے کا حکم دیا کہ چوتھے دن جو ان محلوں میں دکھائی دے گا وہ قتل کر دیا

جائے گا۔

اس ہنگامہ کے سلسلہ میں بھی علمائے قرطبہ نے اپنی فرض شناسی فراموش نہیں کی۔ وہ عین ہنگامہ کے دن اپنے کو خطرہ میں ڈال کر مصالحت کا پیغام لے کر آئے تھے اور صلح و آشتی سے اس ہنگامہ کو فرو کرانا چاہتے تھے۔ لیکن حکم کے جذبات مشتعل تھے۔ ان کو گرفتار کر کے قید کرا دیا۔ رات کی تاریکی میں ان کو قید خانہ سے اپنے پاس بلوایا۔ جدیر، جو بنو جدیر کا مورث اعلیٰ تھا، یہاں دربان مقرر تھا۔ حکم نے اس کو ان بے گناہوں کی گردن مارنے کا حکم دیا۔ جدیر کی دینی فرض شناسی بیدار ہوئی۔ اس نے جرأت سے کہا ''آقا اس کو میں اپنے اور آپ دونوں کے لیے برا سمجھتا ہوں کہ میں اور آپ دونوں جہنم کے درجوں میں سے کسی درجہ میں ہوں۔ آپ میری طرف دوڑیں اور میں آپ کی طرف دوڑوں۔ یہ نہ مجھے فائدہ پہنچا سکتا ہے نہ آپ کو'' حکم نے اس جواب کے باوجود اپنے حکم کے نفاذ پر اصرار کیا۔ لیکن جدیر انکار کرتا رہا تو اس کو اپنے پاس سے نکل جانے کا حکم دیا اور اس کے ساتھی ابن نادر کو بلوایا اور اس کے ہاتھوں ان مشائخ قرطبہ کو جام شہادت پلایا۔ ابن القوطیہ کہتا ہے کہ شاید اسی وجہ سے بنو جدیر آج تک پھولتے پھلتے گئے اور بنو نادر روز بروز پستی میں گرتے گئے''۔

بہر حال اب قرطبہ کے ان مصیبت زدوں کی جنہیں جلاوطن ہونے کا حکم دیا گیا تھا۔ ایک علیحدہ داستان ہے۔ ایک ایسے موقع پر جب قتل عام، خون ریزی اور عمارتوں اور مسجدوں کی آتش زدگی و مسماری کا بہ ظاہر نہ ختم ہونے والا سلسلہ جاری تھا اس اعلان کے بعد سفاکوں کے ہاتھ رک گئے۔

ان مصیبت زدوں کے لیے یہ مہلت مغتنم ثابت ہوئی لوگ اہل و عیال اور مختلف سامان کو ساتھ لے کر اندلس سے چل کھڑے ہوئے لیکن ان کی مصیبت کا خاتمہ ابھی نہیں ہوا تھا۔ شریر فوجی سپاہی اور لٹیرے مختلف کمین گاہوں میں چھپ رہے اور ان کے ساتھ مال و اسباب کے لوٹ مار کرتے رہے جو سامان بچانے کی کوشش کرتا جان سے مارا جاتا۔ آخر ان ہی مصیبتوں کے ساتھ یہ اندلس سے ہجرت کر کے باہر نکلے کچھ لوگوں نے مغرب کے شہر فاس میں اقامت اختیار کی اور کچھ لوگ بڑھتے ہوئے مصر چلے گئے۔

جلاوطنوں کی نو آبادی:

ان مہاجرین کے قافلہ در قافلہ نے اجتماع کر کے ایک جماعت کی حیثیت اختیار

کرلی اوران کی تعداد پندرہ ہزار سے تجاوز کرگئی۔ ان لوگوں نے اس اجتماع سے فائدہ اٹھایا اس زمانہ میں مصر پر ایک قائد عبید اللہ بن السری خلافت عباسیہ سے باغی ہو کر مستولی ہو گیا تھا۔ اس اُندلسی جمعیت نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور مصر پہنچ کر یہاں کے مشہور شہر اسکندریہ پر قبضہ کر کے بود و باش اختیار کرلی۔

یہ لوگ چند سال یہاں مقیم رہے یہاں تک کہ 310ھ میں عبداللہ بن طاہرؒ خلیفہ ہارون الرشید کی طرف سے مصر پر قبضہ کرنے کے لیے بھیجا گیا۔ اس نے عبید اللہ بن سری کے ہاتھ سے ملک کو نکال لیا۔ اس کے بعد اسکندریہ کا معاملہ زیر گفتگو آیا۔ اس وقت اُندلسیوں نے اپنے میں سے ایک شخص ابو حفص بلوطی کو اپنا قائد بنالیا تھا۔ اس کا دعویٰ تھا کہ اس نے اس شہر کو خلیفہ کے عامل سے نہیں چھینا ہے۔ اس لیے وہ اس کا جائز حاکم ہے۔ بالآخر اس کی اطلاع ہارون الرشید تک پہنچی تو اس نے ہرثمہ بن اعین حاجب کو اس قضیہ کا تصفیہ کرنے کے لیے بھیجا۔ ابن اعین نے آکر اسکندریہ پر ان لوگوں کا قبضہ تسلیم کیا اور معاوضہ میں خطیر رقم دے کر شہر کو دوبارہ خرید لیا اور پھر انہیں اجازت دی کہ یہ لوگ مصر یا جزائر میں سے جہاں چاہیں قیام اختیار کریں۔ ان لوگوں نے جزیرہ افریطس (کریٹ) کو اپنے مستقر کے لیے پسند کیا جو اس زمانہ میں مسلمانوں کے قبضہ میں نہ تھا۔ چنانچہ اس جزیرہ پر حملہ آور ہو کر قابض ہو گئے پوری جماعت یہیں آکر مقیم ہو گئی اور اپنی خود مختار حکومت قائم کرلی اور ابو حفص عمر بلوطی اور اس کے بعد اس کی اولاد یہاں حکمرانی کرتی رہی یہاں تک کہ ایک زمانہ کے بعد اس جزیرہ پر عیسائیوں کا قبضہ ہو گیا۔

قتل عام کے بعد:

حکم نے قرطبہ کی بربادی کے بعد اطمینان کا سانس لیا۔ جن لوگوں نے نمایاں کارگزاریاں دکھائی تھیں۔ انہیں انعامات سے سرفراز کیا۔ یزیع کی سزائے قید موقوف ہوئی اور اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آیا۔ وفور مسرت سے واقعہ ربض پر خود اس نے ایک طویل رجزیہ نظم کہیں۔ یہ نظم مؤرخین نے محفوظ رکھی ہے اور اس کے مفاخر میں شمار کی جاتی ہے۔[25]

انفعال وتوبہ وندامت:

کچھ دنوں کے بعد حکم کا غصہ فرو ہوا اور جوش و اشتعال میں اس سے جو کچھ سرزد ہو چکا تھا اس پر وہ ندامت کے آنسو بہاتا رہا۔ اس سلسلہ میں اُندلس کے مشہور فقیہ طالوت بن عبدالجبار معافری کا واقعہ ذکر کے قابل ہے۔ وہ اُندلس کے جلیل القدر فقہاء میں تھے۔ مدینہ منورہ میں حضرت امام مالکؒ سے حدیث سنی تھی اور مشرق کے دیگر ممتاز اہل علم سے فقہ کی تحصیل کی تھی۔ ربض کے واقعہ میں وہ بھی شریک تھے۔ لیکن انہیں اُندلس سے جلاوطن ہونے کا موقع نہ مل سکا اور وہ اپنے گھر سے فرار ہو کر ایک یہودی کے یہاں روپوش ہو گئے۔ وہ بڑی عزت کے ساتھ انکی مدارات کرتا رہا۔ جب فتنہ دب گیا اور ایک سال میں حالات پرسکون ہو گئے تو وہ یہودی کے یہاں رہتے رہتے گھبرا گئے۔ اس سے مشورہ کیا کہ وزیر ابوالبسام ان کے شاگردوں میں ہے اس سے مل کر وہ حکم سے اپنے معاملہ کی صفائی کرالیں۔ یہودی نے ادب سے مخالفت کی اور قسمیں کھا کر یقین دلایا کہ وہ بقیہ عمر اس کے ساتھ گزار دیں اس کے لیے یہ باعث فخر ہے کچھ بھی بار خاطر نہ ہوگا کیونکہ ابوالبسام سے توقع نہیں کہ وہ صفائی کرا سکے۔ لیکن طالوت اپنی رائے پر قائم رہے اور اس سے اجازت لے کر رازداری کے ساتھ شب کے وقت ابوالبسام سے آکر ملے۔ اس نے پوچھا ''اب تک کہاں رہے؟'' انہوں نے کہا ''ایک یہودی کا مہمان تھا' ابوالبسام نے ان کو تسکین دے کر ٹھہرالیا اور کہا ''امیر خدا اس کو باقی رکھے' اپنے کئے پر پشیمان ہے صفائی ہو جائے گی''۔ جب صبح ہوئی تو ان کی نگرانی کا انتظام کر کے وہ قصر شاہی میں آیا اور اس نے مزاح کے انداز میں پوچھا '' ایسے فربہ مینڈھے کے متعلق کیا رائے ہے جس کو سال بھر تک پال کر تیار کیا گیا ہو'' حکم نے کہا ''اس کا گوشت ثقیل ہوگا۔ صحرائی گوشت ہلکا اور لذیذ ہوتا ہے' اس نے کہا ''میری مراد اس سے دوسری ہے۔ طالوت میرے پاس ہے'' حکم نے پوچھا ''ان کو پکڑنے میں کیسے کامیاب ہو گئے''۔ اس نے جواب دیا کہ 'میں لطف و کرم سے اس کو لے آیا'' حکم نے طالوت کو حاضر کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ حکم کے سامنے ان کے لیے کرسی بچھائی گئی اور وہ اس پر بٹھائے گئے۔ جس وقت حکم کا سامنا ہوا خوف و دہشت سے کانپ اٹھے۔ حکم نے کہا۔

'' طالوت! مجھے یہ بتاؤ کہ اگر تمہارے والد یا تمہارا لڑکا اس محل کا مالک ہوتا تو کیا

وہ اس اعزاز و اکرام سے کچھ زیادہ کر سکتا جو میں تمہارے ساتھ کرتا رہا ہوں' کیا کبھی کوئی ایسی ضرورت ہوئی ہے جس کو تم نے اپنے لیے یا کسی دوسرے کے لیے چاہا ہو اور میں نے دوڑ کر پورا نہ کیا ہو؟ کیا بارہا میں تمہاری بیماریوں میں تمہاری عیادت کے لیے نہیں گیا' کیا جب تمہاری بیوی کا انتقال ہوا تو میں تمہارے دروازے پر نہیں پہنچا۔ میں اس کے جنازہ میں ربض سے قبرستان تک پیدل نہیں گیا' پھر پیدل ہی تمہارے ساتھ واپس نہیں آیا یہاں تک کہ میں تم کو تمہارے گھر تک پہنچا آیا۔ لیکن تمہاری مرضی یہ رہی کہ تم نے میرا خون بہانا چاہا۔ میری بے عزتی اور بے حرمتی کرنی چاہی' آخر میں حکم نے یہ کہا: ''میں اب تمہیں بتاتا چاہتا ہوں کہ جس نے مجھے تمہاری طرف سے پرغضب بنا دیا تھا اب اس نے تمہاری طرف سے غصہ کے جذبہ کو پھیر دیا ہے۔ پس اب اللہ کی امان میں لوٹ جاؤ۔ میں نے تمہاری نیکیوں کو نظر انداز نہیں کیا ہے۔ میں اب زندگی بھر تمہارے لیے کوئی برائی نہ چاہوں گا کاش کہ وہ سب جو کہ گزرا نہ پیش آیا ہوتا''۔

اس موقع پر طالوت کی زبان سے بھی یہ نکلا کہ ''اگر وہ نہ ہوتا تو تمہارے لیے بہتر ہوتا''۔

اس کے بعد حکم نے طالوت سے پھر پوچھا کہ ''ابوالبسام تمہیں کہاں پا گئے؟''

طالوت نے جواب دیا کہ ''انہوں نے مجھے نہیں پایا۔ بلکہ میں خود ان تک اس لیے پہنچا کہ میرے ان کے درمیان دیرینہ مراسم تھے۔ حکم نے پھر پوچھا کہ 'ایک سال تک کہاں رہے؟'' طالوت نے کہا۔ ''ایک یہودی کے پاس روپوش تھا''۔

اس کے بعد حکم وزیر ابوالبسام کی طرف متوجہ ہوا اور زجر کے ساتھ کہا کہ ''یہودیوں میں کے ایک شخص نے اس کی صرف اس لیے حفاظت کی کہ وہ ان کے دین و علم کا مقام شناس تھا اور خود اور اس کے اہل و عیال جان و مال سے اس کی خدمت کرتے رہے' اور تم مجھے اس چیز پر جس پر میں نادم ہو چکا ہوں' دوبارہ برانگیختہ کرنے آئے''۔ اس کے بعد اس کو دربار سے فوراً نکل جانے کا حکم دیا اور کہا کہ ''آئندہ میں تیرا چہرہ کبھی نہ دیکھنے پاؤں''۔ پھر اس کی معزولی کا اعلان کر کے اس کی وزارت کی مسند الٹوا دی اور رفتہ رفتہ اس کے خاندان پر زوال آ گیا۔ طالوت جب تک زندہ رہے عزت و احترام کی زندگی گزارتے رہے۔ چند سال کے اندر ہی انہوں نے وفات پائی اور حکم ان کے جنازے میں شریک ہوا۔

ربض کے اس حادثہ کا حکم کی زندگی پر گہرا اثر پڑا۔ اس واقعہ کے بعد ہی اس کو

بیماریوں نے گھیر لیا اور سات برس تک زندہ رہ کر توبہ و ندامت کے آنسو بہاتا رہا۔ ابن القوطیہ لکھتا ہے:-

''اس حادثہ کے بعد اس کو بیماریوں نے گھیر لیا اور سات برس تک اس کا پیچھا کیا۔ جو کچھ اس کے ہاتھوں سے سرزد ہو چکا تھا اس پر توبہ و استغفار کرتا ہوا ساتویں سال کے آخر میں اس نے وفات پائی۔ بیماری سے اس میں رقت پیدا ہو گئی تھی۔ وہ قرآن مجید کی تلاوت میں رات گزار دیتا یہاں تک کہ اس نے وفات پائی۔ 26؎

مقری لکھتا ہے:-

''ابن حزم نے اس کے متعلق رائے ظاہر کی ہے کہ وہ گناہوں کو چھپا کر نہیں کرتا تھا اور خون بہانے میں سفاک تھا۔ اسی وجہ سے فقہاء و صلحاء اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور ایک سے زیادہ مؤرخین کا بیان ہے کہ وہ اخیر میں گناہوں سے بیزار ہو گیا تھا اور توبہ کر لی تھی۔ اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرمائے۔ 27؎

وفات:

حکم نے 26 ذی الحجہ 206ھ 821ء کو باون سال کی عمر میں حسرت و ندامت کے ساتھ اس دار فانی کو الوداع کہا۔ 28؎

عہد حکومت:

حکم نے چھبیس سال حکمرانی کی۔ یہ اُندلس کا پہلا حکمران تھا جس نے فوج کے دستے شمار کے ساتھ بنائے۔ خدم و حشم بڑھائے۔ اپنے محل کی حفاظت کے لیے سوار کھڑے کئے اور جابر بادشاہوں کی طرح شاہانہ زندگی اختیار کی۔ اس کے ساتھ ظلم و جور کو روکتا' ڈکیتی اور چوری کا انسداد کرتا اور حکومت کے معاملات پر اپنی توجہ رکھتا تھا۔ ابن اثیر لکھتا ہے:-

''حکم صاحب عزم و مستقل مزاج تھا۔ وہ پہلا حکمران ہے جس نے اُندلس میں ممالیک کی کثرت کر لی او راپنے دروازے پر سوار متعین کئے اور جابر بادشاہوں کے مانند ہو گیا وہ کاموں پر بذات خود توجہ دیتا تھا۔'' 29؎

ابن خلدون کہتا ہے:-

''اس نے ممالیک کثرت سے جمع کئے۔ سواروں کے دستے بنائے۔ اس

کی سلطنت نے ترقی کی۔ وہ کاموں پر بذات خود توجہ رکھتا تھا۔ فوجوں کے دستے بنائے۔ اسلحہ جمع کیے۔ تعداد کا شمار رکھا۔ خدم وحشم بڑھائے۔ اپنے دروازے پر سوار متعین کیے۔ اس کے پاس چند دیکھنے والی آنکھیں تھیں۔ وہ لوگوں کے حالات سے اس کو مطلع کرتی تھیں۔ یہ وہی ہے جس نے اُندلس کو اپنے جانشینوں کو اچھی حالت میں سپرد کیا۔ 30

مجموعہ اخبار اُندلس میں ہے:-

''امیر حکم بن ہشام شجاع صاحب عزیمت اور اپنی لڑائیوں میں کامیاب ہونے والا تھا۔ اس نے اُندلس سے فتنوں کی آگ بجھادی اور نفاق کی بنیادیں اکھیڑ دیں۔ اہل کفر ہر طرف ذلیل ہوئے۔ وہ اپنی بہادری اور عزت نفس کے ساتھ حق کے سامنے جھکنے والا اور انصاف کے لیے اس کا اطاعت کرنے والا خود اپنی ذات کے لیے تھا۔ پھر اس کی اولاد اور خواص کا کیا شمار تھا۔ بہترین حکام کو منتخب کرتا تھا۔ جو پاک بازی سے حکومت کرتے تھے اور حق کے ساتھ انصاف کرتے تھے۔ 31

ابن القوطیہ لکھتا ہے:-

''حکم بن ہشام اپنی رعایا کے لیے نیک سیرت تھا۔ حکام وعمال کا بہتر انتخاب کرتا اور راستوں کو (قزاقوں سے) محفوظ رکھتا تھا اور پے در پے جہاد کرتا تھا۔

نظام حکومت:

حکم کے عہد میں وزارت کے عہدہ پر عبدالکریم بن مغیث سرفراز تھا۔ ابن القوطیہ لکھتا ہے:-

''حکم کے امور سلطنت پر اس کی حکمرانی کے طویل دور میں عبدالکریم مغیث کو غلبہ حاصل رہا۔ اس کو عقل ودانش اور حسن رائے میں بلند مقام حاصل تھا۔ 32

ولاۃ وعمال میں عمروس بن یوسف کو قدر ومنزلت حاصل تھی اور اس کے ہاتھوں اہم خدمات انجام پائیں۔ حکم صوبوں اور شہروں کے ولاۃ وعمال میں ضرورت کے مطابق ردوبدل کرتا تھا اور چھوٹے بڑے معاملات پر اپنی نظر رکھتا تھا۔ اس نے کچھ ایسے معتمد لوگوں کو بھی رکھا تھا جو اس کو حالات سے آگاہ کرتے رہتے تھے اور وہ مطلع ہو کر مظالم کا

تدارک اور مظلوم کا انصاف کرتا تھا۔ ابن اثیر لکھتا ہے:-

''مختلف امور پر خواہ وہ قریب کے ہوتے یا دور کے' خود اپنی نظر رکھتا تھا اور اس کے خواص میں چند ایسے معتمد لوگ تھے جو لوگوں کے حالات سے اس کو باخبر رکھتے تھے۔ وہ مظالم کا تدارک کرتا اور مظلوموں کے ساتھ انصاف کرتا تھا۔ 33

چنانچہ حکم کی وفات سے کچھ دن پہلے 206ھ میں البیرہ کے عامل ربیع کے متعلق شکایت پہنچی کہ اس نے یہاں کے عیسائی ذمیوں پر بے پناہ مظالم ڈھائے ہیں۔ اس نے تحقیقات کر کے اس کو گرفتار کیا اور اس کے جرم کی پاداش میں اس کو انصاف پروری وعبرت خیزی کے لیے سولی پر چڑھادیا۔ 34

حکم کی مہر کی انگوٹھی میں ''باللہ ثیق الحکم ویعتصم'' منقوش تھا۔ 35

صیغہ فوج۔ حکم عربوں پر اعتماد نہ کرنے اور غلاموں کی فوج بڑھانے میں عبدالرحمٰن الداخل پر سبقت لے گیا۔ غلاموں کی پانچ ہزار فوج دارالسلطنت میں ہمہ وقت مستعد رہتی تھی 36۔ ان کے علاوہ دو ہزار سوار دریا کے کنارے شاہی محل کے سامنے کھڑے رہتے تھے۔ ان سواروں کے مستعد رہنے کی تفصیل صاحب مجموعہ نے بیان کی ہے' لکھتا ہے:-

''اس کے دو ہزار سوار تھے جو دریا کے کنارے قصر کے مقابل میں ایستادہ رہتے تھے۔ یہ سوار دو چھاؤنیوں میں رہتے تھے اور ہر چھاؤنی میں دس دس عریف مقرر تھے۔ ہر عریف کے ماتحت سو گھوڑے تھے وہی ان کی نگہبانی اور چارہ کا انتظام کرتے تھے اور اگر کوئی گھوڑا معذور ہو جاتا تو اس کو اصطبل سے خارج کر کے نئے گھوڑے فوراً بدل کر رکھواتے تھے تاکہ کوئی واقعہ پیش آ جانے پر سب ہمہ وقت تیار رہیں۔ اگر کوئی واقعہ پیش آ جاتا تھا تو یہ سب کے سب ایک شخص واحد کے مثل مل جاتے تھے۔ 37

اس کے ساتھ اسلحہ ودیگر فوجی ساز وسامان اور فوج کے شمار وقطار کا خاص طور پر اہتمام کیا۔ فوج کی اعلیٰ کمان بیشتر موقعوں پر حکم خود اپنے ہاتھ میں رکھتا تھا۔ کبھی اپنے ولی عہد عبدالرحمٰن کے سپرد کی اور کبھی وزیر اعظم عبدالکریم بن مغیث کے ہاتھوں میں دی۔ اگر حکم نے غلاموں کی فوج تیار نہ کی ہوتی تو قرطبہ کی بغاوت کے موقع پر اس کا

زندہ وسلامت رہنا ممکن نہ ہوتا یا یوں بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ اگر اس نے فاسقانہ زندگی اختیار نہ کی ہوتی تو غلاموں کی اس عظیم الشان فوج کی ضرورت اس کو پیش نہ آتی۔

بہر حال یہ لائق ذکر ہے کہ اس نے اپنی فوجی برتری سے خشکی و سمندر دونوں میں فرانس کے شہنشاہ شارلیمین کو شکست دی اور اس کو حکومت اربہ اُندلس کو تسلیم کرنے اور اس سے معاہدہ صلح منعقد کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔ اُندلس کی یہ حکومت اس کے زمانہ میں دنیا کی ایک برتر حکومت تسلیم کی گئی۔

صیغہ محاصل' محاصل میں اس نے کتاب وسنت کی پیروی کو قائم نہ رکھا اس لیے رائے عامہ اس کے خلاف ہوگئی۔ منجملہ دیگر اسباب کے اس سبب سے بھی اس کے معزول کئے جانے کی تحریک اٹھی اور قرطبہ کی وہ ہولناک بغاوت پیش آئی جس میں ہزاروں مسلمان قتل اور خانماں برباد ہوئے۔

صیغہ قضاء۔ قضاءت کے عہدہ پر ابتدأ مصعب بن عمران سرفراز رہے۔ یہ عدل انصاف' دیانت داری اور جرأت کے ساتھ اپنے فرائض انجام دیتے رہے۔

حکم کے ابتدائی دور حکومت میں ایک واقعہ پیش آیا جس سے وہ غیر معمولی طور پر متاثر ہوا اور ان کی عظمت اس کی نگاہوں میں بالا ہوگئی۔ کورہ جیان کے ایک شخص کی ایک کنیز کو وہاں کے عامل نے غصب کرلیا تھا۔ وہ عامل معزول کیا گیا تو وہ کنیز حکم کے پاس لائی گئی اور محل میں داخل کردی گئی۔ جس شخص کی لونڈی غصب کی گئی تھی اس کو قاضی مصعب کی روش کا حال معلوم ہوا کہ وہ اپنے احکام وقضایا سے حکم اور اس کے خواص کے ہاتھوں سے بھی رعایا کے حقوق دلانے میں پس وپیش نہیں کرتے۔ اس امید میں وہ قرطبہ آیا اور لونڈی کے متعلق سب واقعات قاضی سے بیان کئے۔ قاضی نے شہادتیں طلب کیں جو شرعی اصول پر پوری اتریں اور اب شرعی حیثیت سے یہ ضروری ہوا کہ وہ لونڈی عدالت میں لاکر پیش کی جائے اور اس کا بیان لیا جائے۔ چنانچہ قاضی مصعب نے قصر شاہی میں آکر باریابی کی اجازت چاہی۔ جب حکم کا سامنا ہوا تو قاضی مصعب نے کہا ''عوام کا انصاف اس وقت تک پورا نہیں ہوسکتا۔ جب تک خواص میں بھی اس کو نافذ نہ کیا جائے۔ اس کے بعد اس لونڈی کے مقدمہ کی پوری حالت بیان کی اور پھر استدعا کی کہ کیا تو اس لونڈی کو محل سے باہر عدالت میں بھیجا جائے تاکہ شریعت کی پابندی ہو یا ان کو عہدہ قضاء سے معزول کردیا جائے۔ حکم نے کہا ''اس سے بہتر یہ بھی تو ہوسکتا

ہے کہ اس کو اس کے مالک سے گراں قدر قیمت پر خرید لیا جائے۔ قاضی مصعب نے جواب دیا کہ مدعی اور شاہد کورہ جیان سے حق طلب کرنے کے لیے آئے ہیں۔ جب وہ آپ کے صحن سے حق حاصل کئے بغیر لوٹیں گے تو کہنے والے کہہ سکتے ہیں کہ بیچنے والے نے ایسی چیز بیچی جس پر اس کو قبضہ حاصل نہ تھا۔ اس لیے ضروری ہے کہ یا تو وہ لونڈی حاضر کی جائے یا امر قضاءت کو جس کو آپ پسند فرمائیں اس کے سپرد فرمادیں۔

حکم نے قاضی مصعب کے پختہ عزم کو دیکھ کر لونڈی کو محل سے نکالنے کا حکم دیا۔ چنانچہ اس کا بیان لیا گیا اور وہ اپنے بیان کے مطابق اپنے مالک کے سپرد کردی گئی۔ اس کے بعد قاضی نے مالک کو ہدایت کی کہ اگر وہ بیچنا چاہے تو اپنے شہر میں لے جاکر بیچے تاکہ رعایا کے حقوق طلب کرنے اور ان کی بیع وشراء کے اس کے اختیار میں ہونے کی مثال قائم رہے۔38

قاضی مصعب بن عمران نے جب وفات پائی تو حکم ان کی موت سے بہت ملول ہوا۔ اس کی ایک کنیز نے یہ واقعہ بیان کیا کہ جس رات کو قاضی کی وفات کی خبر اس کو ملی تو آدھی رات گزارنے کے بعد اس نے کہا کہ اس کا بستر خالی ہے۔ کنیز اس کی تلاش میں نکلی تو دیکھا کہ قصر کے سامنے چبوترے پر وہ نماز پڑھ رہا ہے۔ وہ اس کے انتظار میں کچھ دور پر بیٹھ گئی نماز کی حالت میں وہ سجدہ میں گیا اجو اتنا طویل ہوا کہ کنیز کی آنکھ لگ گئی۔ کچھ دیر کے بعد بیدار ہوئی تو اس کو اسی طرح سجدہ کی حالت میں پایا پھر دوبارہ اس کی آنکھ لگ گئی' یہاں تک کہ پو پھٹی اور حکم نے اس کو بیدار کیا۔ کنیز نے اس سے پوچھا کہ وہ کس اضطراب میں بستر سے اٹھنے پر مجبور ہوا تو اس نے جواب دیا کہ ''سخت مصیب کا سامنا ہے۔ میں قاضی مرحوم کے ذریعہ رعایا کے امور کی طرف سے مطمئن تھا اور اللہ نے مجھے اس طرف سے پورا اطمینان میسر فرمایا تھا۔ مجھے اب خطرہ گزرا کہ مجھے اس کا کوئی صحیح جانشین نہ مل سکے گا۔ اس لیے میں نے بارگاہ خداوندی میں التجا کی کہ مجھے اس کے مثل ایسا قاضی عطا فرمادے جس کو میں اپنے اور لوگوں کے درمیان واسطہ بنا سکوں۔

اس کے بعد اسی صبح کو اس نے وزراء کو مشورہ کے لیے طلب کیا کہ کسی ایسے شخص کا انتخاب کرو جو اس عہدہ کو سنبھال سکے اور میں ان امر کے انجام دینے میں اس سے مدد لے سکوں اس مجلس میں مالک بن عبداللہ قرشی موجود تھے۔ انہوں نے محمد بن بشیر باجی کا نام

لیا۔ وہ مالک ابن عبداللہ کے ساتھ باجہ میں کتابت کی خدمت انجام دے چکے تھے اور انہی ان کے علم وفضل اور زہد وورع کا تجربہ حاصل تھا۔ حکم کے دل میں بھی بات اتر گئی۔ اس انتخاب کو اس نے پسند کیا اور انہیں بلا کر اس منصب کی ذمہ داری سپرد کر دی۔ 39

قاضی محمد بن بشیر بن محمد معافری باجہ کے رہنے والے تھے۔ مصر کے اس خاندان سے تھے جو دور ولایت میں باجہ میں آباد ہو گیا تھا۔ انہوں نے ابتداء قرطبہ کے شیوخ سے علوم کی تحصیل کی تھی۔ پھر عباس بن عبداللہ مروزی کے' جو ہشام کے عہد میں باجہ کا عامل تھا۔ کاتب مقرر ہوئے نیز وہیں دوسرے عامل مالک بن عبداللہ کے کاتب رہے۔ اس کے بعد انہوں نے مشرق کا سفر کیا۔ مصر میں علوم کی تحصیل کی۔ پھر امام مالکؒ کی خدمت میں مدینہ منورہ پہنچے اور ان کے تلامذہ میں داخل ہوئے۔ حج سے واپس آنے کے بعد قاضی مصعب بن عمران ہمدانی نے ان کو اپنا کاتب مقرر کیا اور ان کی وفات کے بعد اس مجلس شوریٰ کے فیصلہ سے حکم کے عہد میں عہدہ قضاء پر مامور ہوئے 40 اور قضاءت کے فریضہ کو بڑی نیک نامی سے انجام دیا۔ ابن القوطیہ اور دوسرے مؤرخین نے ان کو بہترین قضاۃ میں شمار کیا ہے۔ صاحب مجموعہ کا بیان ہے:-

''جب وہ اس عہدہ پر مامور ہوئے تو اپنے عدل و ورع اور زہد سے اپنے پیشرؤوں پر فضیلت لے گئے''۔

انہوں نے اس منصب پر مامور ہونے کے بعد اپنی ہیئت ووضع میں کوئی تبدیلی نہیں کی کہ ان کی سادگی میں کوئی فرق آتا۔ ایک خاص وقت پر مسجد میں جاتے اور مقدمات کے فیصلے کے لیے بیٹھ جاتے۔ اس وقت وہ اس ہیئت کذائی میں رہتے کہ کسی اجنبی کے لیے ان کو قاضی باور کرنا دشوار ہوتا تھا۔ لیکن جب مقدمہ کا فیصلہ کرتے تو یہ اپنے فضل وورع وزہد سے سب لوگوں میں ممتاز ہو جاتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک شخص قاضی کو دریافت کرتا ہوا مسجد جامع میں آیا۔ وہ اپنے اسی لباس میں ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے۔ آنے والا ایک حلقہ کی طرف گیا اور اس سے قاضی کے متعلق دریافت کیا۔ لوگوں نے اس حلقہ کی طرف اشارہ کیا جس میں قاضی محمد بن بشیر موجود تھے۔ وہ یہاں آیا اور آثار شکوہ نہ دیکھ کر یہاں سے اس حلقہ میں واپس گیا اور ان لوگوں سے کہا کہ میں آپ لوگوں کے پاس ایک بہتری چاہنے کے لیے آیا ہوں۔ لیکن آپ لوگوں نے میرا مذاق اڑایا اور ایک نیچے طبقہ کے آدمی کے پاس مجھے بھیج

کر فریب دیا۔ ان لوگوں نے قسم کھا کر کہا کہ فریب نہیں دیا گیا ہے۔ دراصل وہی قاضی ہیں۔ ان کے پاس جانے کے بعد اندازہ ہوگا کہ ان میں کیسے فضائل موجود ہیں۔ چنانچہ وہ اجنبی دوبارہ وہاں گیا۔ گفتگو شروع کی اور غیر معمولی خوشی کے ساتھ وہاں سے اٹھ کر آیا اور اس حلقہ کے لوگوں کا شکریہ ادا کیا اور قاضی کے فضائل ومناقب کے بیان کی تصدیق کی۔

حکم ان کے زہد وورع اور عدل وانصاف پر بہت اعتماد رکھتا تھا اور دل سے قدردان تھا۔ ایک مرتبہ ایک اموی عباس بن عبداللہ قرشی پر کسی شخص نے ایک جائیداد کے متعلق دعویٰ کیا۔ قاضی محمد بن بشیر نے مقدمہ کی تحقیقات کر کے اس کے موافق فیصلہ کر دیا۔ عباس کو حکم کی بارگاہ میں بڑی منزلت حاصل تھی اور ابتداء قاضی محمد بن بشیر اس کی ماتحتی میں باجہ میں کتابت کر چکے تھے۔ عباس سے بڑھ کر حکم کی بارگاہ میں کسی کو تقرب حاصل نہ تھا۔ اس کو قاضی کے فیصلہ سے سخت برہمی ہوئی اور اس نے حکم سے ان کی شکایت کی اور اس معاملہ کو اس حد تک اہمیت دی کہ قاضی کو برطرف کر دینے کا فیصلہ کیا۔ حکم نے کہا کہ اگر تمہارا بیان صحیح ہے اور قاضی نے تمہارے ساتھ ناانصافی کی ہے تو تم اس سے اس کے گھر پر جب کہ وہ مقدمات سننے کے لیے نہ بیٹھا ہو' جا کر ملو۔ اگر تم کو بطیب خاطر انہوں نے اپنے گھر پر بلا لیا اور صفائی کے ساتھ تم سے ملے تو میں سمجھ لوں گا کہ تمہارا بیان صحیح ہے اور ان کو معزول کر دوں گا۔ عباس نے اس کا اثبات میں جواب دیا اور قاضی کے گھر پر جا کر ان سے ملنے پر آمادہ ہو گیا۔ ادھر حکم نے بھی ایک غلام کو متعین کر دیا کہ وہ خاموشی سے دیکھے کہ قاضی کے گھر پر عباس کے ساتھ کیا معاملہ پیش آتا ہے۔ چنانچہ عباس قاضی محمد بن بشیر سے ملنے کے لیے ان کے گھر پر روانہ ہوا۔ سڑک پر اژدہام تھا۔ مجمع کو طے کر کے وہ قاضی کے دروازہ پر آیا۔ دروازہ کھٹکھٹایا۔ ایک بڑھیا نکل کر باہر آئی۔ عباس نے اپنا نام بتایا اور کہا کہ ملنے کی اجازت لے آؤ۔ قاضی محمد بن بشیر نے بڑھیا کو جھڑک کر جواب دیا کہ جا کر کہہ دے کہ اگر انہیں کوئی ضرورت ہے تو مسجد میں جائیں۔ حاجت مندوں کے ساتھ بیٹھیں۔ یہاں تک کہ میں وہاں پہنچوں یہاں ملنے کا کوئی موقع نہیں ہے۔ عباس نے اصرار کے ساتھ بار بار درخواست کی۔ لیکن قاضی نے کسی طرح اس سے مکان پر ملنا گوارہ نہیں کیا اور عباس کو ناکام لوٹنا پڑا۔

حکم کے غلام نے یہ نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھا اور سارا واقعہ آ کر حکم سے بیان کیا جسے سن کر اس کو غیر معمولی خوشی ہوئی۔ 41

جب قاضی محمد بن بشیر کی وفات کا وقت آیا تو حکم کی طمانیت قلب پھر رخصت ہوئی اور وہ بارگاہ خداوندی میں عجز و نیاز سے حاضر ہوا۔ چنانچہ اس کی ایک کنیز بیان کرتی ہے کہ حکم ایک مرتبہ رات کو بستر سے اٹھ گیا۔ عورتوں میں کمال غیرت کے سبب سے بدگمانی کا جو جذبہ ہوتا ہے وہ اس میں بیدار ہوا۔ چنانچہ اس نے اس کے نقش قدم پر اس کا پیچھا کیا تو اس کو قصر کے ایک حصہ میں نماز پڑھتے اور دعا میں مصروف دیکھا اس کے بعد جب وہ واپس آیا تو اس نے اس سے اپنی بدگمانی بیان کی اور کہا کہ جب اس نے اس کو نماز پڑھتے دیکھا تو وہ لوٹ آئی۔ یہ سن کر حکم نے کہا ''میں نے عہدہ قضا محمد بن بشیر کے سپرد کیا تھا۔ مجھے اس سے انشراح حاصل تھا اور میرا قلب مطمئن تھا اور لوگوں کے معاملات کی طرف سے مجھے آرام حاصل تھا۔ کیونکہ میں ان کے عدل و دیانت داری سے واقف تھا۔ لیکن مجھے آج رات معلوم ہوا کہ اب ان کا چل چلاؤ ہے اور موت ان کے سامنے کھڑی ہے۔ یہ سن کر مجھے صدمہ ہوا اور مجھ پر غم چھا گیا۔ اس لیے میں رات اٹھا کہ اللہ تعالیٰ سے دعا اور گریہ و زاری کروں کہ وہ مجھے ان کے عوض کوئی ایسا آدمی بخشے جس پر میرا دل مطمئن ہو سکے اور ان کے بعد مسلمانوں کی قضاءت کی خدمت اس کے سپرد کرسکوں۔ [42]

قاضی محمد بن بشیر نے 194ھ 815ء میں وفات پائی اور ان کے بعد ان کے صاحبزادے قاضی سعید بن محمد بن بشیر اس منصب پر فائز کئے گیے اور بہترین قضاۃ میں شمار کیے گئے۔ [43]

علم و فضل:

حکم کو ادب و شعر سے دلچسپی تھی' شاعری کرتا تھا اور اچھے اور فصیح شعراء میں شمار کیا جاتا تھا [44] واقعہ ربض پر اور کنیزوں کے متعلق اس کی چند نظمیں محفوظ ہیں۔ [45] اگرچہ زبان میں لکنت تھی اور اس کی وجہ سے ''اخرس'' (گونگا) بھی کہا جاتا تھا۔ دینی علوم سے اس کو کچھ زیادہ مناسبت نہ تھی اور علمائے اُندلس سے اس کا شدید اختلاف رہ چکا تھا۔ بایں ہمہ علماء و صالحین کی صحبت کو غنیمت جانتا تھا۔ انہیں عزت و احترام سے مجلس میں جگہ دیتا اور ان کی صحبت سے فیض اٹھاتا تھا۔ حضرت زیاد بن عبدالرحمٰن سے زیادہ حسنِ عقیدت رکھتا تھا۔ ایک مرتبہ وہ مجلس میں موجود تھے' حکم کسی غلام پر بے حد برافروختہ ہوا اور غصہ میں ہاتھ کاٹ

ڈالنے کا حکم دیا۔ زیاد نے یہ سن کر کہا خداوند تعالیٰ امیر کے لیے بہتری کرے۔ مالک ابن انس نے مجھ سے ایک حدیث بہ سلسلہ سند بیان کی ہے کہ جو شخص غیظ کو اس حال میں روک لے کہ اس کو پورا کرسکتا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے دامن کو قیامت کے دن امن و ایمان سے بھر دے گا۔ اس نے پھر زیاد سے پوچھا کیا خدا کی قسم واقعی مالک نے تم سے یہ حدیث بیان کی ہے۔ زیاد نے بھی قسم کھا کر کہا۔ واقعی مالک نے یہ حدیث مجھ سے بیان کی ہے۔ حکم کا غصہ جاتا رہا اور اس غلام کو معاف کردیا۔ ابن اثیر لکھتا ہے:-

''وہ فقہاء اور اہل علم کو قریب رکھتا تھا۔ [46]

حلیہ اخلاق وعادات:

حکم دبلا پتلا' لمبے قد اور گندمی رنگ کا تھا۔ طبیعت سخت گیر اور رعب و داب قائم رکھنے کا شائق تھا۔ خدم و حشم کثرت سے بڑھائے اور لڑکوں کو خصی کر کے خواجہ سرا بنایا تاہم طبیعت میں نرمی بھی موجود تھی۔ 197ھ 812ء میں اُندلس میں بڑی شدت کا قحط پڑا۔ اس موقع پر وہ حاجت مندوں کے ساتھ بڑے سلوک سے پیش آیا اور لوگوں کی مصیبتیں دور کیں وہ طبعاً بہادر اور کاموں میں پیش پیش رہنے والا تھا۔ کبھی کبھی لوگوں کی عیادت کے لیے جاتا' تعزیت کرتا اور جنازہ میں شریک ہوتا تھا۔ لیکن امورِ معاصی کے اعلانیہ ارتکاب سے اس کی خوبیوں پر بھی پردہ پڑ گیا اور علماء و صلحاء کو اس کی مخالفت پر آمادہ ہونا پڑا اور اس کا دامن جلیل القدر علماء و صلحاء کے خون سے داغ دار ہوا۔ علامہ ابن حزم کی روایت ہے:-

''آخر میں وہ گناہوں سے بیزار ہو گیا تھا توبہ کر لی تھی۔ اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف فرمائے''۔

اولاد و جانشین:

حکم کے انیس یا بیس لڑکے اور بیس لڑکیاں تھیں۔ عبدالرحمٰن کو اس نے اپنی زندگی میں اپنا جانشین بنایا اور اسی نے اس کے بعد امارت کی زمام ہاتھوں میں لی۔

حوالہ جات وحواشی

(1) العجب مراکشی ص 12۔

(2) ابن اثیر ج 6 ص 108,109 'ابن خلدون ج 4 ص 126۔

(3) ابن اثیر ج 6 ص 114,111,110,102۔

(4) ابن اثیر ج 6 ص 113,114۔

(5) ابن اثیر ج 6 ص 102,116,110۔ مسٹر اسکاٹ کا بیان ہے کہ سلیمان وعبداللہ نے شارلیمین اور دوسرے عیسائی حکمرانوں سے امداد لی۔ عبداللہ حصول امداد کے لیے ان حکمرانوں سے خود ملا (ج 1 ص 446) لیکن ایسی کوئی روایت عربی مآخذ میں نظر سے نہیں گزری۔

(6) ابن اثیر ج 6 ص 135۔ افتتاح الاندلس ابن القوطیہ ص 45 تا 49۔

(7) مجموعہ اخبار اُندلس ص 129,130۔

(8) ابن اثیر ج 6 ص 137,138۔

(9) ابن اثیر ص 163۔

(10) ابن اثیر ج 6 ص 130۔

(11) ابن اثیر ص 252۔

(12) ابن اثیر ج 6 ص 224۔ مجموعہ اخبار اُندلس ص 131,132۔

(13) افتتاح الاندلس ص 49,50۔

(14) افتتاح الاندلس ص 67۔

(15) ابن اثیر ج 6 ص 102,103۔ اخبار الاندلس ج 1 ص 446۔

(16) ابن اثیر ج 6 ص 102,103۔ اخبار الاندلس ج 1 ص 440۔

(17) ابن اثیر ج 6 ص 102۔

(18) ابن اثیر ج 6 ص 103,115۔ ابن خلدون ج 4 ص 126۔ اخبار الاندلس ج 1

ص 450۔ 454۔ نفح الطیب ج 1 ص 259۔ انسائیکلوپیڈیا ج 5 ص 893 (شارلیمین) طبع یازدہم۔

(19) ابن اثیر ج 6 ص 128۔

(20) ابن اثیر ج 6 ص 128۔ نفح الطیب ج 1 ص 159۔

(21) ابن اثیر ج 6 ص 163۔

(22) ابن اثیر ج 6 ص 163 '164۔ مجموعہ اخبار اُندلس ص 129۔ نفح الطیب ج 1 ص 159,160۔

(23) ابن اثیر ج 6 ص 223,224۔ نفح الطیب ج 1 ص 59۔

(24) انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا ج 5 ص 893 (شارلیمین) طبع یازدہم۔

(25) افتتاح الاندلس ابن القوطیہ ص 1150 '15۔ ابن اثیر ج 6 ص 209,211 مجموعہ اخبار اُندلس ص 130,132۔ نفح الطیب مقری ج 1 ص 159۔ ابن خلدون ج 4 ص 126۔ واقعات کی تفصیلات میں جن میں جزئی اختلافات بھی ہیں متن میں جو کچھ اخذ کیا گیا ہے وہ ان اختلافات سے دامن بچا کر لکھا گیا ہے نیز ابن اثیر ج 6 ص 280,282۔

(26) افتتاح الاندلس ص 53,55۔ المعجب مراکشی ص 14۔

(27) نفح الطیب ج 1 ص 160۔

(28) ابن اثیر ج 6 ص 267,268۔ نفح الطیب ج 1 ص 160۔

(29) ابن اثیر ج 6 ص 102۔

(30) ابن خلدون ج 4 ص 125,127۔

(31) مجموعہ اخبار اُندلس ص 124۔

(32) افتتاح الاندلس ص 34۔

(33) ابن اثیر ج 6 ص 268۔

(34) ابن اثیر ج 6 ص 171۔

(35) نفح الطیب ج 1 ص 160۔

(36) ابن اثیر ج 6 ص 268 وابن خلدون ج 4 ص 137۔

(37) مجموعہ اخبار اُندلس ص 129,130۔

(38) مجموعہ اخبار اُندلس ص 124,126۔

(39) مجموعہ اخبار اُندلس ص 126,127۔

(40) افتتاح الأندلس ص 145۔تکملہ الابن الاباد ص 190,191۔ابن الآباد نے ابن الفرض کی روایت سے بعض ایسی باتیں بھی درج کی ہیں جو واقعۃً وقیاساً صحیح نہیں ہیں۔

(41) مجموعہ اخبار اُندلس ص 127,128۔

(42) افتتاح الأندلس ص 56,57۔

(43) التکملہ لابن الآبار ص 91 وافتتاح الأندلس ص 45۔

(44) ابن اثیر ج 6 ص 102۔

(45) نفح الطیب ج 1 ص 159 'ابن اثیر ج 6 ص 268۔

(46) ابن اثیر ج 6 ص 193,268 ونفح الطیب ج 1 ص 159۔160۔

عبدالرحمٰن اوسط بن حکم

206ھ 821ء۔238ھ 852ء

عبدالرحمٰن کی کنیت ابوالمطرف اور ماں کا نام حلاوہ تھا۔ یہ حکم کی گورنری کے زمانہ میں طلیطلہ میں 176ھ 792ء میں پیدا ہوا۔ اکتیس سال کی عمر میں تخت حکومت پر بیٹھا۔ یہ اپنے زمانہ کے خوبصورت اور حسین نوجوانوں میں سمجھا جاتا تھا۔ قد لمبا' رنگ گندمی' آنکھیں بڑی اور داڑھی گھنی تھی۔ آخر عمر میں حنائی خضاب لگاتا تھا۔

عبداللہ کی بغاوت:

اگرچہ اس کے ہم سن اس کے اور بھائی بھی تھے مگر انہوں نے اس کی امارت کی تائید سچے دل سے کی اور مملکت کے امور میں جاں بازی کے ساتھ اس کی رفاقت اور معاونت کی۔ تاہم امارت کے لیے خانہ جنگی سے اس کا دور بھی خالی نہیں رہا۔ عبداللہ بن عبدالرحمٰن الداخل ابھی زندہ تھا اور اپنی جاگیر بلنسیہ میں فراغت کی زندگی بسر کرتا تھا۔ وہ ہشام کے عہد سے بغاوت کرتا آیا تھا۔ اس موقع پر بھی اس کو خیال آیا کہ شاید وہ اس کمسن پوتے کے مقابلہ میں بازی لے جائے۔ چنانچہ وہ فوج لے کر تدمیر پر قبضہ کرنے کی نیت سے بڑھا اور وہاں سے قرطبہ کا قصد رکھتا تھا۔ عبدالرحمٰن نے اطلاع پاتے ہی اس کو روکنے کے لیے فوج بھیجی۔ فوج کشی کی خبر سن کر پہلے کی طرح اس مرتبہ بھی اس کے ہاتھ پاؤں پھول گئے اور مقابلہ کئے بغیر بلنسیہ لوٹ گیا۔ اس کے بعد وہ کوئی مزید کارروائی نہ کرنے پایا تھا کہ 208ھ 823ء میں اس کا پیام اجل آ پہنچا اور وہ امارت کی حسرت دل میں لیے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہوگیا اور اُندلس کی امارت آل ہشام کے لیے مختص ہوگئی۔

عبدالرحمٰن اس کی وفات کے بعد اس کی آل اولاد کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آیا۔ سب کو قرطبہ بلوایا اور اس کے لڑکوں کو حکومت کے اہم منصبوں پر سرفراز کیا۔1

البیرہ کا ایک وفد اور ایک ناگہانی حادثہ:

حکم نے البیرہ کے حاکم ربیع کو اس کے مظالم کی پاداش میں سولی دے دی تھی۔ ربیع نے ذمیوں سے جو مال و دولت جبراً وصول کیا تھا اس کو لوٹانے اور مظالم کا معاوضہ دینے کا موقع نہ آ سکا تھا کہ حکم نے وفات پائی۔ عبدالرحمٰن برسرِاقتدار آنے کے بعد دوسری مصروفیتوں میں مشغول ہو گیا اور اس کو بھی ادھر توجہ کرنے کا موقع نہ مل سکا۔ اس لئے 207ھ 822ء میں مظلومین اپنا جتھا بنا کر قرطبہ آئے۔ اس میں زیادہ تعداد البیرہ والوں کی تھی۔ نیز اس کے آس پاس کے لوگ بھی تھے۔ یہ لوگ اپنا مطالبہ لے کر قصرِ حکومت کے سامنے آئے۔ اس وقت تک غصب کیے ہوئے مال اور ان کے مستحقین کی تعین نہ ہو سکی تھی۔ عبدالرحمٰن نے کچھ آدمیوں کو بھیجا کہ ان کو سمجھا بجھا کر اس وقت واپس جانے پر آمادہ کریں۔ لیکن وہ لوگ شاہی خدام سے اُلجھ پڑے اور کشت و خون کی نوبت آ گئی اور شاہی فوج بھیج کر ان کو منتشر کیا گیا۔ اس سلسلہ میں بہت سے لوگ مقتول بھی ہوئے۔ اس کے بعد ان لوگوں نے مقتولین کا ثار طلب کرنے کے لیے آواز بلند کی اور پھر بے دردی سے بڑی تعداد میں قتل کئے گئے۔

قبائلی جنگ:

عبدالرحمٰن کے عہد کے آغاز میں 207ھ 722ء میں اُندلس میں ایک پشتینی دشمنی جاگ اٹھی جس سے یمانیہ و حفریہ کی قبائلی جنگ کا ایک طویل سلسلہ جاری ہو گیا۔ دونوں طرف کے جنگ جو لورقہ میں جمع ہوئے اور سخت کشت و خون ہوا جس میں تین ہزار آدمی مارے گئے۔ عبدالرحمٰن نے اس ہنگامہ کو فرو کرنے کے لیے یحییٰ بن عبداللہ بن خالد کو فوج دے کر بھیجا۔ شاہی لشکر کو دیکھتے ہی لوگوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ یحییٰ فوج لے کر ہٹ آیا۔ اس کے ہٹتے ہی پھر دونوں قبیلے نبرد آزما ہو گئے۔ اس کے بعد یہی صورت ہوتی کہ جب یحییٰ اپنا لشکر لے کر پہنچتا تو لوگ منتشر ہو جاتے۔ جب واپس آتا تو پھر کسی

دوسرے مقام پر لڑائی شروع کر دیتے۔ آخر وہ تھک کر لوٹ آیا اور اس علاقہ میں کشت و خون جاری رہا۔ بالآخر عبدالرحمٰن نے 210ھ 825ء میں اس فتنہ کو کسی نہ کسی طرح ختم کرانے کا فیصلہ کیا۔ اس نے شاہی لشکر بھیج کر ابوالشماخ محمد بن ابراہیم سے جو یمنی جماعت کا سرکردہ تھا، چند یرغمال طلب کئے۔ مگر اس ضمانت کے باوجود لڑائی کا خاتمہ نہیں ہوا تو عبدالرحمٰن نے تدمیر کی مرکزیت کو توڑنے کے لیے مرسیہ کو اس صوبہ کا دارالحکومت قرار دیا اور تمام سرکاری عمال و دفاتر کو یہاں سے منتقل کر دیا۔ مرسیہ اسی زمانہ سے اس علاقہ کا پایہ تخت ہے۔ لیکن یہ حکمت عملی بھی فتنہ کو روکنے میں کامیاب نہیں ہوئی تو بالآخر 213ھ 828ء میں اس نے ایک عظیم الشان لشکر بھیجا جس نے اس خوں ریزی کا خاتمہ کیا۔ ہنگامہ فرو ہوا اور ابوالشماخ مضری کو تدمیر سے جلاوطن کرنے کے لیے شاہی لشکر میں ایک عہدہ سپرد کر دیا گیا۔ اور سات سال کی خوں ریزی کے بعد تدمیر سے فتنہ و فساد کا خاتمہ ہو سکا۔2

اُندلس کے فتنہ جو شہروں میں ماردہ اور طلیطلہ پیش پیش تھے۔ یہاں عیسائیوں کی آبادی غالب تھی۔ ہمسایہ عیسوی حکومتیں انھیں بغاوتوں پر آمادہ کرتی رہتی تھیں۔ باوجودیکہ پہلے موقعوں پر یہ شہر بری طرح پامال کئے گئے مگر عبدالرحمٰن کے عہد میں بھی یہاں بغاوتیں اٹھیں اور فرو ہوئیں۔

ماردہ میں بغاوت:

حکم کے عہد میں مورد میں ایک شخص قعنب نامی کی فتنہ انگیزی کا اجمالی تذکرہ گزرا ہے۔ عبدالرحمٰن نے وہاں فتنہ کا استیصال کیا تو وہ ماردہ چلا آیا۔ یہاں اس نے ابتداء بربروں اور نو مسلم عیسائیوں میں خانہ جنگی کرائی جس میں قعنب مارا گیا۔ اس کے مارے جانے کے بعد ایک قائد محمود بن عبدالجبار ماردی نامی نے فتنہ کی قیادت اپنے ہاتھ میں لے لی اور اس کا رخ حکومت کی سمت کر دیا۔ چنانچہ 213ھ 828ء میں فتنہ انگیزوں نے ماردہ کے اموی عامل کو قتل کر ڈالا۔ عبدالرحمٰن نے فوراً ایک فوج بھیجی جس نے شہر کا محاصرہ کیا۔ آس پاس کی کھیتیاں برباد کر دیں، درخت کاٹ ڈالے۔ اہل ماردہ جانی و مالی نقصان کی

زیادتی کو دیکھ کر اطاعت قبول کرنے پر آمادہ ہوئے۔ چنانچہ شاہی لشکر نے شہر سے چند یرغمال لے کر ان کو امان دے دی اور آئندہ بغاوتوں کے سدّ باب کے لیے فصیل شہر جا بجا سے توڑ ڈالی اور لشکر واپس چلا گیا۔

عبدالرحمٰن نے حالات سنے اور فصیل شہر کے اکھاڑے ہوئے پتھروں کو دیوار کے نیچے چھوڑ دینے کا حال اس کو معلوم ہوا تو اس نے ان پتھروں کو دریا میں پھکوا دینے کے لیے کچھ لوگوں کو ماردہ بھیجا تا کہ شہر والے آئندہ فصیل کی مرمت نہ کر سکیں۔ شہر والے حکومت کی یہ احتیاط دیکھ کر بھر بپھر پڑے اور حاکم ماردہ کو گرفتار کر کے دوبارہ بغاوت کر دی۔ فصیل کی مرمت میں ہمہ تن مصروف ہو گئے اور اس کو پہلے سے زیادہ مستحکم کر لیا۔

عبدالرحمٰن 214ھ 829ء میں خود فوج لے کر گیا اور ماردہ کے یرغمالوں کو بھی ساتھ لے لیا۔ لیکن اب ان یرغمالوں کا وجود کالعدم ہو چکا تھا کیونکہ حاکم ماردہ اور اس کے دفتر کے سرکاری ملازمین بھی باغیوں کے قبضہ میں تھے۔ چنانچہ اہل ماردہ نے بڑی جسارت کے ساتھ سرکاری ملازمین کے بدلے میں یرغمالوں کو واپس لینے کے لیے مراسلت کی۔ عبدالرحمٰن کو بھی ان قیدیوں کا تبادلہ منظور کرنا پڑا۔ اس کے بعد اس نے محاصرہ کی سختیاں کیں مگر اب شہر کی فصیل پہلے سے زیادہ مضبوط تھی۔ اس لیے اس کو نقصانات پہنچا کر عبدالرحمٰن واپس چلا آیا اور یہ التزام رکھا کہ پے در پے فوجیں جاتی رہیں اور اہل شہر کو پریشانیوں میں مبتلا کرتی رہیں۔ چنانچہ اسی طرح 217ھ میں فوج بھیجی گئی اور واپس آئی۔ 218ھ میں آخری مرتبہ پھر فوج کشی کی گئی۔ عبدالرحمٰن بھی پہنچ گیا تھا۔ ماردہ کی بغاوت پر تقریباً سات برس گزر گئے تھے۔ اس مرتبہ شاہی فوج کو غلبہ حاصل ہوا۔ لوگ فصیل کی دیواروں پر چڑھ گئے اور قریب تھا کہ شہر میں فاتحانہ داخلہ ہو اور قتل عام جاری ہو جائے۔ شہر سے عورتوں' بچوں اور بوڑھی عورتوں کے رونے اور چیخنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ ان کی آہ وزاری سے قیامت کا سماں پیدا ہو گیا۔ عبدالرحمٰن اس منظر سے متاثر ہوا۔ اس نے وزراء کو جمع کر کے کہا کہ شریر باغیوں پر اگر رحم نہیں کیا جاتا مگر بے قصوروں کی آہ وزاری دیکھی نہیں جاتی۔ خداوند تعالیٰ

نے اب ہمیں قابو دیا ہے ہم انتقام لے سکتے ہیں لیکن ہم ان کو معاف کر دیں تو زیادہ بہتر ہے۔ اگر انہوں نے اس احسان کو بھی نہ مانا تو خدا خود ان سے انتقام لے گا۔ وہ اس گفتگو میں مصروف تھا کہ اہل شہر کی طرف سے اطاعت قبول کرنے اور اپنے آپ کو حوالہ کر دینے کا پیغام لے کر قاصد پہنچا۔ عبدالرحمٰن نے انہیں امان دی اور شہر کے دروازے کھول دیئے گئے۔ کچھ لوگ جو اطاعت سے اب منحرف رہ گئے تھے وہ شہر میں لشکر کے داخلہ سے پہلے شہر سے نکل گئے ان کا سرخیل وہی قائد محمود بن عبدالجبار ماردی تھا لیکن شہر سے نکلتے ہی ان کو سب سے پہلے اپنی بہن حملہ سے مقابلہ کرنا پڑا۔ وہ حکومت کی مؤید تھی اور دریائے تاجہ کے پاس فوج لئے کھڑی تھی۔ حملہ سے مقابلہ ہوا۔ اس نواح میں محمود کو کامیابی نہ ہو سکی اور یہاں سے اس کو کوچ کرنا پڑا۔ اس کے بعد شاہی دستہ نے اس کا پیچھا کیا اور وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ ایک پہاڑی سے دوسری پہاڑی میں چھپتا پھرا۔ کہیں کہیں شاہی دستہ سے مقابلہ ہوا۔ اور اس کے ساتھیوں کی تعداد کم ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ ایک قلعہ منت سالوطہ جو وسطی اُندلس میں قلعہ رباح کے پاس واقع تھا پناہ گزیں ہوا۔ عبدالرحمٰن نے 220ھ 835ء میں یہاں بھی لشکر بھیجا۔ محمود شاہی لشکر کی آمد کی خبر سن کر فرار ہوا۔ اس کی تلاش میں چھوٹے چھوٹے دستے جا بجا پھیلائے گئے۔ ایک مقام پر اس سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ محمود کے ساتھیوں کی تعداد زیادہ تھی۔ وہ اس شاہی فوج کے مختصر دستہ پر جھپٹ پڑا۔ دوسرے دستے سے آمنا سامنا ہوا اور اس کو فرار ہونے کا موقع مل گیا۔ پھر ایک تیسرے دستہ سے مقابلہ ہوا اور اس پر بھی وہی غالب ہوا۔ مقابلہ کے بعد ہتھیار چھین لیے اس کے بعد اس کو ایک آبادی مدینہ ملینہ میں گھس جانے کا موقع ملا۔ وہ شہر پر مستولی ہو گیا اور مویشی اور سامان رسد فراہم کر کے یہاں سے بھی فرار ہو گیا۔

اگرچہ محمود کامیابی کے ساتھ بار بار جان بچا کر نکل بھاگا۔ مگر جانتا تھا کہ شاہی لشکر سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں۔ اس لیے اس نے اسلامی اُندلس سے نکل کر جانے کا فیصلہ کیا اور حکومت جلیقیہ کے حدود میں داخل ہو کر ایک سرحدی قلعہ پر قابض ہو گیا۔ اس نے یہاں پانچ سال تین مہینے گزار لیے۔ لیکن جب الفانسو دوم نے ادھر رخ کیا تو اس کا

پیام قضا آ پہنچا اور اس نے ایک ہی حملہ میں بہ ماہ رجب 225ھ 840ء محمود اور اس کے ساتھیوں کا کام تمام کر دیا۔3

طلیطلہ میں بغاوت:

طلیطلہ کے باشندے حکم کے ہاتھوں سفاکانہ قتل عام کے بعد خاموش ہو گئے تھے۔ چنانچہ حکم کا پورا دور پھر عبدالرحمٰن کا ابتدائی زمانہ میں امن و امان سے گزرا۔ لیکن ان باغیوں میں سے حکم کے عہد میں جو بچ گئے تھے' ایک شخص ہاشم ضراب تھا' اس نے اس سانحہ کے بعد طلیطلہ کی سکونت ترک کر کے ایک امن پسند شہری کی حیثیت سے قرطبہ میں بود و باش اختیار کر لی تھی۔ لیکن جب واقعہ ربض پیش آیا تو باغیوں میں مل کر باغیانہ سرگرمیوں میں حصہ لیا اور بغاوت کی ناکامی دیکھ کر طلیطلہ کے نواح میں چلا گیا۔ اور در پردہ حکومت کے خلاف اپنی تحریک جاری رکھی۔ طلیطلہ والوں کو اموی حکومت سے عناد تھا اور سرحد کے عیسائی یہاں کے عیسائیوں برانگیختہ کرنے میں مستقل طور پر مصروف تھے۔ چنانچہ چند سال کے اندر بغاوت کی فضا پھر تیار ہو گئی۔ طلیطلہ اور اس کے نواح کے عیسائیوں کا دینی تعصب روز بروز بڑھتا گیا اور وہ اسلام کی توہین اور مسلمانوں کی دلآزاری کرنے کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک کو سب و شتم کرنے سے باز نہ آتے۔

ہاشم ضراب نسلاً عیسائی اور موطناً طلیطلی تھا۔ طلیطلہ کی پچھلی تباہی کا انتقام لینے کا جذبہ اس کے دل میں موجزن تھا۔ اس نے طلیطلہ اور اس کے نواح کے عیسائیوں کے اس جذبہ عناد سے فائدہ اٹھایا اور انہیں نئے سرے سے حکومت کے خلاف علم بلند کرنے پر آمادہ کر لیا۔ چنانچہ اس نے اس زمانہ میں جب عبدالرحمٰن ماردہ کی بغاوت کے فرو کرنے میں مصروف تھا اپنے جمع کئے ہوئے لشکر کو لے کر باغیانہ سرگرمی جاری کی اور سب سے پہلے 214ھ 829ء میں بعض وفادار بربری قبائل پر حملہ کیا۔ اس کے بعد طلیطلہ کے آس پاس کے شہروں پر حملے کئے اور اس کی شہرت پھیلتی گئی اور فوج میں اضافہ ہوتا گیا۔ اس کے بعد اس نے شنت بریہ پر حملہ کیا۔ یہاں بربروں سے اس کی کئی لڑائیاں ہوئیں مگر اس کے

باوجود اس کی طاقت میں اضافہ ہوتا گیا۔

عبدالرحمٰن نے اسی سال 214ھ 829ء میں اس کی سرکوبی کے لیے فوج بھیجی دونوں میں مقابلہ ہوا مگر فتح و شکست کا فیصلہ نہ ہو سکا اور اس نے موقع پا کر کئی اور مقاموں پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد 216ھ 831ء میں اس کے استیصال کے لیے ایک عظیم الشان لشکر بھیجا گیا جس نے حصن سمسطا کے مغرب میں اس کا مقابلہ کیا۔ چند دنوں خوں ریز لڑائی جاری رہی۔ بالآخر ہاشم نے شکست کھائی۔ میدان جنگ میں کام آیا اور اس کی فوج کا بڑا حصہ برباد ہو گیا۔4

اب عبدالرحمٰن کے لیے طلیطلہ کی مہم آسان ہو گئی تھی۔ چنانچہ 219ھ 834ء میں اس نے اپنے بھائی امیہ کو لشکر دے کر بھیجا۔ اس نے بڑی سختی سے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ معمول کے مطابق باغوں کے درخت کاٹے اور زراعت برباد کی۔ مگر اہل شہر پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوا تو امیہ بن حکم نے لشکر کو قلعہ رباح میں لے جا کر ٹھہرا دیا اور ابوایوب معروف بہ میسرہ کو جو نومسلم عیسائی تھا اس کا افسر مقرر کر دیا اور خود قرطبہ چلا گیا۔

محاصرہ کے اٹھ جانے سے اہل طلیطلہ کی ہمت بڑھی اور انہوں نے اس نواح سے شاہی لشکر کو نکال کر دینے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ پوری تیاریوں کے ساتھ بڑی تعداد میں قلعہ رباح پر حملہ آور ہونے کے لیے شہر سے باہر نکلے۔ میسرہ کو اس کی خبر لگ گئی۔ اس نے مختلف کمین گاہوں میں فوجیں چھپا کر ٹھہرا دیں۔ جب باغیوں کا لشکر کمین گاہوں سے پرے قلعہ رباح کی طرف آ گیا تو شاہی فوج کے دستے کمین گاہوں سے اچانک نکل کر جھپٹ پڑے۔ باغی بڑی تعداد میں تہ تیغ ہو گئے۔ جو لوگ بچ گئے وہ فرار ہو کر طلیطلہ واپس آئے اور قلعہ بند ہو گئے۔ مقتولین کے سر جمع کر کے میسرہ کے پاس قلعہ رباح میں لائے گئے' میسرہ کو یہ توقع نہ تھی کہ کمین گاہوں کی فوج اس بے دردی سے باغی لشکر کو برباد کر دے گی۔ مقتولین کے سروں کے ڈھیر کو دیکھ کر اس کا سر ندامت و حسرت سے جھک گیا۔ اس کی رگوں میں بھی طلیطلہ کے عیسائیوں کا خون موجود تھا۔ ہم وطنوں کی تباہی کا یہ دردناک منظر اس کی برداشت سے باہر ہو گیا۔ ابن اثیر لکھتا ہے کہ اس کے دل پر ایسا غم چھایا کہ چند ہی دنوں میں اس کا انتقال ہو گیا۔5

اس کے بعد عبدالرحمٰن نے ایک دوسری تازہ دم فوج بھیجی جس نے شہر کا ناکام محاصرہ کیا اور پھر قلعہ رباح میں مقیم ہوگئی اور محصورین کے سامان رسد کے روکنے کی جو ممکن صورتیں ہو سکتی تھیں وہ عمل میں لائی گئیں مگر اہل شہر کی ہمتیں استوار رہیں اور محاصرہ کی سختیوں کو برداشت کرتے رہے۔ کچھ دن گزارنے کے بعد 221ھ 836ء میں ان لوگوں نے قلعہ رباح پر حملہ کی پھر تیاری کی اور ہوشیاری کے ساتھ وہاں تک پہنچ گئی۔ شاہی لشکر سے مقابلہ ہوا اور ان لوگوں کو پھر شہر میں آ کر پناہ لینی پڑی۔

اس کے بعد 222ھ 837ء میں عبدالرحمٰن نے اپنے بھائی ولید بن حکم کی سرکردگی میں ایک اور تازہ دم لشکر بھیجا۔ ولید نے غیر معمولی اہتمام سے محاصرہ کیا۔ اہل شہر سال ہا سال کی مدافعت وخوں ریزی سے تھک چکے تھے۔ ولید کی نئی سختیاں ان کی برداشت سے باہر ہوئیں۔ چنانچہ ایک دو مقابلوں کے بعد شاہی لشکر شہر میں داخل ہونے میں کامیاب ہوگیا اور 9 رجب 222ھ 837ء سے طلیطلہ اموی حکومت کی اطاعت میں داخل ہوگیا۔

ولید شہر پر قبضہ کرنے کے بعد یہاں ٹھہر گیا اور آخر شعبان 223ھ 838 تک شہر کے اس قلعہ کی جس کو حکم نے تعمیر کرایا تھا۔ مرمت وتجدید کی اور ایک مستحکم فوج یہاں متعین کردی۔ طلیطلہ کے سر ہونے کے بعد یہ پورا صوبہ اموی حکومت کی اطاعت میں داخل ہوگیا اور حالات پورے طور سے پرسکون ہوگئے۔6

چھوٹی چھوٹی چند بغاوتیں اور ان کا استیصال:

عبدالرحمٰن کے عہد حکومت میں مختلف مقاموں پر ایک دو اور بغاوتیں بھی ہوئیں اور وہ بہت جلد قابو میں کرلی گئیں۔ اس سلسلہ میں شہر باجہ پہلے سے علم بغاوت بلند کیے تھا۔ عبدالرحمٰن نے 214ھ 829ء میں دفعۃً اس پر قبضہ کرلیا7۔ 211ھ 828ء میں تاکرنا کے باشندوں نے سر اٹھایا۔ مگر جلد ہی زیر کرلیے گئے۔8 اس کے بعد 235ھ 849ء میں اس علاقہ کے شورش پسند بربروں نے پھر سرکشی اختیار کی تو عبدالرحمٰن نے ایک فوج بھیج کر ان کو منتشر کردیا اور تاوان کی بھاری رقم ان سے وصول کرائی۔9 اسی سال تدمیر کے نواح

میں لوگوں نے ایک قائد محمد بن عیسیٰ بن سابق کی سرکردگی میں بغاوت کی۔ عباس بن ولید معروف بہ طبلی اس نواح میں شاہی لشکر کا قائد تھا۔ اس نے فوج کشی کرکے ان لوگوں کو منتشر کیا۔10 اسی طرح 236ھ 850ء میں حبیہ بربری نے جزیرہ خضراء کے کوہستانی علاقہ میں سر اٹھایا۔ ایک فوج بھیج کر اس کی بھی سرکوبی کی گئی۔11

237ھ 851ء میں اُندلس کے سرحدی علاقہ میں نبوت کا ایک مدعی ظاہر ہوا۔ آیات قرآنی کی تاویلات کرکے اپنی نبوت کے ثبوت میں لایا۔ غوغائیوں کی ایک جماعت اس کی معتقد ہوگئی۔ اس نے اپنی شریعت میں بالوں اور ناخنوں کا ترشوانا ممنوع قرار دیا تھا۔ اس علاقہ کے حاکم کو اطلاع ملی تو فوج کا ایک دستہ بھیج کر اس کو گرفتار کرایا۔ حاکم صوبہ کے روبرو آتے ہی اس نے اس کے سامنے اپنی دعوت پیش کی۔ حاکم نے اس سے توبہ کرنے کا مطالبہ کیا۔ اس نے اس کو ماننے سے انکار کیا۔ ارتداد کی شرعی فرد جرم اس پر عائد ہو چکی تھی؛ چنانچہ اس کو سولی پر لٹکادیا گیا۔12

نارمن قزاقوں کی یورش:

اس زمانہ میں شمالی یورپ اسکنڈی نیویا کی نارمن قوم قزاقی میں شہرۂ آفاق ہو رہی تھی۔ ان لوگوں نے ابھی تک عیسائیت قبول نہیں کی تھی۔ اپنے آبائی دین بت پرستی پر قائم تھے۔ اس لیے عرب مؤرخین نے انہیں مجوس کہا ہے۔ انہوں نے چھوٹی چھوٹی کشتیاں بنالی تھیں اور سمندری راستہ سے چھاپے مارتے پھرتے تھے۔ ان کے حملے انگلستان اور مغربی فرانس پر ہو چکے تھے 229ھ 843ء میں انہوں نے اُندلس کا رخ کیا۔ پہلے حکومت جلیقیہ کے ساحل پر لوٹ مار کی۔ پھر کشتی بڑھا کر اسلامی اُندلس کی سمت آئے اور بحر محیط (اطلانٹک) سے بماہ ذی الحجہ 229ھ 843ء اُندلس کے ساحل پر اترے اور اشبونہ (پرتگال) کا موجودہ پایہ تخت (لزبن) پر حملہ آور ہوئے اور اس نواح میں تیرہ دن مقیم رہ کر لوٹ مار اور غارت گری کرتے رہے۔ اس نواح کے مسلمانوں نے مدافعت کی۔ اس نواح کو لوٹنے کے بعد مغربی اُندلس کے جزیرہ قادس میں اترے۔ پھر شذونہ کو غارت کیا۔ ان دنوں مقاموں میں بھی مسلمانوں سے لڑائیاں ہوئیں پھر یہ لوگ کشتیوں میں بیٹھے اور

دریائے کبیر کے دہانے سے گزر کر اشبیلیہ کے نواح میں اشبیلیہ سے بارہ فرسخ پر 8 محرم 230ھ 844ء کو اترے۔ مسلمانان اشبیلیہ ایک لشکر مرتب کر کے ان کے مقابلے کے لیے نکلے۔ 12 محرم کو مقابلہ ہوا۔ مسلمانوں نے شکست کھائی اور بڑی تعداد میں شہید ہوئے۔ قزاق پیش قدمی کرتے اشبیلیہ کی طرف بڑھے۔ اس سے تین میل کے فاصلہ پر پڑاؤ ڈالا۔ 14 محرم کو مسلمانوں نے پھر ناکام مقابلہ کیا۔ اور بری طرح مقتول ہوئے۔ اب وہ اشبیلیہ کی بیرونی اور پھر اندرونی آبادی میں گھس پڑے اور بڑی بے دردی سے قتل عام مچادیا۔ جو جان دار سامنے آگیا تلوار سے اس کا کام تمام کیا۔ بے شمار آدمی مویشی اور لڑائی کے گھوڑے مارے گئے۔ یہ غارت گری ایک شب جاری رکھی۔ اسی سلسلہ میں انہوں نے اشبیلیہ کی مسجد کو بھی نقصان پہنچایا۔ وہ تیروں کو آگ میں گرم کر کے مسجد کی بلند پر پھینکتے۔ تیر جہاں پر پیوست ہوتا وہاں پر آگ لگ جاتی اور اتنا حصہ جل کر گر جاتا تھا۔ ابن القوطیہ لکھتا ہے: کہ ان تیروں کے حملوں کے نشانات اس کے زمانہ تک موجود تھے۔ جب وہ تیروں سے پوری مسجد کو جلانے اور گرانے میں کامیاب نہیں ہوئے تو انہوں نے مسجد کے دالان میں لکڑیاں اور خس و خاشاک جمع کیا کہ یہ چھت تک پہنچ کر آگ لگا سکے۔ لیکن وہ آگ لگانے میں کامیاب نہ ہو سکے تھے کہ چند پرجوش نوجوان محراب مسجد سے نکل کر آئے اور مسجد سے ان کو نکالنے میں کامیاب ہوئے۔ اور تین دن تک مسجد میں داخل ہونے سے روکے رہے۔ اس پہلی یورش کے بعد وہ اپنی کشتیوں پر سوار ہونے کے لیے لوٹ گئے۔

اتفاق سے اس ساحل کے پاس شاہی فوج کا ایک حصہ بعض قائدین کی نگرانی میں موجود تھا۔ اس دستہ نے ان قزاقوں کا راستہ روکا اور اُندلس کے مرتب لشکر کے ایک دستہ سے پہلی مرتبہ ان کا مقابلہ ہوا۔ اس حملہ میں ستر قزاق مارے گئے اور باقی ماندہ اپنی کشتیوں پر سوار ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ 13 وہ اپنی کشتیوں کو اپنے مستقر کے طور پر استعمال کرتے۔ کشتی سے اتر کر اس نواح میں غارت گری کرتے اور لوٹا ہوا سامان لے جا کر کشتیوں میں لاد دیتے۔ اُن کی اس عام غارت گری سے مغربی و جنوبی اُندلس میں ایک

تہلکہ مچ گیا۔ اشبیلیہ والوں نے شہر کو خالی کر دیا اور ان کی بڑی تعداد قرمونہ چلی گئی اور کچھ لوگ اشبیلیہ کی پہاڑیوں میں روپوش ہو گئے۔ لوگوں میں ایک عام دہشت پھیل گئی اور کچھ لوگ قرطبہ اور اس کے نواح میں چلے گئے۔

ارباب حکومت اس ناگہانی یورش سے سخت فکر مند ہوئے۔ انہوں نے عوام کی دل دہی کی اور مقابلہ کرنے کی جرأت دلائی۔ پھر وہ قرمونہ آئے اور مہاجرین کو واپس جا کر مقابلہ کرنے اور ثابت قدم رہنے کی تلقین کی۔ پھر سرحدی صوبہ کے لوگ آئے اور انہوں نے ان کو سنبھالنا چاہا۔ اس کے بعد عبدالرحمٰن نے سرحدی صوبہ کے والی موسیٰ بن قیسی کو اس صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لیے بلایا۔ چنانچہ وہ قرمونہ آیا اور لوگوں کی دل دہی کی۔

اس کے بعد موسیٰ بن قیسی نے ان قزاقوں کا مقابلہ کرنے کے لیے وزراء سے مشورہ کیا اور طے پایا کہ چھوٹے چھوٹے دستے قریش لقنت، قرطبہ اور مورور کی طرف بھیجے جائیں۔ چنانچہ جابجا دستے بھیج دیئے گئے۔ اسی سلسلہ میں ایک دستہ اشبیلیہ کے قریب ایک گاؤں کنتش معار میں جو اشبیلیہ کے سامنے واقع تھا، شب کے وقت کوچ کر کے یہاں پہنچ کر چھپ رہا اور ایک کلیسا کی بلندی پر کچھ لوگ چھپ کر بیٹھ رہے۔ قزاقوں کا ایک گروہ جو سولہ ہزار کی تعداد میں تھا مورور کی طرف جا رہا تھا۔ جب اس قریہ کے پاس پہنچا تو جاسوسوں نے کلیسا کے اوپر آگ روشن کی جو پہلے سے علامت ٹھہرائی گئی تھی۔ آگ روشن ہوتے ہی لوگ قریہ سے نکل کر حملہ آور ہوئے۔ اب ان قزاقوں اور اشبیلیہ کے درمیان اسلامی لشکر تھا۔ مسلمان ان پر ٹوٹ پڑے اور کہا جاتا ہے کہ سب تہ تیغ کر دیئے گئے۔

اس کے بعد وزراء اشبیلیہ آئے۔ حاکم اشبیلیہ شہر میں محصور ہو کر جان بچائے بیٹھا تھا۔ اس کو باہر نکالا اور اشبیلیہ والوں کو اطمینان نصیب ہوا۔

قزاق اس گروہ کے علاوہ وہ جو مورور جا رہا تھا دو اور گروہوں میں ہو گئے تھے ایک لقنت کی سمت تھا اور دوسرے نے قرطبہ کی راہ لی تھی۔ مورور جانے والے گروہ کا حشر دیکھ کر وہ دونوں سمٹ کر یک جا ہو گئے اور اشبیلیہ سے بالا بالا قلعہ زعواق کی طرف چلے آئے۔

وادی کبیر میں ان کی کشتیاں کھڑی تھیں۔ ان پر اس حال میں سوار ہوئے کہ لوگ پتھر پھینک پھینک کر مار رہے تھے جب اشبیلیہ سے اتر کر ایک میل بڑھ آئے تو چلا کر کہا کہ اگر تم لوگ فدیہ دے کر قیدیوں کو چھڑانا چاہتے ہو تو ہم فدیہ لیں گے۔ ان کی اس آواز پر لوگوں نے دریا میں پتھروں کی بارش روک لی اور فدیہ پر گفتگو شروع کی۔ چنانچہ ان لوگوں نے فدیہ میں سونا چاندی لینے کے بجائے کپڑے اور کھانے کی چیزیں طلب کیں اور فدیہ لے کر قیدیوں کو چھوڑ دیا۔

اس کے بعد یہ لوگ ناکور کی سمت بڑھے اور یہاں بھی کچھ لوگوں کو گرفتار کیا جن میں بنو صالح کے اجداد بھی تھے جو یہاں کے ممتاز رؤسا میں تھے۔ امیر عبدالرحمٰن نے ان کو بھی فدیہ دے کر چھڑا لیا۔

اس کے بعد ان لوگوں نے اشبیلیہ و ناکور کے نواح کو چھوڑ دیا اور مختلف ساحلی مقامات پر چھاپے مارتے اور غارت گری کرتے پھرے 14۔ عبدالرحمٰن نے بھی ان کی نقل و حرکت پر توجہ رکھی۔ ان کے استیصال کے لیے فوجیں بھیجے اور مقامی باشندوں کو ان سے مقابلہ کرنے پر آمادہ کیا۔ چنانچہ ماہ ربیع الاول میں اس نے ان قزاقوں کو اندلس سے نکالنے کے لیے ایک عظیم الشان فوج بھیجی جس نے ان سے سخت مقابلہ کیا۔ قزاق شکست کھا کر میدان سے بھاگے۔ شاہی لشکر نے دو ربیع الاول کو ان کا تعاقب کیا۔ اب ان کی شکستوں اور فراریوں کو دیکھ کر اس نواح کے باشندوں کی ہمتیں بھی بلند ہو گئی تھیں۔ چنانچہ ہر سمت سے مسلمان فوجیں مرتب کر کے ان کے مقابلہ کے لیے نکلے۔ ابتداء اس غیر سرکاری لشکر کو شکست ہوئی۔ مگر ان لوگوں نے ان کا پیچھا نہ چھوڑا۔ پھر شاہی لشکر نے بھی ان پر سخت حملہ کیا۔ جس میں پانچ سو قزاق مارے گئے۔ ان لوگوں نے مقابلہ کی تاب نہ لا کر اپنی کشتیوں کا رخ کیا۔ مسلمان ساحل کی چار کشتیوں کو بھی پکڑنے میں کامیاب ہوئے۔ کشتیوں کے سامان پر قبضہ کر کے ان کو جلا دیا۔ باقی ماندہ کشتیاں اپنے سواروں کو لے کر ساحل سے دور نکل گئیں اور بحر محیط میں سامنے کھڑی دکھائی دیتی رہیں' لیکن مسلمانوں کی دسترس سے باہر تھیں۔ کیونکہ اندلس کا سمندری بیڑا یہاں موجود نہیں تھا۔ اس کے بعد یہ لوگ مغربی اندلس

کے شہر لبلہ میں اترے اور چند مسلمانوں کو قید کر لیا۔ اس کے بعد مال غنیمت تقسیم کرنے کے لیے اندلس کے قریب کے ایک جزیرہ قوریس میں اترے۔ مال غنیمت تقسیم ہو رہا تھا کہ سمندر کی راہ سے مسلمانوں کا ایک دستہ ان کے سر پر آ پہنچا۔ کچھ مال غنیمت واپس لیا اور دو ڈاکو مارے گئے۔ پھر یہاں سے لوٹ کر یہ لوگ شندونہ پہنچے۔ یہاں دو دن ٹھہر کر لوٹ مار کرتے رہے۔

اس اثناء میں عبدالرحمٰن نے بحری مدد اشبیلیہ کے ساحل پر بھیجی' بحری کمک کی آمد کی خبر سن کر یہ لوگ لبلہ کی طرف مڑ گئے اور یہاں غارت گری کی' کچھ لوگوں کو قید کر لیا پھر اکشونیہ میں جو پرتگال کے سب سے جنوبی علاقہ میں ایک شہر تھا دیکھے گئے۔ اس کے بعد باجہ میں وارد ہوئے پھر اشبونہ (لزبن) پہنچے اور اس کے بعد اندلس کی سرزمین کو انہوں نے چھوڑ دیا اور اپنی کشتیوں پر سوار ہو کر بحر محیط میں کسی اور طرف نکل گئے اور مسلمانان اندلس کو اس فتنہ سے نجات حاصل ہوئی۔ 15

ان قزاقوں کے جانے کے بعد ان شہروں کی فصیلوں کی اصلاح و مرمت شروع ہوئی جن کو ان کی یورش سے نقصانات پہنچے تھے اور اس کے ساتھ عبدالرحمٰن نے لوگوں کے نقصانات کی تلافی بھی کی۔ ان میں سے اشبیلیہ کی فصیل کو سب سے زیادہ نقصان پہنچا تھا۔ چنانچہ وزراء کے مشورہ سے عبداللہ بن سنان جو عبدالرحمٰن کے مقربین خاص میں تھا' اس خدمت کے لیے مامور کیا گیا۔ وہ اشبیلیہ آیا اور اپنی نگرانی میں فصیل تعمیر کرائی۔ فصیل کے دروازہ پر اس کا نام بھی کندہ کیا گیا۔ 16

دارالصناعہ کا قیام:

نارمنوں کے اچانک حملہ اور اس سے ابتری کے پھیل جانے کی بڑی وجہ اندلس میں بحری بیڑے کی کمی تھی۔ اس حادثہ سے عبدالرحمٰن کو اس کا خاص طور پر خیال پیدا ہوا۔ چنانچہ اشبیلیہ میں ایک دارالصناعہ (جہاز سازی کا کارخانہ) قائم کیا گیا اور اسی وقت سے بحری طاقت بڑھائی جانے لگی۔ یہاں تک کہ رفتہ رفتہ اندلس کی بحری طاقت دنیا کی عظیم بحری طاقتوں میں شمار کی جانے لگی۔ ابن القوطیہ لکھتا ہے:-

’’(اس واقعہ کے بعد) امیر عبدالرحمٰن بن حکم مستعد ہو گیا۔ اور اشبیلیہ میں ایک دارالصناعہ قائم کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ کشتیاں تیار کرائیں اور سواحل اُندلس کے رہنے والے بحری ماہروں کو یہاں جمع کیا اور ان کے معاوضہ میں توسیع کی اور آلات واقفیت مہیا کیے‘‘۔

چند ہی سالوں کے بعد اس بحری تیاری سے خاطر خواہ فائدہ پہنچا۔ چنانچہ امیر محمد کے عہد حکومت میں جب 244ھ 858ء میں نارمنوں نے اُندلس پر دوسری مرتبہ یورش کی تو وادی کبیر کے دہانے پر ان کو سمندر میں روکا گیا۔ انہیں شکست ہوئی۔ ان کی کشتیاں جلا دی گئیں اور وہ فوراً لوٹ جانے پر مجبور ہو گئے۔ 17

سلطنت اسپنش مارچ کی طاقت کا خاتمہ:

عبدالرحمٰن کی تخت نشینی کے بعد ہی اس کی ہمسایہ عیسوی حکومت نے اس کے خلاف جارحانہ قدم اٹھایا۔ چنانچہ برشلونہ کی نئی عیسوی حکومت کے حکمران برن ہارٹ نے اسلامی حدود میں فوج کشی کی اور غارت گری کرتا ہوا وادی ثغر کے کنارے شہر لاردہ تک چلا آیا، کسی ضابطہ کی فوج سے مقابلہ نہیں ہوا۔ چنانچہ عیسائی اسلامی آبادیوں کو تباہ و برباد کر کے لوٹ کا مال لے کر واپس چلے گئے۔ 18

اس حملہ کے جواب میں عبدالرحمٰن نے اس لشکر کو جو عبداللہ اموی کے استیصال کے لیے بلنسیہ گیا تھا، عبدالکریم بن عبدالواحد کی سرکردگی میں برشلونہ بھیجا۔ عیسائیوں نے مقابلہ کیا، مگر بری طرح پسپا ہو کر شہر میں داخل ہو گئے۔ مسلمانوں نے شہر کا محاصرہ کیا مگر فتح نہ کر سکے۔ اس کے بعد وہ گاتھک مارچ یا اسپنس مارچ کی نوزائیدہ سلطنت کے پورے علاقہ میں گھس گئے۔ بہت سے شہروں کو تباہ و برباد کیا۔ بہت سے قلعے فتح کیے اور بہت سی عیسوی آبادیوں کے باشندوں نے جزیہ ادا کرنے کی شرط پر اطاعت قبول کی۔ بہت سے مسلمان قیدی، جو عیسائیوں کے ہاتھوں میں گرفتار تھے آزاد کرائے گئے۔ بعض قلعے آتش زدگی کے ذریعہ مسمار بھی کر دیئے گئے اور وافر مال غنیمت بھی ہاتھ آیا۔ یہ مہم ماہ جمادی الآخر

208ھ 823ء میں بخیر و خوبی واپس آئی۔ 19 اس کے بعد 210ھ 825ء میں عبداللہ بن عبدالرحمٰن الداخل کے لڑکے عبیداللہ معروف با بن لبلنسی کی سرکردگی میں ایک دوسری بڑی فوج بھیجی گئی جس نے قتل، غارت گری اور قیدیوں کی گرفتاری کی۔ ماہ ربیع الاول میں ایک جگہ عیسائی لشکر سے مقابلہ ہوا مسلمانوں کو کامیابی ہوئی۔ بہت سے عیسائی مارے گئے اور کئی ایک قلعے قبضے میں آئے۔ اسی طرح اسی سال ایک دوسرا لشکر بھیجا گیا جس نے ماہ رمضان میں ایک عیسوی لشکر کا مقابلہ کیا اور بعض قلعوں پر قبضہ کیا۔ 20 اس کے بعد 212ھ 837ء میں نوزائیدہ عیسائی حکومت کے پایہ تخت برشلونہ پر فوج کشی کی گئی۔ اس کے بعد جرندہ پر حملہ ہوا۔ عیسائی شہر میں محصور ہو گئے اور اسلامی لشکر نے دو مہینوں تک قتل و خون اور غارت گری کا طوفان برپا رکھا 21۔

ان حملوں سے اُندلس کی سرحد پر جوئی فرانسیسی حکومت اسپنش مارچ یا گاتھک مارچ کے نام سے قائم کی گئی تھی وہ اپنے دارالحکومت میں محصور ہو کر رہ گئی اور شارلیمین نے جن ارادوں سے یہ نوزائیدہ سلطنت قائم کی تھی وہ سب خاک میں مل گئے۔

حکومت بیزنطی کی سفارت:

اب اُندلس کی اسلامی حکومت دنیا کی عظیم سلطنتوں میں شمار کی جانے لگی تھی۔ چنانچہ عبدالرحمٰن کی تخت نشینی کے دوسرے سال بیزنطی شہنشاہ میکائل دوم (820ء تا 829ء) نے سلطنت امویہ اُندلس کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا۔ بیزنطی حکومت اور خلافت عباسیہ کے تعلقات خوشگوار نہ تھے۔ بیزنطی شہنشاہ کے اُندلس کی طرف رخ کرنے کا بڑا سبب یہی تھا۔ چنانچہ میکائل نے 222ھ 807ء میں دوستی کا پیام دینے کے لیے سفارت بھیجی۔ عبدالرحمٰن نے اس کا پرتپاک خیر مقدم کیا۔ بیزنطی سفراء کے ساتھ قیمتی تحائف اور زرین ساز و سامان کے ساتھ بہترین نسل کے گھوڑے بھی تھے۔ عبدالرحمٰن نے ان تحفوں کو قبول کیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس سفارت کا مقصد امویوں کو ان کے کھوئے ہوئے وطن کو واپس لینے کی ترغیب دیتا تھا کہ اگر عباسی سلطنت پر حملہ کیا جائے تو بیزنطی حکومت اپنے تمام ذرائع سے مدد کرے

گی۔لیکن اموی سلطنت ان دنوں اپنے داخلی معاملات میں الجھی ہوئی تھی۔اس لیے اس کو قبول کرنا ممکن نہ تھا۔لہٰذا اس مسئلہ کو آئندہ حالات پر اٹھا رکھا گیا اور وفد رسمی تکلفات و پیام وسلام کے بعد رخصت ہو گیا۔

جوابی سفارت:

عباسیوں نے بیرنطی سلطنت کو اس کے زرخیز صوبہ ایشیائے کوچک سے محروم کر دیا تھا۔اور ان سے خود قسطنطنیہ کو خطرہ درپیش تھا۔اس لیے میکائل کی وفات کے بعد جب شہنشاہ تھیوفلس (829ءتا843ء) تخت نشین ہوا تو اس نے بھی سلطنت امویہ اُندلس پر امید کی نگاہ ڈالی اور عرب مؤرخین کی تصریح کے مطابق 225ھ 840ء میں حکومت بیرنطی کی سفارت قرطبہ آئی۔اس نے بھی حکومت عباسیہ پر حملہ آور ہونے کی دعوت دی اور بیرنطی حکومت کے اس حملہ میں شریک ہونے کا یقین دلایا اور اس وفد نے بھی قیمتی تحائف پیش کیے۔عبدالرحمٰن نے اس کے جواب میں ایک وفد یحییٰ غزال کی سرکردگی میں بھیجا۔یحییٰ عباسیوں کے دامن دولت سے وابستہ تھے۔شعر وحکمت میں شہرہ آفاق تھے۔کسی سبب سے بنوعباس سے آزردہ ہوئے اور اس کی اطلاع عبدالرحمٰن کو ملی تو اس نے اس کو اُندلس بلا لیا اور مقربین خاص میں ان کو جگہ دی۔اسی سبب سے اس سفارت کے لیے ان کا انتخاب عمل میں آیا۔یحییٰ نے قسطنطنیہ کے شہنشاہ کی خدمت میں ہدیے پیش کیے اور دولت امویہ وحکومت بیرنطی کے دوستانہ مراسم کی بنیاد مستحکم کی۔22

دولت عباسیہ پر حملہ آوری سے اجتناب:

ان سفارتوں کا جو اصل مقصد تھا اس میں بیرنطی سلطنت کو کامیابی نہیں ہوئی۔اگر چہ عبدالرحمٰن دولت عباسیہ کے وجود سے بیزار تھا۔چنانچہ بنواغلبہ (افریقہ۔جو بنوعباس کے زیر حکومت تھے) نے شہر تاہرت (افریقہ) کے قریب ایک نئے شہر کی پناہ وتعمیر عباسیہ کے نام سے کی تھی۔جب 229ھ 843ء میں اس شہر کو ایک خارجی افلح بن عبدالوہاب اباضی نے حملہ کر کے جلا ڈالا اور اس نے اس کارگزاری کی اطلاع عبدالرحمٰن کے پاس بھیجی تو

اس نے اس حسن خدمت کے صلہ میں اس کو ایک لاکھ درہم عطا کیے۔23 بایں ہمہ اُندلس کے داخلی حالات اور سرحد کی عیسائی حکومتوں کی مخالفانہ شورشوں اور ہنگامہ آرائیوں کی فضا ایسی نہ تھی کہ عبدالرحمٰن اُندلس چھوڑ کر اس دور دراز کی مہم پر جانا گوارا کرتا۔اس لیے اس نے دولت عباسیہ کے خلاف حملہ آوری کے مسئلہ پر سرے سے کوئی غور ہی نہیں کیا۔

حکومت نبرہ کی سفارت اور باہمی معاہدہ:

نبرہ (نوار) شمالی اُندلس کا ایک صوبہ ہے۔اسلامی فتوحات کے سیلاب میں مجاہدین اس سرزمین سے بھی گزرے مگر یہاں اسلامی حکومت قائم نہ ہو سکی۔اور ابتداء حکومت ایسٹریاس کی طرح بشکنش کے علاقہ میں یہ شامل رہا۔کوہ پائیرینس کا سلسلہ اس صوبہ میں شرقاً غرباً پھیلا ہوا ہے۔اور وسقطہ وسرقسطہ کے اسلامی صوبوں سے اس کی سرحد ملتی ہے۔ساتویں صدی عیسوی سے اس کی مستقل تاریخ شروع ہوئی۔یہاں کے خودسر نواب شاہ فرانس کے باج گزار تھے۔عبدالرحمٰن کے زمانہ میں یہاں کے آزاد حکمران نے فرانس سے سرکشی کی اور اپنی آزادانہ ریاست کی داغ بیل ڈالی۔ایک ہم مذہب عظیم سلطنت سے جدا ہونے کے بعد اس کو ایسے حلیف کی ضرورت ہوئی جو اس کو فرانس کے حملوں کے وقت بچا سکے۔اسی غرض سے یہاں کے حکمران نے بھی ایک سفارت اُندلس بھیجی۔عبدالرحمٰن نے اس کے رتبہ کے مطابق اس کا استقبال کیا اور اس نوزائیدہ حکومت سے اس نے تعلقات استوار کرنے کے لیے ایک معاہدہ کرنا منظور کر لیا۔چنانچہ ان دونوں حکومتوں میں طے پایا کہ اگر حکومت نواز پر کوئی حکومت حملہ آور ہوگی تو اسلامی اُندلس کی حکومت اس کی مدافعت کرے گی اور حکومت نواز نے یقین دلایا کہ جب کوہ پائیرینس کے اس پار اور کوئی اسلامی مہم جائے گی تو وہ اس کے گزرنے کی آسانیاں بہم پہنچائے گی۔

عیسائیوں سے معرکہ آرائیاں:

اس معاہدہ سے طرفین نے فائدہ اٹھایا۔چنانچہ جب کاؤنٹ ابلس Eblus اور کاؤنٹ اسینیریس Asenarius کی سرکردگی میں سلطنت نوار پر حملہ ہوا تو مسلمانوں

اور نوار کے عیسائیوں نے مل کران کی واپسی میں اسی طرح اس لشکر کو برباد کردیا جس طرح شارلیمین کی فوج برباد کی جاچکی تھی۔ 24

اس کے بعد ایک اعلیٰ فوجی افسر ایزون Aizon سلطنت فرانس سے ناراض ہوکر گاتھک مارچ میں آیا۔ وہ خود گاتھ تھا۔ یہاں اس نے فرانسیسیوں کے خلاف جذبہ نفرت کو ابھارا اور کاؤنٹ آف برشلونہ کے خلاف مہم کا آغاز کیا اور بعض شہروں پر قبضہ کرلیا۔ پھر اس نے اپنے بھائی کو قرطبہ بھیج کر مدد طلب کی۔ چنانچہ عبدالرحمٰن نے 223ھ 838ء میں ایک لشکر عبیداللہ اموی بلنسی کی سرکردگی میں بھیجا جس نے اُندلس کے اس حصہ کو جو شمال مشرق میں واقع تھا اور فرانس کی شہنشاہیت کے زیرِ حکم تھا' تاخت وتاراج کیا۔ بعض مقاموں پر گاتھک مارچ کے لشکر سے مقابلہ ہوا۔ بہت سے عیسائی مارے گئے اور بڑی تعداد میں گرفتار کیے گئے اس حملہ میں ایک قلعہ حصن الغرا تنام کا محاصرہ کرکے اس پر قبضہ کیا۔ لڑنے والے عیسائی مارے گئے اور عورتیں اور بچے گرفتار کیے گئے اور بہت سامال غنیمت ہاتھ آیا۔

اس کے بعد دوسرے سال 224ھ 839ء میں اسی کی سرکردگی میں ان ہی مقامات پر دوبارہ فوج کشی ہوئی اس مرتبہ عیسائیوں نے جم کر مقابلہ کیا۔ خوں ریز لڑائی ہوئی عیسائیوں نے اس مرتبہ بھی شکست کھائی اور بڑی تعداد میں مارے گئے۔ مؤرخین کا بیان ہے کہ میدان لاشوں سے اس قدر پٹ گیا تھا کہ جب وہ جمع کی گئیں تو عرب سوار گھوڑے پر سوار ہونے کے باوجود کشتوں کے اس پشتہ کے اس پار کی چیزیں نہ دیکھ سکے۔ اب کاؤنٹ آف برشلونہ سے قبضہ میں صرف برشلونہ اور جرندہ باقی رہ گئے تھے' اس کے بعد افواہ پھیلی کہ فرانسیسی لشکر بڑے پیمانہ پر اس علاقہ پر حملہ آوری کے لیے آرہا ہے۔ قرطبہ سے پھر مدد طلب کی گئی۔ چنانچہ فرانسیسی بغیر مقابلہ کیے واپس چلے گئے۔ 25

ان پے در پے اسلامی حملوں کے جواب میں عیسائیوں میں بھی جنبش ہوئی۔ چنانچہ شاہ لوئی نے 224ھ 839ء میں شمالی وسطی اُندلس کے اسلامی شہر مدینہ سالم پر حملہ آور ہونے کے لیے کوچ کیا۔ سرحدی صوبہ کے گورنر فرتون بن موسیٰ ایک لشکر جرار لے کر

مقابلہ کے لیے نکلا اور راستہ روک کر صف آرا ہوا۔ عیسائی ایک خوں ریز لڑائی کے بعد بہت سے مقتولین اور اسیروں کو مسلمانوں کے ہاتھوں میں چھوڑ کر فرار ہوگئے۔ اسلامی لشکر تعاقب کرتا ہوا عیسائی حکومت کی حدود میں داخل ہوا اور ایک جنگی قلعہ کو جو ابھی حال میں مسلمانوں کی مدافعت کے لیے تعمیر کیا گیا تھا محاصرہ کے بعد فتح کرکے مسمار کردیا۔ 26

اس کے بعد عبدالرحمٰن نے فرانس پر حملہ آور ہونے کی فوجی تیاری کی۔ مقدمۃ الجیش کے طور پر ایک لشکر روانہ بھی کیا گیا۔ مگر سلطنت کے داخلی حالات کے سبب یہ مہم ملتوی کی گئی اور مقدمۃ الجیش واپس بلالیا گیا 27

حکومت جلیقیہ سے آویزش:

حکومت جلیقیہ اور اسلامی حکومت اُندلس کے درمیان جو دوستانہ تعلقات قائم ہوگئے تھے وہ باقی نہیں رہے تھے۔ چنانچہ 225ھ 840ء میں عبدالرحمٰن نے شوق جہاد میں بلاد جلیقیہ کا رخ کیا۔ بہت سے قلعوں پر قبضہ کیا۔ پھر فوجیں حدود حکومت میں پھیل گئیں اور آبادیوں کو تباہ و برباد اور مال غنیمت حاصل کرتی' قتل و خوں ریزی مچاتی اور قیدیوں کی تداد بڑھاتی رہیں۔ اور اس غارت گری کا سلسلہ ایک طویل زمانہ تک قائم رکھ کر فوجیوں واپس آگئیں۔ 28

الفانسو دوم (791ء،842ء) کی زندگی میں اس کی سلطنت پر یہ آخری حملہ تھا اس کے بعد اس نے 227ھ 842ء میں وفات پائی۔ اس کے بعد زدمیر یعنی رومیرو 842Ramiroi ،237ء۔(850ء842ھ) اس کا جانشین ہوا۔ 29

اس کے بعد 226ھ 841ء یا 227ھ 842ء میں موسیٰ بن موسیٰ عامل نطیلہ کی سرکردگی میں ایک عظیم الشان لشکر کوہ پائیرینس کے اس پار حملہ آوری کے لیے روانہ کیا گیا یہ موسیٰ سرقسطہ کے والی فرتون موسیٰ کا بیٹا تھا جس کو دربار قرطبہ سے نطیلہ کی سند ملی تھی اور سرحد کی حفاظت اور عیسوی حدود حکومت میں پیش قدمی کرنے کی خدمت سپرد کی گئی تھی۔ چنانچہ شاہ لوئی کے حملہ کے جواب میں موسیٰ اپنی مہم لے گیا اور غارت گری کرتا ہوا اربونہ

سے آگے نکل گیا۔ اربونہ اور شریطانیہ کے درمیان عیسوی لشکر سے مقابلہ ہوا۔ عیسائیوں نے اسلامی لشکر کو گھیر لیا اور رات بھر مقابلہ ہوتا رہا۔ موسیٰ دشواریوں میں گھر گیا تھا۔ لیکن صبح ہوتے ہوتے مسلمانوں نے نصرت کے قدم بڑھائے اور عیسائی شکست کھا کر میدان سے ہٹ گئے اور لشکر مال غنیمت کے ساتھ واپس آیا۔ 30

بنوقسی کی بغاوت:

اس لشکر میں مقدمۃ الجیش کی افسری پر ایک مقتدر قائد جریر بن موفق مامور تھا۔ موسیٰ اور جریر میں نااتفاقی پیدا ہوئی۔ جریر کو دربار قرطبہ میں رسائی حاصل تھی۔ موسیٰ کو اس نے اثر و رسوخ سے نیچا دکھایا اور موسیٰ بغاوت پر کمربستہ ہوگیا۔ وہ تطیلہ میں حکمران تھا۔ یہاں اس نے اپنی خودسری کا اعلان کر دیا اور ایک وقتی غلط فہمی سے بنوقسی جیسا وفادار خاندان حکومت قرطبہ کے مخالفین کی صف میں داخل ہوگیا۔ بہرحال حکومت کے لیے اس کا تدارک کرنا ضروری تھا۔ چنانچہ عبدالرحمٰن نے موسیٰ کو زیر کرنے کے لیے 228ھ 843ء میں ایک قائد حارث بن بزیغ کی سرکردگی میں فوج بھیجی۔ برجہ کے قریب دنوں فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ موسیٰ کے بہت سے آدمی کام آئے جن میں اس کا ایک بھتیجا بھی تھا۔ اس کے بعد حارث فوج لے کر سرقسطہ چلا آیا۔ اس کے بعد موسیٰ نے اپنے لڑکے الب کی سرکردگی میں پھر ایک لشکر برجہ بھیجا۔ حارث دوبارہ فوج لے کر آیا اور محاصرہ کے بعد اس شہر پر قبضہ کر لیا اور الب اس لڑائی میں کام آیا۔ اس کے بعد حارث نے تطیلہ پر دھاوا کیا۔ اس شہر کا محاصرہ جاری تھا کہ موسیٰ نے حارث کو صلح کا پیغام دیا اور تطیلہ حوالہ کر دینے پر آمادہ ہوا۔ حارث نے اس کو منظور کر لیا۔ موسیٰ نے شہر کو خالی کر دیا اور اپنی جمعیت لے کر ایک دوسرے مقام ارنیط میں چلا گیا جو تطیلہ سے مغرب اور قلہرہ سے تقریباً پندرہ میل جنوب میں واقع تھا۔

چند دنوں کے بعد حارث نے ارنیط کا رخ کیا۔ یہاں موسیٰ نے ہم سرحد عیسوی حکومت نوار کے حکمران سے مدد طلب کی۔ چنانچہ وہ مدد کرنے کے لیے فوج لے کر آیا۔ موسیٰ و غرسیہ شاہ نوار ایک کمین گاہ میں فوج لے کر حارث کی گھات میں چھپ کر بیٹھ گئے۔

چنانچہ حارث دریائے بلبہ تک آیا تھا۔ کمین گاہ کی فوج باہر نکل کر حملہ آور ہوئی۔ حارث زخمی ہو کر گرفتار کر لیا گیا اور موسیٰ نے بڑھ کر تطیلہ پر دوبارہ قبضہ کر لیا اور یہاں بنوقسی کی خودمختار حکومت قائم کر لی۔

عبدالرحمٰن نے شاہی لشکر کے شکست کھانے اور قائد کے گرفتار ہو جانے کی اطلاع پا کر ایک عظیم الشان لشکر تیار کر کے اپنے لڑکے محمد کی سرکردگی میں موسیٰ اور غرسیہ کی سرکوبی کے لیے بھیجا۔ محمد نے ماہ رمضان 229ھ 843ء میں تطیلہ آ کر شہر کا محاصرہ کر لیا۔ موسیٰ نے مقابلہ کی طاقت نہ دیکھ کر اطاعت قبول کرنے کا پیام دیا۔ محمد نے اس کا قصور معاف کیا اور اسی کو دوبارہ تطیلہ کا والی مقرر کر دیا۔

اس کے بعد اس نے حکومت نوار کے دارالسلطنت بنسلونہ کی سمت فوج بڑھائی تاکہ غرسیہ کو اس کے جرم کی سزا دی جائے۔ اس کا جرم اس لیے زیادہ سنگین تھا کہ چند سال پیشتر سفارت کے ذریعہ باہمی اتحاد کا معاہدہ کر چکا تھا۔ غرسیہ نے اسلامی لشکر کا مقابلہ کیا۔ محمد نے اتنا سخت حملہ کیا کہ غرسیہ کی جان کے لالے پڑ گئے وہ جنگ میں مارا گیا اور عیسوی لشکر بڑی ابتری سے منتشر ہوگیا۔ 31

موسیٰ نے کچھ ہی دنوں کے بعد دوبارہ سرکشی اختیار کر لی تھی۔ عبدالرحمٰن نے ایک دوسرا لشکر بھیجا۔ شاہی لشکر کے آتے ہی اس نے پھر اطاعت قبول کی اور اپنے لڑکے اسماعیل کو یرغمال بنا کر عبدالرحمٰن کے پاس بھیج دیا۔

چند سال کے بعد جب موسیٰ کا لڑکا اسماعیل عبدالرحمٰن کے قبضہ سے نکل بھاگا تو موسیٰ کو سہ بارہ خودسری اختیار کرنے کا موقع مل گیا۔ چنانچہ 232ھ 846ء میں اس نے بغاوت کی۔ محمد بن عبدالرحمٰن کی سرکردگی میں پھر فوج کشی کی گئی اور اس نے اطاعت قبول کی۔ اس کے بعد یہ اطاعت سے پھر کبھی منحرف نہیں ہوا۔ اور عیسائیوں کے حملوں سے اسلامی سرحد کی حفاظت کی خدمت اس سے پھر لی جانے لگی۔ 32

عیسائیوں سے معرکہ آرائیاں:

اس کے ساتھ عیسوی حکومتوں سے آویزش قائم رہی۔ چنانچہ 231ھ 845ء میں ایک نئی فوج حکومت جلیقیہ پر حملہ آور ہوئی۔ بہت سے عیسائی مارے گئے۔ بہت سے گرفتار ہوئے اور مال غنیمت حاصل ہوا یہاں تک کہ اسلامی لشکر شمالی اُندلس کے شہر لیون پہنچا۔ یہ شہر 199ھ 717ء میں مسلمانوں کے قبضہ میں آیا تھا۔ اور 125ھ 743ء میں عیسائیوں کے قبضہ میں چلا گیا تھا۔ مسلمانوں نے اس حملہ میں اس کا سختی سے محاصرہ کیا اور منجنیقوں سے پتھروں کی بارش شروع کر دی۔ شہر کے باشندے خوف سے گھبرا کر شہر کو اپنے حال پر چھوڑ کر فرار ہو گئے۔ کثیر دولت شہر میں موجود تھے وہ مسلمانوں کے قبضہ میں آئی۔ وہ جس سامان کو لے سکے اس کو تو لے لیا اور جو لے جانے کے قابل نہ تھا' اس کو برباد کر دیا۔ شہر کی فصیل کو بھی منہدم کر دینا چاہا لیکن وہ سترہ گز عریض تھی۔ اس کو منہدم کرنا دشوار تھا۔ اس لیے جا بجا سے اس کو نقصان پہنچایا اور شہر سے مال غنیمت لاد کر روانہ ہو گئے۔ 33

عبدالرحمٰن اور رومیرو کی زندگیوں میں مسلمانوں کی جلیقیہ پر یہ آخری فوج کشی تھی۔

اس کے بعد رومیرو نے ماہ رجب 235ھ 849ء میں وفات پائی اور اس کا لڑکا اور ڈونو اول اس کا جانشین ہوا۔ اس نے اپنے عہد حکومت میں برباد شدہ لیون کی تعمیر و تجدید کی۔ 34

اس کے بعد کوہ پائیرنیس کے علاقہ میں 235ھ 849ء میں المندر بن عبدالرحمٰن کی قیادت میں فوج کشی ہوئی اور البہ (الارہ) کے نواح میں غارت گری کی گئی۔ 35

نارمنوں کی یورش کے بعد اُندلس کا شاہی بیڑہ بھی مستحکم ہو گیا تھا۔ چنانچہ اسی زمانہ میں ایک بحری فوج کشی کی گئی۔ فرانس کے ساحل پر فوجیں اتریں۔ ملک کے اندرونی حصہ میں لوٹ مار کی اور مارسیلز کے مضافات کو خاص طور پر لوٹ لیا۔ 36

شارلیمین کی سلطنت اس کے بیٹوں میں تقسیم ہوئی تھی۔ فرانس اور گاتھک مارچ چارلس گنجے کی شہنشاہی میں تھے۔ کارنٹ برن ہارٹ والی برشلون سے شاہ فرانس کے تعلقات خوشگوار نہیں رہے۔ والی برشلونہ نے مسلمانوں کے پے در پے حملوں سے پریشان

ہو کر اسلامی اُندلس سے تعلقات پیدا کر لیے تھے کاؤنٹ سیاسی چال میں آ کر چارلس کے ہاتھوں سے مارا گیا۔ اسی زمانہ میں (236ھ 850ء) عبدالرحمٰن نے عبدالکریم کی سرکردگی میں برشلونہ پر قبضہ کرنے کے لیے فوج کشی کی۔ اسلامی لشکر مختلف قلعے تباہ و برباد کرتا ہوا برشلونہ پہنچا اور ایک محاصرہ کے بعد یہودیوں کی مدد سے شہر پر قبضہ ہو گیا۔ بہت سے عیسائی مقتول و گرفتار ہوئے۔

برشلونہ پر قبضہ کرنے کے بعد اسلامی لشکر جرندہ کی سمت گیا اور اس کے مضافات کو تباہ و برباد کر کے واپس چلا آیا۔

عبدالرحمٰن کے زمانہ میں اسلامی ممالک پر سب سے آخری یورش 237ھ 851ء میں کی گئی اور اس میں بھی مسلمانوں کو غیر معمولی کامیابی حاصل ہوئی۔

برشلونہ اور اس کے نواح پر اگرچہ عبدالرحمٰن کے زمانہ میں کامل اقتدار حاصل ہو گیا تھا۔ لیکن یہ قبضہ پائدار ثابت نہیں ہوا۔ کچھ دنوں کے بعد یہ مقامات مسلمانوں کے قبضہ سے پر نکل گئے۔

عیسائیوں میں ایک نئی مذہبی تحریک:

اس کے عہد حکومت کے متعلق موجودہ زمانہ کے عیسائی مؤرخین نے اپنے قدیم عیسائی مؤرخین کے حوالہ سے ایک ایسی داستان بھی لکھی ہے۔ جو اب بہت مشہور ہو چکی ہے مگر اس کا سراغ ہمیں عرب مؤرخین کے بیانوں میں نہیں ملتا۔ تاہم اس کی شہرت کا تقاضا ہے کہ ہم ان واقعات کو بھی اجمالی طور پر ذیل میں نقل کریں۔

روایت ہے کہ اس عہد میں اُندلس میں جان نثاران مذہب کی ایک جماعت پیدا ہوئی جس کے افراد دین اسلام کو برملا برا کہتے اور (نعوذ باللہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو سب وشتم کا نشانہ بناتے اور اس کی پاداش میں حکومت کی سختیاں خوشی سے قبول کرتے اور اپنے نقطہ نظر سے قتل ہو کر عیسائی مذہب کی خدمت میں نثار ہو جاتے۔ مین پول نے اس حکایت کو تفصیل سے درج کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے:-

''اُندلس میں عیسائیوں کو اپنے مذہبی مراسم آزادی سے انجام دینے کی جو رعایتیں حاصل تھیں ان کی طبائع کی کج روی سے اس کا عجیب برعکس قسم کا نتیجہ ظاہر ہوا۔اُندلس کے پادری کلیساؤں کے پچھلے اقتدار کو بحال کرنے کے خواہاں تھے۔لیکن اسلامی حکومت کی اس رواداری روش سے ان کو عیسائیوں کے جذبات کے برانگیختہ کرنے کا موقع نہ مل سکتا تھا۔اس لیے انہوں نے چند غالی مسیحیوں میں یہ خیالات پیدا کیے کہ مذہب کی اصل روح تکلیفیں اٹھانے سے پیدا ہوتی ہے۔اس لیے حکمرانوں کو مشتعل کر کے انسانی جسم اور گوشت پوست کو تکلیفیں پہنچائی جائیں تا کہ روح کا تزکیہ و تقدیس ہو سکے۔اس تحریک کا بانی قرطبہ کا ایک راہب یولوجیس Eulogius تھا۔وہ اپنی مشقت اور مجاہدہ کی راہبانہ زندگی سے عیسائیوں میں عقیدت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔اس نے چند نوجوانوں میں فدائیت کا جذبہ پیدا کیا کہ اپنی روح کو پاک کرنے کے لیے اس نئے دین اسلام اور اس کے داعی (علیہ السلام) پر سب و شتم کریں۔اسلامی قانون کے رو سے اسلامی حکومت میں شاتم رسول کی سزا قتل ہے۔حکومت انہیں گرفتار کرے گی اور گویا یہ نوجوان حضرت مسیح علیہ السلام کی پیروی کریں گے۔اور اپنی جانوں کو قربان کر کے جام شہادت نوش کریں گے۔

یولوجیس کی تحریک کو کامیاب بنانے میں قرطبہ کے ایک دولت مند عیسائی نوجوان الوارو Alvaro اور ایک حسین دوشیزہ فلورا Flora نے نمایاں حصہ لیا۔اور الوارو یولوجیس اور دوسرے پادریوں کے ساتھ مل کر اس تحریک کی رہنمائی کرتا رہا۔

فلورا کا باپ مسلمان اور ماں عیسائی تھی۔باپ کا انتقال ہو چکا تھا۔ماں نے بچوں کو تعلیم و تربیت دی۔فلورا کا بھائی تو اپنے آبائی دین پر قائم رہا مگر ماں نے لڑکی کو اپنی تربیت سے در پردہ عیسائی بنا لیا۔یولوجیس کی تلقین اور بائبل کی اس عبارت سے کہ ''وہ شخص جو لوگوں کے سامنے مجھ سے انکار کرے گا میں اس باپ کے سامنے جو آسمان میں ہے اس سے انکار کر دوں گا'' اس کے جذبات برانگیختہ ہوئے وہ بھائی کے گھر سے نکل بھاگی اور عیسائیوں میں جا کر پناہ گزین ہوگئی۔جب اس کے فرار ہونے کی ذمہ داری عیسائی پادریوں

کے سر ڈالی گئی تو وہ گھر واپس آئی اور اعلانیہ دین مسیحی قبول کرنے کا اعلان کیا۔بھائی نے اس کو سمجھایا مگر وہ اپنے عقیدہ پر استوار رہی تو اس کا معاملہ شرعی عدالت میں لایا گیا۔قاضی نے اس کو درے لگوائے اور شرعی حکم کے مطابق اس کو گھر واپس کیا کہ اس کے سامنے دوبارہ اسلام پیش کیا جائے اور اس دین کے قبول کرنے کی تلقین کی جائے۔واپس آنے کے بعد وہ پھر فرار ہوگئی اور کسی عیسائی کے گھر میں روپوش ہوگئی۔

یہاں پہلی مرتبہ یولوجیس سے اس کی ملاقات ہوئی اور کہا جاتا ہے کہ ان دونوں کے دلوں میں مسیحی رشتہ کی معصوم اور پاک محبت ایک دوسرے سے پیدا ہوگئی۔ چنانچہ یولوجیس' فلورا کو اپنے ایک خط میں اپنی اس پہلی ملاقات کے تأثرات ان الفاظ میں لکھتا ہے:-

''اے مقدس بہن! تو نے مجھ پر یہ کرم کیا کہ تو نے مجھ کو اپنی وہ گردن دکھائی جو دروں کی چوٹ سے پاش پاش ہو چکی تھی اور جس پر سے وہ خوبصورت لٹیں کاٹ دی گئی تھیں جو کبھی اس پر لٹکا کرتی تھیں۔یہ اس لیے کہ تو نے مجھے اپنا روحانی باپ تصور کیا اور تو نے مجھے اپنی طرح مخلص اور پارسا یقین کیا۔میں نے ان زخموں پر آہستہ سے اپنا ہاتھ رکھا۔میں نے چاہا کہ میں انہیں اپنے لبوں سے اچھا کر دوں۔کیا میں جسارت کر سکتا تھا جب میں تجھ سے جدا ہوا تو میں اس شخص کے مثل تھا جو خواب میں چہل قدمی کرتا ہو اور نہ ختم ہونے والی آہ و زاری کرتا ہو۔''

فلورا کچھ دنوں تک عیسائیوں کے حلقہ میں روپوش اور کلیسا میں حاضری دیتی رہی۔

اس کے بعد یولوجیس کی تحریک کے عملی مظاہرے شروع ہوئے۔چنانچہ ایک پادری پرفکٹس Perfeectus عین عید کے دن مسلمانوں کے ایک مجمع میں گھس آیا اور دین اسلام اور داعی اسلام علیہ السلام کی شان میں نالائق کلمات زبان سے نکالے۔مجمع میں اشتعال پیدا ہوا۔لوگ جذبہ اشتعال میں اس پر ٹوٹ پڑے اور اس کا کام تمام کر دیا۔قرطبہ

کا بشپ اس کی لاش اٹھا لے گیا اور سینٹ کسکلس S.Aciscus میں مسیحی تبرکات کے ساتھ اس کو دفن کیا گیا۔ عیسائیوں نے اس "شہید ملت" کو ولی کا درجہ عطا کیا۔ کہا جاتا ہے کہ اسی دن دو مسلمان دریا میں ڈوب گئے جس کو خوش عقیدہ عیسائیوں نے مسلمانوں سے خدائی انتقام قرار دیا اور پھر اسی سال عبدالرحمٰن ثانی کے نہایت مقرب خادم نصر کی وفات ہوئی اور گویا نعوذ باللہ مسلمانوں سے خدا کا دوسرا انتقام تھا۔

اس کے بعد ایک دوسرا پادری آئیزک Isaac سامنے آیا۔ یہ قاضی کی عدالت میں حاضر ہوا کہ وہ اسلام قبول کرنا چاہتا ہے۔ جیسے ہی اس کو مسلمان کرنے کے لیے دینی عقائد اس کے سامنے بیان کیے جانے لگے تو اس نے اسلام پر سب و شتم شروع کر دیا۔ قاضی کے لیے برداشت کرنا دشوار ہو گیا۔ اس نے ایک طمانچہ مار کر کہا کہ جانتا ہے اسلام میں اس کی سزا قتل ہے؟ اس نے جواب دیا کہ وہ جان بوجھ کر یہاں آیا ہے اس لیے کہ خدا فرماتا ہے کہ مبارک ہیں وہ لوگ جو دین داری کے لیے ستائے جاتے ہیں۔ آسمان کی بادشاہت ان ہی کے لیے ہے۔ آئیزک نے اپنے جرم کی سزا پائی اور مسیحی اولیاء کی صف میں ایک دوسرے ولی کا اضافہ ہوا۔

اس کے بعد قصر شاہی کے ایک عیسائی پہرے دار سینکو Sancho کے دماغ میں یہ سودا سمایا۔ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخیاں کیں اور اپنے کیفر کردار کو پہنچا۔ پھر چھ مسیحی دیوانے پادری قاضی کی عدالت میں آئے کہ جو کچھ آئیزک و سینکو نے کہا ہے۔ وہی وہ بھی کہتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو برملا ناملائم الفاظ میں یاد کرنا شروع کیا۔ ان سب کی گردنیں بھی اڑا دی گئیں۔ ان کے اتباع میں تین دیوانے پادری اور آئے اور وہ بھی جہنم واصل ہوئے۔ اسی طرح ایک سال 237ھ 851ء میں گیارہ عیسائیوں نے گندہ ذہنی و بدزبانی کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھ کر اپنی جانیں گنوائیں۔

لین پول کا بیان ہے کہ اگرچہ گیارہ آدمی اس احمقانہ تحریک کے سبب لقمہ اجل بن گئے۔ بایں ہمہ قرطبہ کے عیسائیوں کی بڑی جماعت اس حرکت کو ناروا سمجھتی رہی اور یہ

تحریک پادریوں سے نکل کر عوام میں مقبول نہ ہو سکی۔ سمجھ دار عیسائیوں نے اسلامی حکومت کی رواداری اور ان کے ساتھ مسلمانوں کے شریفانہ طرز عمل کو یاد دلایا اور باور کرایا کہ وہ اپنی وسعت قلب کے باوجود اس بدزبانی کو برداشت نہ کریں گے اور نہ اس کی انہیں پروا ہو گی کہ بہر حال اسلام میں شاتم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سزا قتل ہے۔ علاوہ ازیں ایسی خودکشی عیسائیت کے نقطہ نظر سے بھی روا نہیں۔ انجیل مقدس کی یہ بھی تعلیم ہے کہ "بدزبانیاں کرنے والے آسمانی بادشاہت میں داخل نہ ہوں گے"۔

یولوجیس نے انجیل کی عبارتوں اور مسیحی علماء کی سوانح عمریوں سے ان اعتراضوں کے جوابات دیئے۔ مگر پادریوں کی ایک متعصب جماعت کے سوا وہ کسی کو متاثر نہ کر سکا۔ پھر پادریوں میں بھی اس کی مخالفت کی تحریک شروع ہوئی چنانچہ اشبیلیہ کے لاٹ پادری نے کلیسا میں ایک مجلس منعقد کی جس میں اس سلسلہ میں نذر اجل ہو جانے والوں کی تو شہادت کے مرتبہ پر فائز رکھا گیا مگر اس تحریک کو جاری رکھنے کی ندامت کی گئی اور عام عیسائیوں کو اس کے قبول کرنے سے منع کیا گیا۔

اس کے بعد اس تحریک کے سرگرم ارکان گرفتار کر کے قید خانہ میں ڈال دیئے گئے۔ اس کے بعد پادریوں کی جماعت میں سے کسی نے اس فعل شنیع کا ارتکاب نہیں کیا۔ لیکن اتفاق سے وہ دوشیزہ فلورا جو کسی عیسائی کے گھر میں روپوش تھی ایک دن کلیسا گئی وہاں اس کی ملاقات ایک دوسری عیسائیہ میری Mary سے ہوئی۔ جو مقتول آئیزک کی بہن تھی۔ میری اپنے بھائی کی موت سے بہت متاثر تھی۔ اس نے فلورا سے کہا کہ وہ اپنے بھائی کے پاس آسمان کی بادشاہت میں جانا چاہتی ہے یہ سن کر فلورا کی دبی ہوئی آرزو بھی جاگ اٹھی اور اس نے بھی میری کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ دونوں لڑکیاں قاضی کے پاس آئیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ناملائم کلمات پے در پے کہے۔ قاضی نے ان کو اس سے باز رہنے کی تلقین کی۔ پھر گرفتار کر کے قید خانہ میں بھیج دیا کہ شاید وقتی جوش و خروش ٹھنڈا ہو جائے اور یہ راہ راست پر آ جائیں۔ لیکن ان کا قید خانہ میں آنا ان کے لیے ہلاکت

باعث ہوا۔تحریک کا بانی یولوجیس قید خانہ میں موجود تھا۔اس نے وعظ و پند سے انہیں اپنے مقصد پر استوار رہنے کی تلقین کی اور اس نے فلورا کے لیے ایک پورا رسالہ لکھا جس میں مذہب کے لیے شہادت حاصل کرنے کے فضائل سمجھائے گئے تھے۔ چنانچہ یہ دونوں لڑکیاں اپنے عزم میں استوار رہیں اور 24 نومبر 237ھ 851ء کو قتل کر دی گئیں۔ یولوجیس نے فلورا کے ''واقعہ شہادت'' پر ایک پر درد گیت لکھا ہے۔ جو عیسائیوں کے مذہبی حلقہ میں ایک مدت تک پڑھا پڑھایا گیا۔

عبدالرحمٰن کے زمانہ میں عیسائیوں کی طلب شہادت کا یہ آخری واقعہ تھا۔اس کے بعد حالات پرسکون ہو گئے اور تحریک کے رہبر یولوجیس وغیرہ رہا کر دیئے گئے۔اس کے دوسرے سال عبدالرحمٰن نے وفات پائی۔

لین پول کا خیال ہے کہ عبدالرحمٰن نے اپنی نرم خوئی سے اس تحریک کا مقابلہ کیا۔ اس کے لیے خصوصاً اس وقت جب کہ اشبیلیہ میں پادریوں نے متفقہ طور پر اس کو ناروا قرار دے دیا تھا۔ یولوجیس کو صرف قید کرنے کے بجائے اس کی زندگی کا خاتمہ کر دینا چاہئے تھا لیکن اس نے رحم دلی سے کام لے کر اس کے ان افعال شنیعہ کو مجنونانہ حرکتوں پر معمول کیا اور صرف انہی لوگوں کو سزائیں دیں جنہوں نے اپنے پے در پے عمل سے اپنے کو شاتم رسول (علیہ السلام) کی سزا کا مستوجب ٹھہرایا اور اسی سبب سے عبدالرحمٰن اس تحریک کو دبانے میں کامیاب ہوا اور اس کی حیثیت چند متعصب پادریوں کی مجنونانہ حرکتوں سے کچھ زیادہ قرار نہ پائی لیکن آگے چل کر یولوجیس نے پھر سر اٹھایا اور امیر محمد کے ہاتھوں اپنے کیفر کردار کو پہنچا۔37؎ جس کا تذکرہ آئندہ باب میں تفصیل سے آئے گا۔

وفات:

عبدالرحمٰن نے وسط ماہ ربیع الآخر 238ھ 852ء میں باسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی۔38؎

اولاد و جانشین:

عبدالرحمٰن کے پینتالیس لڑکے تھے اور ایک روایت میں ایک سو پچاس لڑکے اور پچاس لڑکیاں کہی گئی ہیں۔اپنے بڑے لڑکے محمد کو اس کا اپنا ولی عہد مقرر کیا تھا۔اس انتخاب سے اس کی محبوبہ ملکہ طروب کو اتفاق نہ تھا۔ وہ اپنے بیٹے عبداللہ کو اندلس کا حکمران دیکھنا چاہتی تھی۔ اس نے اس کے ولی عہد بنائے جانے کی کوششیں کیں۔مگر عبدالرحمٰن نے طروب سے والہانہ شیفتگی رکھنے کے باوجود اس کی مرضی پوری نہیں کی۔طروب نے محمد کو راہ سے ہٹانے کے لیے اہل قصر کو اپنی طرف مائل کرنا شروع کیا اور داد و دہش سے اپنا ہم نوا بنایا۔قصر کے موالی اس کے ہم نوا ہو گئے۔ یہاں تک کہ 236ھ 850ء میں جب محمد کی طبیعت کچھ ناساز ہوئی تو اس نے اپنے ایک وفادار غلام نصر سے ساز باز کیا اور محمد کو زہر کھلا کر اس کا کام تمام کر دینے کا فیصلہ کیا۔نصر بھی محمد سے خوش نہ تھا۔اس لیے وہ اس سنگین جرم کے مرتکب ہونے پر آمادہ ہو گیا۔

چنانچہ نصر شاہی طبیب حروانی کے مطب میں پہنچا اس کو ایک ہزار دینار دے کر اس سے زہر قاتل کی شیشی حاصل کر لی۔طبیب کو اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ قصر شاہی کے کسی راز سربستہ کی کوئی کڑی ہے۔لیکن نصر کو دربار میں جو رسوخ اصل تھا اس کا یہ اقتضاء نہ تھا کہ وہ کوئی خطرہ قبول کئے بغیر اس راز کو فاش کر دے یا نصر کو زہر کی شیشی دینے سے انکار کر دے۔اس لیے اس نے خاموشی سے زہر کی شیشی نصر کے حوالہ کر دی اس کے ساتھ عبدالرحمٰن کو ایک خادمہ کے ذریعہ راز داری سے مطلع کرا دیا کہ زہر قاتل کی شیشی شاہی محل میں جا رہی ہے۔ چنانچہ دوسری صبح کو جب نصر زہر کی وہ شیشی دوا کے نام سے محمد کے پاس لے کر آیا تو وہاں پر عبدالرحمٰن کو موجود پایا۔عبدالرحمٰن نے وہ شیشی نصر کے ہاتھ سے اپنے ہاتھ میں لے لی اور نصر سے کہا کہ اس میں سے پہلے وہ تھوڑی سی دوا خود پی لے اس کے بعد مریض کو پلائی جائے گی۔نصر کے لیے یہ شاہی حکم تھا اور معاملہ کی پوری نزاکت اس کے سامنے تھی۔حکم سے سرتابی کرنا ممکن نہ تھا۔چنانچہ اس نے دوا کے چند قطرے اپنے حلق سے فرو کئے۔پھر موقع نکال کر عجلت کے ساتھ طبیب کے مطب میں دوڑ آیا کہ اسے اس زہر کا تریاق مہیا کیا جائے۔طبیب نے تریاق اس کے حوالہ کیا۔مگر زہر اپنا کام کر چکا تھا۔تھوڑی

دیر کے بعد نصر کے محل میں اس کی لاش پڑی ہوئی تھی۔اس کی لاش کے ساتھ طروب کی دلی تمنا بھی ہمیشہ کے لیے دفن ہوگئی۔39

عہد حکومت:

عبدالرحمٰن نے اکتیس سال تین مہینے حکمرانی کی۔اس کا زمانہ امن وعافیت کا دور سمجھا جاتا ہے۔اس کے زمانہ میں دولت وثروت کی بہتات رہی۔ابن اثیر وابن خلدون لکھتے ہیں:۔

''اس کا زمانہ عافیت وسکون کا تھا۔اس کے پاس دولت کی بہتات ہوگئی تھی''۔40

ابن القوطیہ کہتا ہے:۔

''اس کی رعایا اس کے ساتھ خیروخوبی کے ساتھ تھی۔''41

نظام حکومت:

اس نے سلطنت کے آئین وقوانین نئے سرے سے مرتب کئے۔42 وزراء کے اختیارات ومناصب مقرر کئے۔وہ معاملات پر مشورہ دینے کے لیے باضابطہ قصر حکومت میں بلائے جاتے اور بحث وتمحیص کے بعد ان کی رائیں قبول کرتا۔ابن القوطیہ لکھتا ہے:۔

''عبدالرحمٰن پہلا شخص ہے جس نے وزراء کے قصر میں آنے جانے اور رایوں پر گفتگو کرنے کے وہ طریقے مرتب کیے جو آج تک جاری ہیں''۔

حسن اتفاق سے اس کے گرد غیر معمولی تدبر وذہانت کے لوگ وزراء کی حیثیت سے جمع ہوگئے تھے۔ان میں سے ایک ''وزیراعظم'' کی حیثیت رکھتا اور ''حاجب'' کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔

ابن القوطیہ لکھتا ہے:۔

''اس کے وزراء ایسے تھے کہ اس سے پہلے اور اس کے بعد حکمرانوں کے پاس جمع نہیں ہوئے۔''43

حجابت کے عہدہ پر عبدالکریم بن مغیث سرفراز تھا۔دوسرے وزراء میں عیسیٰ بن شہید، یوسف بن بخت، عبداللہ بن امیہ بن یزید اور عبدالرحمٰن بن رستم تھے۔

عبدالکریم بن مغیث نے عبدالرحمٰن کے اوائل زمانہ حکومت میں وفات پائی تو

دیگر وزراء میں اس عہدہ پر سرفراز کئے جانے کے لیے باہم کشمکش پیدا ہوئی۔ان میں سے کوئی بھی دوسرے کے حق میں دست بردار ہونے کے لیے آمادہ نہیں ہوا۔عبدالرحمٰن نے یہ کشمکش دیکھ کر خزان یعنی افسران خرانہ میں سے کسی کو اس عہدہ پر مامور کرنے کا فیصلہ کیا۔چنانچہ اس زمانہ میں شاہی خزانہ کے جتنے مقتدر افسر تھے ان میں قرعہ اندازی کی گئی۔مہران بن عبدربہ کے نام قرعہ نکلا اور وہ اس عہدہ پر مامور کردیا گیا۔

مہران بن عبدربہ چند سال عہدہ پر مامور رہا۔اس کی وفات کے بعد عبدالرحمٰن بن خانم حاجب بنایا گیا۔جب اس نے بھی وفات پائی تو حجابت کا عہدہ عیسیٰ بن شہید اور عبدالرحمٰن بن رستم کے درمیان مشترک کردیا گیا۔پھر ابن رستم کی وفات کے بعد عیسیٰ بن شہید تنہا اس منصب کا ذمہ دار رہا اور عبدالرحمٰن کے آخر دور حکومت تک وہی مامور رہا اور اس کے جانشین امیر محمد کے زمانہ میں بھی ابتدائی دو سال اس منصب کے فرائض انجام دیئے۔44

پھر آگے چل کر ان وزراء میں ایک خاص واقعہ سے ایک وزیر کا اور اضافہ ہوا۔

قرطبہ کی ولایت کے متعلق عبدالرحمٰن کے پاس یکے بعد دیگرے شکایتیں آتی رہیں اور وہ والی کو بدلتا گیا۔آخر میں اس نے قسم کھالی کہ وہ کسی باشندہ قرطبہ کو یہ عہدہ سپرد نہیں کرے گا۔آخری مرتبہ جب جگہ خالی ہوئی تو اس کے سامنے ایک شخص محمد بن سلم کی توصیف کی گئی جو مضافات قرطبہ کا رہنے والا اور دیانت، تدبر اور اخلاق وتواضع سے متصف تھا۔عبدالرحمٰن نے اس کو قرطبہ کا والی بنادیا۔

حسن اتفاق کہ جب وہ اس عہدہ پر مامور ہوکر پہلے دن شہر سے شاہی محل میں جانے لگا تو اس کو اطلاع دی گئی کہ قصابین کے محلہ میں ایک مقتول بورے میں بند پڑا ہے۔اس نے لاش کے لانے کا حکم دیا۔جب لاش لائی گئی تو محل کے سامنے صحن میں اس کو رکھنے کا حکم دیا کہ شاید گزرنے والوں میں سے اس کو کوئی پہچان سکے اور اس بورے کو اپنے پاس منگایا۔دیکھا تو بالکل نیا تھا۔اس نے چٹائی بننے والوں اور ہاتھ سے دوسرے کام کرنے والوں کو جمع کرنے کا حکم دیا۔جب سب لوگ جمع ہوگئے تو اس نے پوچھا کہ بورے وغیرہ جو بنائے جاتے ہیں وہ لوگوں کے ہاتھ سے ایک قسم کے تیار ہوتے ہیں یا ہاتھ کی صفائی کے لحاظ سے ان میں کچھ فرق ہوتا ہے۔ان لوگوں نے جواب دیا کہ ہم لوگ ایک دوسرے کے بنائے ہوئے بوروں کو ایک دوسرے سے تمیز کرسکتے ہیں۔اس کے بعد اس نے اس بورے

کو ان کے سامنے رکھا۔لوگوں نے اس کو دیکھ کر بتایا کہ یہ فلاں شخص کے ہاتھ کا بنا ہوا ہے اور وہ اس جماعت میں موجود ہے۔ چنانچہ اس شخص کو سامنے لایا گیا اس نے اقرار کیا کہ یہ اسی کے ہاتھ کا بنا ہوا ہے اور اس کو کل ایک نوجوان ہمارے یہاں سے خرید ا ہے جو شاہی خدام کا پرتلہ لگائے ہوئے تھا اور وہ اس قسم کی ہیئت وحلیہ کا آدمی تھا۔ پولیس کے آدمی موجود تھے۔ ان لوگوں نے قیاس سے بتایا کہ فلاں شاہی خدمت گزار ہے جو رصافہ میں قیام رکھتا ہے۔ چنانچہ پولیس نے اس کے مکان پر پہنچ کر خانہ تلاشی لی تو مقتول کے کپڑے برآمد ہوگئے۔

تفتیش جرائم کے اس عاقلانہ طریقہ کی اطلاع عبدالرحمٰن کو ملی تو وہ اس سے بہت خوش ہوا اور اس کو ولایت قرطبہ کی ذمہ داریوں کے ساتھ وزارت کی ذمہ داریوں میں بھی شریک کر دیا اور وزراء کی مجلس میں اس کی رائیں بڑی وقعت رکھنے لگیں۔ 45

یہ وزراء عبدالرحمٰن کے سامنے بڑی آزادی سے اپنی رائیں پیش کرتے تھے۔ایک مرتبہ اس نے اپنی ایک کنیز کے لیے ایک لاکھ دینار کے زیورات کے دینے کا حکم دیا تو اس سے کہا گیا کہ ''اتنی بڑی رقم کو ملک کے خزانہ سے نکالنا مناسب نہیں ہے''۔ عبدالرحمٰن نے حکم کے عہد حکومت کے واقعات کا لحاظ رکھ کر بھی اپنی زندگی کے لیے راہیں متعین کی تھیں۔ چنانچہ جیسا کہ آگے آئے گا ایک طرف وہ علمائے دین وصلحائے امت کے دینی مشوروں کو خاص وقعت دیتا تو دوسری طرف حکم کے خلاف عوام اپنے مذہبی جوش وخروش میں جو کچھ کر گزرتے تھے۔ان سے بچنے کی تدبیریں بھی کیں۔ چنانچہ وہ عوام کی نگاہوں سے چھپ گیا تھا نہ وہ سراء پردہ شاہی میں باریاب ہو سکتے تھے نہ وہ ان کے سامنے آتا تھا۔ اس لیے سلطنت کے تمام معاملات براہ راست وزراء ہی کے ہاتھوں سے انجام پاتے تھے۔ ان میں سب سے زیادہ اختیارات حاجب یعنی وزیر اعظم کو حاصل تھے۔ 46

سلطنت کے اہم مناصب پر تقرریاں براہ راست عبدالرحمٰن کے ہاتھوں سے ہوتی تھیں۔ایک مرتبہ موالی میں سے ایک نے کسی اہم عہدہ پر مامور کئے جانے کی عرضی لکھ کر دی۔ عبدالرحمٰن کی نظر میں وہ اس عہدہ کے لائق نہ تھا۔اس نے عرضی کے نیچے لکھ دیا کہ جو شخص کسی خدمت کا اہل نہ ہو۔اس سے اس کی محرومی اولیٰ ہے۔ 47

عبدالرحمٰن کا نقش خاتم ''عابد الرحمٰن بقضاء اللہ راض'' تھا۔ 48

صیغہ مالیات:

عبدالرحمٰن نے مالیات کا شعبہ مستقلاً قائم کیا تھا اور ممتاز ارباب دانش خزانہ کے افسر مقرر کئے گئے تھے۔ افسران خزانہ میں جنہیں خزان کہا جاتا تھا' موسیٰ بن جدیر' ابن السبیل ملقب بہ غماز' طاہر بن ابی ہارون اور مہران بن عبدربہ بربری تھے۔ ان میں سے اول الذکر کو ''شیخ الخزان'' کہا جاتا تھا' یعنی وہ شعبہ مالیات کا حاکم اعلیٰ تھا اور آخر الذکر جیسا کہ اوپر گزرا' عبدالکریم حاجب کی وفات کے بعد قرعہ اندازی سے حجابت کے عہدہ پر سرفراز ہوگیا تھا۔ 49

یہ افسران خزانہ اپنے فرائض بڑی خوبی سے انجام دیتے تھے۔ ایک مرتبہ عبدالرحمٰن رئیس المغنیین زریاب کے ایک گانے سے خوش ہو کر اس قدر وارفتہ ہوا کہ تیس ہزار دینار انعام دینے کا حکم دے دیا۔صاحب الرسائل یہ فرمان لے کر افسران خزانہ کے پاس آیا۔اس زمانہ میں مذکورۂ بالا افسران خزانہ اپنے عہدوں پر مامور تھے۔اس حکم کے وصول ہونے پر ان لوگوں میں سے ہر ایک نے دوسرے کی طرف دیکھا۔موسیٰ بن جدیر شیخ الخزان نے اپنے رفقاء سے دریافت کیا کہ ''کیا کہتے ہو''۔ان لوگوں نے کہا کہ ہم لوگ آپ کی رائے کے ساتھ ہیں۔اس پر شیخ الخزان نے صاحب الرسائل سے کہا کہ ''اگر ہم لوگ امیر کے' اللہ تعالیٰ ان کو قائم رکھے' خزانہ دار ہیں تو اس کے ساتھ ہم لوگ مسلمانوں کے خزانہ کے بھی امین ہیں۔ان کے اموال کی تحصیل کرتے ہیں اور انہی کے مصالح میں خرچ کرتے ہیں۔انہیں واللہ اس قسم کا خرچ نہیں کیا جا سکتا۔اور ہم میں سے کوئی بھی اس پر راضی نہیں کہ کل وہ اپنے صحیفہ میں یہ لکھا دیکھے کہ ہم نے مسلمانوں سے تین ہزار مال تحصیل کیا اور اس کو ایک گانے والے کے ایک گانے کے صلہ میں دے دیا۔امیر سے جا کر کہو کہ خداوند اس کو قائم رکھے' یہ رقم وہ اپنی اس رقم میں سے ادا کرے جو اس کے پاس موجود ہو۔

صاحب الرسائل اس جواب سے ناخوش ہو کر شاہی محل کی طرف لوٹا۔سراپردے کے باہر جو افسر متعین تھا۔اس سے کہا کہ خزان نے منافقت کی۔ پھر پیغام سنایا۔ وہ افسر سراپردہ کے اندر گیا اور اس نے بھی انہی لفظوں میں امیر کو روداد سنائی۔ زریاب محل میں موجود تھا۔اس سے نہ رہا گیا۔اس نے کہا' یہ کون سی قسم کی اطاعت ہے۔ عبدالرحمٰن نے جواب میں کہا کہ یہ صحیح اطاعت ہے۔میں نے یہ منصب ایسے احکام کے امتثال کے لیے ان

کے سپرد نہیں کیا ہے۔ جو کچھ انہوں نے کہلوایا ہے۔ اس میں وہ سچے ہیں۔ اس کے بعد یہ رقم اس نے اپنے پاس سے زریاب کو دلوادی۔ 50

اس کے زمانہ میں اُندلس کا سالانہ خراج چھ لاکھ دینار سے دس لاکھ تک پہنچ گیا۔ 51 حالانکہ اس کے زمانہ میں چند آفات ارضی و سماوی بھی نازل ہوئیں۔ چنانچہ آغاز حکومت کے ساتھ 207ھ 822ء میں سخت قحط پڑا۔ پھر 212ھ 827ء میں اتنی زیادہ بارش ہوئی کہ سیلاب آ گیا۔ بہت سے سرحدی شہروں کی شہر پناہیں منہدم ہوگئیں اور سرقسطہ کا پل ٹوٹ گیا۔ پھر 232ھ 847ء میں امساک باراں سے ایسا سخت قحط پڑا کہ غلہ کا ایک دانہ بھی اُندلس میں پیدا نہ ہو سکا۔ درختوں کی پتیاں خشک ہوگئیں اور بہت سے آدمی ضائع ہوگئے۔ مویشیوں کا نقصان ہوا۔ سال کے آخر میں بارش ہوئی تو قحط کی مصیبت دور ہوئی۔ اس کے بعد 235ھ 849ء میں بارش اتنی زیادہ ہوئی کہ ایک ساتھ بہت سے دریا جوش میں آ گئے۔ اور عام تباہی و بربادی پھیلی کہ استجہ کا پل برباد ہوگیا۔ تاجروں کی پن چکیاں ضائع ہوگئیں۔ اسی طرح بہت سے گاؤں غرقاب ہوگئے۔ دریائے اشبیلیہ سے سولہ گاؤں برباد ہوئے۔ دریائے تاجہ کے سیلاب سے اٹھارہ قریے تہ آب ہوگئے اور تین میل تک کی زمین پانی سے ڈوب گئی۔ 52 بایں ہمہ محض اس کے حسن انتظام سے اس کے زمانہ میں اُندلس میں دولت کی ایسی بہتات رہی کہ اس کی نظیر اس سے پہلے نہیں گزری تھی۔ 53

صیغہ فوج:

حکم کے زمانہ میں فوج کا جو نظام قائم ہوگیا تھا' عبدالرحمٰن نے اس کو برقرار رکھا۔ اُندلس کی داخلی ضرورتوں میں صحیح معنوں میں صرف دو مرتبہ ماردہ وطلیطلہ کی بغاوتوں میں فوج سے کام لینے کی ضرورت پیش آئی۔ لیکن غیر ملکی مہمیں اس کے زمانہ میں غیر معمولی طور پر انجام پائیں۔ وہ التزام سے عیسوی ممالک کے تاخت و تاراج کے لیے فوج کشی کرتا رہا اور باوجودیکہ وہ عوام سے پردہ میں رہ کر زندگی گزارتا تھا۔ لیکن فوجی مہموں میں وہ ناغہ کر کے شریک ہوتا تھا۔ ابن القوطیہ لکھتا ہے:-

''دارالحرب میں اس کی لڑائیاں جاری رہتی تھیں۔ ایک مرتبہ بذات خود فوج لے کر جاتا اور ایک مرتبہ اپنے سالاروں کو بھیجتا۔ 54

اس کے عہد میں سپہ سالاری کے فرائض اس کے ولی عہد محمد اور دوسرے لڑکے

منذر وغیرہ اور حاجب عبدالکریم بن مغیث وغیرہ انجام دیتے رہے۔ اس کے ساتھ سرحدی صوبہ کے والی فرتون بن موسیٰ اور موسیٰ بن موسیٰ وغیرہ نے بھی سپہ سالاری کی اہم خدمات انجام دیں۔ سرحدی صوبہ پہلے کی طرح اس کے عہد میں بھی نسبتاً زیادہ آزاد رہا اور سرحد کی حفاظت کی خدمت اس زمانہ میں بھی خاص طور پر اسی کے سپرد رہی۔

صیغہ قضاء:

عہدہ قضاء پر حکم کے زمانہ میں قاضی سعید بن محمد بن بشیر مامور تھے۔ عبدالرحمٰن کے ابتدائی عہد میں وہ اپنے عہدہ پر برقرار رہے۔ عبدالرحمٰن نے اپنے دور حکومت میں قرطبہ کے علماء و صلحاء سے اپنے تعلقات استوار کر لئے تھے۔ خصوصاً شیخ یحییٰ بن یحییٰ سے بقول ابن القوطیہ: ایسے غیر معمولی عقیدت واحترام سے پیش آتا تھا۔ جیسا ایک سعادت مند بیٹا' اپنے بوڑھے باپ کے سامنے ہوتا ہے اس لیے عبدالرحمٰن قضاء کے تقرر میں شیخ یحییٰ بن یحییٰ کے مشورے حاصل کر لیتا تھا اور کبھی ایسا بھی ہوا کہ شیخ یحییٰ کے مشورہ سے بعض قضاۃ معزول کئے گئے۔

چنانچہ عبدالرحمٰن کے عہد میں حسب ذیل مختلف اہل علم اس منصب پر یکے بعد دیگر سرفراز ہوئے۔

1- سعید بن محمد بن بشیر	
2- محمد بن شراحیل معافری	اُندلس کے خانوادہ بنوشراحیل کے جداعلیٰ تھے
3- ابوعمر بن بشیر	
4- فرج بن کنانہ شدونی	
5- یحییٰ بن معمر لاہانی اشبیلی	شیخ یحییٰ کے پاس ان کی شکایت پہنچی جس کی وجہ سے معزول کردیئے گئے
6- اسوار بن عقبہ جیانی	
7- صفوان قرشی	
8- احمد بن زیاد	جو بنوزیاد کے جد تھے۔
9- یحییٰ بن مغمر اشبیلی	دوبارہ اس منصب پر سرفراز کئے گئے۔
10- یخامر بن عثمان جیانی	انہوں نے قبول قضات سے معذرت چاہی پھر تولیت

منظور کر لینے کے بعد سبکدوش کیے گئے۔

11- معاذ بن عثمان جیانی — اپنے بھائی یخامر کی سبکدوشی کے بعد مامور ہوئے۔

12- سعید بن سلیمان غافقی بلوطی — یہ عبدالرحمٰن کے عہد کے آخری قاضی تھے۔55

علم وفضل:

عبدالرحمٰن ثانی کو علم دین، علوم عقلیہ اور ادب وشعر سے مناسبت حاصل تھی۔

ابن اثیر لکھتا ہے:-

''وہ ادیب وشاعر تھا اور علوم شرعیہ اور ان کے علاوہ علوم فلاسفہ کا عالم تھا''۔56

مجموعہ اخبار اُندلس میں ہے:-

''اس کو ادب، فقہ، حفظ قرآن اور روایت و حدیث میں حصہ عطا ہوا تھا۔''57

اس لیے وہ اہل علم وارباب شعر وادب کی عزت افزائی اور داد ودہش سے قدردانی کرتا تھا۔

ابن القوطیہ لکھتا ہے:-

''اس نے اپنی حکومت میں اہل علم واہل ادب وشعر کی عزت واکرام کرنا اور ان کی تمام وکمال حاجت روائی کرنا اپنا شعار بنایا۔58

جیسا کہ گزرا، اہل علم میں سے شیخ ابو محمد یحییٰ بن یحییٰ بن کثیر و بن وسلاس کو غیر معمولی منزلت حاصل تھی۔ وہ طنجہ کے بربری خاندان مصمودہ میں سے تھے، ان کے اجداد میں وسلاس، یزید بن ابو عامر لیثی کے ہاتھ پر اسلام لائے تھے اور اسی نسبت سے یحییٰ لیثی کہے گئے۔

شیخ یحییٰ نے تحصیل علم کے لیے مشرق کے دو سفر کیے۔ ابتداء زیاد سے موطا امام مالکؒ سنی اور یحییٰ بن مضر سے احادیث کی تحصیل کی۔ پھر وہ حج کے لیے روانہ ہوئے۔ اس سے فارغ ہو کر اٹھائیس سال کی عمر میں 179ھ 795ء میں امام مالکؒ کی مسند درس کے سامنے حاضر ہوئے اور مؤطا کی تحصیل کی۔ صرف کتاب الاعتکاف کے چند ابواب ان سے

نہ سن سکے۔ اس کی روایت وہ زیاد کے واسطے سے کرتے تھے۔ امام مالکؒ کے جنازہ میں یہ شریک تھے۔ ان کے شیوخ میں نافع بن ابو نعیم قاری، ابن عنیہ لیث اور ابن وہب بھی ہیں۔ مؤخر الذکر سے ان کی مؤطا اور جامع سنی۔ انہوں نے دوسرے سفر میں خاص طور پر ابن القاسم سے استفادہ کیا۔ ان سے فقہ کی تحصیل کی اور دس مختلف کتابیں انہوں نے ان کو ودیعت کیں۔ اور اپنی کتب سماع کو بھی ان سے حاصل کیا۔ بہت سے علوم وفنون میں مہارت حاصل کر کے یہ اُندلس واپس آئے اور یہاں منزلت کی نگاہوں سے دیکھے گئے۔ اور اُندلس میں فتاویٰ کے لیے عیسیٰ بن دینار کے بعد انہی کی رائے مستند سمجھی جانے لگی۔

شیخ یحییٰ اپنی عقل ودانائی میں ممتاز سمجھے جاتے تھے۔ ابن لبانہ کا یہ قول گزر چکا ہے کہ اُندلس کے فقیہ عیسیٰ بن دینار ہیں۔ اس کے عالم ابن حبیب اور اس کے عاقل یحییٰ ہیں۔ انہیں عاقل کا لقب امام مالکؒ نے عطا فرمایا تھا۔ وہ ان کی حکمت ودانائی سے بہت خوش تھے۔ ابن فرحون کہتے ہیں کہ اُندلس میں علم کی ریاست ان ہی کی طرف پہنچی۔

شیخ یحییٰ کا بیان ہے کہ تحصیل علم سے فراغت کے بعد جب یہ امام مالکؒ سے رخصت ہونے لگے تو انہوں نے نصیحت حاصل کرنے کی استدعا کی۔ امام مالکؒ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ اس کی کتاب، مسلمانوں کے ائمہ اور ان کے عوام کے لیے تم پر نصیحت واخلاص فرض ہے۔ اسی قسم کی تلقین زیاد نے بھی انہیں کی۔59

چنانچہ ان کی زندگی میں یہ نصائح ان کی نظروں کے سامنے رہے۔ اسی لیے حکم کے زمانہ میں جب اس نے بے راہ روی اختیار کی تو اُندلس کی اسلامی سیاست میں انہوں نے نمایاں حصہ لیا اور وہ واقعات پیش آئے جو گزر چکے ہیں۔ ان ہی اقدامات کا نتیجہ تھا کہ عبدالرحمٰن نے سریر آرائے حکومت ہونے کے بعد ان کی ہدایات کو اپنی زندگی کے لیے مشعل راہ بنایا۔ مسلمانوں کے معاملات ان کی رائے سے طے کرتا تھا۔ ملک میں اخلاص و دین داری کا جذبہ نئے سرے سے بیدار ہوا اور عام طور سے عبدالرحمٰن کا عہد حکومت اسلام کی تعلیمات کے خلاف نہ گزرا۔60

ابن القوطیہ کا بیان ہے کہ ''شیخ یحییٰ کو عبدالرحمٰن کے دربار میں غیر معمولی منزلت حاصل تھی۔ وہ قضاۃ کو ان کے مشورہ کے بغیر مقرر نہیں کرتا تھا۔61

شیخ یحیٰی نے ماہ رجب 234ھ 848ء میں بیاسی سال کی عمر میں وفات پائی۔62

اہل ادب میں عبیداللہ بن قرلمان کو امتیاز حاصل تھا۔ یہ عبدالرحمٰن الداخل کے مولیٰ بدر کا پوتا تھا۔ عبدالرحمٰن ثانی کی بارگاہ میں اس کو غیر معمولی تقرب حاصل تھا۔63 وہ اُندلس میں اس دور کے قادر الکلام شعراء میں جانا جاتا تھا اور لطف صحبت کی مجلسوں میں خاص طور پر شریک رہتا تھا۔ ایک مرتبہ زریاب نے عباس بن اخف کے دو شعر گائے۔ عبدالرحمٰن نے کہا کہ دوسرا شعر پہلے شعر سے منقطع ہے۔ ان دونوں کے درمیان ایک شعر کی ضرورت ہے۔ جس کو مغنی گا کر متصل کر سکے۔ عبیداللہ نے برجستہ ایک شعر کہہ کر عبدالرحمٰن کی خدمت میں پیش کیا۔ جس کو سن کر وہ بہت محضوظ ہوا اور خلعت سے سرفراز کیا۔64

ایک مرتبہ عبیداللہ بن قرلمان اپنی کسی جائیداد کی دیکھ بھال کے لیے ایک دن قرطبہ سے باہر گیا۔ اس کی عدم موجودگی میں عبدالرحمٰن کی طبیعت پر کیف ونشاط طاری ہوا۔ اور وہ ندماء کو ساتھ لے کر آیا۔ باہر نکلا۔ شعروشاعری کی مجلس گرم ہوئی اور عبدالرحمٰن نے ہر شاعر کو دو سے پانچ سو تک انعام عطا کیا۔ عبدالرحمٰن نے اس نظم پر اسی کو بھی صلہ دینے کا حکم دیا اور جواب میں چند شعر لکھ دیئے۔65

اس عہد کا دوسرا قابل ذکر شاعر عبدالرحمٰن بن شمر ہے۔ اس کو عبدالرحمٰن کی بارگاہ میں رسوخ حاصل تھا۔ ایک مرتبہ ایک کنیز کے حسن و جمال کا ذکر چھیڑا ہوا تھا۔ ابن شمر مجلس میں موجود تھا۔ عبدالرحمٰن نے کہا کیا تم اس کے متعلق کچھ کہہ سکتے ہو۔ ابن شمر نے فی البدیہہ اس کی شان میں چند شعر کہے۔

عبدالرحمٰن کی طبیعت بھی اس وقت موزوں تھی۔ فی البدیہ اس نے بھی اسی زمین وقافیہ میں چند شعر کہے۔ پھر ابن شمر کو پانچ سو کی تھیلی دینے کا حکم دیا۔ تھیلی دے دی گئی۔ راہ میں خدمت گار نے جو تھیلی لیے جا رہا تھا' ابن شمر سے پوچھا رات چاند کہاں رہا۔ اس نے برجستہ کہا تمہاری آستین کے نیچے ہے۔66

عبدالرحمٰن نے علوم وفنون کی ترقی کے لیے درس گاہوں کی سرپرستی دینی وعقلی علوم پڑھنے اور پڑھانے والوں کے وظائف مقرر کیے اور صنعت وحرفت کے ترقی دینے کی بھی راہیں نکالیں۔

مجموعی حیثیت سے اس کے عہد میں مختلف علوم وفنون کو غیر معمولی ترقی حاصل ہوئی۔67

تعمیرات:

عبدالرحمٰن فنون لطیفہ کا قدردان اور حسن کا پرستار تھا۔ اس نے فنون جمیلہ کی دوسری شاخوں تعمیر وموسیقی وغیرہ میں عملی دلچسپی لی۔ اس نے اُندلس کی تعمیرات میں بہت سے اضافے کئے۔ چنانچہ تعمیرات میں اس کے عہد کی بہت سی یادگاریں ہیں۔ عالی شان محلات وقصور' حمام' حوض' اور سیرگاہیں بنوائیں جن میں جابجا فوارے چلتے تھے اور ان میں بڑے اہتمام سے پہاڑوں کے چشمہ سے پانی پہنچایا۔ بکثرت باغ لگوائے۔ نئی سڑکیں بنوائیں' پرانی سڑکوں کی مرمت کرائی۔ سیلاب سے جو پل اور شہر پناہیں مسمار ہوئیں ان کو نئے سرے سے بنوایا۔

مین پول لکھتا ہے:۔

''نئے سلطان نے قرطبہ کو بغداد ثانی بنا دیا۔ اس نے محلات تعمیر کئے' باغ لگائے اور قرطبہ کو مسجدوں اور عالی شان عمارتوں سے زینت دی اور پل تعمیر کرائے۔68

قرطبہ کی جامع مسجد میں دو رواق اضافہ کئے۔ یہ اضافے امیر ہشام کے بنائے ہوئے دالانوں میں قبلہ کی طرف اس طرح کیے گئے تھے کہ دس دس ستونوں کی صفوں کے ساتھ دالان در دالان ہو گئے۔ اس طرح مسجد کے مسقف حصہ صدر میں اب آٹھ کے بجائے پندرہ دالان در دالان ہو گئے۔ یہ اضافہ قبلہ کی سمت میں ہوا تھا اس لیے قبلہ کی دیوار آگے بڑھا کر بنائی گئی اور محراب' مقصورہ اور بادشاہ کے داخلہ کا دروازہ بھی نیا بنوایا گیا۔69 جامع قرطبہ کا یہ اضافہ عبدالرحمٰن کے عہد میں تقریباً پورا ہو گیا تھا۔ صرف تھوڑا سا کام باقی تھا جو امیر محمد کے زمانہ میں تکمیل کو پہنچا۔ اسی طرح اس نے اشبیلیہ میں اس شہر کی شایان شان جامع مسجد تیار کی اور اشبیلیہ کی فصیل کی تعمیر وتجدید کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے۔ اسی طرح اپنی سلطنت کے آغاز 210ھ 825ء میں اس نے جیان میں ایک جامع مسجد تیار کرائی تھی۔70

اخلاق وعادات:

فنون جمیلہ سے اس کی یہ دلچسپی اس کی عام زندگی کے مظاہر میں بھی آشکارا تھی۔

وہ طبعاً حسن پرست تھا اور حسین عورتوں سے غیر معمولی شغف رکھتا تھا۔ حسین عورتوں کے جھرمٹ میں رہا کرتا' طروب' مدثر شفاء قلم اس کی حسین وجمیل کنیزیں تھیں۔ جن سے وہ محبت رکھتا تھا اور اس کے حسن وعشق کی داستانیں لوگوں کی زبانوں پر تھیں۔

ابن اثیر لکھتا ہے:۔

''وہ ادیب وشاعر تھا اور وہ ان چند لوگوں میں سے تھا جنھوں نے کنیزوں سے عشق کیا۔ اس کی ایک کنیز طروب نام کی تھی جس سے وہ عشق کرتا تھا اور اس کے عشق کی داستانیں مشہور ہوئیں۔ 71

مقری لکھتا ہے:۔

''اس کی طبیعت کا میلان عورتوں کی جانب بہت زیادہ تھا اور اپنی کنیز طروب کا والہ وشیدا تھا اور اس راہ میں اس نے بڑی تکلیفیں بھی اٹھائیں۔''

اگر کبھی قرطبہ سے باہر جاتا اور سفر میں زیادہ دن لگ جاتے تو یہ جدائی اس کو شاق گزرتی۔ جلیقیہ کے میدان جنگ سے طروب کے نام پُرشوق نظمیں لکھ کر بھیجا کرتا تھا۔

ایک مرتبہ وہ کسی بات پر اس سے خفا ہوگئی۔ عبدالرحمٰن نے اس کو بلا بھیجا۔ اس نے آنے سے انکار کیا کہ خواہ اس کی پاداش میں جو کچھ بھگتنا پڑے۔ عبدالرحمٰن نے خود اس کے محل میں جانا چاہا۔ اس نے دروازے بند کر لیے۔ پیش خدمتوں نے دروازہ توڑنے کی اجازت چاہی۔ عبدالرحمٰن نے منع کیا اور دروازے پر دینار کی تھیلیوں کا ڈھیر لگا دینے کا حکم دیا۔ چنانچہ دینار کی تھیلیاں دروازہ پر نیچے سے اوپر تک چن دی گئیں۔ پھر عبدالرحمٰن خود پہنچا اور خوشامد کر کے یہ کہہ کر دروازہ کھولنے پر راضی کیا کہ دینار کی تھیلیاں اس کے قدموں پر نثار ہیں۔ طروب ناز برداری کا امتحان لے کر خوش ہوگئی۔ دروازہ کھلا۔ دینار کی تھیلیاں جن میں تقریباً بیس ہزار دینار تھے اس پر نچھاور ہوئیں اور وہ عبدالرحمٰن کے قدموں سے آ لگی۔

ایک مرتبہ اس نے ایک لاکھ دینار کا ایک زیور اس کو عطا کیا۔ وزراء کو یہ شاق گزرا کہ شاہی خزانہ کی ایسی خطیر رقم ایک کنیز کو نذر کر دیجائے۔ عبدالرحمٰن نے کہا یہ جس کے جسم پر زینت بنے گا وہ اس سے بھی زیادہ بیش قیمت اور بے بہا گوہر ہے۔ کیا روئے زمین

پر اس کے حسن وجمال کے دیدار سے بھی زیادہ کسی چیز میں آنکھوں کے لیے ٹھنڈک ہوگی۔

پھر ابن شمر کی طرف متوجہ ہوا۔ اس نے فی البدیہ چند شعر کہے اور انعام سے نوازا گیا۔

اس کی ایک دوسری کنیز مدثرہ تھی اس کو آزاد کر کے اس سے نکاح کر لیا تھا۔ اسی طرح اس کی ایک محبوبہ شفاء تھی۔ ایک اور محبوبہ کا نام قلم تھا۔ وہ حسن وجمال کے زیور سے آراستہ ہونے کے علاوہ ادیبہ اور شاعرہ تھی اور فن خطاطی میں کمال رکھتی تھی۔

لیکن عبدالرحمٰن نے ان کنیزوں سے غیر معمولی تعلق خاطر رکھنے کے باوجود سیاسی معاملات میں ان کی مداخلت کبھی قبول نہیں کی۔ ولی عہد کی نامزدگی کا واقعہ اس کی بہترین مثال ہے۔

عبدالرحمٰن کی رنگین زندگی کی دلچسپیوں میں موسیقی بھی شامل تھی۔ وہ گانا سننے کا بہت شائق تھا۔ گانے کی محفلیں اکثر منعقد ہوتی رہتی تھیں۔ اس عہد کا باکمال مغنی زریاب جس کا نام علی بن نافع تھا' اسی کے عہد میں اس کی قدردانی سے اُندلس آیا۔ وہ مہدی کا غلام اور مشہور مغنی ابراہیم موصلی کا شاگرد رشید تھا۔ وہ ایک مرتبہ ہارون الرشید کے دربار میں حاضر ہوا۔ اس کا گانا سن کر ہارون الرشید ایسا گرویدہ ہوا کہ ابراہیم موصلی نے اس کو بغداد چھوڑ دینے پر مجبور کر دیا۔ اس نے خاموشی کے ساتھ مغرب کی راہ لی۔ قیروان آیا پھر یہاں سے اُندلس آنا چاہا۔ حکم نے اس کو اُندلس آنے کی دعوت دی۔ مگر اس کے آنے سے پہلے اس کا انتقال ہوگیا۔ عبدالرحمٰن اس کی پذیرائی کے لیے تیار تھا۔ چنانچہ 206ھ 821ء میں یہ اُندلس کے ساحل پر اترا۔ عبدالرحمٰن کی ہدایت کے مطابق عمال حکومت نے ہر مقام پر اس کا شاندار استقبال کیا۔ جب قرطبہ کے قریب آیا تو عبدالرحمٰن وفور شوق میں خود استقبال کے لیے دور تک گیا۔ اور شاہی محل میں لا کر ٹھہرایا۔ پھر چالیس ہزار دینار سالانہ وظیفہ مقرر کر کے ایک عالی شان محل میں ٹھہرا دیا اور مختلف جائیدادیں اور جاگیریں عطا کیں۔ گانے کی مجلسوں میں کبھی اس کے کسی گانے سے بے حد محظوظ ہوتا تو ہزاروں ہزار انعام دے دیتا تھا۔ زریاب مستقل طور پر اس کے دامن دولت سے وابستہ رہا۔ اس کی بدولت اُندلس میں فن موسیقی کو غیر معمولی فروغ حاصل ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ موسیقی کے دس ہزار راگ اس کو معلوم تھے۔ علوم وفنون کا ذوق بھی رکھتا تھا۔ نیز اس کے ہاتھوں اُندلس کی مجلسی زندگی میں بڑی تبدیلیاں اور اضافے ہوئے جن کی تفصیلات اپنے موقع پر آئیں گی۔ 72

عبدالرحمٰن کے جمالیات سے دلچسپی رکھنے کے اثرات اُندلس کی مدنی زندگی میں نمایاں ہوئے۔ چنانچہ عام تہذیب و معاشرت' وضع قطع' تراش خراش' سیر و شکار اور خورش و پوش اور عام لباس میں نت نئے تکلفات اور شان و شکوہ پیدا ہوئے۔ دربار کو شاہانہ اہتمام سے سجایا گیا۔ امیر کی دستار میں طغرائے امتیاز بڑھایا گیا۔ غلام و خواجہ سرا' محل سرا اور دربار میں اپنے خاص لباسوں میں جن سے وہ پہچانے جاتے' پیش پیش رہے۔ عرب مؤرخین کہتے ہیں کہ وہ شاہان شان و شکوہ میں ولید بن عبدالملک کے مشابہ تھا۔73

عبدالرحمٰن طبعاً سخی و فیاض تھا۔ اس کے ساتھ چشم پوشی و درگزر سے بھی کام لیتا تھا۔ ایک مرتبہ دینار کے بہت سے تھیلے اس کے پاس رکھے ہوئے تھے۔ آنے والے اور چلے گئے۔ آخر میں ایک خواجہ سرا رہ گیا اور عبدالرحمٰن کو کچھ اونگھ آ گئی۔ خواجہ سرا سمجھا کہ سو گیا ہے۔ اس نے ایک تھیلے پر اپنی آستین رکھی اور اس میں سے کچھ رقم غائب کر دی۔ عبدالرحمٰن اس حرکت کو دیکھ رہا تھا۔ مگر خاموش رہا۔ کچھ دیر کے بعد صاحب الرسائل آئے اور تھیلیوں کا جائزہ لینے لگے۔ ایک تھیلا کھلا ہوا تھا۔ اس میں رقم کم نکلی۔ لوگ ایک دوسرے کی طرف مشتبہ نگاہوں سے دیکھنے لگے۔ عبدالرحمٰن نے کہا اس معاملہ کو چھوڑ دو۔ اس کو بہر حال لینے والے نے لے لیا۔ اسے اس نے دیکھ لیا ہے اور اس کے کہنے کی ضرورت نہیں سمجھتا۔

وہ اپنے انہی فضائل حمیدہ کی وجہ سے رعایا کی نظروں میں بہت محبوب تھا۔74

عبدالرحمٰن اپنی دلچسپ رنگین زندگی کے ساتھ ساتھ نہایت پابند صوم و صلوٰۃ بھی تھا۔ اور شرعی اوامر و نواہی کا پاس و لحاظ رکھتا تھا۔ ایک مرتبہ رمضان میں ایک دن کا روزہ قضا ہوا۔ تو شیخ یحییٰ بن یحییٰ نے ساٹھ دن کے روزے کفارے میں رکھوائے۔ اس کے پابند شریعت ہونے کی وجہ سے عوام میں بھی دین داری پھیلی۔ لوگوں نے اس کی عشق بازی کو اس کی طبیعت کی کمزوری اور اس کی دین داری کو اس کی زندگی کا جوہر سمجھا اور اس کے پرتو اور اثر سے عوام نے دین داری' ورزہد و تقویٰ کو اپنی زندگی کا شعار بنایا۔75

حوالہ جات و حواشی

(1) ابن اثیر ج 6 ص 218,273۔ ابن خلدون ج 4 ص 127۔

(2) ابن اثیر ج 6 ص 282,273,271۔ ابن خلدون ج 4 ص 128۔

(3) ابن اثیر ج 6 ص 289,290۔ ابن خلدون ج 4 ص 128۔ مجموعہ اخبار اُندلس ص 138,139۔ افتتاح الاندلس ص 167۔

(4) ابن اثیر ج 6 ص 293,294۔ ابن خلدون ج 4 ص 128۔

(5) ابن اثیر ج 6 ص 313,314۔

(6) ان اثیر ج 6 ص 336,337۔

(7) ابن اثیر ص 293۔

(8) ص 286۔

(9) ابن اثیر ج 7 ص 34۔

(10) ابن اثیر ج 7 ص 34۔

(11) ابن اثیر ص 38۔

(12) ابن اثیر ص 43,44۔

(13) ابن اثیر ج 7 ص 11۔ نفح الطیب ج 1 ص 198۔ اخبار الاندلس ج 1 ص 493' 494۔ افتتاح الاندلس ص 66۔

(14) افتتاح الاندلس ص 63,64۔

(15) ابن اثیر ج 7 ص 112۔ نفح الطیب ج 1 ص 161' ابن خلدون ج 4 ص 129۔

(16) افتتاح الاندلس ص 65۔

(17) افتتاح الاندلس ص 67۔

(18) اخبار الاندلس ج 1 ص 481۔

(19) نفح الطیب ج 1 ص 161۔ ابن اثیر ج 6 ص 372۔ ابن خلدون ج 4 ص 129۔

(20) ابن اثیر ج 6 ص 282۔

(21) ابن اثیر ج 6 ص 88۔

(22) اخبار اُندلس ج 1 ص 482۔ عربی مآخذ میں اس سفارت کا حال نظر سے نہیں گزرا۔

(23) ابن خلدون ج 4 ص 130۔ نفح الطیب ج 1 ص 160۔ اخبار اُندلس ج 1 ص 492۔ یحییٰ غزال کی جوابی سفارت میں جانے کا تذکرہ مسٹر اسکاٹ میکائل کے عہد میں بیان کرتے ہیں اور عربی مآخذ میں تھیوفلس کے زمانہ میں لکھا گیا ہے۔ جس کو عرب ''نوفلس'' لکھتے ہیں۔

(24) ابن اثیر ج 6 ص 369۔ ابن خلدون ج 4 ص 129۔ نفح الطیب ج 1 ص 161۔ ہوسکتا ہے کہ وہ سفارت میکائل کے بجائے تھیوفلس ہی کے عہد میں آئی ہو۔ اور مسٹر اسکاٹ سے مسامحت ہوگئی ہو۔ بہرحال دو مآخذوں سے دو سفارتوں کا حال معلوم ہوا اس لیے متن میں علیحدہ علیحدہ تذکرہ کر دیا گیا۔

(25) اخبار الاندلس ج 1 ص 484۔ انسائیکلوپیڈیا' ج 19 ص 282 (نوار) طبع یازدہم۔

(26) ابن اثیر ج 6 ص 351,361۔ نفح الطیب ج 1 ص 161۔ ابن خلدون ج 4 ص 129۔ اخبار الاندلس ج 1 ص 486,487۔

(27) ابن اثیر ج 6 ص 361۔ نفح الطیب ج 1 ص 161۔ ابن خلدون ج 4 ص 129۔

(28) اخبار الاندلس ج 1 ص 488۔

(29) ابن اثیر ج 6 ص 367۔ نفح الطیب ج 1 ص 161۔ ابن خلدون ج 4 ص 129۔

(30) ابن اثیر ج 6 ص 377 اسٹوری آف دی نیشن (اسپین) ج 36 ص 138۔ ویس کا بیان ہے کہ الفانسو کے دور میں مسلمانوں کا کوئی حملہ جلیقیہ پر نہیں ہوا۔ مگر یہ عرب مؤرخین کی تصریح کے خلاف ہے۔

(31) ابن اثیر ج 6 ص 377۔ نفح الطیب ج 1 ص 161۔

(32) غرسیہ کے لڑائی میں مارے جانے کا تذکرہ ابن خلدون' ابن اثیر اور مقری نے کیا ہے۔ ابن خلدون نے اس کو بنبلونہ کا حکمران اور مقری نے اس کو اس زمانہ کے بڑے عیسائی حکمرانوں میں سے لکھا ہے۔ مغربی مؤرخین کی تحریروں میں اس واقعہ کا تذکرہ نظر سے نہیں گزرا۔ گمان ہے کہ یہ مقتول غرسیہ (885ء) کا جونوار کے حکمرانوں میں سے ہے مورث اعلیٰ ہو۔

(33) ابن اثیر ج 7 ص 23,6,5 ابن خلدون ج 4 ص 129۔ نفح الطیب ج 1 ص 161۔

(34) ابن اثیر ج 7 ص 116۔ ابن خلدون ج 4 ص 129۔ نفح الطیب ج 1 ص 161۔

(35) ابن اثیر ج 7 ص 134 (اسپین)۔ (ویس) اسٹوری آف دی نیشن ج 36

ص 40۔

(36) ابن اثیر ج 7 ص 34۔

(37) اخبار الاندلس ج 1 ص 492۔

(38) ابن اثیر ج 7 ص 38,44۔ ابن خلدون ج 4 ص 130۔ نفح الطیب ج 1 ص 163۔ اخبار الاندلس ج 1 ص 196,197۔

(39) اسپین لین پول (اسٹوری آف دی نیشنز سیریز ج 6 از ص 82 تا 94۔

(40) ابن خلدون ج 4 ص 125۔ ابن اثیر ج 7 ص 46۔ نفح الطیب ج 1 ص 161۔

(41) ابن خلدون ج 4 ص 130۔ افتتاح الاندلس ص 76,77۔

(42) ابن اثیر ج 7 ص 146۔ ابن خلدون ج 4 ص 30۔

(43) افتتاح الاندلس ص 58۔

(44) نفح الطیب ص 162۔ ابن خلدون ج 4 ص 130۔

(45) افتتاح الاندلس ص 61۔

(46) افتتاح الاندلس ص 60,61

(47) افتتاح الاندلس ص 69,70

(48) ابن خلدون جلد 4 ص 130۔ نفح الطیب جلد 1 ص 162۔

(49) مجموعہ اخبار اُندلس ص 129۔

(50) نفح الطیب ج 1 ص 162۔

(51) افتتاح الاندلس ص 62۔

(52) افتتاح الاندلس ص 68,69۔

(53) نفح الطیب ج 1 ص 162۔

(54) ابن اثیر ج 7 ص 23,34۔

(55) ابن اثیر ج 6 ص 288,472 ج 7 ص 46۔ ابن خلدون ج 4 ص 130۔ نفح الطیب ج 1 ص 160۔

(56) افتتاح الاندلس ص 58۔

(57) افتتاح الاندلس ص 50,59۔ ان قضاۃ کے سوانح حیات اُندلس کی علمی تاریخ میں

پیش ہوں گے۔

(58) ابن اثیر ج 7 ص 46۔

(59) مجموعہ اخبار اُندلس ص 138۔

(60) افتتاح الاندلس ص 58۔

(61) دیباج المذہب ص 350,351۔

(62) نفح الطیب جلد 1 ص 162۔

(63) افتتاح الاندلس ص 150۔

(64) دیباج المذہب ص 351۔ تاریخ وفات میں ایک روایت ماہ رجب کے بجائے ماہ ذی الحجہ اور 234ھ کے بجائے 233ھ بھی آیا ہے۔

(65) افتتاح الاندلس ص 59۔

(66) افتتاح الاندلس ص 59,60۔

(67) مجموعہ اخبار اُندلس ص 139 ' 141۔

(68) افتتاح الاندلس ص 60۔

(69) اخبار الاندلس جلد 1۔

(70) مورس ان سپین ص 78۔

(71) ابن اثیر ج 7 ص 46 ' ج 6 ص 278۔ ابن خلدون ج 4 ص 145۔ نفح الطیب ج 1 ص 462۔ اُندلس کا تاریخی جغرافیہ ص 362۔ افتتاح الاندلس ص 63,65۔ اخبار الاندلس ج 4۔

(72) افتتاح الاندلس ص 62,65 ابن اثیر ج 6 ص 282۔

(73) ابن اثیر ج 6 ص 46۔

(74) نفح الطیب ج 1 ص 101 ' ج 2 ص 109,110 افتتاح الاندلس ص 59,68۔

(75) اخبار الاندلس ج 1۔

(76) مجموعہ اخبار اُندلس ص 135,136۔

(77) نفح الطیب ج ا ص 162